کاروانِ قضا

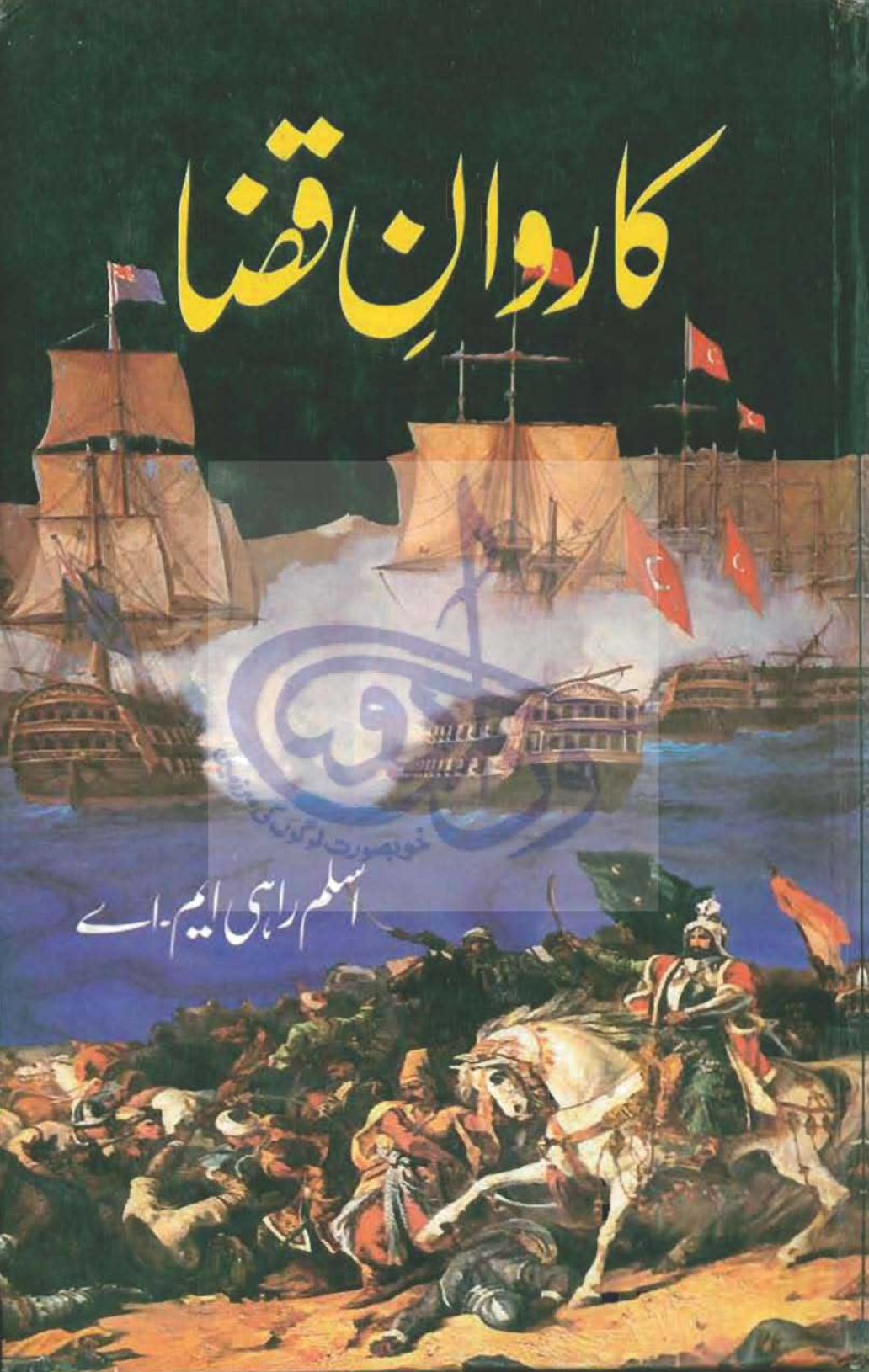

اسلم راہی ایم۔اے

کاروانِ قضا

اسلم راہی ایم۔اے

خوبصورت لوگوں کی سرزمین

مقبول اکیڈمی سٹریٹ روڈ۔ چوک انارکلی لاہور

چھوٹی سی ایک کشتی جس میں تین افراد سوار تھے، سمندر کا سینہ چیرتے ہوئے صقلیہ سے شمالی افریقہ کے ساحل کی طرف رواں دواں تھی..... سمندر کے اندر کچھ اس طرح تیز طوفان اُٹھ کھڑے ہوئے تھے جیسے تغیرات کے کارزار میں موت کے گرداب کھڑے ہوگئے ہوں۔ بڑی بڑی بلند ہوتی موجیں کشتی کو کھلونے کی طرح پٹخ جارہی تھیں، لیکن کشتی کے تینوں افراد ایک عزم، ایک حوصلے کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں تھے، ان تین میں سے ایک کشتی کا رُخ سنبھالے ہوئے تھا، ایک کشتی کے چپو چلا رہا تھا، جو چپو چلا رہا تھا وہ دیو آسام محافظ کی مانند صحت مند اور توانا تھا..... اس کے بازوؤں کی کڑی مچھلیاں اس کی طاقت، اس کی جرات مندی کا اظہار کرتی تھیں..... اس کے چہرے پر ایمان کی چمک، آنکھوں میں اُمنگوں کی موجیں صاف اور واضح دیکھی جاسکتی تھیں۔

تیسرا شخص جو کشتی میں بیٹھا آرام کر رہا تھا..... اچانک بولا اور جو تنومند جوان کشتی کے چپو چلا رہا تھا اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر محترم! آپ ہٹ جائیں کشتی کے چپواب میں خود چلاتا ہوں۔

جس شخص کو امیر کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا اس نے بڑے غور سے مخاطب کی طرف دیکھا، پھر عجیب سے سوز و ساز بھرے انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا، تمہیں میں نے ابھی ابھی چپوؤں سے ہٹایا ہے، تم آرام کرو، چپواب ساحل تک میں ہی چلاؤں گا..... میں جانتا ہوں تم نے بڑی محنت کی ہے، میں تم لوگوں کا امیر ضرور ہوں لیکن کام میں برابر کا حصے دار ہوں۔ گو سمندر اس وقت اپنی پوری ہولناکی پر ہے، پر میرا دل کہتا ہے کہ ہم جس بحر و بر

کے خداوند قدوس کی وحدانیت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم اس کی رضا پر فدا ہونے کا ہنر بھی جانتے ہیں ... وہ ہمیں اس کھولتے جلتے لاوے جیسے طوفانوں میں غرق نہ ہونے دے گا۔ میرا رب اعلیٰ جو صورت گیر لوح و قلم اور آدمی کی خاک میں پیغمبری رواں کرتا ہے، جانتا ہے کہ ہم ایک نیک مقصد اور ملت کی فلاح کے لئے حرکت میں آئے ہیں۔ میرا دل میرے عزیزو یہ بھی کہتا ہے کہ وہ ہمیں رات کے اس بے ستراں میں نہ ہی میں بھٹکنے دے گا، بے کاروں مسافروں کی طرح تند و طوفان کی کدورت میں ضائع نہ ہونے دے گا۔

میرے عزیز جہاں بیٹھا ہے وہیں بیٹھا رہ، تو آرام کر ساحل تک چپو میں ہی چلاؤں گا۔

جس جوان نے اسے امیر کہہ کر مخاطب کیا تھا وہ چپ چاپ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا پھر تھوڑی دیر بعد انہیں اپنے سامنے افریقہ کا ساحل صاف طور پر دکھائی دینے لگا تھا۔

جب وہ ساحل کے قریب پہنچے، افق شفق کی سرخی سے لال گوں ہو گیا تھا۔ سورج دور مغرب میں غروب ہو رہا تھا، کشتی انہوں نے کنارے پر کھڑی کر دی تھی۔

کنارے کے ساتھ ساتھ دائیں بائیں بے شمار کشتیاں کھڑی تھیں یہ افریقہ کی بندرگاہ تیونس اور الجزیرہ کے درمیان رباط قدیم نام کا قصبہ تھا جہاں انہوں نے اپنی کشتی لنگر انداز کی تھی۔ تینوں کشتی سے اترے، پھر ایک نے اپنے اس امیر کو مخاطب کیا جسے اس نے کشتی میں مخاطب کرتے ہوئے چپو چلانے سے روکا تھا، اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر عمر بن حسین یہ صنہاجی قبیلے کے مچھیروں کی بستی ہے، آپ بتائیں ہمیں کیا کرنا چاہئے۔

امیر عمر بن حسین نے اپنے دونوں ساتھیوں کی طرف تھوڑی دیر تک غور سے دیکھا، پھر ان دونوں کو مخاطب کیا۔

حرب بن حماس اور حسن بن مالک میرے دونوں ساتھیو پہلے یہ جو ہمارے ارد گرد اور آس پاس ملاح اور ماہی گیر گھوم رہے ہیں ان سے پوچھو کہ کیا صنہاجی قبیلے کا سردار محمد بن رشید ان دنوں یہاں ہی قیام کئے ہوئے ہے، اگر وہ یہاں ٹھہرا ہوا ہے تو ہماری خوش قسمتی کہ ہم اس سے یہیں بات کر لیں گے، ورنہ ہمیں صحرا کے اندر جا کر اس سے ملاقات کرنا ہوگی۔ اس سے ملنا ہمارے لئے انتہائی اہم اور ضروری ہے۔

عمر بن حسین کی گفتگو کے جواب میں اس کے دو ساتھیوں میں سے جس کا نام حسن بن

مالک تھا وہ پیچھے ہٹا اور کہنے لگا۔

امیر محترم! میں صنہاجی سردار محمد بن رشید کے متعلق پوچھتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی وہ پیچھے ہٹ گیا، پھر تھوڑی دیر بعد لوٹا، اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی، کہنے لگا۔

امیر محترم صنہاجی سردار محمد بن رشید ان دنوں یہیں قیام کئے ہوئے ہے، میں نے تفصیل پوچھی ہے، وہ جو سامنے چھپر نما بستیاں دکھائی دے رہی ہیں۔ ملاحوں کا کہنا ہے کہ ان کے اندر ہی اس کا قیام ہے ان چھپر نما بستیوں کے پیچھے ایک پتھروں کا مضبوط قلعہ ہے جس کا نام رباط قدیم ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں صنہاجی قبیلے کے سردار سے مل آؤں اور پھر اس سے آپ کی ملاقات کا اہتمام کروں؟

عمر بن حسین نے جب اثبات میں گردن ہلائی تب حسن بن مالک وہاں سے چلا گیا تھا، دوسرا ساتھی حرب بن حماس عمر بن حسین کے پاس ہی کھڑا رہا۔

یہ وہ دور تھا جب شمال کی طرف سے وحشی نارمنوں نے مسلمانوں کو صقلیہ سے نکال باہر کیا تھا اور صقلیہ پر قبضہ کرنے کے بعد وہ مراکش کو چھوڑ کر شمالی افریقہ کے وسیع علاقوں پر قابض ہو گئے تھے اور وہاں انہوں نے اپنی حکومت قائم کر دی تھی اور شمالی افریقہ میں مسلمان غلامانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔

امیر عمر بن حسین اور اس کا باپ شروع سے ہی افریقہ کے قلعے سفاقس کے حکمران تھے رومنوں نے عمر بن حسین کو سفاقس کا حاکم برقرار رکھا، لیکن اس کے باپ حسین کو یرغمال کے طور پر اپنے ساتھ صقلیہ لے گئے اور وہاں اسے زندان میں بند کر دیا اور عمر بن حسین کو یہ دھمکی دے رکھی تھی کہ اگر کسی بھی موقع پر تم نے افریقہ میں رومنوں کے خلاف بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش کی تو تمہارا باپ جو ان کے پاس یرغمال کے طور پر ہے اسے قتل کر دیا جائے گا۔

یہ وہی عمر بن حسین تھا جو کشتی کے چپو چلاتے ہوئے رباط قدیم کے ساحل پر پہنچا تھا۔

عمر بن حسین کو صحرا کے اندر کو ہستان متوتہ کے آس پاس سفاقس نام کے قلعے کا حاکم تھا، لیکن قلعے کے اندر خاصا بڑا رومن لشکر تھا، جس کی موجودگی میں عمر بن حسین ایک طرح سے بے بس اور مجبور تھا، لیکن وہ رومنوں کو افریقہ سے نکالنے اور مسلمانوں کے علاقوں کو

آزاد کرانے کے لئے تگ و دو میں لگا ہوا تھا۔

حسن بن مالک چھپروں کی آبادی میں داخل ہوا اور ایک شخص کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

میرے عزیز مجھے صنہاجی قبیلے کے سردار محمد بن رشید سے ملنا ہے۔ میں یہاں اجنبی ہوں، انہیں چہرے سے نہیں پہچانتا، وہ شخص بڑے پرتپاک انداز میں پیش آیا اور کہنے لگا میرے ساتھ آؤ میں تمہیں محمد بن رشید کے پاس لے جاتا ہوں۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک بڑے چھپر کے پاس آن رُکے، وہ شخص اندر داخل ہوا.....

حسن بن مالک باہر ہی کھڑا رہا، پھر اس نے مڑتے ہوئے کہا باہر کیوں رُک گئے ہو، اندر میرے ساتھ آؤ، حسن بن مالک اندر داخل ہوا..... چھپر کے اندر کافی لوگ بیٹھے ہوئے تھے، وہ نوجوان ایک تنومند، خوب دراز قد شخص کے پاس گیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محمد بن رشید یہ شخص یہاں اجنبی ہے اور آپ سے ملاقات کرنے کا متمنی ہے۔

اتنی دیر تک حسن بن مالک بھی اس کے پاس جا کھڑا ہوا..... محمد بن رشید جو صنہاجی قبیلے کا سردار تھا، اپنی جگہ سے اُٹھا، آگے بڑھ کر بڑے پرجوش انداز میں حسن بن مالک سے مصافحہ کیا... اپنے قریب ہی بیٹھنے کے لئے کہا، جب حسن بن مالک بیٹھ گیا تب محمد بن رشید نے اسے مخاطب کیا۔

میرے عزیز! بتاؤ تم کہاں سے آئے ہو اور مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہو؟

حسن بن مالک نے کچھ سوچا، گلہ صاف کیا، پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

ابن رشید پہلے آپ یہ بتائیے کہ آپ عمر بن حسین کو جانتے ہیں؟

عمر بن حسین کا نام سن کر محمد بن رشید ہی نہیں وہاں بیٹھے ہوئے سارے لوگ چونکے تھے۔ محمد بن رشید نے تیز نگاہوں سے حسن بن مالک کی طرف دیکھا، پھر استفہامیہ سے انداز میں بول پڑا۔

کیا تم سفاقس کے حاکم محمد بن حسین کا ذکر کر رہے ہو، اگر ایسا ہے تو افریقہ میں کون شخص ہے جو عمر بن حسین کو عقیدت و ارادت مندی سے نہ جانتا اور پہچانتا ہوگا، کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

حسن بن مالک کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

ابن رشید میں، میرا ایک ساتھی حرب بن حماس اور امیر عمر بن حسین تھوڑی دیر پہلے صقلیہ سے آئے ہیں اور تمہارے قلعے رباط قدیم کے ساحل پر لنگر انداز ہوئے ہیں۔ عمر بن حسین آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

حسن بن مالک کے ان الفاظ پر محمد بن رشید ایک طرح سے چونکتے ہوئے اپنی نشست پر تھوڑی دیر کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا تھا، پھر کہنے لگا۔

یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو..... امیر عمر بن حسین یہاں ہیں، وہ صقلیہ سے آئے ہیں اور مجھ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے یہ بتاؤ کہ امیر اور تم دونوں صقلیہ کیوں گئے۔

امیر حسن بن مالک نے کہنا شروع کیا۔

امیر عمر بن حسین تین وجوہات کی بنا پر صقلیہ گئے..... آپ جانتے ہیں صقلیہ کے نارمن حکمران راجر دوئم نے محمد بن حسین کے باپ کو یرغمال بنا رکھا ہے، وہ وہاں زندان میں بند ہے..... راجر دوئم نے عمر بن حسین کو بلایا تھا کہ وہ اپنے باپ سے ملاقات کر سکتا ہے۔

عمر بن حسین کی نگاہوں میں باپ سے ملاقات کرنا اتنا اہم نہیں تھا، لیکن جن دو دوسرے کاموں کی وجہ سے امیر محمد بن حسین صقلیہ گئے وہ انتہائی اہم اور ملت اسلامیہ کی بہتری کے لئے ہیں۔

پہلا کام جس کے لئے امیر محمد حسین ہم دو ساتھیوں کے ساتھ صقلیہ کی طرف گئے وہ یہ کہ مختلف جگہوں پر ان مسلمانوں کا جائزہ لینا تھا جنہیں صقلیہ میں زبردستی بپتسمہ دیتے ہوئے عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے..... عمر بن حسین ان لوگوں کو صقلیہ سے نکال کر افریقہ لانا چاہتے ہیں اور اپنے اس مقصد میں وہ خاصے کامیاب ہوئے ہیں، اس لئے کہ صقلیہ میں قیام کے دوران انہوں نے ایسے لوگوں سے رابطے قائم کئے ہیں جو اس کام میں ان کی مدد کریں گے اور مسلمانوں کو وہاں سے نکالنے میں ہمارا ساتھ دیں گے۔

دوسری وجہ جس کی بنا پر امیر نے صقلیہ کا سفر کیا وہ بھی انتہائی اہم ہے، ابن رشید آپ جانتے ہیں کچھ عرصہ پہلے ایک نارمن امیر البحر فلپ نے افریقی ساحل پر حملہ کیا تھا۔ فلپ یہاں مسلمانوں سے ملا جلا مسلمانوں کے طور طریقوں، ان کے اخلاق، ان کی تہذیب سے ایسا متاثر ہوا کہ اس نے اور اس کے اہل خانہ نے اسلام قبول کر لیا۔

صقلیہ کی حکومت کے نقطہ نظر سے امیر البحر فلپ کی یہ ایک شدید غلطی تھی۔ گو ان

نے اپنے اسلام قبول کرنے کو خفیہ رکھا، تاہم جس طرح مسلمانوں سے میل جول کرتے ہوئے ان سے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا اس کی ساری خبریں صقلیہ پہنچیں۔

گو یہ ایک معمولی سا واقعہ تھا، لیکن فلپ کے اس طرز عمل سے صقلیہ کے عیسائیوں میں اس کے خلاف عام ہیجان برپا ہو گیا۔ پھر صقلیہ تک یہ خبریں بھی پہنچ گئیں کہ فلپ اور اس کے اہل خانہ نے اسلام قبول کر لیا ہے، لہٰذا اس غریب پر دو الزام لگائے گئے۔

پہلا مسلمانوں کی پاسداری اور جانبداری کا الزام اور دوسرا اس کے اسلام قبول کرنے کو ٹھہرایا گیا۔ اس بنا پر اس کے پورے خاندان کو گرفتار کر لیا گیا، لیکن فلپ کی دو بیویاں تھیں، اس کی دوسری بیوی اپنی جوان سال بیٹی کے ساتھ گرفتار ہونے سے بچ نکلی اور مسلمانوں کے ہاں روپوش ہو گئی۔

اس کے بعد فلپ کے اس طرز عمل سے نمٹنے کے لئے صقلیہ کی حکومت نے اساقفہ اور تسیسین کی ایک مجلس مشاورت منعقد ہوئی اور اس میں فلپ پر دونوں الزاموں کی بنا پر مقدمہ قائم کیا گیا اور صقلیہ کی مذہبی جماعت کی نگاہوں میں یہ الزام اس قدر سنگین ثابت ہوئے کہ اس مجلس میں فلپ اور اس کے اہل خانہ کو نذر آتش کر دینے کا انسانیت سوز فیصلہ کیا گیا اور مقدمے کے فیصلے کے بعد فوراً ہی فلپ اور اس کے اہل خانہ کو آگ میں ڈال کر جلا دیا گیا۔ تاہم اس کی دوسری بیوی اور بیٹی بچ نکلیں۔

(مورخین نے امیر البحر فلپ کے اس واقعے کو بڑی تفصیل کے ساتھ تاریخ کے اوراق میں جگہ دی ہے)

فلپ کی بیوی کا نام خیران ہے، اس کی بیٹی کا نام تکلورا ہے جو نو عمر اور انتہا درجے کی خوبصورت ہے، خیران اور تکلورا دونوں کے ساتھ فلپ کی ایک بھتیجی بھی روپوش ہے، اس کا نام مریطہ ہے، وہ بھی اسلام قبول کر چکی ہے۔ اب یہ تینوں خواتین صقلیہ سے نکل کر جنوبی افریقہ آنا چاہتی ہیں، تاکہ وہاں ناراکن حکمران راجر دوئم کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔

اب امیر محمد بن حسین دو کام کرنا چاہتے ہیں، ایک فلپ کی بیوی، بیٹی اور بھتیجی کو وہاں سے نکالا جائے، دوسرے جو مسلمان وہاں پھنسے ہوئے ہیں اور جنہیں زبردستی عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے انہیں کسی نہ کسی طریقے سے نکال کر شمالی افریقہ کی طرف لایا جائے۔ ان کے صقلیہ جانے کے یہی دو بڑے مقاصد ہیں۔

حسن بن مالک کی اس گفتگو کے جواب میں صنہاجی قبیلے کا سردار محمد بن رشید کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ باہر مغرب کی اذان سنائی دی۔ اذان سنتے ہوئے محمد بن رشید چونکا اور اپنے ارد گرد بیٹھے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

یہ آج اذان کون دے رہا ہے؟ اذان دینے والے کی آواز میں ایک عجیب سی پکار، ایک عجیب سا سوز، ایک انوکھا جذبہ اور کشش ہے۔

محمد بن رشید کے اس سوال پر حسن بن مالک مسکرایا اور کہنے لگا۔

ابن رشید اذان دینے والے میرے امیر محترم عمر بن حسین ہیں۔

محمد بن رشید کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا، آؤ مغرب کی نماز ادا کرتے ہیں، ساتھ ہی امیر محمد بن حسین سے بھی بات کرتے ہیں، اس کے ساتھ ہی سب اس چبوترے سے باہر نکل گئے۔

جب وہ ساحل سمندر پر اس جگہ گئے جہاں کشتیاں کھڑی تھیں تو اذان ختم ہو چکی تھی، جماعت کے لئے وہاں سارے ماہی گیر اور ملاح صفیں درست کر رہے تھے۔ امامت کرانے کے لئے امیر عمر بن حسین ان کے سامنے کھڑا ہوا تھا، قریب جا کر حسن بن مالک نے محمد بن رشید کو مخاطب کیا۔

ابن رشید جو شخص امامت کرانے لگے ہیں، یہی امیر محمد بن حسین ہیں اور ان کے پیچھے پہلی صف میں جو جوان کھڑا ہے، وہ میرا ساتھی حرب بن حماس ہے۔

محمد بن رشید اور اس کے ساتھی بھی چپ چاپ جا کے صفوں میں کھڑے ہو گئے۔ عمر بن حسین نے مغرب کی نماز پڑھانا شروع کی تھی۔

نماز کے بعد عمر بن حسین نے ایک نگاہ اپنے پیچھے نماز پڑھنے والے ماہی گیروں اور ملاحوں پر دوڑائی، اس کے بعد اس نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے، کچھ دیر آسمان کی طرف دیکھا، اس کے بعد وہاں بیٹھے ملاحوں اور مچھیروں کو اس کی آواز سنائی دی تھی۔ وہ دعا مانگ رہا تھا، کہہ رہا تھا۔

"اے خداوند مہربان تیری زمین کے مختلف حصوں کے اندر نارمنوں کی بے اماں فتنہ گری اور بجلی بغاوتوں کے جھٹکوں کے سامنے چاروں طرف مایوسیوں کے مژدے پھیل رہے ہیں۔ بستیاں بے رونق، نخلستان خاک بسر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ کھیتوں کے اندر قحط کے تیر،

نشیمنوں کے نزدیک بجلیاں تعمیر کے گلدانوں میں خار رکھ دیئے گئے ہیں۔ دشمن ہماری شہ رگ کا لہو نکال کر اپنے ظلم کے ہر نقش اپنے جبر کی ہر آہنی تنظیم کو چمکا رہا ہے۔"

عمر بن حسین کے ان الفاظ پر چاروں طرف ایک سکوت ایک خاموشی تھی جیسے وہاں کوئی ذی نفس ہی نہ ہو کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اس نے پھر کہنا شروع کیا۔

"اے خدائے لم ویزل، ان سرزمینوں کے اندر نارمن فرعون کی سطوت اور نمرود کا جلال بن کر دندناتے پھرتے ہیں، ان کے جبران کے ستم کے سامنے ہمارا ہر حصار سراسیمہ، ہر کلی حیران، ہر دریچہ ویران، دشت کوہ کے سائے محوس کہکشاں اور افلاک فکر خیز ہو کر رہ گئے ہیں۔ میرے اللہ ہمارا یہ صحرا ان رومنوں کے سامنے قبر سا خاموش ہو کر رہ گیا ہے۔"

یہاں تک کہتے کہتے عمر بن حسین رُک گیا، اس لئے کہ اس کی آواز ڈوب گئی تھی۔ ملاحوں اور مچھیروں نے اندازہ لگالیا تھا کہ دعا مانگتے ہوئے عمر بن حسین رو پڑا ہے، لہٰذا مچھیروں کے اندر بھی سسکیاں سنائی دینے لگی تھیں، پھر کسی زندہ دل مچھیرے نے بلند آواز میں خداوند قدوس کی تکبیر بلند کی تھی، پر اس کا ردِ عمل نمودار ہونے سے پہلے ہی عمر بن حسین نے پھر کہنا شروع کیا۔

"اے خالق کائنات ہماری ہی سرزمینوں کے اندر ہماری فکر کی رعنائی غموں کی یلغار ہمارے ملن قصیدے دُکھوں کی کسک امیدوں کی شبنم دشت کی بیگانگی میں تبدیل کی جارہی ہے۔ مسلمان ستم کی آگ کا ایندھن بن رہے ہیں۔ حرمتوں کی عام بولی ہو رہی ہے۔ عصمتوں کا کھلا نیلام ہے، بے آبروئی کے تپتے چراغ سسکیاں بھرتے ستارے ہمارے لئے تذلیل کے داغ بن گئے ہیں۔

یہاں تک کہتے کہتے عمر بن حسین پھر رُک گیا تھا، اس کی آواز پھر ڈوب گئی تھی..... مچھیرے اور ملاح عجیب سی کیفیت کا اظہار کر رہے تھے، ان میں سے کچھ زندہ دل نعرے لگانے لگے تھے..... کچھ کی چیخیں کچھ کی سسکیاں، ہچکیاں بھی سنائی دے رہی تھیں..... عمر بن حسین نے پھر دعا مانگنی شروع کی تھی۔

"اے ہمارے مالک رسولِ عربی کے تقدس کے صدقے میں ابو بکر کی صداقت اور اخلاص فاروق کی حق پسندی اور جوانمردی عثمان کے ایثار اور حیائی کی راستی اور دادرس خالد کی سیاست و جلالت، طارق کی شجاعت و بطالت، حسین کی جسارت اور ولولہ انگیزی کے طفیل

ہمیں توفیق، ہمیں ہمت عطا فرما کہ ہم اپنی عصمتوں کی حفاظت، اپنی آزادی کا تحفظ کرتے ہوئے نارمنوں کو اس سرزمین سے نکال باہر کریں۔

یہاں تک کہتے ہوئے عمر بن حسین کو رُک جانا پڑا، اس لئے کہ مچھیرے اور ملاح اب بلند آواز میں رونے لگے تھے، بالکل ایسے جیسے چاروں طرف روتی اوس نے ایک سماں باندھ دیا ہو، اس موقع پر صنہاجی قبیلے کا سردار محمد بن رشید ریت پر سجدہ ریز ہو گیا تھا، سسک رہا تھا، رو رہا تھا، عمر بن حسین پھر کہہ رہا تھا۔

"اے مالک دوجہاں مجھے توفیق عطا فرما کہ میں بھٹکے کاروانوں کی گرد اور خانہ بدوشوں کے غبار کی طرح دھکے کھاتے مسلمانوں کے تحفظ اور ان کی حفاظت کے لئے تقدیر کا عذاب تشنگی کا کرب، حرف درد کا لفظ بن کر نارمنوں کے سامنے آؤں اور اپنی ملت اور اپنی قوم کی خدمت کرتے ہوئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہادوں، اے اللہ مجھے ہمت اور استقامت عطا فرما کہ میں ان سرزمینوں کے مسلمانوں میں دینی روح، انقلابی شعور، جذبہ جہاد، وحدت ملی پیدا کر کے انہیں نارمنوں کے لئے تدغم کی طغیانی، گرداب کی شورش، موجوں کا خروش، اضطراب کا بحر بے کراں اور گردش دوراں کا خونی بھنور بنانے میں کامیاب ہو جاؤں۔

"میرے اللہ تو ہی سمندر کی تہوں میں رزق کے دریا بہاتا ہے، خشک صحراؤں کے اندر تو ہی پھولوں کے گلشن پیدا کرتا ہے۔ میرے اللہ مجھے اس قدر استقامت اور ہمت عطا فرما کہ میں دار پر چڑھ کر بھی اپنے گلے میں طوق ڈلوا کر اپنی ملت کے حرف قلم، کلک والفاظ اور ضمیر وایمان کی حفاظت کر سکوں..... میرے مالک ہم لوگ تیری ہی مدح اور ثناء کرنے والے ہیں، ہمیں استقامت دے کہ ہم ان نارمنوں کے لئے لوہے کا عصا اور قہر شدید بن کر مسلمانوں کو فراق رتوں، الم خیزیوں اور بوسیدہ آرزوؤں سے نجات دلائیں، میرے اللہ مجھے ہمت عطا فرما کہ میں مشاق دہشت کوزہ کی طرح اپنی ملت کی گرتی اناؤں کو استوار کروں..... اسیر ہاتھوں کی رہائی کا سامان کروں، میرے اللہ ان سرزمینوں کے اندر مسلمانوں کو ایسا سورج بنادے جس کی حدت سے غلامی کی برف پگھلتے میری ملت کے جوانوں کو فتح مندی کا ایسا نعرہ بنادے کہ وہ غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے اپنی آزادی کی خاطر نارمنوں کی اندھی سرگرمیوں کے اندر شورِ قیامت برپا کرتی جرات مندی کی طرح اُٹھ کھڑے ہوں۔"

عمر بن حسین دعا ختم کر چکا تھا، ہاتھ اس کے نیچے گر چکے تھے، گردن اس کی جھکی ہوئی

تھی، کندھے پر رکھے ہوئے انگوچھے سے تاہم کبھی کبھی وہ اپنی آنکھیں خشک کر لیتا تھا صنہاجی قبیلے کا سردار محمد بن رشید ابھی تک ریت پر سجدہ ریز ہو کر سسک رہا تھا۔ ملاح پچھیرے رو رہے تھے، عجیب سے جذبے، عجیب سے ولولے کا اظہار کر رہے تھے۔

اس دوران ایک بوڑھا ملاح اٹھا، اپنی جھکی کمر کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتا ہوا عمر بن حسین کے پاس آیا، اس کے قریب بیٹھ گیا، پھر کسی قدر روتی کپکپاتی اور لرزتی ہوئی آواز میں عمر بن حسین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اے میری ملت کے مہربان فرزند جلیل! بتا تو کون ہے، کہاں سے آیا ہے، تیری آواز میں حدت اور سوز کا یقین ہے، تیرے الفاظ میں ثابت قدمی اور آہنی عزم ہے، تیرے جذبات میں اُجالوں کے زمزمے اور تیرے الفاظ سے لگتا ہے جیسے تو ہماری ملت کے لئے آندھیوں کا حریف، ساحلوں کا نقیب، طوفانوں کا قائد اور روشنیوں کا خطیب بننے کا جذبہ اور ولولہ رکھتا ہے۔ کاش ان سرزمینوں کے اندر تو وقت کی لوح کا محتسب اور فقیہ ہوتا، کاش ان صحراؤں کے اندر تو کوئی مفتی شہر اور قاضی صحرا ہوتا تو ہم تیرے قدم سے قدم ملاتے ہوئے ان نارمنوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوتے، اپنی گردن سے غلامی کا جوا اتار پھینکتے، آزادی کو اپنے سینے سے لگانے کے لئے تکبیریں بلند کرتے ہوئے زندہ دل پاسبانوں اور بے داغ تقدیس کے پاسبانوں کی طرح دشمن کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوتے۔

وہ بوڑھا ملاح عمر بن حسین سے اپنے سوالی کا جواب سننا بھی چاہتا تھا کہ اتنی دیر تک صنہاجی قبیلے کا سردار محمد بن رشید اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ قریب آیا۔ عمر بن حسین کے سامنے وہ ریت پر بیٹھ گیا، پھر اس نے عمر بن حسین کے دونوں پاؤں تھامے اور انتہائی عقیدت اور ارادت مندی میں کہنے لگا۔

امیر محمد بن حسین میں صنہاجی قبیلے کا سردار محمد بن رشید ہوں اور اس ساحل پر میں آپ جیسے عالم اسلام کے بطل عظیم اور رجل جلیل کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

عمر بن حسین کا نام سن کر ملاحوں میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک سرگوشیاں اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں ہر کوئی کہہ رہا تھا جس نے امامت کرائی ہے وہ ہماری ملت کا فرزند عظیم اور قلعہ سفاقس کا حاکم عمر بن حسین ہے۔

جس وقت محمد بن رشید نے عمر بن حسین کے پاؤں تھامے تھے، عمر بن حسین اپنی جگہ

پر تڑپ اُٹھا ... پیچھے ہٹ گیا، اپنے پاؤں اس نے چھڑا لئے، پھر محمد بن رشید کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن رشید تم مجھ جیسے کمترین انسان کو گناہگار کر رہے ہو۔ محمد بن رشید کسی ردعمل کا اظہار کرنا چاہتا تھا کہ سارے ملاح اور پچھیرے اُمڈ پڑے اور کچھ عمر بن حسین سے ہاتھ ملانے لگے تھے، کچھ بلند پر خلوص آوازوں میں اسے خوش آمدید کہنے لگے تھے، پھر محمد بن رشید کے کہنے پر سارے ملاح ارد گرد بیٹھ گئے، اس کے بعد محمد بن رشید امیر عمر بن حسین کو مخاطب کیا۔

امیر محترم میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ اپنے صرف دو ساتھیوں کے ساتھ اکیلے صقلیہ گئے، وہاں اگر آپ کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آجاتا جس طرح صقلیہ کے نارمن حکمران راجر نے آپ کے باپ کو یرغمال کے طور پر زندان میں ڈال رکھا ہے ایسا ہی وہ آپ کے ساتھ کر دیتا تو یہاں شمالی افریقہ کے مسلمانوں کے استحصال کی پکی جیتی کا کیا بنتا۔

محمد بن رشید کے ان الفاظ پر امیر محمد بن حسین تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا، اس کے بعد بڑے خوش کن انداز میں محمد بن رشید سے کہنے لگا۔

ابن رشید تمہارے خدشات درست نہیں ہیں، میں راجر سے اجازت لے کر صقلیہ گیا تھا، میں نے اپنے باپ سے ملاقات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا اور راجر نے مجھے اپنے باپ سے ملنے کی اجازت دے دی تھی، جس کشتی سے میں آیا ہوں اسے میں نے مہدیہ کی بندرگاہ سے لیا تھا ..... میں اپنے قلعے سفاقس سے سیدھا مہدیہ کی بندرگاہ کی طرف گیا تھا، وہاں شمالی افریقہ میں نارمنوں کے حاکم گون سالور اور اس کے نائب مارتوس نے میرا بہترین استقبال کیا، میں اور میرے دونوں ساتھیوں نے اپنے گھوڑے مہدیہ کی بندرگاہ میں ہی چھوڑے اور جو کشتی گون سالور نے مجھے مہیا کی تھی اس میں اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ صقلیہ کی طرف گیا۔

صقلیہ میں جہاں میں صقلیہ کے نارمن حکمران راجر سے ملا وہاں میری ملاقات راجر کے علاوہ اس کے عمائدین سلطنت سے بھی ہوئی، وہاں میں ان دو اشخاص سے بھی ملا جو عالم اسلام کے بدترین دشمن خیال کئے جاتے ہیں، ایک راجر کا بیٹا اور ولی عہد ولیم (راجر کے بعد یہی ولیم صقلیہ کا حکمران بنا اور اس نے مسلمانوں پر ایسے مظالم کئے کہ تاریخ کے اوراق میں یہ ولیم بدنفس کے نام سے مشہور ہوا)۔

ولیم کے بعد جو دوسرا شخص مسلمانوں کا بدترین دشمن خیال کیا جاتا ہے، وہ راجر کے لشکریوں کا سالار مایو ہے، انتہائی خوفناک انسان ہے، بڑا بدباطن اور مسلمانوں سے کردھ رکھنے والا ہے ۔ بہرحال میں نے سب کا جائزہ لیا، راجر سے ملنے کے بعد میں زندان میں اپنے باپ سے بھی ملا۔

حقلیہ جانکر اپنے باپ سے ملاقات کرنے کا ایک انتہائی اہم مقصد تھا۔

تم جانتے ہو نارمنوں نے میرے باپ کو یرغمال بنا کر حقلیہ میں اس لئے رکھا ہوا ہے تاکہ شمالی افریقہ میں میں ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکوں ۔ انہوں نے مجھے دھمکی دے رکھی ہے کہ اگر میں نے شمالی افریقہ اور اس کے جنوب میں بکھرے دشت کے اندر مسلمانوں کو یکجا کر کے نارمنوں کے خلاف آواز اٹھانے کی کوشش کی تو حقلیہ میں میرے باپ کو قتل کر دیا جائے گا۔

میں اسی موضوع پر اپنے باپ سے بات کرنے گیا تھا، اس لئے کہ میں شمالی افریقہ میں اب مسلمانوں کی زبوں حالی، ان کی غلامی زیادہ عرصہ تک برداشت نہیں کر سکتا ۔ اس موضوع پر میں نے اپنے باپ سے بات کی اور میرے باپ نے مجھے اجازت دے دی ہے کہ میں شمالی افریقہ میں نارمنوں کے خلاف اعلانیہ بغاوت کھڑی کر کے مسلمانوں کو غلامی سے نجات دلانے کی جدوجہد کر سکتا ہوں، میرے باپ نے کہا اگر اس جدوجہد کے نتیجے میں نارمن مجھے تختہ دار پر لٹکا دیتے ہیں اور اس کے صلے میں افریقہ میں مسلمانوں کو آزادی مل جاتی ہے تو یہ سودا ہمارے لئے مہنگا نہیں ہے، اب چونکہ میرے باپ کی طرف سے مجھے یہ جدوجہد کرنے کی اجازت مل گئی ہے، لہذا میں عنقریب کھل کر نارمنوں کے سامنے آؤں گا، پہلے میں اس کام کی ابتداء اپنے قلعے سفاقس سے کروں گا، جہاں اس وقت نارمنوں کا دس ہزار کا لشکر ہے، اس لشکر کا سپہ سالار جس کا نام ریورا کہ ہے وہ مجھ پر کڑی نگاہ رکھتا ہے، تاکہ میں اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کروں۔

ابن رشید اصولاً حقلیہ سے مجھے اس کشتی سے مہدیہ کا رخ کرنا تھا، وہاں میرے اور میرے ساتھیوں کے گھوڑے تھے، انہیں گھوڑوں پر بیٹھ کر مجھے اپنے قلعے سفاقس کی طرف جانا تھا، لیکن میں سیدھا تمہارے قبیلے کے ملاحوں کی طرف آیا ہوں، اس لئے کہ یہاں سے روانہ ہوتے وقت مجھے اطلاع ملی تھی کہ تم اپنے ان ساتھی مچھیروں کی طرف گئے ہوئے ہو

میری خوش قسمتی کہ یہاں تمہارے ساتھ میری ملاقات ہو گئی۔

اب افریقہ میں نارمنوں کا حکمران گون سالور اگر مجھ سے پوچھتا ہے کہ واپسی پر میں نے مہدیہ کا رخ کیوں نہ کیا تو میں اسے بتا سکتا ہوں کہ سمندر میں طوفان اٹھ کھڑا ہوا، لہذا اس طوفان کی وجہ سے ہماری کشتی مہدیہ کے بجائے گمنام ساحل کی طرف چلی گئی۔

امیر عمر بن حسین تھوڑی دیر کے لئے رکا، کچھ سوچا پھر اس نے دوبارہ ابن رشید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن رشید جس موضوع پر میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں، اس موضوع پر گفتگو کا آغاز کرنے سے پہلے میں تمہیں اپنے متعلق تفصیل بتانا چاہتا ہوں، تم جانتے ہو میں قلعہ سفاقس کا برائے نام حاکم ہوں، وہاں نارمنوں کا دس ہزار کا لشکر ہے، اس لشکر کا حکمران ایک نارمن یورا کہ ہے، اصل اختیار اس کے ہاتھ میں ہے، لیکن میں اس کیفیت کو عنقریب بدل دینا چاہتا ہوں ... سنو میں نے کوہستان نمامۃ کی گمنام وادیوں کے اندر ایک تربیت گاہ شروع کر رکھی ہے، وہاں میرے ساتھ تین اہم شخصیتیں کام کرتی ہیں، ایک بنو کنامہ کا سردار یحیی بن مطراح، دوسرا بنو کلب کا سردار محمد بن فرج الکلوی اور تیسرا حسن بن علی صنہاجی جو کبھی شمالی افریقہ میں مسلمانوں کا حکمران ہوا کرتا تھا ۔ اس سے نارمنوں نے حکومت چھین کر ان علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

امیر عمر بن حسین کے ان الفاظ پر محمد بن رشید دنگ رہ گیا تھا، تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں وہ عمر بن حسین کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

امیر محترم آپ نے عجیب سا انکشاف کر دیا ہے۔ علی حسن بن علی صنہاجی کے متعلق تو ہم بڑے فکرمند تھے، جب نارمنوں نے شمالی افریقہ میں اسے شکست دی تو وہ روپوش ہو گیا۔ ہم نے اسے تلاش کرنے کی بے حد کوشش کی، لیکن نہیں ملا ۔ ہم تو آج تک اس کی تلاش میں سرگرداں ہیں، آپ نے یہ انکشاف کر کے ہماری خوشیوں میں اضافہ کر دیا ہے۔

عمر بن حسین نے پھر ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنا شروع کیا۔

جس وقت نارمنوں نے ان سرزمینوں پر قبضہ کیا اور حسن بن علی روپوش ہو گیا، تب میرا باپ سفاقس کے قلعے کا حاکم تھا، نارمنوں نے سفاقس کے قلعے کا حاکم مجھے تسلیم کر لیا اور میرے باپ کو یرغمال کے طور پر اپنے ساتھ لے گئے تاکہ میں کہیں نارمنوں کے خلاف

بغاوت نہ کروں۔

سفاقس میں مجھے حاکم کی حیثیت سے برقرار رکھنا، یوں جانو تارمنوں کی ایک مجبوری تھی، وہ چاہتے تھے مجھے سفاقس کا حکمران رکھ کر شمالی افریقہ میں اپنی حکومت کو مستحکم رکھیں۔

وہ اس طرح کہ میرے ذریعے وہ چاہتے تھے کہ میں شمالی افریقہ کے مسلمانوں کو تھپکیاں دے دے کر گہری نیند سلاتا رہوں، انہیں غلامی کے زندان میں پڑا رہنے دوں اور انہیں آزادی کا مطلب نہ سمجھاؤں تاکہ وہ بے فکری سے شمالی افریقہ پر حکومت کرتے رہیں، لیکن میں اب ایسا نہیں ہونے دوں گا۔

محمد بن رشید تم صنہاجی قبیلے کے سردار ہو، تمہارے پاس اچھی خاصی طاقت اور قوت ہے، تمہارے پاس میرا آنے کا مقصد یہ ہے کہ اس سلسلے میں تم انفرادی قوت سے میری مدد کرو، اگر تمہاری کوئی شرط ہو تو میں اسے بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں، پھر عمر بن حسین نے اپنے سر سے عمامہ اتارا اور ابن رشید کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یہ عمامہ میرے سر پر شمالی افریقہ کے معزول بادشاہ علی بن حسن نے رکھا تھا اور شمالی افریقہ کے مسلمانوں کا مجھے امیر مقرر کیا تھا۔

ابن رشید امارت کا یہ عمامہ میں تمہیں پیش کرتا ہوں، اسے اپنے سر پر رکھو، میں تمہیں اپنا امیر تسلیم کرتا ہوں اور تمہارے ماتحت ایک عام سپاہی کی حیثیت سے مسلمانوں کی فلاح کے لئے کام کرنے کو تیار ہوں، تم جانتے ہو میرا تعلق بنو تمیم کی شاخ بنو اغلب سے ہے اور بنو اغلب نے ہمیشہ ان علاقوں میں مسلمانوں کی بہتری اور ان کی خیر کے لئے قربانیاں دی ہیں۔ عمر بن حسین کے ان الفاظ سے محمد بن رشید کی کیفیت عجیب و غریب ہو کر رہ گئی تھی، اس کی آنکھوں میں زور زور تک بھر دی کی نمی اُتر آئی تھی، اس کے چہرے پر عقیدت اور ارادت مندی کے جذبے بکھر گئے تھے، کچھ دیر تک وہ بڑی شفقت، محبت سے عمر بن حسین کی طرف دیکھتا رہا، پھر بول پڑا۔

امیر محترم یہ آپ نے کیا کہہ دیا، قسم خداوند قدوس کی آپ اس قابل نہیں ہیں کہ میرے ماتحت ایک عام سپاہی کی حیثیت سے مسلمانوں کے دشمنوں سے جنگ کریں بلکہ ابن رشید اس قابل ہے کہ آپ کو اپنا آقا جانتے ہوئے آپ سے بے غرض، عقیدت مندی کا اظہار کرتے ہوئے آپ کے ہر حکم آپ کے ہر فیصلے کی پاسبانی کرتے ہوئے آپ کا ماتحت

بن کر رہے۔

امیر محترم آپ اس سرزمینوں میں داستان ہائے زریں کی تقدیس کے پاسبان ہیں، یاد رکھئے ہم اس خداوند قدوس اور اس کے ایک واحد کے ماننے والے ہیں جس نے نمرود کے تمرد، شداد کے جبر فرعون کے کبر و نخوت کو منٹی کے مانند روندا، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ پورا صنہاجی قبیلہ آپ کی ایک لبیک پر اپنی جانیں نچھاور کرنے کے لئے تیار ہے، میں آپ کو یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی سربراہی آپ کی امارت میں خداوند قدوس نے چاہا تو ان علاقوں میں وہ داستانیں رقم کریں گے جن کی سرخیاں انشاءاللہ بدر و حنین اور قادسیہ اور یرموک کا پرتو بن کر نمودار ہوں گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد ابن رشید رکا، پھر جذبات کی شدت میں بہہ جانے والے دریا کی طغیانی کی طرح کہتا چلا گیا تھا۔

امیر محترم ہم ایک ہی ملت کے سلسلے کا کارواں ہیں، آپ کے ماتحت آپ کی رہنمائی میں خداوند نے چاہا تو ان سرزمینوں کے ذرے ذرے یہاں کے دریا کے قطرے قطرے سمندر کی موج موج میں ان تارمنوں کے سامنے زلزلوں کی دھمک بجلیوں کی کڑک بن کر نمودار ہوں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فی الحال تارمن شیطنیت کے اندھیرے قلزم کے زور کی طرح چھائے ہوئے ہیں۔ ہماری سرزمین ویرانوں کی چادر میں لپٹ گئی ہے، روشنیاں ڈوب چکی ہیں، ہمارے آسمان کے ستارے راکھ ہو چکے ہیں لیکن یہ صورت حال زیادہ دیر نہیں رہے گی۔

اگر آپ تارمنوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونے کا ارادہ کر چکے ہیں تو آپ دیکھیں گے میں صنہاجی قبیلے کا سردار محمد بن رشید اپنے خون کے آخری قطرے تک آپ کا ساتھ دوں گا، انشاءاللہ وہ وقت دُور نہیں جب آپ کی راہبری میں ہم وقت کے سینے میں نہاں دھکتی آگ کے طوفان پر جوش بپھرے لاوے کی طرح نمودار ہوں گے، اے میری قوم کے فرزند جلیل ان سرزمینوں کے غیور اور باوفا بیٹے اپنے سینوں میں مشعلیں اپنے دل میں جذبہ کامل اور اپنے ضمیر میں حدت سوز یقین ہے، آپ کے بازو شمشیر زن ثابت ہوں گے۔ آپ کی امارت میں ہم ایسی ثابت قدمی ایسے آہنی عزم کا اظہار کریں گے کہ ان سرزمینوں کی بستی ندیاں، فلک بوس پہاڑ، صحرا کی تپتی ریت ہماری سرفروشی کے قصائد گائیں گی اور عنقریب دشت کے

ذرے ذرے پر ہم اپنے خداوند واحد ولاشریک کو پکارتے ہوئے صحرا کے ذرے ذرے پر اللہ اکبر کی گونجیں کھڑی کر دیں گے۔

محمد بن رشید کہتے کہتے رکا، دم لیا اس کے بعد اس نے گھمبیر اور ڈوبتی سی آواز میں عمر بن حسین کو مخاطب کیا۔

امیر محترم آپ نے اپنے سر سے عمامہ اتار کر مجھے پیش کر کے میرے ساتھ بڑی زیادتی، بڑا ظلم کیا ہے۔ پھر آگے ہاتھ بڑھاتے ہوئے وہ عمامہ محمد بن رشید نے تھاما اور بڑی عقیدت اور بڑے پیار سے وہ عمامہ اس نے دوبارہ عمر بن حسین کے سر پر جمایا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر محترم تم اس خداوند قدوس کی جو دو جہانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ ان سرزمینوں میں آپ سے بڑھ کر کوئی بھی امارت کا حقدار نہیں ہے۔ یہ عمامہ آپ ہی کو زیب دیتا ہے اور میں ایک بار پھر آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ صنہاجی آپ کی پکار پر لبیک کہتے ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ آپ کے اشارے پر ہم نارمنوں کے سامنے آپ کی حمایت میں کیسے سینہ تان کر کھڑے ہوتے ہیں۔

امیر محترم آپ مجھ سے ملاقات کرنے نہ بھی آتے صرف ایک پیغام دے کر مجھے کوہستان متماتہ میں اپنی آماجگاہ کی طرف بلا لیتے یا مجھے اپنے قلعے سفاقس میں طلب کرتے، تب بھی میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں وقت ضائع کیے بغیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کا ساتھ دینے کا عہد کرتا۔

محمد بن رشید کے جواب پر عمر بن حسین کے چہرے پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی تھی، وہ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا، اس کی طرف دیکھتے ہوئے محمد بن رشید بھی کھڑا ہو گیا، پھر ایک دم عمر بن حسین آگے بڑھا اور محمد بن رشید کو گلے لگاتے ہوئے کہنے لگا، ابن رشید خدا کی قسم تم نے میرا دل خوش کر دیا ہے صقلیہ سے ان سرزمینوں کی طرف روانہ ہوتے ہوئے میرے دل میں عجیب سے وسوسات تھے، میں فکر مند تھا کہ نجانے کب تک افریقہ میں مسلمانوں کو متحد کر سکوں گا، لیکن تم نے میرا ساتھ دینے کا عزم کر کے میری فکر مندی کے سارے راستے صاف کر کے رکھ دیئے ہیں۔

ابن رشید سنو۔

اس کے ساتھ ہی عمر بن حسین خیمہ دہوا، کچھ سوچا اور کہنا شروع کیا۔

ابن رشید میں صقلیہ میں پھنسے ہوئے ان مسلمانوں کو وہاں سے نکالنا چاہتا ہوں جنہیں زبردستی بپتسمہ دیتے ہوئے انہیں نصرانی بننے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ میں ان کی حالت دیکھ کر آیا ہوں، وہ بڑے بے بس ہیں، بڑے مجبور ہیں، اگر تم کشتیاں اور چھوٹے جہاز مہیا کرو تو یہ کام میں آسانی سے کر گزروں گا۔

ابن رشید نے عمر بن حسین کی بات کاٹ دی اور کہنے لگا۔

امیر محمد بن حسین میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ یہ کام کیوں کریں گے، ہمارے ہوتے ہوئے آپ صقلیہ میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کو نکالنے کا فریضہ، انہیں کریں گے، یہ کام صنہاجی قبیلے کا نائب سردار انجام دے گا، اور وہ سمندر کا اور اس کے اندر اٹھنے والی موجوں کا ایسا بھیدی ہے کہ اُمڈتے طوفانوں کے اندر سے بھی اپنا گوہر مقصود حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی عمر بن رشید نے اپنے قریب ہی کھڑے دراز قد اور گٹھیل جسم کے جوان کو ہاتھ کے اشارے سے بلایا، اس پر وہ جوان جب مسکراتا ہوا محمد بن رشید کے پہلو میں آن کھڑا ہوا تب اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے محمد بن رشید نے پھر امیر عمر بن حسین کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

امیر محترم یہ لولو بن نصر ہے صنہاجی قبیلے کا نائب سردار، صقلیہ میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کو نکالنے کا فریضہ یہ ادا کرے گا۔

اس موقع پر عمر بن حسین نے ایک عجیب سی عقیدت اور ارادت مندی سے لولو بن نصر کی طرف دیکھا تھا۔ لولو بن نصر بھی عمر بن حسین کے اس انداز کو بھانپ گیا تھا، مسکراتے ہوئے جب اس نے اپنی گردن اثبات میں ہلائی، تب عمر بن حسین کے لبوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی، تب اس نے اپنے بازو پھیلا دیئے تھے اس پر لولو بن نصر بھاگا اور امیر محمد بن حسین سے لپٹ گیا تھا۔ عمر بن حسین نے اس کی پیشانی چومی، پھر سیدھا ہوتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے عزیز تم کب تک یہ کام شروع کر سکتے ہو۔ اس پر لولو بن نصر کہنے لگا۔

امیر محترم آپ مجھ سے نہ پوچھیں، آپ صرف حکم دیں، جب بھی مجھے آپ کا حکم

ملے گا آپ دیکھیں گے کہ میں سمندر کا سینہ چیرتے ہوئے وہاں سے بے بس مسلمانوں کو نکالنے کا عمل شروع کر دوں گا، صرف مجھے وہاں تک مسلمانوں سے رابطہ کرنے کے لئے کسی رہنما کی ضرورت پیش آئے گی۔

لولو بن نصر کے ان الفاظ سے عمر بن حسین اور محمد بن رشید دونوں مسکرا رہے تھے، پھر عمر بن حسین نے لولو بن نصر کو مخاطب کیا۔

ابن نصر تم دیکھتے ہو اس وقت میرے دو ساتھی میرے ساتھ ہیں، حرب بن حماس اور حسن بن مانک حرب بن حماس یہیں رہے گا۔ تمہارے ساتھ کام کرنے کا مسئلہ میں جا کر کن لوگوں سے تم نے رابطہ قائم کرنا ہے اور کہاں کہاں سے مسلمانوں کو نکال کر افریقہ لانا ہے۔ اس سلسلے میں حرب بن حماس تمہاری مکمل طور پر رہنمائی کرے گا۔ میں یہ بھی بتا دوں کہ حرب بن حماس اور حسن بن مانک دونوں میرے بہترین مخبروں میں سے ہیں اور عمدہ قسم کے تیغ زن بھی ہیں، لہٰذا حرب بن حماس اس وقت تک تمہارے ساتھ کام کرے گا جب تک مقلیہ میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کو ہم نکال نہیں لیتے۔

عمر بن حسین جب خاموش ہوا تب محمد بن رشید نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

امیر محترم مقلیہ کے مسلمانوں کو وہاں سے نکالنے کا معاملہ تو طے ہوا اب مزید آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔

عمر بن حسین نے پھر کہنا شروع کیا۔

ابن رشید میرا دوسرا ساتھی حسن بن مانک یہاں سے مہدیہ کا رخ کرے گا، میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ اپنے قلعے سفاقس سے نکل کر میں نے اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ مہدیہ کا رخ کیا تھا، وہاں ہم نے اپنے گھوڑے چھوڑے اور کشتی میں بیٹھ کے مقلیہ کی طرف گئے تھے، حسن بن مانک وہاں جائے گا، شمالی افریقہ میں نارمنوں کے حکمران گون سالود سے ملے گا اور اسے بتائے گا کہ سمندری طوفان کی وجہ سے ہم مہدیہ کی طرف نہیں آ سکے، بلکہ ایک گمنام ساحل کی طرف چلے گئے، اس پر یہ بھی انکشاف کرے گا کہ میں اور حرب بن حماس دونوں کچھ ملاحوں سے گھوڑے لے کر سفاقس کی طرف چلے گئے ہیں، اس طرح حسن بن مانک گون سالود کو مطمئن کر دے گا اور تینوں گھوڑوں کو لے کر سفاقس میں میرے پاس پہنچ جائے گا۔

محمد بن رشید جہاں تک میرا تعلق ہے میں سب سے پہلے تم سے یہ سوال کروں گا کہ تم کب تک صنہاجی نوجوانوں کو انقلاب کے لئے مستعد کر دو گے، انہیں کوہستان متمانہ کے اندر جو ہماری آماجگاہ ہے وہاں پہنچنا ہوگا۔

ابن رشید نے چند لمحے خاموش رہ کر کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

امیر محترم میں ابھی تھوڑی دیر تک تیز رفتار گھوڑ سوار اندرونی صحرا کی طرف بھجواؤں گا جہاں جہاں بھی میرے قبیلے کی بستیاں ہیں وہاں صنہاجی جنگجوؤں کو میرا پیغام پہنچائیں گے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں کوہستان متمانہ کے اندر تربیت گاہ میں پہنچیں، مجھے امید ہے کہ چند ہی روز تک ہمارے جنگجوؤں کے قافلے کوہستان اطلس میں جو آپ کی تربیت گاہ ہے وہاں پہنچنا شروع ہو جائیں گے۔

امیر محترم جہاں تک میرا تعلق ہے اب میں اپنے گھر نہیں جاؤں گا، آپ کے ساتھ آپ کے قلعے سفاقس کا رخ کروں گا آپ کے پہلو بہ پہلو رہوں گا اور ہر موقع پر آپ کی اعانت اور نیابت کروں گا۔

جب تک محمد بن رشید بولتا رہا عمر بن حسین مسکراتا رہا، جب وہ خاموش ہوا تب عمر بن حسین نے کہنا شروع کیا۔

ابن رشید اگر یہ معاملہ ہے تو میں آج رات ہی یہاں سے کوہستان متمانہ کا رخ کروں گا، میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ کوہستان متمانہ میں اس وقت تین اہم شخصیتیں ہیں، ایک سابق صنہاجی حکمران حسن بن علی، دوسرا بنو کتامہ کا سردار یحییٰ بن مطروح اور تیسرا محمد بن خزج الکومی جو بنو کلب کا سردار ہے۔ میں تمہیں ساتھ لے کر ان کے پاس جاؤں گا اور انہیں خوشخبری سناؤں گا کہ عنقریب صنہاجی قبیلے کے جنگجوان کے پاس پہنچنا شروع ہو جائیں گے، اس کے بعد ہمارا طریقہ کار کیا ہوگا۔

جب تک تمہارے قبیلے کے نوجوان اچھی خاصی تعداد میں وہاں نہیں پہنچ جاتے میں وہیں قیام کروں گا، تم بھی میرے ساتھ رہو گے اس دوران لولو بن نصر حرب بن حماس کے ساتھ مل کر اپنے کام کی ابتدا کر دے گا۔ جب میں اندازہ لگا لوں گا کہ اب ہمارے پاس اچھی خاصی عسکری قوت ہو گئی ہے، تب میں اپنے شہر سفاقس کا رخ کروں گا اور تم میرے ساتھ ہو گے لیکن سفاقس کی طرف روانہ ہونے سے پہلے ہم دونوں بنو کتامہ کے سردار یحییٰ بن

مطروح کے ساتھ یہ معاملہ طے کرلیں گے کہ وہ لشکر کو لے کر سفاقس کا رُخ کرے گا اور پھر دُشمن سے ہم نے کس طرح نمٹنا ہے۔ یہ معاملہ ہم کوہستان اطلس ہی میں طے کریں گے، اس لئے کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں، اس وقت سفاقس میں دس ہزار کے لگ بھگ نارمن جنگجو ہیں، ہمیں سب سے پہلے ان سے نمٹنا ہے۔ ان کا خاتمہ کرنے کے بعد اپنی عسکری قوت کو سفاقس میں مستحکم کرنا ہے، ساتھ ہی کوہستان متماتہ کی تربیت گاہ میں نئے آنے والے جوانوں کی تربیت کا بھی کام سرانجام دینا ہے اور یہ کام ہماری غیر موجودگی میں بنو کلب کا سردار محمد بن فرج الکومی ادا کرتا رہے گا، جبکہ تم اور یحییٰ بن مطروح دونوں میرے ساتھ سفاقس میں رہ کر آئندہ رونما ہونے والے حالات کا مقابلہ کرو گے، کہو کیا تمہیں میری یہ تجویز منظور ہے۔ ابن رشید نے عجیب سی عقیدت مندی میں عمر بن حسین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

نامنظور ہونے کی کوئی وجہ نہیں..... امیر محترم خدا کے لئے آئندہ مجھ سے کبھی یہ نہ پوچھئے گا کہ مجھے آپ کی یہ تجویز منظور ہے یا نہیں، اس لئے کہ آپ کا ہر فیصلہ محمد بن رشید کے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے، بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا۔

عمر بن حسین نے آگے بڑھ کر محمد بن رشید کی پیٹھ تھپتھپائی کچھ کہنا چاہتا تھا کہ محمد بن رشید نے کہنا شروع کیا۔

امیر محترم اب یہاں زیادہ دیر رُک کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے..... میرے ساتھ چلئے پہلے آرام سے بیٹھ کر اپنے سارے ساتھیوں کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں پھر یہاں سے کوچ کرتے ہیں۔

عمر بن حسین نے محمد بن رشید کی اس تجویز سے اتفاق کیا، پہلے بستی کی طرف گئے سب نے مل کر کھانا کھایا، پھر حسن بن مالک مہدیہ کی طرف روانہ ہو گیا تھا، جبکہ عمر بن حسین اور محمد بن رشید کچھ صنہاجی جنگجوؤں کے ساتھ سمندر کے اس ساحل سے کوہستان متماتہ کا رخ کر رہے تھے۔

امیر عمر بن حسین اور محمد بن رشید کی روانگی کے بعد لولو بن نصر حرب بن حماس کو لے کر ایک جگہ بیٹھ گیا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز جو مہم امیر عمر بن حسین اور میرے قبیلے کے سردار محمد بن رشید نے ہمیں سونپی ہے تم اس مہم پر روانہ ہونے کے لئے کب تک تیار ہو۔

لولو بن نصر کے ان الفاظ پر حرب بن حماس کی آنکھوں میں ایک چمک اور بشاشت کے آثار نمودار ہوئے، پھر اس نے لولو بن نصر کو مخاطب کر کے کہا۔

ابن نصر مجھے خوشی ہے کہ آپ نے خود ہی اس موضوع پر گفتگو کا آغاز کر دیا ہے، ورنہ میں خود آپ سے گفتگو کرنے کا ارادہ کئے ہوئے تھا۔

میرے عزیز امیر عمر بن حسین کے ساتھ صقلیہ میں چند دن رہتے ہوئے میں نے جو حالت مسلمانوں کی دیکھی ہے وہ میری برداشت سے باہر ہے، اگر آپ مجھ سے پوچھیں تو میں چاہوں گا کہ آج ہی یہاں سے روانہ ہوں تاکہ مسلمانوں کو وہاں سے جلد از جلد نکالنے کے کام کی تکمیل کی جائے۔

آگے آپ کی مرضی ہے، جب آپ اس کام کے لئے تیار ہو جائیں گے میں آپ کے ساتھ ہوں۔

حرب بن حماس کے ان الفاظ پر لولو بن نصر کے چہرے پر دلفریب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، اس کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔

ابن حماس میں ایک عملی آدمی ہوں، اپنے سینے میں اپنے مسلمان بھائیوں کا درد اور

ہمدردی رکھتا ہوں۔ میں چاہوں گا کہ آج ہی یہاں سے ہم روانہ ہوں، ہمارے پاس چھوٹی بڑی کشتیوں کی کمی نہیں ہے۔ اگر تم تیار ہو تو تھوڑی دیر تک ہم یہاں سے صقلیہ کا رخ کریں گے، مجھے اُمید ہے صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے ہم صقلیہ پہنچ سکتے ہیں اب تم مجھے بتاؤ کہ وہاں تم کس سے رابطہ قائم کرو گے اور کس کے ذریعے وہاں سے مسلمانوں کو نکالا جائے گا۔ بہر حال یہ معاملہ طے ہے کہ آج بھی میں اور تم اپنے ساتھیوں کو لے کر صقلیہ کا رخ کریں گے اور میرے ساتھی ایسے ہیں کہ چھوٹی بڑی کشتیوں میں سمندروں میں اُٹھتے طوفانوں کا سینہ چیرنے کا فن بھی جانتے ہیں جنگجو بھی ہیں اور وطن پر ور ہونے کے علاوہ مذہب کی پاسداری اور اس کا احترام بھی دل میں رکھتے ہیں۔

لولو بن نصر کے خاموش ہونے پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے حرب بن حماس نے کہنا شروع کیا۔

ابن نصر میرے محترم ساتھی آپ نے جو فیصلہ کیا ہے، قسم خدائے پاک کی میرا دل آپ نے خوش کر دیا ہے۔ پہلے بتا میں کہ اس روانگی سے قبل اور اس کام کے دوران میں آپ کو کیا کہہ کر مخاطب کروں، اس پر لولو بن نصر نے قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

حرب بن حماس تم عمر میں مجھ سے بڑے ہو، مجھے بھائی کہہ سکتے ہو عزیز کہہ کر مخاطب کر سکتے ہو، تم کسی بھی انداز میں مجھے مخاطب کرو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا، اس پر حرب بن حماس بول اُٹھا۔

میرے عزیز یہ بات ہے تو پھر سنو آج ہم یہاں سے کوچ کریں گے اور میں سب سے پہلے تمہیں یہ بتا دوں کہ صقلیہ سے مسلمانوں کو نکال کر افریقہ میں لانے کے لئے کم از کم ہمیں تین چار چکر صقلیہ کے لگانے پڑیں گے۔

آج ہم جنوبی اٹلی اور صقلیہ کے درمیان جو مسینا نام کی خلیج ہے اس کا رخ کریں گے، خلیج کے کنارے جو مسینا نام کی بندرگاہ ہے وہاں بہت سے مسلمان انتہائی بے بسی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں صقلیہ کا عیسائی امیر الجرنلف جو مسلمان ہو گیا تھا، اس کی بیوی اس کی بہنی اور اس کی بھتیجی بھی مسینا کی بندرگاہ میں روپوشی کی زندگی گزار رہی ہیں، ان سے متعلق تفصیل بھی بتاتا ہوں اس لئے کہ میں امیر عمر بن حسین اور حسن بن مالک ان سے مل چکے ہیں، نلف کی بیوی کا نام خیران ہے، اس کی بہنی کا نام فلورہ ہے، یہ ایسی خوبصورت ہے کہ

صقلیہ میں اس جیسی کوئی خوبصورت لڑکی نہیں ہوگی۔

خیران اور فلورہ کے ساتھ مربط نام کی ایک لڑکی بھی رہتی ہے، وہ بھی خوبصورتی اور حسن میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ یہ نلف کی بھتیجی اور خیران کی بھانجی ہے، اس لئے کہ نلف کے بھائی کی بیوی خیران کی سگی بہن تھی، اس لحاظ سے مربط خیران کی بھانجی ہے۔

پہلے چکر میں ہمیں مسینا کا رخ کرنا پڑے گا، وہاں ہم ایک ایسے شخص سے ملیں گے جس کا نام سعدون بن مطروف ہے، یہ مسینا کی بندرگاہ پر کام کرتا ہے ادھیڑ عمر کا ہے لیکن مسلمانوں سے اس کی محبت کا یہ عالم ہے کہ جب مسینا کی بندرگاہ پر وہ نصرانیوں کے ہاتھوں مسلمانوں کو مصیبت میں دیکھتا ہے تو اکیلا بیٹھ کر اکثر روتا ہے۔ یہ شخص انتہا درجے کا مخلص ہے، میں اور تم جا کر اس سے ملیں گے، اس کے ذریعے سے مسلمانوں کو نکالیں گے میرے خیال میں مسینا کے مسلمانوں کو نکالنے کے لئے ہمیں دو چکر لگانے پڑیں گے اور دوسرے چکر ہمیں صقلیہ کے مرکزی شہر بلرم تک لگانے پڑیں گے۔ بلرم میں بھی ایک سعدان بن مطروف جیسا شخص ہے جو مسلمانوں کو وہاں سے نکالنے میں ہماری مدد کرے گا، اس شخص کا نام جواس بن جوذر ہے اور عمر بن حسین اس سے پہلے ہی ملاقات کر چکے ہیں۔

لولو بن نصر حرب بن حماس کی اس گفتگو سے خوش ہو گیا تھا، پھر اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

ابن حماس کھڑے ہو جاؤ، آؤ دونوں مل کر اپنی مہم کی ابتدا کرتے ہیں میں اپنے ساتھیوں کو بلاتا ہوں، بندرگاہ کا رخ کرتے ہیں، وہاں سے اپنی کشتیوں میں بیٹھ کر صقلیہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں، تم تھوڑی دیر یہیں رکو۔

اس کے بعد لولو بن نصر ایک طرف چلا گیا، تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور کہنے لگا، میرے ساتھ آؤ۔

حرب بن حماس چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا تھا، دونوں جب بندرگاہ پر آئے تو وہاں بہت سے مسلح جوان کھڑے ہوئے تھے پھر لولو بن نصر کے کہنے پر وہ مسلح جوان کشتی پر سوار ہو گئے۔ آخر میں لولو بن نصر بھی حرب بن حماس کو لے کر ایک کشتی میں سوار ہوا، یوں یہ قافلہ شمالی افریقہ کے ساحل سے صقلیہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔

☆

اگلے روز صبح ہی صبح لولو بن نصر اور حرب بن حماس اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسینا کی بندرگاہ پہنچے، اپنی کشتیوں کو انہوں نے ایک طرف کھڑا کر دیا۔۔۔ ساحل پر اترے اور لوگوں پر یہی ظاہر کیا کہ وہ شمالی افریقہ سے صقلیہ میں اس لئے وارد ہوئے ہیں تاکہ یہاں سے گندم خرید کر شمالی افریقہ کی طرف لے جائیں۔

لولو بن نصر کے ساتھی اور جنگجو ملاح اپنی کشتیوں کے اندر ہی دبکے رہے، جبکہ خود لولو بن نصر حرب بن حماس کے ساتھ بونیا، دونوں بندرگاہ کے اس حصے میں آئے جہاں بڑی بڑی کشتیوں سے سامان اتارا جا رہا تھا ایک جگہ ابن حماس نے لولو بن نصر کو رکنے کا اشارہ کیا۔ لولو بن نصر رک گیا ابن حماس نے اسے ہاتھ کے اشارے سے وہیں کھڑا رہنے کے لئے کہا، خود وہ تھوڑا سا آگے گیا، تھوڑی ہی دیر بعد وہ لوٹا، اس کے ساتھ ڈھلی ہوئی عمر کا ایک شخص تھا، اسے وہ لولو بن نصر کے قریب لایا اور اس سے کہنے لگا۔

ابن نصر یہی سعدون بن مطروف ہے، جو یہاں کے مسلمانوں کو نکالنے میں ہماری مدد کرے گا۔

سعدون بن مطروف نے آگے بڑھ کر لولو بن نصر سے پرجوش مصافحہ کرنا چاہا، لیکن لولو بن نصر نے ہاتھ آگے نہیں بڑھایا بلکہ خود آگے بڑھا اور سعدون بن مطروف کو گلے لگاتے ہوئے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

ابن مطروف تیرے جیسے لوگ عالم اسلام کے لئے بڑی اہمیت رکھتے ہیں، میں تیرے جذبوں کو تیرے ارادوں کو سلام پیش کرتا ہوں۔

سعدون بن مطروف علیحدہ ہوا، مسکراتے ہوئے بڑی شفقت سے اس نے لولو بن نصر کا نشانہ تھپتھپایا، پھر کہنے لگا۔

میرے عزیز تمہاری طرف آتے ہوئے ابن حماس تمہارے متعلق مجھے پوری تفصیل بتا چکا ہے۔ میں تو سب کو یہاں خوش آمدید کہتا ہوں اور سب سے پہلے میں امیر عمر بن حسین کو سلام پیش کرتا ہوں کہ جو وعدہ وہ مجھ سے یہاں کر کے گئے تھے انہوں نے فی الفور اسے پورا کر دکھایا، پہلے یہ بتاؤ کہ امیر عمر بن حسین کیسے ہیں۔

اس پر حرب بن حماس کہنے لگا۔ امیر عمر بن حسین بالکل ٹھیک ہیں، کوہستان اطلس کی طرف روانہ ہوئے اور ان کی روانگی کے بعد ہم نے ادھر کوچ کر لیا۔

حرب بن حماس جب خاموش ہوا تو بڑی رازداری میں لولو بن نصر نے سعدون بن مطروف کو مخاطب کیا۔

میرے بزرگ آپ آج عشاء تک کیا ان مسلمانوں کو تیار کر سکتے ہیں جنہیں ہم یہاں سے شمالی افریقہ کی طرف لے جا سکیں۔

حرب بن حماس مجھے بتا رہا تھا کہ شاید مسینا کی بندرگاہ کے مسلمانوں کو نکالنے کے لئے ہمیں دو چکر لگانے پڑیں، لیکن میں اپنے ساتھ زیادہ کشتیاں لے کر آیا ہوں میں چاہتا ہوں ایک چکر میں ہی مسینا میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کو نکال لے جائیں اور اگلا چکر ہم مسینا آنے کی بجائے طرم کی طرف لگائیں۔

سعدون بن مطروف کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔ ساحل پر اترنے کے بعد تم دونوں نے لوگوں کو کیا بتایا ہے۔

اس پر لولو بن نصر بول اٹھا۔

ہم نے لوگوں پر یہی ظاہر کیا ہے کہ ہم اناج کے تاجر ہیں صقلیہ آئے ہیں اور یہاں سے گندم خرید کر شمالی افریقہ لے جانے کی کوشش کریں گے۔

لولو بن نصر کے جواب سے سعدون بن مطروف خوش ہو گیا تھا، کہنے لگا۔

اگر یہ معاملہ ہے تو سنو تمہارے ساتھی کہاں ہیں، ہمارے ساتھی اپنی کشتیوں کے اندر ہیں، صرف میں اور ابن حماس تمہاری طرف آئے ہیں۔

تو پھر ایسا کرو دونوں شام تک مسینا کے بازاروں میں گھومتے رہو، خاص کر ان بازاروں میں جہاں اناج بکتا ہے۔ تاکہ تم پر کوئی شک نہ کرے، میں اپنے کام کی ابتداء سورج غروب ہونے کے بعد کروں گا۔۔۔ لوگوں کو اطلاع کرنا شروع کروں گا کہ وہ عشاء کے بعد مسینا کی بندرگاہ کی طرف روانہ ہونا شروع ہو جائیں، لیکن اکٹھے نہیں جائیں ایک ایک دو دو ہو کے بندرگاہ کا رخ کریں، دن کے وقت میں اپنے چند مخصوص ساتھیوں کو اس حصے کی طرف لے جاؤں گا جہاں تم لوگوں نے کشتیاں کھڑی کی ہیں وہ مسلمانوں کو نکال کر ان کشتیوں کی طرف لے جائیں گے، وہاں تم لوگ کشتیوں میں مسلمانوں کو بٹھاتے رہنا، اس کے بعد یہاں سے کوچ کیا جائے گا، اب مجھے اپنی کشتیوں کی طرف لے چلو تاکہ میں تمہاری کشتیوں کا محل وقوع دیکھ لوں، اس کے بعد تم لوگ بازار کی طرف چلے جانا۔

لولو بن نصر حرب بن حماس دونوں نے سعدون بن مطروف کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا، پھر تینوں اس حصے کی طرف گئے جہاں لولو بن نصر کی کشتیاں کھڑی تھیں، وہاں کھڑے ہو کر تینوں نے رازدارانہ گفتگو کی، اس کے بعد سعدون بن مطروف وہاں سے ہٹ گیا تھا، لولو بن نصر اور حرب بن حماس مسینا شہر کے بازار کی طرف چلے گئے تھے۔

اس روز سورج غروب ہونے کے کچھ دیر بعد سعدون بن مطروف مسینا شہر کی ایک پرانی طرز کی بوسیدہ حویلی میں داخل ہوا، ایک بوڑھے نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا تھا۔ سعدون بن مطروف اپنا گھوڑا اس کے قریب لے گیا، اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہنے لگا۔

تم سب لوگ آج عشاء کے بعد یہاں سے نکل کر شمالی افریقہ کی طرف جانے کے لئے تیار رہنا، سارے بندوبست مکمل ہو چکے ہیں امیر عمر بن حسین ہمارے ساتھ جو وعدہ کر کے گئے تھے انہوں نے ہماری امیدوں کے برخلاف بہت جلد اپنے وعدے کو پورا کر دیا ہے۔ میں دیوان خانے کی طرف جاتا ہوں، ذرا خیران کو میری طرف بھیجنا۔

وہ بوڑھا پیچھے ہٹ گیا تھا، سعدون بن مطروف دائیں جانب کھلے دروازے والے کمرے میں داخل ہو کر ایک خالی نشست پر بیٹھ گیا تھا تھوڑی دیر بعد دھلتی ہوئی عمر کی ایک عورت اس کمرے میں داخل ہوئی، وہ اسلام قبول کرنے والے امیر بکر فلپ کی بیوی خیران تھی، اسے دیکھتے ہوئے سعدون بن مطروف کھڑا ہو گیا۔ آگے بڑھ کر جب وہ نشست پر بیٹھ گئی تب مطروف بھی بیٹھ گیا، پھر اسے مخاطب کیا۔

خیران میری عزیز بہن جس وقت کا مجھے انتظار تھا وہ آن پہنچا ہے۔ امیر عمر بن حسین کے کچھ نمائندے اپنی کشتیوں میں یہاں پہنچ چکے ہیں لہٰذا تم لوگ آج عشاء کے بعد یہاں سے نکلنے کے لئے تیار رہنا، میں زیادہ دیر یہاں نہیں بیٹھوں گا، اس لئے کہ مجھے باقی لوگوں کو بھی اطلاع کرنا ہے کہ آج عشاء کے بعد یہاں سے کوچ کرنا ہے۔

سعدون بن مطروف کی اس گفتگو کے جواب میں خیران کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ دو انتہائی حسین اور نوعمر لڑکیاں اس کمرے میں داخل ہوئیں، آگے آگے خیران کی بیٹی فلورہ اور اس کے پیچھے اس کی چچا زاد اور خالہ زاد مربیطہ تھی۔ فلورہ سیب کے درختوں پر رقص کرتے پھولوں، چنار کی کونپلوں کی تابندگی اور سورج کی شعاعوں سے رنگین بادلوں جیسی

خوبصورت تھی۔ نیلی آنکھوں، سنہری بالوں والی وہ لڑکی بچپنا چھوڑ کر جوانی میں داخل ہو رہی تھی۔ چھلکتے ساغر جیسا اس کا شباب مستی اور سرشاری کا ایک مہلک کدہ لگتا تھا، اس کی جوانی کا روپ انوپ ایسا تھا جیسے سندر سندر جوبن اور طلسماتی کرشمہ سازی ایک دوسرے سے گلے مل گئے ہوں، جس وقت وہ کمرے میں داخل ہوئی ایسا لگا جیسے فطرت کا کوئی جمال رنگین اچانک کہیں سے نمودار ہو گیا ہے۔

اسے بھی شاید خبر ہو چکی تھی کہ یہاں سے بھاگ نکلنے کا وقت آ گیا ہے، لہٰذا اس کے لب شاداں پہ چمکتی گلنار ہنسی تھی۔ اس کی خوبصورتی اس کا حسن گلاب رتوں، سیلاب خوابوں، وصال وعدوں اور ملن قصیدوں سا پرکشش تھا، اس کے صندلی چہرے کے خطوط ایسے تھے گویا شیشے کے تالاب میں رنگوں کا ایک رقص جاری کر دیا گیا ہو، اس کی ثمر ماہنوں کے نقاب میں چھپی ہونٹوں کی سرخ پنکھڑیاں اسے قیامت بنائے ہوئے تھی، اس کے لب و رخسار کی آگ کچھ اس طرح اپنا سماں باندھ رہی تھی جیسے سر کو بسمل شفق میں ڈوبے کمن پوش اور گل اندام بادل نمودار ہو گئے ہوں۔

اس کے پیچھے کمرے میں داخل ہونے والی اس کی چچا اور خالہ زاد اس جیسی خوبصورت نیلی آنکھوں اور سرخ بالوں والی تھی، دونوں آگے بڑھیں، اپنی جگہ سے اٹھ کر سعدون بن مطروف نے ان کا استقبال کیا، جب وہ خیران کے دائیں بائیں بیٹھ گئیں تب سعدون بن مطروف نے انہیں بھی مخاطب کیا۔

میری بچیو! میں تمہاری آمد سے پہلے خیران سے کہہ رہا تھا کہ یہاں سے نکلنے کا وقت آ گیا ہے۔ امیر محمد بن حسین کے آدمی یہاں پہنچ گئے ہیں آج عشاء کے بعد وہ مسینا کے مسلمانوں کو لے کر شمالی افریقہ کی طرف کا رخ کریں گے، میں ان سے مل کر آ رہا ہوں۔ بچو! تم لوگ عشاء کے بعد تیار رہنا، میرے کچھ آدمی آئیں گے، وہ ایک ایک دو دو کر کے تم لوگوں کو مسینا کی بندرگاہ کی طرف لے جائیں گے۔ ساتھ ہی سعدون بن مطروف اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

میں زیادہ دیر یہاں رکوں گا نہیں، اس لئے کہ مجھے سارے مسلمانوں کو اطلاع کرنی ہے کہ عشاء کے بعد یہاں سے کوچ کرنا ہے۔ اس موقع پر حسین اور پرجمال فلورہ نے سعدون بن مطروف کو مخاطب کیا۔

عمر سعدون آپ یہ بتائیے کہ کیا امیر عمر بن حسین بھی یہاں آئے ہیں۔

فلورہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے سعدون بولی پڑا۔

نہیں میری بچی امیر عمر بن حسین نہیں آئے ان کے کچھ آدمی آئے ہیں، میری ان سے ملاقات ہوئی ہے ایک کا نام لولو بن نصر ہے، دوسرا وہی حرب بن حماس ہے جو اس سے پہلے امیر عمر بن حسین کے ساتھ یہاں آیا تھا حرب بن حماس نے مجھے بتایا ہے کہ یہاں سے جانے کے بعد امیر عمر بن حسین افریقہ میں کوہستانِ اطلس کی طرف چلے گئے ہیں۔ وہاں انہوں نے مسلح جوانوں کو تربیت دینے کے لئے ایک تربیت گاہ قائم کر رکھی ہے۔

میری بچیو، تم جانتی ہو کہ امیر عمر بن حسین قلعہ سفاقس کے حاکم ہیں، لیکن یہ حاکمیت برائے نام ہے، تم لوگوں کو یہ بھی خبر ہے کہ امیر عمر بن حسین کے باپ کو بلرم شہر میں یرغمال کے طور پر رکھا گیا ہے تاکہ عمر بن حسین نارمنوں کے خلاف بغاوت نہ کریں، اس وقت قلعہ سفاقس میں دس ہزار کے قریب مسلح نارمن ہیں، جو عمر بن حسین کی نقل و حرکت کی نگرانی کرتے ہیں اور سفاقس شہر کا انتظام بھی انہی کے ہاتھ میں ہے۔

سعدون بن مطروف جب خاموش ہوا تب فلورہ دیکر بول پڑی، عمر سعدون شمالی افریقہ پہنچنے کے بعد ہماری منزل کیا ہوگی، اس پر سعدون کہنے لگا۔

بیٹی پہلے تو یہ دعا مانگو کہ ہم سب لوگ بخیریت شمالی افریقہ کے ساحل تک پہنچ جائیں، وہاں پہنچنے کے بعد ہماری منزل کوہستانِ اطلس کی وہ تربیت گاہ ہوگی جس کی طرف عمر بن حسین گئے ہیں، اس کے بعد جیسے عمر بن حسین کہیں گے ہم کر لیں گے ..... میری بچی اب میں جاتا ہوں، میرے پاس وقت بہت کم ہے اور لوگوں کو بھی روانگی سے آگاہ کرنا ہے ۔ یہ کہہ کر سعدون بن مطروف وہاں سے نکل گیا تھا۔

عشاء کے قریب اکاذکا مسلمان سعدون بن مطروف کی رہنمائی میں مسینا کی بندرگاہ کے ساحل پر پہنچنا شروع ہو گئے تھے لولو بن نصر حرب بن حماس اور ان کے مسلح جوانوں نے ان لوگوں کو کشتیوں میں بٹھانا شروع کر دیا تھا، جب ساری کشتیاں بھر گئیں تب لولو بن نصر نے کوچ کا حکم دے دیا تھا یوں کشتیاں حرکت میں آئیں اور مسینا کی بندرگاہ سے بڑی تیزی سے وہ رات کی گہری تاریکی میں شمالی افریقہ کے ساحل کا رخ کر رہی تھیں۔

☆

امیر عمر بن حسین اور محمد بن رشید دونوں صنہاجی قبیلے کے مسلح جوانوں کے ساتھ اگلے روز صبح ہی صبح کوہستان متنانہ کے اندر اپنی تربیت گاہ میں داخل ہوئے، وہاں جو زیر تربیت مسلح جوان تھے امیر بن حسین کو دیکھتے ہی بہترین انداز میں اس کا استقبال کرنے لگے اور اس کے حق میں نعرے بلند کرنے لگے تھے ان کے استقبال، ان کے نعروں کا ہاتھ ہلا کر جواب دیتے ہوئے عمر بن حسین کوہستانی سلسلے کے ایک طرف گیا جہاں خیموں کی ایک چھوٹی سی بستی آباد تھی، ایک خیمے کے قریب وہ رک گیا، اپنے گھوڑے سے اترا، اس کی طرف دیکھتے ہوئے محمد بن رشید اور اس کے مسلح جوان بھی اتر گئے تھے۔ محمد بن رشید کی طرف دیکھتے ہوئے عمر بن حسین نے اسے مخاطب کیا۔

ابن رشید میرے ساتھ آؤ، محمد بن رشید چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا تھا۔

عمر بن حسین خیمے میں داخل ہوا محمد بن رشید اس کے پیچھے تھا، جونہی وہ خیمے میں داخل ہوا اندر تین افراد باہم گفتگو کر رہے تھے عمر بن حسین کو دیکھتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے، باری باری آگے بڑھے اور پرجوش انداز میں اس سے بغلگیر ہوئے، اس کے بعد سب سے پہلے ان تینوں سے عمر بن حسین نے محمد بن رشید کا تعارف کروایا، پھر محمد بن رشید کو مخاطب کرتے ہوئے عمر بن حسین نے باری باری ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن رشید میرے عزیز! تم محترم علی بن حسن کو تو جانتے ہو۔ ان کے دائیں جانب بنو کلب کے سردار محمد بن فرح الکومی اور بائیں جانب بنو کتامہ کے سردار یحییٰ بن مطراح ہیں۔

اس پر محمد بن رشید آگے بڑھا، باری باری ان تینوں سے گلے ملا پھر سب لوگ فرش پر بچھی ہوئی چٹائی پر بیٹھ گئے، اس کے بعد حسن بن علی صنہاجی نے عمر بن حسین کو مخاطب کیا۔

عمر میرے بیٹے جس مہم پر تم گئے تھے، اس کا کیا بنا، جواب میں عمر بن حسین کہنے لگا۔

امیر محترم میں صقلیہ پہنچ کر صقلیہ کے حکمران راجر سے ملا، اس کے ولی عہد ولیم اور لشکریوں کے سالار مایو سے بھی ملاقات ہوئی۔ زندان میں بند اپنے باپ سے بھی میں ملا۔ بلرم شہر اور مسینا کی بندرگاہ میں جو مسلمان پھنسے ہوئے ہیں اور جنہیں زبردستی عیسائی بنانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں، ان سے بھی میں نے ملاقات کی، وہاں رواشتی ص کو میں نے اپنے اعتماد میں لیا، مسینا کی بندرگاہ میں سعدون بن مطروف اور بلرم شہر میں ایک شخص جو اس بن جوزر تھا، یہ

دونوں بالترتیب مسہنا اور بلرم سے مسلمانوں کو نکالنے میں مدد دیں گے..... مسلمانوں کو وہاں سے نکالنے کے لئے محمد بن رشید نے اپنے نائب لولو بن نصر کو مقرر کیا ہے، میں حرب بن حماس کو اس کے پاس چھوڑ آیا ہوں، مجھے امید ہے وہ بہت جلد اپنے کام کی ابتداء کریں گے۔

عمر بن حسین کی اس ساری تفصیل کے جواب میں افریقہ کا سابق حکمران حسن بن علی کچھ دیر گہری سوچوں میں ڈوبا رہا، اس کے بعد دوبارہ اس نے عمر بن حسین کو مخاطب کیا۔

یہ کہو کہ تمہارے باپ کا کیا حال ہے..... زندان میں اس کی دیکھ بھال تو ٹھیک ہو رہی ہے اور کیا نارمن اسے چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہیں۔

حسن بن علی کے ان الفاظ پر عمر بن حسین افسردہ ہو گیا۔ کہنے لگا۔

نہیں راجر میرے باپ کو رہا کرنے پر آمادہ نہیں ہے..... وہ اسے یرغمال کے طور پر وہاں رکھنا چاہتا ہے..... تاہم بلرم شہر میں عدلیس بن کسینہ نام کا ایک مسلمان ہے، جو زندان میں میرے باپ کا بڑا خیال رکھتا ہے اور زندان میں آکر اس سے ملاقات بھی کرتا ہے۔ راجر نے بھی مجھے اس شخص کے متعلق بتایا کہ اس نے رضاکارانہ طور پر میرے باپ کی خدمت کو اپنے ذمے لے رکھا ہے..... میں اس شخص سے خود بھی ملا ہوں، بڑا ہمدرد انسان لگتا ہے..... عدلیس بن کسینہ نام کے اس مسلمان نے مجھے اپنے گھر بھی لے جانا چاہا لیکن افسوس میں اس کے گھر نہ جا سکا، اس لئے کہ میرے پاس وقت کم تھا، مجھے مسہنا کی طرف جانا تھا..... بہر حال میں کسی قدر مطمئن ہوں کہ عدلیس بن کسینہ زندان میں میرے باپ کا خیال رکھے ہوئے ہے۔ بہر حال میں جس مقصد کے تحت گیا تھا اس میں کامیاب رہا ہوں۔ میرے باپ نے مجھے اجازت دے دی ہے کہ اس کی زندگی اس کی جان کی پرواہ نہ کی جائے..... سفاقس قلعے سے نارمنوں کو نکال باہر کیا جائے یا ان کا قتل عام کر دیا جائے اور سفاقس میں اپنی طاقت اور قوت کو مضبوط کرنے کے بعد نارمنوں کے خلاف افریقہ میں نہ ختم ہونے والی جنگ کی ابتداء کر دی جائے اور ہر صورت میں انہیں شمالی افریقہ سے نکال کر اپنی غلامی کو آزادی میں تبدیل کر دیا جائے..... مجھے اپنے باپ کی اس اجازت کی ضرورت تھی۔ اب میں ان سرزمینوں میں اپنی خواہشوں کے مطابق پورے زور و شور اور طغیانی کے ساتھ اپنے کام کی ابتداء کر دوں گا۔

میں آپ لوگوں پر یہ بھی واضح کر دوں کہ محمد بن رشید نے ہمارے ساتھ مکمل تعاون کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ اب ہمارے ساتھ ہی رہے گا..... اس نے ساحل سمندر سے اپنے

کچھ جوانوں کو اپنی بستیوں کی طرف روانہ کیا تھا، مجھے امید ہے آج نہیں تو کل اس کے قبیلے کے جنگجو مسلح ہو کر یہاں پہنچنا شروع ہو جائیں گے اور ہم ان کی تربیت کا کام بھی شروع کر دیں گے، بہت جلد ہم اپنے لشکر کو استوار کریں گے اور پھر سفاقس کے قلعے میں نارمنوں کے ساتھ ایک ایسے خونی کھیل کی ابتداء کریں گے جس کے متعلق وہ سوچ بھی نہیں سکتے۔

اس کے ساتھ ہی عمر بن حسین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا، میرے خیال میں پہلے جو جوان یہاں تربیت کر رہے ہیں ان کی تربیت کا جائزہ لیتے ہیں، اس کے ساتھ ہی محمد بن رشید حسن بن علی یحییٰ بن مطروح اور محمد بن فرج الکومی اٹھ کھڑے ہوئے اور عمر بن حسین کے ساتھ میدان کی طرف چلے گئے تھے، جسے تربیت کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔

۞ ۞ ۞

حسن بن مالک ایک روز المہدیہ پہنچا، ابھی وہ شہر سے باہر ہی تھا کہ اسے شمالی افریقہ میں رومنوں کا حاکم گون سالود اور اس کا نائب مارنیوس مل گئے۔ وہ دونوں گھوڑ دوڑ کے بعد شہر کی طرف لوٹ رہے تھے..... گون سالود نے شاید حسن بن مالک کو پہچان لیا، اس لئے کہ اس نے اس کے پاس آکر اپنے گھوڑے کو روکا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے مارنیوس بھی اپنے گھوڑے کو روک چکا تھا، پھر گون سالود نے حسن بن مالک کو مخاطب کیا۔

ابن مالک میں دیکھتا ہوں تم اکیلے ہو، تمہارا دوسرا ساتھی اور تمہارا امیر عمر بن حسین کہاں ہیں..... گون سالود تھوڑی دیر کے لئے رُکا، اس نے پھر کہنا شروع کیا۔

اور میں دیکھتا ہوں کہ تم گھوڑے پر سوار ہو کر مغرب کی سمت سے آرہے ہو، تمہیں تو بندرگاہ کی طرف سے آنا چاہئے تھا۔

اس موقع پر حسن بن مالک فوراً بول پڑا۔

گون سالود آپ کا کہنا درست ہے، دراصل میں حرب بن حماس اور ہمارا امیر عمر بن حسین چند روز صقلیہ میں گزارنے کے بعد جب کشتی میں بیٹھ کر لوٹے تب سمندر میں طوفان اُٹھ کھڑا ہوا، مہدیہ کی طرف آنے کے بجائے ہماری کشتی ایک ویرانے میں ساحل سے جا لگی، وہاں صنہاجی قبیلے کے کچھ جاننے والے ملاح تھے جو امیر عمر بن حسین کے واقف کار تھے۔ امیر عمر بن حسین اور حرب بن حماس ان سے گھوڑے لے کر سفاقس کی طرف چلے گئے ہیں، مجھے ادھر بھیجا گیا ہے تاکہ میں بھی اپنے تینوں گھوڑے لے کر سفاقس کا رُخ کروں، یہ بہانہ چونکہ بڑا معقول اور دل کو لگتا ہوا تھا، لہٰذا حسن بن مالک کی اس گفتگو سے

گون سالود اور مارنیوس دونوں مطمئن ہو گئے تھے..... پھر گون سالود نے حسن بن مالک کو مخاطب کیا۔

تم تھکے ہارے ہو گے آؤ ایک رات ہمارے ساتھ قیام کرو، اگلے روز یہاں سے کوچ کر جانا۔

حسن بن مالک نے گون سالود کی اس تجویز سے اتفاق کیا، پھر ان دونوں کے ساتھ ہو لیا تھا۔

☆

صرف ایک روز بعد صنہاجی قبیلے کے جنگجو جوق در جوق کوہستانِ متمانہ کی اس تربیت گاہ میں پہنچنے لگے تھے، جسے امیر بن حسین نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا..... صنہاجی قبیلے کے ان جوانوں کا بڑے شاندار طریقے سے استقبال کیا جانے لگا تھا اور ساتھ ہی ساتھ ان کی عسکری تربیت کا کام بھی شروع ہو گیا تھا۔

ایک روز عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح محمد بن رشید محمد بن فرج الکومی تربیت گاہ میں صنہاجی قبیلے کے نئے آنے والے جنگجوؤں کی تربیت کا کام سرانجام دے رہے تھے..... شمالی افریقہ کا سابق حکمران حسن بن علی ان کے قریب ہی ایک چٹان پر بیٹھا سب کچھ دیکھ رہا تھا..... اتنے میں ایک طرف سے دو گھوڑ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئے، جب وہ قریب آئے تب سب لوگ انہیں پہچان گئے تھے..... ان میں سے ایک لولو بن نصر اور دوسرا حرب بن حماس تھا..... ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے عمر بن حسین اور محمد بن رشید کے چہروں پر مسکراہٹ کھیل گئی تھی..... قریب آکر جب وہ اپنے گھوڑوں سے اُترے تب ابن رشید کو مخاطب کرتے ہوئے لولو بن نصر نے کچھ کہنا چاہا تھا کہ محمد بن رشید نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی، پھر لولو بن نصر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن نصر مجھ سے کچھ مت کہنا، یہ ایک حقیقت تھی کہ میں صنہاجی قبیلے کا سردار اور تم نائب تھے، لیکن اب معاملہ مختلف ہے، پہلے تم جو بھی کام سرانجام دیتے تھے اس کی تفصیل مجھ سے کہتے تھے، لیکن اب ایسا نہیں ہو گا۔ اب ہم سب کے امیر عمر بن حسین ہیں جو کچھ تم نے کہنا ہے امیر کی طرف منہ کر کے کہو۔

لولو بن نصر جس طرح تم امیر عمر بن حسین کے ماتحت ہو ایسے ہی میں بھی ان کے

ماتحت کام کرنے والا ہوں۔ یہ ہم سب کے امیر ہیں، اب کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

لولو بن نصر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی، پھر محمد بن رشید کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن رشید خداوند قدوس کی قسم ایسی گفتگو کر کے تو نے میرا دل خوش کر دیا، پھر لولو بن نصر نے عمر بن حسین کی طرف دیکھا۔

امیر محترم جس وقت آپ اور ابن رشید کچھ مسلح جوانوں کو لے کر ساحل سمندر سے اس طرف روانہ ہوئے اسی روز عشاء کے بعد میں اور حرب بن حماس بھی اپنے ساتھیوں کو لے کر صقلیہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے ہم نے سب سے پہلے اُتی اور صقلیہ کے درمیان پڑنے والی خلیج کی بندرگاہ مسینا کا رخ کیا وہاں ہم نے سعدون بن مطروف سے رابطہ قائم کیا اور اس کی مدد سے ہم مسلمانوں کو نکال کر لے آئے ہیں گو حرب بن حماس نے مجھے بتایا تھا کہ مسینا کے ہمیں دو چکر لگانے پڑیں گے۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا، اس لئے کہ میں زیادہ کشتیاں اپنے ساتھ لے کر گیا تھا اور جس قدر مسینا میں مسلمان پھنسے ہوئے تھے ان سب کو میں نکال لایا ہوں۔

لولو بن نصر کے اس انکشاف پر عمر بن حسین ایسا خوش ہوا کہ وہ آگے بڑھا اور لولو بن نصر کو اپنے ساتھ لپٹا لیا، اس کی پیشانی چومی اور کہنے لگا۔

ابن نصر تم نے یہ خبر سنا کر یوں جانو ہمارے لئے خوشخبریوں کی ابتداء کر دی ہے۔ خداوند نے چاہا تو عنقریب شمالی افریقہ میں ہم ایسے کام کی ابتداء کریں گے جو نارسنوں کے لئے بڑا بھیانک ثابت ہوگا، یہ کہو کہ جن لوگوں کو تم صقلیہ سے نکال کر لائے ہو وہ اس وقت کہاں ہیں۔

اس پر لولو بن نصر بولا۔

امیر محترم افریقہ کے ساحل پر پہنچنے کے بعد ان کی بہترین ضیافت کا اہتمام کیا گیا، ایک رات اور ایک دن انہیں وہاں رکھا گیا سواریوں کا اہتمام کیا گیا، پھر میں اور حرب بن حماس انہیں یہاں لے کر آئے ہیں اس تربیت گاہ میں جو آپ نے خیمے نصب کر رکھے ہیں ان کی پچھلی سمت جو کو بستانی سلسلے کی ایک چوٹی ہے، وہاں میں نے پورے کاروان کو روکا ہوا ہے، میں صرف آپ سے یہ اجازت چاہتا تھا کہ اس کاروان کو اب کہاں اُترنا چاہئے۔

عمر بن حسین ایک طرف چل دیا اور کہنے لگا، میرے ساتھ آؤ، فی الحال عارضی طور پر ان لوگوں کو یہیں خیموں میں رکھا جائے گا۔ پھر جب سفاقس پر ہمارا قبضہ اور گرفت مضبوط ہو گی تو ہم ان سب لوگوں کو سفاقس میں منتقل کر دیں گے، جہاں وہ پر سکون زندگی گزارنے کے قابل ہو جائیں گے۔

سب نے امیر عمر بن حسین کی اس تجویز سے اتفاق کیا، پھر محمد بن فرج الکومی حسین بن علی محمد بن رشید یحییٰ بن مطروح لولو بن نصر اور حرب بن حماس امیر عمر بن حسین کے ساتھ ہو لئے تھے۔

عمر بن حسین اپنے ساتھیوں کے ساتھ صقلیہ سے آنے والے اس قافلے کے قریب پہنچا تو سب سے پہلے سعدون بن مطروف نے آگے بڑھ کر پر جوش انداز میں عمر بن حسین سے مصافحہ کیا، مصافحہ کرنے کے بعد عمر بن حسین نے سعدون بن مطروف کو گلے لگاتے ہوئے اس کے شانے پر طویل بوسہ دیا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے بزرگ میں آپ کا انتہائی شکر گزار اور ممنون ہوں کہ آپ نے صقلیہ کے مسلمانوں کو نکالنے میں میرے ساتھی لولو بن نصر اور حرب بن حماس سے تعاون کیا، ان کی مدد کی۔

عمر بن حسین کے ان الفاظ پر سعدون بن مطروف پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ اس کی آنکھوں میں نمی اُتر آئی، پھر ڈوبتی ہوئی آواز میں وہ بول اُٹھا۔

امیر عمر بن حسین آپ کیسی گفتگو کرتے ہیں، قسم خداوند قدوس کی جو کچھ میں نے کیا ہے یہ تو کچھ بھی نہیں، احسان تو آپ ہم پر کر رہے ہیں ہم تو وہاں کچلے مسلے لوگ تھے ہر روز نصرانی ہمارے گھروں میں داخل ہوتے تھے، دھمکیاں دیتے تھے عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کرتے تھے۔ جو عیسائیت قبول کر لیتے تھے تو ان پر شک کرتے تھے کہ انہوں نے دل سے عیسائیت قبول نہیں کی، شکر گزار تو ہمیں آپ کا ہونا چاہئے تھا کہ آپ نے ہمیں وہاں سے نکلوا کر ان سرزمینوں میں جگہ دی۔

عمر بن حسین نے جواب میں سعدون بن مطروف کا شانہ تھپتھپایا، پھر کہنے لگا۔

صقلیہ میں آپ کے ساتھ ملاقات کے دوران میں نے پوری تفصیل آپ سے کہہ دی تھی کہ چند روز تک آپ کو یہاں رکنا پڑے گا، اس کے بعد میں سفاقس پر اپنی گرفت مکمل

کروں گا۔ پھر آپ سب لوگوں کو سفاقس کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔

عمر بن حسین مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سعدون بن مطروف پھر بول پڑا۔

امیر عمر بن حسین قسم خداوند قدوس کی اگر آپ ہمیں ساری عمر اسی صحرا میں خیموں کے اندر بسر کرنے کے لئے کہیں تب بھی بخوشی ہم ایسا کرنے پر تیار ہو جائیں گے۔ آپ ہماری طرف سے کسی بھی اعتراض کو دل میں مت لائیے گا۔

تھوڑی دیر کے لئے سعدون بن مطروف زکا پھر اسی لہجے میں اس نے کہنا شروع کیا۔

امیر عمر بن حسین وہ دائیں جانب ایک طرف نقب کی بیوی خیران اس کی بیٹی فلورا اور بھانجی مریطہ کھڑی ہیں۔ وہ آپ کی توجہ کی طلب گار ہیں، کیا سب سے پہلے آگے بڑھ کر آپ ان سے ملیں گے۔

عمر بن حسین نے اپنے سارے ساتھیوں پر نگاہ ڈالی، پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

عزیزو! میں ابھی آتا ہوں، اس کے ساتھ ہی عمر بن حسین سعدون بن مطروف کے ساتھ ہو لیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ اس جگہ سعدون بن مطروف کے ساتھ آن رکا جہاں خیران فلورا اور مریطہ کھڑی تھیں۔ خیران کے سامنے آکر عمر بن حسین رکا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

خاتون محترم ان سرزمینوں میں آپ اور آپ کی دونوں بیٹیوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جو آسائشیں آپ نے عقلیہ میں دیکھی ہیں چند دنوں کے لئے آپ کو وہ آسائشیں تو مہیا نہ ہوں گی۔ اس لئے کہ چند دن تک آپ کو یہیں خیموں میں زندگی بسر کرنا ہوگی، اس کے بعد جب میں سفاقس سے تارمنوں کو نکال کر وہاں اپنا قبضہ مستحکم کر لوں گا تب عقلیہ سے آنے والے سارے لوگوں کو سفاقس میں منتقل کر دیا جائے گا۔ مجھے امید ہے اس وقت تک آپ کو خیموں میں رہنا پڑے گا تو آپ محسوس نہیں کریں گی۔

خیران نے ایک ممتاز بھری نگاہ عمر بن حسین پر ڈالی، پھر بڑی شفقت سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

عمر بن حسین تمہاری ان سب باتوں کا جواب دینے سے پہلے میں تم پر یہ واضح کرنا چاہتی ہوں کہ میں تمہیں بیٹا کہہ کر پکاروں گی، اس لئے کہ تم ان سرزمینوں میں ملت اسلامیہ کے عظیم فرزند ہو، مجھے خوشی ہوگی کہ اگر تم مجھے ایسا کرنے دو۔

خیران مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے عمر بن حسین بول پڑا۔

اگر آپ مجھے بیٹا کہہ کر پکاریں گی تو یاد رکھئے گا میرے لئے یہ بڑی سعادت بڑی خوش بختی ہوگی۔

خیران کے لبوں پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

تو سن بیٹے یہاں اگر ہمیں ساری زندگی بھی خیموں میں رہنا پڑے تو یاد رکھنا ہم حرف شکایت زبان پر نہ لائیں گی، اس لئے کہ عقلیہ میں ہم تینوں کی حالت ایسی تھی جیسے صبح کی کرنیں، ظلمت اور نور میں الجھ جاتی ہیں۔ ہم بھی وہاں تھیں ہم حق و باطل میں پھنسی ہوئی تھیں، وہاں ہم تینوں ماں بیٹی حوادث کے رقص کی اسیر تھیں، چاروں طرف غم کی طغیانیاں تھیں، میں سمجھتی ہوں کہ آپ نے ہم تینوں کو زمان و مکان کی بدترین تقدیر سے نکال کر یہاں آزادی اور بے فکری کی فضاؤں میں لا کھڑا کیا ہے۔ یہاں سکون کے دشت اور رحم آشنا فضاؤں میں ہم اپنے آپ کو کم از کم محفوظ سمجھتی ہیں۔

جب تک خیران بولتی رہی، فلورہ بڑے خوش کن انداز میں عمر بن حسین کی طرف دیکھتی رہی۔ خیران جب خاموش ہوئی تو ایک نگاہ عمر بن حسین نے فلورہ پر ڈالی تو اس نے محسوس کیا کہ اس کے خدوخال سے آسودگی اور طمانیت ٹپکتی تھی اور اس کی رگوں میں موجزن جوان خون اور حیا نے اس کے حسن اور دلکشی میں اضافہ کر دیا تھا۔ اس کے قریب ہی کھڑی اس کی خالہ زاد بہن مریطہ بھی پرسکون دکھائی دے رہی تھی۔

خیران جب خاموش ہوئی تو فلورہ نے لطف و محبت بھری ایک نگاہ امیر محمد بن حسین پر ڈالی، پھر اسے مخاطب کیا۔

امیر محترم راستے میں خود بن نصر اور آپ کا دوسرا ساتھی حرب بن حماس ہمارے ساتھ بڑے عمدہ طریقے سے پیش آئے، حرب بن حماس نے راستے میں آپ کے حالات پوری تفصیل سے ہمیں سنائے۔ اس نے ہم پر یہ بھی انکشاف کیا کہ تارمنوں نے آپ کے باپ کو بلرم شہر میں یرغمال بنا کر رکھا ہوا ہے اور وہ زندان میں اسیری کی زندگی بسر کر رہے

ہیں اور تارمنوں نے آپ کو یہ بھی دھمکی دے رکھی ہے کہ اگر کسی موقع پر آپ نے ان کے خلاف بغاوت کرنے کی کوشش کی تو آپ کے باپ کا خاتمہ کر دیا جائے گا، اس طرح میں خیال کرتی ہوں کہ آپ نے اپنے باپ کو تارمنوں کے فاسد تمدن کے سیلاب میں نہیں چھوڑ رکھا اور یہ کہ جب آپ غلامی کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہوئے تارمنوں کے خلاف آزادی کی ابتداء کریں گے تو کیا وہ آپ کے باپ کو زندہ رہنے دیں گے؟

فلورہ کی اس گفتگو کے جواب میں امیر عمر بن حسین کی گردن جھک گئی تھی، وہ بے چارہ رنج و غم کے بھلیان کی طرح اداس اور افسردہ ہو گیا تھا، لگتا تھا جیسے اس گفتگو نے اس کے جسم کی آسودگی اور روح کی پاکیزگی تک چھین لی ہو۔

اس کی حالت دیکھتے ہوئے فلورہ بھی روندے ہوئے پھول اور پامال شرر جیسی ہو کر رہ گئی تھی، پھر فوراً اس نے امیر عمر بن حسین کو مخاطب کیا۔

امیر محترم مجھے افسوس ہے کہ میری گفتگو نے آپ کو افسردہ اور ملول کر دیا ہے۔ قسم اللہ پاک کی میرا مقصد آپ کو یوں پریشان کرنا نہ تھا، میں تو یہ جاننا چاہتی تھی کہ ان حالات میں آپ اپنے محترم باپ کا کیا کریں گے؟

عمر بن حسین نے فوراً اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ فلورہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

خیران کی بیٹی میں جانتا ہوں۔ جب میں تارمنوں کے خلاف آزادی کی جد و جہد کروں گا تو وہ میرے باپ کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔

عمر بن حسین کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے فلورہ بول پڑی تھی۔

امیر عمر بن حسین آپ ہمارے پاس صقلیہ میں کچھ دیر قیام کر چکے ہیں، آپ جانتے ہیں کہ میرا نام خیران کی بیٹی نہیں فلورہ ہے۔ آپ مجھے میرے نام سے مخاطب کریں تو اس میں میری زیادہ آسودگی اور دلی خوشی ہو گی۔

عمر بن حسین نے ایک نگاہ حسین اور پر جمال فلورہ پر ڈالی، اس موقع پر فلورہ کی نیلی آنکھوں میں پیار و محبت اور اپنائیت کی ایک چمک تھی، پھر عمر بن حسین نے اسے مخاطب کیا۔

فلورہ تمہارا کہنا درست ہے، جب میں آزادی کی جد و جہد شروع کروں گا تو میں جانتا ہوں تارمن میرے باپ کو زندہ نہ رہنے دیں گے، لیکن میرا صقلیہ جانے کا سب سے بڑا مقصد یہی تو تھا کہ اس سلسلے میں اپنے باپ سے گفتگو کروں۔ میرے باپ نے تارمنوں کے

خلاف آزادی کی جد و جہد کی ابتداء کرنے کی اجازت دے دی ہے، بلکہ اس نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ اگر میں نے تارمنوں کے خلاف آزادی کی جد و جہد نہ کی تو میرا باپ مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔

جس وقت صقلیہ میں اپنے باپ سے ملنے کے بعد جدا ہو رہا تھا تو میرے باپ نے قرآن مقدس پر ہاتھ رکھوا کر مجھ سے عہد لیا تھا کہ شمالی افریقہ کے اندر میں تارمنوں کے حیوانی مقاصد، ان کی خواہشوں کی گندگی، ان کی روح کی ذلت اور ننگ کے سامنے ہواؤں کی آوزاری اور عناصر کا تالاں اور ماتم بن کر نمودار ہو جاؤں گا اور یہ کہ غلامی کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہوئے اس سرزمین کے مسلمانوں کو آزادی کی بشارت کا سامان فراہم کروں گا۔

عمر بن حسین نے جب فلورہ کو اس کا نام لے کر پکارا، تب فلورہ شفقوں کی لالہ سامانی اور گلوں کے رنگوں جیسی پرکشش اور خوش ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کے بعد دوبارہ اس نے اپنی چہکتی ہوئی مٹھاس اور شہد لہری آواز میں امیر عمر بن حسین کو مخاطب کیا۔

امیر محترم مجھ کو میری ماں آپ کا شکریہ ادا کر چکی ہے۔ لیکن میں بھی آپ کی ممنون اور شکر گزار ہوں کہ آپ نے ہمیں مایوسیوں کے بھنور اور ہیجان آفریں طوفانوں سے نکال کر ان سرزمینوں پر لا کر ہم پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے۔

عمر بن حسین کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

ایسی کوئی بات نہیں، یہ آپ لوگوں کا حق ہے جسے پورا کرنا مجھ پر فرض تھا، اب تم تینوں میرے ساتھ آؤ، دیکھو وہاں بہت سے لوگ کھڑے ہیں، جن سے میں تمہارا تعارف کروانا چاہتا ہوں، اس کے ساتھ ہی خیران فلورہ اور مریطہ کو لے کر عمر بن حسین اور سعدون بن مطروف اس سمت ہو لئے جس طرف سے وہ آئے تھے، سب کے پاس آ کر عمر بن حسین رک گیا، پھر وہاں کھڑے سب کے ساتھ خیران، فلورہ اور مریطہ کا تعارف کروایا گیا۔ ان تینوں کے ساتھ وہاں کھڑے لوگوں کا بھی تعارف کروایا گیا۔ اس موقع پر شمالی افریقہ میں مسلمانوں کا سابق حکمران حسن بن علی آگے بڑھا، اپنا دایاں ہاتھ اس نے خیران کے سر پر رکھا، پھر ایک پدرانہ شفقت میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

خیران میری بچی جن حالات میں تم سب لوگوں کا استقبال کیا جا رہا ہے اس پر مجھے تاسف اور افسوس ہے۔ اگر تم ان دنوں داخل ہوتیں جب یہاں ہماری حکمرانی تھی تو تم سب

کا استقبال سبزہ زاروں کے تبسم سعادت اور کامرانی کے در، خوشیوں کے سرچشمے آرام اور راحت کے گھر کی مانند ہوتا، لیکن تم جانتی ہو میں کبھی ان سرزمینوں میں حاکم کی حیثیت رکھتا تھا، لیکن اب خود سوت کی کھلی آغوش اور زہر میں ڈوبی فضاؤں کے اندر زندگی کے دن گزار رہا ہوں یہ عمر بن حسین کی مہربانی اس کی سعادت ہے کہ اس نے مجھے خارستانوں کے جبر سے محفوظ رکھا ہوا ہے، وہ میری تلاش میں سرگرداں ہیں اگر عمر بن حسین نے میری حفاظت کا سامان نہ کیا ہوتا تو اب تک تارمن مجھے ظلمت کے غاروں، اہانت اور ذلت کی جولان گاہوں میں لے جاکر میرا خاتمہ کر چکے ہوتے۔

یہ عمر بن حسین ہی ہے جس نے ناامیدیوں، خوف اور غلامی کی تلخی میں میری حفاظت کا سامان کیا ہوا ہے۔ یہ ایک طرح سے صرف میرے لئے ہی نہیں ان سرزمینوں میں سارے مسلمانوں کے لئے حق کا دست زاست بنا ہوا ہے میں جب تک زندہ رہوں گا، اس عمر بن حسین کا احسان اپنے کندھوں سے نہ اتار سکوں گا، اس لئے کہ نفس کی ذلت آمیزی اور اندھی خشک نمائی اور جلاوطنی میں اس نے میرے ساتھ ایسا ہی سلوک روا رکھا جس طرح ایک سعادت مند بیٹا اپنے باپ کے ساتھ کرتا ہے۔

خیران حسن بن علی کی اس گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی عمر بن حسین بول پڑا اور حسن بن علی کو اس نے مخاطب کیا۔

سلطان محترم آپ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں ... آپ کی خدمت آپ کی حفاظت کر کے یوں جانیں میں خود سعادت مندیاں سمیٹ رہا ہوں۔

عمر بن حسین مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے حسن بن علی پھر بول پڑا

خیران میری بیٹی تو نے دیکھا اس وقت جبکہ میں کہیں کا حاکم نہیں ہوں، اس وقت جبکہ میں اس کی حفاظت کے اندر روپوشی کی زندگی بسر کر رہا ہوں، پھر بھی یہ مجھے سلطان کہہ کر مخاطب کر رہا ہے۔ یہ اس کی فرزانہ سعادت مندی ہے۔

حسن بن علی جب خاموش ہوا تو عمر بن حسین پھر بول پڑا۔

سلطان محترم میں نے اپنی ذات اپنے ضمیر کے ساتھ یہ عہد کر رکھا ہے کہ جب تک میرے جسم میں خون کا آخری قطرہ بھی ہے میں آپ کی سابقہ حیثیت کو بحال کرنے کی کوشش کروں گا۔

خیران کے بعد حسن بن علی نے باری باری فلورہ اور مریطہ کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ پھیرا، اس کے بعد وہ باری باری اس نے خیران کو مخاطب کیا۔

بیٹی پریشان مت ہونا یہاں تم سب لوگ اب محفوظ ہو، مجھے امید ہے کہ ہمارا خداوند بہت جلد ہمارا کوئی اچھا اور قابل عزت ٹھکانہ مہیا کرے گا۔

علی بن حسن جب خاموش ہوا تو عمر بن حسین نے باری باری محمد بن فرج انکوی اور یحییٰ بن مطروح کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے ساتھیو آرسقلیہ سے آنے والوں کو پہلے خیموں میں منتقل کریں ان کے کھانے کا اہتمام کریں۔

سب لوگ۔ عمر بن حسین کے ساتھ ہو لئے تھے سقلیہ سے آنے والے سارے لوگوں کو خیموں میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ ایک خیمہ خیران فلورہ اور مریطہ تینوں کو مہیا کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد سقلیہ سے آنے والے سارے لوگوں کے لئے کھانے کا اہتمام کیا جانے لگا تھا، عین اسی وقت اپنے آگے آگے تین گھوڑوں کو ہانکتا ہوا حسن بن مالک وہاں داخل ہوا، وہ سیدھا عمر بن حسین کے پاس آیا۔ گھوڑے سے اترا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم میں تینوں گھوڑوں کو لے آیا ہوں، گون سالود اور مارتیوس دونوں سے میری ملاقات ہوئی اور جو پیغام آپ نے مجھے بتایا تھا وہی ان کے سامنے پیش کیا جسے انہوں نے قبول کر لیا ہے۔ ہماری طرف سے وہ کسی شک و شبہ میں مبتلا نہیں ہوئے۔

عمر بن حسین تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا، پھر سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیزو! یہاں میرے پاس بیٹھو، میں تم سب کے ساتھ مل کے ایک معاملہ طے کرنا چاہتا ہوں، اب جبکہ صقلیہ کے جنگجو ہمارے پاس پہنچنا شروع ہو چکے ہیں میرے خیال میں چند روز تک ہماری طاقت اور قوت میں خوب اضافہ ہو جائے گا، اتنے دن تک میں نئے آنے والوں کو اپنی نگرانی میں اپنی خواہش کے مطابق عسکری تربیت بھی دے سکوں گا۔

اس کے ساتھ ہی عمر بن حسین ایک چٹان پر بیٹھ گیا، اس کے بعد حسن بن علی محمد بن فرج انکوی، محمد بن رشید یحییٰ بن مطروح حسن بن مالک، حرب بن حماس اور لولو بن نصر بھی اس

کے پاس اردگرد چٹانوں اور پتھروں پر بیٹھ گئے تھے۔ پھر عمر بن حسین نے کہنا شروع کیا۔

چند روز کے قیام کے بعد میں لشکر کو لے کر یہاں سے نکلوں گا۔ یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید میرے ساتھ ہوں گے۔ محترم علی بن حسن اور محمد بن فرج الکلوی یہیں رہیں گے۔ جو نئے رضاکار کو واطنس میں داخل ہوں گے۔ محمد بن فرج الکلوی یہاں رہتے ہوئے ان کی تربیت کا کام سرانجام دیتا رہے گا۔ رہا سوال حسن بن علی کا تو یہ بھی یہیں رہیں گے۔ انہیں میں اس وقت سفاقس منتقل کروں گا جب میں اپنے طور پر یہ سمجھ لوں گا کہ وہ شہر اور قلعہ ہمارے لئے محفوظ ہے۔

یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کے ساتھ میں لشکر کو لے کر یہاں سے نکلوں گا اور اس رفتار سے سفاقس کا رخ کروں گا کہ رات کے پچھلے حصے میں وہاں پہنچوں۔

رات کی تاریکی میں جب سارے لوگ بے خبری کی گہری نیند سو رہے ہوں گے، میں حسن بن مالک اور حرب بن حماس کے ساتھ شہر پناہ کا شرقی دروازہ کھلواؤں گا۔

سفاقس کے شہر پناہ کے دروازوں کے سارے لوگ جانتے ہیں کہ میں سفاقس کا حاکم ہوں، اس لئے مجھے دیکھتے ہوئے کوئی بھی دروازہ کھولنے میں پس و پیش نہیں کرے گا۔

اس موقع پر میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ جو لشکر ہمارے ساتھ جائے گا وہ رات کی تاریکی میں شہر کی فصیل سے ذرا ہٹ کے رک جائے گا۔ یحییٰ بن مطروح اس لشکر کی کمانڈری کرے گا۔ محمد بن رشید چند محافظوں کے ساتھ شہر پناہ کے دروازے کے قریب ہی اوٹ میں کھڑا رہے گا، جب دروازہ کھلے گا تو میں حسن بن مالک اور حرب بن حماس کے ساتھ اندر داخل ہوں گا، اسی وقت محمد بن رشید اپنے کام کی ابتداء کرے گا۔

وہ اس طرح کہ جو مسلح جوان اس کے ساتھ ہوں گے ان کو لے کر یہ شہر پناہ کے دروازے کے محافظوں پر حملہ آور ہوگا اور وہاں اپنے محافظ مقرر کر دے گا۔

اس کے بعد حسن بن مالک کے کام کی ابتداء ہوگی، یہ فوراً لشکر کی طرف جائے گا۔ وہاں یحییٰ بن مطروح کو شہر کے دروازوں کے محافظوں کا خاتمہ کرنے اور دروازے پر قبضہ کرنے کی اطلاع دے گا۔

یہ اطلاع ملتے ہی یحییٰ بن مطروح لشکر کو لے کر فوراً دروازے کی طرف آئے گا۔ لشکر تین حصوں میں تقسیم ہو جائے گا اور یہ تقسیم یہاں سے روانہ ہونے سے پہلے ہی بتا دی جائے

گی، ایک حصہ میرے پاس رہے گا۔ میں اس حصے کے ساتھ دروازے کے قریب ہی رہ کر حفاظت کا کام سرانجام دوں گا۔ شہر کے اندر سے نکل کر آنے والے سپاہیوں نے حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو میں ان پر جوابی حملہ کروں گا۔ یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید میرے بھائیو! تم دونوں کے پاس بھی لشکر کے باقی دو حصے ہوں گے، تم دونوں کا کام کچھ اس طرح ہوگا کہ تم دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر شہر پناہ کے اوپر چلے جانا اور دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکریوں کو لے کر شہر پناہ کے اوپر جو برج بنے ہوئے ہیں، وہاں جو نارمن محافظ ہیں، ان کا خاتمہ کرتے ہوئے وہاں اپنے آدمی بٹھاتے چلے جانا۔

یحییٰ بن مطروح تم فصیل پر دائیں طرف کے حصے کے ذمہ دار ہو گے اور محمد بن رشید بائیں طرف کو جائے گا۔ فصیل کے برجوں پر مناسب پہریدار بٹھانے کے بعد جو لشکری بچیں گے ان کے ساتھ واپس تم میرے پاس چلے آنا۔

اس موقع پر دو احتیاطیں مد نظر رکھنی ہیں۔ شہر پناہ کے برجوں کے اندر پہرہ دینے والے جتنے نارمنوں کو ختم کیا جائے گا ان کی لاشیں شہر پناہ سے باہر پھینک دی جائیں گی اور اپنے جو جوان برجوں کے اندر مقرر کئے جائیں گے انہیں یہ تاکید کی جائے گی کہ وہ اس وقت تک برجوں سے اندر رہیں جب تک انہیں میری طرف سے کوئی دوسرا حکم جاری نہیں کیا جاتا یا انہیں شہر کے اندر نہیں بلایا جاتا۔

اس کے بعد یاد رکھنا سفاقس شہر میں جو نارمنوں کا سالار ہے جس کا نام ریورا کہا ہے وہ اپنے کام کی ابتداء ضرور کرے گا، اسے اگر یہ خبر بھی ہوئی کہ ہم نے شہر کے ایک دروازے پر قبضہ کر لیا ہے اور شہر پناہ کے اوپر اپنے محافظ مقرر کر لئے ہیں، تب بھی وہ مجھ سے ایک بازپرس کرنے گا، وہ اس طرح کہ یقیناً گون سالوڈ یا نارمنوں میں سے کوئی نہ کوئی اسے اطلاع کر دے گا کہ میں صقلیہ سے اپنے دو ہزار ساتھیوں کے ساتھ لوٹ آیا ہوں، جب میں سفاقس میں پہنچوں گا تو ریورا کہ سورج طلوع ہونے کے بعد میرے آنے کی اطلاع پا کر میرے پاس آئے گا اور مجھ سے بازپرس کرنے کی کوشش کرے گا کہ میں بہت دن پہلے صقلیہ سے لوٹ آیا ہوں، لہٰذا میں اتنے دن کہاں رہا۔

ابن رشید یہ باتیں میں خصوصیت کے لئے تمہیں بتانے کے لئے کہہ رہا ہوں، اس لئے کہ گو میں سفاقس کا حاکم رہا ہوں، لیکن ریورا کہ یہ جانتا ہے کہ میں سفاقس کا حاکم رہا ہے

کے باوجود اس کا ماتحت ہوں میں آج تک چپ رہا، اس لئے کہ مجھے مناسب موقع کی تلاش تھی اور اب وہ موقع چونکہ آن پہنچا ہے، لہٰذا میں یوراکہ کو اس فخر و تمرد کی سزا ضرور دوں گا۔

یوراکہ کو اگر یہ خبر مل جاتی ہے کہ ہم نے شہر کے ایک دروازے پر قبضہ کر لیا ہے اور شہر پناہ کے اوپر اپنے آدمی بھیج دیئے ہیں تو وہ شہر کے اندر دشمنوں کا جو لشکر ہے اس کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا۔

اس موقع پر ہم نے جو قدم اٹھانا ہے وہ بھی میں تمہیں بتا دوں۔ جو لشکر ہمارے پاس اس شہر کے دروازے کے آس پاس رہے گا اس میں میں اور ابن رشید تم دونوں رہیں گے اس صورت حال میں یحییٰ بن مطروح فوراً فصیل کے اوپر چڑھ جائے گا، ان سارے لشکریوں کی کمانڈری یہ خود کرے گا جو فصیل کے اوپر مقرر ہوں گے۔

یہ بات میں یحییٰ بن مطروح کی صوابدید پر چھوڑتا ہوں کہ موقع محل دیکھتے ہوئے یہ خود ہی فصیل پر مقرر اپنے ساتھیوں کو لے کر دشمنوں کی پشت پر حملہ آور ہوگا، اس طرح مجھے امید ہے کہ بہت جلد ہم یوراکہ اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اس کام کی تکمیل کے بعد جو سب سے پہلا کام کیا جائے گا وہ یہ کہ اپنے لشکریوں کا مستقر کے اندر قیام کرنے کا اہتمام کیا جائے گا، پھر جو صقلیہ سے لوگ آئے ہیں اور جنہیں ہم نے خیموں میں رکھا ہوا ہے انہیں سفاقس میں منتقل کر دیا جائے گا۔

ایک بات اور بھی ذہن میں رکھنا شمالی افریقہ میں نارمنوں کے حاکم گون سالو اور مارنیوس کو جب خبر ہوگی کہ میں نے سفاقس میں ان کے خلاف بغاوت کروائی ہے، سفاقس میں جس قدر نارمن تھے ان کا خاتمہ کرایا ہے، شہر اور قلعے پر میں نے قبضہ کر لیا ہے، تب وہ ہمارے خلاف انتقامی کارروائیوں کی ابتداء کریں گے اور مجھے امید ہے کہ افریقہ کے دشت میں میں ان سے خوب نمٹوں گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد عمر بن حسین تھوڑی دیر کے لئے رکا، تب یحییٰ بن مطروح اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن حسین میرے بھائی مجھے آپ کی اس تجویز کے خلاف ایک اعتراض ہے۔

عمر بن حسین کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر یحییٰ بن مطروح کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

ابن مطروح میرے عزیز بھائی میں نے ابھی اپنی گفتگو ختم نہیں کی، میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ مکمل کر لینے دو، اس کے بعد تم جو کہو گے اسے غور سے سن جائے گا۔

جواب میں یحییٰ بن مطروح مسکرا کے خاموش ہو گیا، عمر بن حسین نے پھر کہنا شروع کیا۔

ابن مطروح جب ہمارے سارے ساتھی برجوں میں بیٹھ کر چوکس ہو جائیں گے اور ابن رشید نیچے میرے پاس اس دروازے کے قریب آ جائے گا جہاں ہمارا قبضہ ہو چکا ہوگا، تب تم ایک نئے کام کی ابتداء کرنا تم جانتے ہو جب سفاقس کی مسجدوں میں فجر کی اذان ہوتی ہیں تب برجوں کے اندر پہرہ دینے والوں کا پہرہ تبدیل ہوتا ہے، پرانے لوگ نیچے اتر آتے ہیں، ان کی جگہ نئے مسلح نارمن اوپر جاتے ہیں۔

جب پہرہ دینے کی تبدیلی ہو، تب تم اپنے کام کی ابتداء کرنا برجوں میں اپنے ساتھیوں کو بٹھانے سے پہلے انہیں پوری طرح آگاہ کر دینا کہ جونہی پہرہ تبدیل ہوگا تو نئے آنے والوں کا خاتمہ کرنا ہے لہٰذا فجر کی اذان کے بعد نئے نارمن برجوں میں بیٹھنے کے لئے آئیں گے تو ان کا بھی خاتمہ کر کے ان کی لاشوں کو باہر پھینک دینا۔

اس کے بعد اگلا قدم تمہاری صوابدید پر چھوڑا جاتا ہے، وہ اس لئے کہ اگر یوراکہ ہمارے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے اس دروازے کا رخ کرتا ہے جہاں ہم نے قبضہ کر لیا ہوگا اور اپنے لشکر کو بھی لے کر آتا ہے، تب تم بھی فصیل کے اوپر اپنے ساتھیوں کو وہاں جمع کر لینا اور جب نارمن ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے آئیں تو تیر بیچ برجوں کی آڑ لیتے ہوئے یا فصیل پر اپنے ساتھیوں کو لٹاتے ہوئے تم فصیل کے اوپر سے نارمنوں پر تیر اندازی کرانے کی کوشش کرنا، اس طرح میرے خیال میں ہم نارمنوں کو بہت جلد اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے یحییٰ بن مطروح میرے بھائی اب میں اپنی بات مکمل کر چکا ہوں، اب تم کہو تمہیں اس سلسلے میں کیا اعتراض ہے، جب تک عمر بن حسین بولتا رہا یحییٰ بن مطروح کے لبوں پر گہری مسکراہٹ کھیلتی رہی، جب اپنی گفتگو ختم کرنے کے بعد عمر بن حسین نے اسے مخاطب کیا، تب یحییٰ بن مطروح بول پڑا۔

ابن حسین میرے عزیز بھائی جو میرا اعتراض تھا وہ آپ نے اپنی گفتگو میں ختم کر دیا ہے۔ اب میں مکمل طور پر اس تجویز پر متفق ہوں۔

یحییٰ بن مطروح کا جواب سننے کے بعد عمر بن حسین تھوڑی دیر تک خاموش رہا، پھر باری باری اس نے لولو بن نصر اور حرب بن حماس کی طرف دیکھا، اس کے بعد اس کی نگاہیں لولو بن نصر پر جم گئیں اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن نصر میرے عزیز بھائی، تم اس وقت تک حرب بن حماس کے ساتھ ہمارے لشکر میں شامل رہو گے، جب تک ہم سفاقس پر اپنا قبضہ اور گرفت پورے طور پر نہیں کر لیتے، سفاقس پر اپنی گرفت کرنے کے بعد پھر میں تمہیں اجازت دوں گا کہ تم حرب بن حماس کے ساتھ اپنی کشتیوں میں بچھ صقلیہ کا رخ کرو اور وہاں پھنسے ہوئے مسلمانوں کو نکالنے کی کوشش کرو، اس بار صقلیہ کے مرکزی شہر ہرمہ کا رخ کرنے کی کوشش کرنا، ایسا میں اس لئے کہہ رہا ہوں تاکہ جب تم صقلیہ کے لوگوں کو نکال کے لاؤ تو انہیں یہاں جزیرہ خیموں میں رکھنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے، اس لئے کہ خیموں کی زندگی ضرور ان کے لئے تکلیف دہ ہو گی۔ میں چاہتا ہوں سفاقس پر مکمل قبضے کے بعد تم حرب بن حماس کے ساتھ صقلیہ کا رخ کرو اور جن لوگوں کو تم وہاں سے نکالو انہیں سیدھا سفاقس لے کر آؤ تاکہ ان کے قیام ان کے آرام کا بہترین اہتمام کیا جائے۔ اس کے بعد سب وہاں سے ہٹ گئے۔

☆

ایک روز خیران اور اس کی حسین و جمیل بیٹی فلورہ دونوں اپنے خیمے میں بیٹھی باہم گفتگو کر رہی تھیں کہ باہر سے مربطہ تقریباً بھاگتی ہوئی خیمے میں داخل ہوئی اور خیران کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

خالہ لشکر یہاں سے سفاقس کی طرف کوچ کرنے والا ہے۔ امیر عمر بن حسین اور ان کے ساتھی یحییٰ بن مطروح آپ سے ملنے کے لئے ہمارے خیمے کی طرف آ رہے ہیں۔

مربطہ کے اس انکشاف پر خیران اور فلورہ دونوں ماں بیٹی چونک کر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں کسی ردعمل کا اظہار کرنا ہی چاہتی تھیں کہ اتنی دیر تک خیمے کے باہر کوئی للکارا، پھر آواز سنائی دی۔

خاتونِ محترم میں عمر بن حسین ہوں، آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اس پر خیران

خیمے کے دروازے پر نمودار ہوئی۔ باری باری ایک نگاہ اس نے عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح پر ڈالی پھر عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے شکوؤں اور گلوں سے بھرپور آواز میں وہ کہنے لگی۔

عمر بن حسین مجھے تمہارا یہ رویہ پسند نہیں آیا، تم جانتے ہو میں تمہیں بتا کہہ چکی ہوں اور بتا رہی ہوں کہ خیمے میں اجازت لے کر آنے کا۔ تم نے للکارنے کے بعد خیمے میں داخل ہو سکتے تھے۔ ایسا کرنے کا تم حق رکھتے ہو، اب اندر آ کر کیا کہنا چاہتے ہو آئندہ ایسی غلطی مت کرنا۔

خیران کے ان الفاظ پر عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح دونوں مسکراتے ہوئے خیمے میں داخل ہوئے۔

اتنی دیر تک پرجلال فلورہ آگے بڑھی اور عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے ایک نشست کی طرف اشارہ کیا۔

یہاں بیٹھئے!

فلورہ کے کہنے پر عمر بن حسین بیٹھ گیا۔ یحییٰ بن مطروح بھی اس کے قریب بیٹھ گیا، خیران فلورہ اور مربطہ سامنے ہی بیٹھی تھیں۔ پھر عمر بن حسین نے خیران کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

خاتونِ محترم میں آپ سے یہ کہنے کے لئے آیا تھا کہ میں اور میرے ساتھی لشکر کے ساتھ یہاں سے سفاقس کی طرف کوچ کر رہے ہیں۔ ہم اپنے کام کی ابتدا کر رہے ہیں یہاں تربیت گاہ میں محمد بن فرج الکومی اور حسن بن علی ہوں گے، ان کے ساتھ کافی تعداد میں مسلح جوان بھی ہوں گے جو یہاں زیرِ تربیت ہیں۔ لہٰذا آپ کسی قسم کی فکر مت کرنا، یہ جگہ آپ کے لئے بالکل محفوظ ہے۔

دوسری بات جو میں آپ سے کہنا چاہتا تھا، وہ یہ کہ سفاقس پر اپنی گرفت مضبوط کرنے اور وہاں جس قدر نادرسن ہیں ان کا خاتمہ کرنے کے بعد جتنے بھی لوگ صقلیہ سے یہاں آئے ہیں ان سب کو سفاقس میں بلا لیا جائے گا اور انہیں وہاں ہر قسم کی رہائشیں مہیا کی جائیں گی۔ لہٰذا آپ چند دن خیموں کی رہائش کی تکلیف برداشت کریں۔ میرے خیال میں یہ اذیت اور زحمت بہت جلد ختم ہو جائے گی۔

عمر بن حسین کی اس گفتگو کا جواب خیران دینا ہی چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی فلورہ بول پڑی..... اس نے عمر بن حسین کو مخاطب کیا تھا۔

امیر محترم کئی دنوں سے میرے ذہن میں ایک کسک تھی، میں آپ کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتی تھی امید ہے جو سوال میں کرنا چاہتی ہوں اس سے آپ برا نہیں مانیں گے، میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ سفاقس میں اس وقت آپ کے اہل خانہ میں سے کون کون ہے۔ یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ آپ کے باپ کو نارمنوں نے صقلیہ میں یرغمال کے طور پر رکھا ہوا ہے، آپ کے گھر کے دیگر افراد اس وقت کہاں ہیں۔

فلورہ کے اس سوال پر عمر بن حسین کے چہرے پر خونگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر فلورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

فلورہ میں تمہارے کسی سوال کا برا نہیں مانوں گا دراصل ہم گھر کے صرف چار ہی افراد تھے، ایک میرا باپ جو اس وقت صقلیہ میں اسیری کی زندگی بسر کر رہا ہے، دوسرا میں تیسری میری ماں اور چوتھا میرا نانا ہے ۔ میری ماں اور نانا اس وقت سفاقس شہر میں اپنی حویلی میں رہتے ہیں، میری ماں

عمر بن حسین کچھ کہتے کہتے رک گیا، اس لئے کہ بیچ میں پھر فلورہ بول پڑی۔ عمر بن حسین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

امیر محترم کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم بھی آپ کے ساتھ لشکر میں شامل ہو کر سفاقس کی طرف جائیں۔

عمر بن حسین نے تھوڑی دیر تک بڑے غور سے فلورہ کی طرف دیکھا، اس پر فلورہ کی نگاہیں جھک گئیں ۔ وہ زمین کی طرف دیکھنے لگی تھی، عمر بن حسین نے پھر اسے مخاطب کیا۔

نہیں فلورہ ایسا ممکن نہیں، اس طرح باقی لوگ بھی لشکر میں شامل ہونے کی ضد کرنے لگیں گے ۔ یہ ایک خاصی خطرناک مہم ہے، اس طرح ہم لشکر میں شامل لوگوں کی حفاظت کریں گے یا سفاقس میں جو دس ہزار نارمنوں کا لشکر ہے اس سے لڑیں گے، اس کے ساتھ ہی عمر بن حسین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔

اس موقع پر خیران نے بڑے غور سے عمر بن حسین کی طرف دیکھا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

ابن حسین تھوڑی دیر بیٹھو میں ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔

عمر بن حسین اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ خیران اپنی جگہ سے اٹھی، خیمے کے ایک کونے کی طرف گئی، خاصی بڑے چمڑے کی ایک خرجین اس نے اٹھائی اور خرجین لا کر اس نے عمر بن حسین کی گود میں رکھ دی تھی۔

عمر بن حسین نے سوالیہ سے انداز میں خیران کی طرف دیکھا اور پوچھنے لگا۔

خاتون محترم چمڑے کی اس خرجین میں کیا ہے جو آپ نے میری گود میں رکھ دی ہے۔

خیران نے مسکراتے ہوئے پھر عمر بن حسین کو مخاطب کیا، بیٹے اسے کھول خود ہی دیکھو اس میں کیا ہے۔

عمر بن حسین نے خرجین کا منہ کھولا، اس نے دیکھا خرجین زیورات جواہرات اور سونے کے سکوں سے بھری ہوئی تھی۔

عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطراح تھوڑی دیر تک غور سے ان ساری چیزوں کو دیکھتے رہے، پھر عمر بن حسین نے خیران کو مخاطب کیا۔

خاتون محترم میں سمجھا نہیں کہ آپ یہ ساری چیزیں میری گود میں رکھ کر کیا کہنا چاہتی ہیں۔

محمد بن حسین کے اس استفسار پر خیران جھٹ سے بول پڑی۔

میرے بیٹے یہاں اس خیمے میں یہ چیزیں غیر محفوظ ہیں، اب جبکہ تم سفاقس پر حملہ آور ہونے کے لئے جا رہے ہو تو یہ ساری چیزیں اپنے پاس رکھو میری دعا ہے کہ خداوند قدوس تمہیں کامیابی اور کامرانی عطا فرمائے اور تم سفاقس پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤ، اس کے بعد یہ چیزیں اپنی حویلی میں رکھ دینا وہاں یہ محفوظ ہوں گی۔

عمر بن حسین نے ایک بار پھر خرجین کا جائزہ لیا، دوبارہ خیران کو اس نے مخاطب کیا۔

یہ چیزیں امانت کے طور پر اپنے پاس رکھنے کے لئے تیار ہوں، سفاقس جا کر یہ چیزیں میں اپنی ماں کی تحویل میں دے دوں گا، لیکن سب سے پہلے آپ یہ کام کیجئے کہ فلورہ، مریطہ اور آپ تینوں مل کے پہلے ان ساری چیزوں کی فہرست بنائیں، وہ فہرست اس خرجین کے اندر رکھیں، تب میں ان ساری چیزوں کو اپنی تحویل میں لینے کے لئے تیار ہوں گا۔

خیران نے ایک ماتا اور شفقت بھری نگاہ عمر بن حسین پر ڈالی، پھر انتہائی محبت بھرے

لہجے میں کہنے لگی۔

بیٹے اب ہم نے انہی سرزمینوں میں رہنا ہے، اب نہ تم ہمارے لئے اجنبی ہو نہ ہم تمہارے لئے ناآشنا ہیں میرے بیٹے ان اشیاء کی فہرست بنانے کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ ان میں سے جنگی اخراجات یا دوسرے فلاحی کاموں میں جس قدر بھی تم چیزیں بیچ کر اپنے کام میں لانا چاہو تمہیں اس کی اجازت ہوگی، بیٹے اب دوبارہ فہرست کی بات مت کرنا، فہرست اجنبیوں کے لئے بناتے ہیں میں تمہیں بتا چکی ہوں، ان چیزوں کی فہرست بنا کر آئندہ میں اس خوبصورت میں ڈالوں تو یہ بیٹے کی بے عزتی ہے اور یہ میں ایسا نہیں ہونے دوں گی، اب اس موضوع پر مزید گفتگو نہیں ہوگی۔

عمر بن حسین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور خیران کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میں اب جاتا ہوں، مجھے امید ہے کہ خدا نے چاہا تو سفاقس کے سلسلے میں آپ بہت جلد خوشخبری سنیں گی، اس کے ساتھ ہی عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح دونوں اٹھ کھڑے ہوئے خیران فلورہ اور مریطہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھیں تینوں دروازے پر آن کھڑی ہوئی تھیں جب تک عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح دونوں اٹھ کھڑے ہوئے خیران فلورہ اور مریطہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھیں تینوں دروازے پر آن کھڑی ہوئی تھیں جب تک عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح ان تینوں کو دکھائی دیتے رہے وہ خیمے کے دروازے پر کھڑی رہیں، جب وہ لشکر میں شامل ہو گئے تب وہ واپس خیمے کے اندر جا کر بیٹھ گئی تھیں۔

☆

آدھی رات کے قریب عمر بن حسین اپنے لشکر کے ساتھ سفاقس کے قریب پہنچ چکا تھا پھر ایک جگہ صحرا کے بلند ٹیلوں کے اندر اس نے اپنے لشکر کو روک دیا تھا۔

چاند آسمان پر اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا، ہر شے پر سنگلی خوابوں کی جنت میں گم تھی دور تک پھیلا صحرا اس سے دل آویز منظر کی طرح پرکشش اور دلکش داستانوں جیسا حسین دکھائی دے رہا تھا، لگتا تھا طور طور جلوہ گری، سوز جان کا خمار یا پگھلے شفاف تخیلات حد نگاہ تک پھیل گئے ہوں۔

بہتی چاندنی کے اندر اس سے صحرا از سر نو نباتات نیم، اگا ذکا درخت گندن نیلے

پیکر ان، ویرانیاں لعل و مرجان دکھائی دے رہی تھیں آسمان سے بہتی ٹھنڈی خوشگوار چاندنی نے لگتا تھا صحرا کے شاداب چہرے پر بے داغ آنکھیں کے چشمے بہا دیئے ہوں۔

عمر بن حسین نے صحرا کے اس حصے میں لشکر کو اس وقت تک روکے رکھا جب تک دور مغرب میں چاند غروب نہ ہو گیا، جب ایسا ہو گیا فضاؤں کے اندر تاریکیاں پھیل گئیں تب اس نے وہاں سے کوچ کیا۔

پھر جو ترتیب پہلے رکھی تھی اس کے مطابق سفاقس کی فصیل کے قریب یحییٰ بن مطروح لشکر کو لے کر بیٹھ گیا عمر بن حسین اور محمد بن رشید دونوں کچھ مسلح جوانوں کے ساتھ شہر کے دروازے پر آئے اور عمر بن حسین نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی تھی۔

دستک کے جواب میں اندر سے کسی محافظ کی آواز سنائی دی۔

کون ہے؟

عمر بن حسین نے اس بار تکلفانہ انداز میں کہا دروازہ کھولو میں سفاقس کا حکمران عمر بن حسین ہوں۔

شہر پناہ کے اس محافظ نے چھوٹی سی کھڑکی کھول کر باہر دیکھا باہر عمر بن حسین اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا تھا یہ دیکھتے ہی اس نے فوراً دروازہ کھول دیا، عمر بن حسین محمد بن رشید اور ان کے ساتھ مسلح جوان اندر داخل ہوئے، پھر عمر بن حسین نے محمد بن رشید کو مخصوص اشارہ کیا تو محمد بن رشید اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس دروازے کے محافظوں پر کچھ اس طرح حملہ آور ہوا جیسے بھوکا چیتا بے بس بکریوں پر حملہ آور ہو کر دبوچ لیتا ہے۔

محمد بن رشید نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ محض کے اندر اس دروازے کے محافظوں کا خاتمہ کر دیا اور وہاں اس نے اپنے مسلح جوان مقرر کر دیئے تھے۔

اس موقع پر حسن بن مالک جو عمر بن حسین اور محمد بن رشید کے ساتھ تھا وہ بھاگا گیا، اس کام کی تکمیل کی اطلاع جا کے یحییٰ بن مطروح کو دی، پھر دیکھتے دیکھتے لشکر کوئی آواز اور کھڑکا کئے بغیر شہر میں داخل ہونا شروع ہو گیا لشکر پہلے سے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق تین حصوں میں تقسیم ہو گیا۔

بڑا حصہ عمر بن حسین کے پاس رہا، باقی دو حصوں کو لے کر یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید فصیل کے اُوپر چڑھنے لگے تھے، تھوڑی ہی دیر بعد فصیل کے اُوپر بھی کام کی تکمیل کر دی گئی جس قدر برجوں کے اندر نارمن محافظ تھے ان کا خاتمہ کر کے وہاں یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید نے اپنے آدمی مقرر کر دیئے پھر برجوں کے اندر بنے خانے سے جو مسلح جوان بچ گئے تھے انہیں لے کر محمد بن رشید، عمر بن حسین کے پاس آ گیا تھا۔

عمر بن حسین نے دروازے کے دائیں بائیں اپنے لشکریوں کو کئی صفوں میں پھیلا دیا تھا پھر وہ صبح ہونے کا انتظار کرنے لگے تھے سفاقس شہر میں جب صبح کی اذانیں ہونا شروع ہوئیں اور نئے نارمن پیرید فصیل کے اُوپر چڑھنا شروع ہوئے، تب یحییٰ بن مطروح نے ان کا بھی خاتمہ کرا دیا اور ان کی لاشیں فصیل کے نیچے گرا دیں، پھر اس نے دونوں جانب سے اپنے لشکریوں کو اس دروازے کی طرف سمیٹ دیا تھا، جس کے دائیں بائیں عمر بن حسین اور محمد بن رشید اپنے لشکر کو پھیلائے صبح ہونے کے منتظر تھے۔

جس وقت مشرق سے سورج طلوع ہو رہا تھا، شہر کے اندرونی حصے سے شہر میں نارمن لشکر کا سالار یوراکہ اپنے چند محافظوں کے ساتھ گھوڑے پر سوار بڑی تیزی سے اس دروازے کی طرف آیا جس پر رات کی تاریکی میں امیر عمر بن حسین نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ قبضہ کر لیا تھا۔

عمر بن حسین اور محمد بن رشید نے بھی اسے اپنی طرف آتے دیکھ لیا، عمر بن حسین نے محمد بن رشید کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن رشید یہ خونخوار نارمن سوار ہماری طرف آ رہے ہیں، ان میں جو سب سے آگے ہے یہی سفاقس شہر میں نارمن لشکر کا سالار اعلیٰ یوراکہ ہے۔

محمد بن رشید ردِ عمل کے طور پر عمر بن حسین کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اتنی دیر تک یوراکہ اپنے محافظوں کے ساتھ عمر بن حسین کے قریب آیا، پہلے اس نے شہر پناہ کے دروازے کے دائیں بائیں مختلف صفوں میں کھڑے جنگجوؤں کا بڑی حیرانگی اور فکرمندی سے جائزہ لیا، گھوڑے سے اتر اور اس کے ساتھ جو محافظ تھے وہ بھی گھوڑوں سے اتر گئے۔ بڑے غصے اور خفگی میں چلتا ہوا وہ عمر بن حسین کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن عمر تم کب آئے، تمہیں تو بہت دن پہلے سفاقس میں ہونا چاہئے تھا مبدیہ سے گون سالو نے مجھے بہت دن پہلے اطلاع دی تھی کہ تم صقلیہ سے لوٹ آئے ہو، کیا تم بتاؤ گے کہ تم اتنے دن کہاں رہے۔

عمر بن حسین نے گھورنے کے انداز میں یوراکہ کی طرف دیکھا، پھر غرائی ہوئی آواز میں اسے مخاطب کیا۔

یوراکہ تم بھول رہے ہو، میں سفاقس کا حاکم اور تم یہاں نارمنوں کا جو لشکر ہے، اس کے سالار ہو، تم میرے ماتحت ہو، تمہاری گفتگو کا انداز ایسا ہے جیسے تم مجھ سے باز پرس کر رہے ہو۔

یوراکہ نے بھی گھورنے کے انداز میں عمر بن حسین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

ابن حسین تم یہاں کے حاکم تھے اور میرے صلاح کار زیادہ ہو، تم کوئی بھی کام میری مرضی کے خلاف نہیں کر سکتے۔ میں تم سے باز پرس بھی کر سکتا ہوں اور میں تم سے یہ بھی پوچھتا ہوں کہ یہ دروازے کے دائیں بائیں جو مسلح جوان کھڑے ہیں، یہ کون ہیں، کہاں سے آئے ہیں اور انہیں یہاں لانے کا کیا مقصد ہے۔

یوراکہ کی اس گفتگو سے عمر بن حسین کے نفس نفس میں طوفان نظر نظر میں تباہیاں رگ رگ میں خونی بھنور اُٹھ کھڑے ہوئے تھے، اس کا چہرہ ایسے ہو گیا تھا جیسے آندھیوں سے اُلجھتے شرارے، آنکھیں چہرے کے اُڑتے شعلوں کا سماں پیش کرنے لگی تھیں۔

دوسری جانب محمد بن رشید کی حالت بھی عمر بن حسین سے مختلف نہ تھی، لگتا تھا اس کے قلب و جگر کی تہہ سے بگولے اُٹھ کھڑے ہوئے ہوں اور یوراکہ کے ناپسندیدہ الفاظ تیروں کی طرح اس کے ذہن اور دل میں پیوست ہو گئے ہوں، اس کا چہرہ ابد تک کھولتے سمندر، آنکھیں لفظوں کے گہرے اضطراب کا سماں پیش کر رہی تھیں، اس کے ہونٹوں پر ناچتے لفظوں کی سیاہ آندھیاں تھیں، اس موقع پر وہ براہ راست یوراکہ کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہتا تھا، پر بے چارہ عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے خاموش رہا۔ عمر بن حسین نے پھر یوراکہ کو مخاطب کیا۔

یوراکہ تمہاری گفتگو سے لگتا ہے تم اپنے ذہن کی کشادگی اپنی نگاہ کی وسعت کو جیسے ہو، اپنی اوقات مت بھولو، تم نے اپنے ذہن میں جو تصور قائم کر رکھا ہے کہ میں حاکم کم اور

صلاح کار زیادہ ہوں اور یہ کہ تمہارے ماتحت ہوں تو یاد رکھنا اگر دوبارہ تم نے میرے روبرو ایسے الفاظ ادا کرنے کی کوشش کی تو میری تلوار تمہاری گردن کاٹتے ہوئے ہچکچائے گی نہیں۔

یوراکہ بڑی فخر کا اظہار کرتے ہوئے عمر بن حسین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

محمد بن حسین میں نہیں سمجھ رہا ہوں کہ یہ لڑکا تم پر یہ واضح نہیں کر دیا تھا کہ تم کوئی کام میری مرضی کے بغیر نہیں کر سکتے۔

یوراکہ کے ان الفاظ پر عمر بن حسین بھنچ پڑا مشعلیہ میں بیٹھنے والے اس لڑکے سے کہتا میں اس کا کوئی بھی کہنا ماننے سے انکار کرتا ہوں سن بدبخت نارسن، سن شیطان کے گماشتے تیری یہ مضطربانہ حرکتیں اور تیری یہ اندھی سرگرمیاں اب میں زیادہ دیر برداشت نہ کروں گا تو جانتا ہے، میں عمر بن حسین تیرے جیسے سانپوں کا سر کچلنے کا فن جانتا ہوں یوراکہ یہ جوان جو تو دروازے کے دائیں بائیں مستعد کھڑے دیکھتا ہے، یہ میرے ساتھی ہیں، جب میرے ساتھیوں کی چمکتی تلواریں لپک دار نیزے حرکت میں آئیں گے تو یاد رکھنا تیرا سارا وقتِ جنگ آوری اور تیرے بدن کی سیاہ راکھ کو میں اس سال سورج جیسے صحرا میں اڑا کر رکھ دوں گا۔

یوراکہ اس اندھے بخر دشت اور سوکھے بے آب صحرا کے اندر اب ہم لوگوں نے اپنے ہونے کا ادراک پا لیا ہے، اب اگر تم نے ایک لفظ بھی ایسا کہا جو میرے مزاج کے خلاف ہوا تو یاد رکھنا پچھتاؤ گے۔

یوراکہ بھی آخر کیا تھا، غرا کے کہنے لگا۔

ابن حسین تم لفظ کو زنجیر، جو جان کو مرتعش کرنے کی کوشش کر رہے ہو ایسا کرو سے تو یاد رکھنا اپنے حال کو مرتعش کر دو گے۔

یوراکہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا، پر اسے موقع نہ ملا، اس لئے کہ عین اس لمحہ عمر بن حسین کا ہاتھ اٹھا اور اگلے ہاتھ کا اس قدر زوردار طمانچہ اس نے یوراکہ کے منہ پر مارا کہ یوراکہ بل کھاتا ہوا زمین پر گر گیا تھا۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے یوراکہ کے ساتھ جو مسلح جوان تھے انہوں نے اپنی تلواروں کو بے نیام کرنا چاہا، لیکن وہ ایسا نہ کر سکے، اس لئے کہ پلک جھپکتے میں صحرا کی قبیلے کے وہ جنگجو جو عمر بن حسین اور محمد بن رشید کے ساتھ آئے تھے انہوں نے خوفناک

آوازوں کے ساتھ اپنی تلواروں کو بے نیام کیا اور یوراکہ کے محافظوں کے پیچھے کھڑے ہو گئے تھے، مسئلہ آناً فاناً ہو گیا تھا، پھر چند قدم آگے بڑھ کر محمد بن رشید عمر بن حسین کے قریب آیا، بڑی ارادتمندی، بڑے پیار سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر عمر بن حسین خدائے واحد کی قسم یوراکہ کے منہ پر زوردار اگلے ہاتھ کا طمانچہ مار کر آپ نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔

یوراکہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس بار محمد بن رشید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میں نہیں جانتا تو کون ہے، لیکن جو مشورہ تو اس ابن حسین کو دے رہا ہے یہ تیرے ذلت کا باعث بن جائے گا۔ تیرے ساتھ ابن حسین بھی زنجیروں میں جکڑا جائے گا اور افریقہ کے دشت سے لے کر حبشہ تک اسے گھسیٹا جائے گا۔

محمد بن رشید ان الفاظ کو برداشت نہ کر سکا، کھولتے ہوئے پانی کی طرح برہم مزاجی پر اتر آیا تھا، آگے بڑھا، ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے اس نے یوراکہ کو گردن سے پکڑ لیا، پھر ایک ہاتھ سے اس نے یوراکہ کو فضا میں بلند کر دیا پھر بائیں ہاتھ کے کئی طمانچے اس کے منہ پر دائیں بائیں مارے اور کہنے لگا۔

یوراکہ وقت کے اس سیاہ فریب میں ہم تمہارے ہیکلوں کی فتنہ گری تشکیک کی مرمر سے اپنی امت کی دربدری کو نجات دلائیں گے یاد رکھنا یہ آگ تھوکتے پربت، تم سب لوگوں کو خون کا غسل دے دیں گے، یوراکہ ان صحراؤں، ان ہواؤں اور ان سرزمینوں کے ایک ایک ذرے پر ہم تم لوگوں کے لئے مرگ کی اساس اور کرب مسلسل کھڑا کرتے چلے جائیں گے۔

اس کے ساتھ ہی محمد بن رشید نے یوراکہ کو زمین پر پٹخ دیا، اس موقع پر عمر بن حسین نے یوراکہ کے محافظوں کے پیچھے کھڑے اپنے محافظوں کو مخصوص اشارہ کیا یہ اشارہ پا کر ان میں سے ایک آگے بڑھا اور اس نے اپنی تلوار بلند کی اور یوراکہ کی گردن کاٹ دی۔

یوراکہ کے مرنے کے بعد اس کے ساتھی جو اس کے ساتھ آئے تھے اپنے گھوڑوں کی طرف لپکے، محمد بن رشید کے ساتھ جو محافظ آئے تھے انہوں نے ان پر حملہ آور ہو کر ان کا خاتمہ کرنا چاہا، لیکن ہاتھ کے اشارے سے عمر بن حسین نے ایسا کرنے سے روک دیا لہٰذا یوراکہ کے محافظ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور وہاں سے چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد محمد بن رشید نے عمر بن حسین کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

امیر محترم آپ نے ان نارمنوں کو کیوں جانے دیا یورائکہ کے ساتھ ان کا بھی خاتمہ ہو جانا چاہئے تھا۔

عمر بن حسین کے لبوں پر تیسری مسکراہٹ نمودار ہوئی، محمد بن رشید کے قریب آیا اور اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے عزیز بھائی انہیں واپس جانے دو یہ یقیناً مستنثر میں جائے نارمنوں کو بتائیں گے کہ یورائکہ کا خاتمہ کر دیا گیا ہے، لہٰذا مستنثر میں جو نارمنوں کا نائب سالار ہے وہ لشکر کو استوار کرنے کے بعد ہمارے پاس آئے گا اور اسے آنا چاہئے، اسی طرح اس کا یہاں خاتمہ کر کے شہر پر اپنی گرفت مضبوط اور مستحکم کر سکتے ہیں، اگر ہم ان کا خاتمہ کر دیتے تب بھی کسی کو بھیج کر اس صورت حال سے آگاہ کرتا تھا بہتر ہے وہی جائے نارمنوں کو بتائیں گے، لہٰذا اب ہمیں نارمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

اس کے ساتھ ہی امیر عمر بن حسین نے فصیل کے اوپر والے حصے کی طرف دیکھا جو کہنا چاہتا تھا کہ دروازے کے بالکل اوپر کھڑے یحییٰ بن مطروح نے اس کو مخاطب کیا۔

امیر محترم یورائکہ کے ساتھ میں آپ کی اور محمد بن رشید کی ساری گفتگو سن چکا ہوں، آپ مطمئن رہیں، میں اپنے سارے ساتھیوں کو دروازے کے دائیں بائیں کی فصیل پر سمیٹ چکا ہوں یورائکہ کے ساتھی جو واپس مستنثر کی طرف گئے ہیں ان کے ردعمل کے طور پر یقیناً نارمن آپ پر حملہ آور ہوں گے۔ ذرا وہ حملے کی ابتدا کریں پھر دیکھیں فصیل کے اوپر سے میں ان کے ساتھ کیسا خونی کھیل کھیلتا ہوں۔

یحییٰ بن مطروح کی طرف سے یہ جواب پا کر امیر عمر بن حسین مطمئن ہو گیا تھا، پھر اس نے محمد بن رشید کی طرف دیکھا۔

محمد بن رشید اپنے حصے کے لشکر کی طرف چلے جاؤ اور لشکر کو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے مستعد کرو، میں اپنے حصے کے لشکر کی طرف جاتا ہوں۔

اس گفتگو کے بعد محمد بن رشید بائیں جانب چلا گیا تھا، جبکہ عمر بن حسین لشکر کے دائیں حصے کی طرف جا رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد شہر کے اندرونی حصے سے جس سمت مستنثر تھا نارمنوں کا لشکر نمودار ہوا، وہ بڑی تیزی سے چونکہ بائیں جانب سے نمودار ہوئے تھے، لہٰذا آتے ہی انہوں نے ان

مسلمان لشکریوں کا رخ کیا، جن کی کمانڈ ری محمد بن رشید کر رہا تھا۔

جونہی وہ قریب آئے فصیل کے اوپر یحییٰ بن مطروح کی سرکردگی میں لیئے ہوئے مسلمانوں نے ان پر ایسی تیر اندازی کی کہ اگلی کئی صفیں انہوں نے الٹ کر رکھ دی تھیں، اس کے باوجود اندھا دھند آگے بڑھتے ہوئے نارمن محمد رشید اور اس کے ساتھیوں پر آتشیں عصیاں، ظلمتوں کے اندھے ہجوم اور تھن پچھلاتی رعنائیوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے فصیل کے اوپر یحییٰ بن مطروح نے بھی اپنے لشکریوں کو فصیل سے نیچے اترنے کا حکم دے دیا تھا۔

نارمنوں کے اس حملے کے جواب میں محمد بن رشید نے بھی عجیب سی بے باکی اور جرات مندی کا اظہار کیا، جوابی کارروائی کے طور پر وہ بھی نارمنوں پر ذلت اور پستی کے کفن پہنانے چنگھاڑتے طوفانوں، خیالات کی دردیوں اور آفات کی وسعتوں کو درہم برہم کر کے قدم قدم پر فضا کھڑکی کر کے جھکڑوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا، اتنی دیر تک ایک اور خونی انقلاب رونما ہو چکا تھا اور وہ یہ کہ امیر عمر بن حسین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دشت سے اٹھنے والے سیل رواں صحرا سے نمودار ہو جانے والے شعلوں کے شراروں کی طرح اچانک آگے بڑھا، پھر وہ نارمنوں کے ایک پہلو پر ساحلوں تک کو ڈبو دینے والے بحر بے کراں کے تلاطم اور جوش اور رگوں کے اندر زہر گھول دینے والے فنا کے رقص دماما کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اتنی دیر تک یحییٰ بن مطروح بھی فصیل سے اتر چکا تھا، پھر اس نے بھی اپنے کارکی ابتدا کی، وہ نارمنوں کی پشت کی طرف سے ناقابل برداشت کر شمہ طرازی اور گناہوں کے سرچشموں میں شعلہ فگن ہو جانے والے آتش فشاں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

چاروں طرف گھمسان اور کوٹنے کے بارود کی طرح جنگ جوئی بھی تھی، عین اس وقت جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے بری طرح ٹکرا رہے تھے، اچانک اپنے گھوڑے کو عمر بن حسین بائیک محفوظ جگہ لے گیا، پھر بلند آواز میں اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

رسول عربی کے حکم بردار تغیر کے رازدار و شہر شہر پکاری موت اور چار سو بجوک

اُٹھنے والی آگ کی طرح ان نارمنوں پر حملہ کرو اور ایک ایک اینٹ اور ایک ایک پتھر پر اپنی شجاعت کی سرخیاں لکھتے چلے جاؤ۔

دلیرو! غازیو یاد رکھو ان نارمنوں کے زاویئے الگ ہمارے الگ ہیں، ان کی خواہشیں اور ہماری خواہشیں اور ہیں، اُخوت کا دستور کہن اور خون کی للکار کی بن کر تم لوہے کی بجلی کے اندر نوکدار خنجر کی طرح گھستے چلے جاؤ۔

وطن کے پاسبانو! مسلم قوم کے چوپانو! ملت کے ساوقت نگہبانوں اپنے تیز اور جان لیوا حملوں سے ان نارمنوں کے اوج دل پر تقدیر کے بدترین عذاب رقم کرو، ان کے لئے دشت در دشت ذرے ذرے کو انگارہ بنا دو، بحر در بحر قطرے قطرے کو ان کے لئے زہر میں تبدیل کر دو۔

یہاں تک کہنے کے بعد امیر عمر بن حسین نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور بڑی جانفشانی اور بڑی دلیری کے ساتھ وہ انوکھے سے انداز میں نارمنوں پر حملہ آور ہوا تھا، اپنے امیر کو اس طرح سر پر کفن باندھ کر حملہ آور ہوتے دیکھ کر مسلمان لشکریوں میں ایسا جذبہ ایسا جوش پیدا ہوا کہ وہ حق و صداقت کے امین بن کر پہلے سے زیادہ جوش اور ولولے کے ساتھ کچھ اس طرح حملہ آور ہوئے کہ بڑی تیزی کے ساتھ وہ نارمنوں کے اندر سراب کمزے کرتی مسافتوں کے گہرا اور نظر نظر فراق کمزے کرتی مرگ کی طرح گھسنے لگے تھے۔

اب چاروں طرف سے نارمنوں کا قتل عام شروع ہو گیا تھا نارمنوں نے جان لیا تھا کہ اب ان کے مقدر میں شکست لکھی جا چکی ہے، لہٰذا جب وہ ادھر اُدھر بھاگ کر اپنی جان بچانے کے لئے بھاگتے تو چاروں طرف پھیل جانے والے مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہونے لگتے تھے، اس طرح سارے نارمنوں کا صفایا کر دیا گیا تھا۔

نارمنوں کا صفایا کرنے کے بعد سب سے پہلے جو کام کیا گیا وہ یہ کہ سفاقس کے بڑے دروازے پر جو نارمنوں کا علم لہرا رہا تھا، وہ اتار دیا گیا اور وہاں پر اسلامی علم نصب کر دیا گیا تھا پھر عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کے علاوہ لولو بن نصر حسن بن مالک حرب بن حماس ایک جگہ جمع ہوئے اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے عمر بن حسین کہنے لگا۔

میرے محترم ساتھیو! سب سے پہلے تو تم لوگوں کو اس شاندار فتح پر مبارک باد پیش کرتا ہوں، اب ہمارے سامنے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ نارمنوں کی لاشوں کو ٹھکانے لگایا جائے۔

دوسرا کام جو زیادہ اہمیت کا ہے وہ یہ کہ ہمیں اپنے دفاع کو مضبوط بنانا ہے۔ یاد رکھنا جنگل کی آگ کی طرح نارمنوں کے قتل عام اور ہماری فتح کی خبر شمالی افریقہ میں نارمنوں کے حاکم گون سالو اور اس کے نائب مارنیوں تک پہنچ جائے گی اور وہاں سے یہ خبر راجر اور ولیم تک پہنچے گی اور وہ ہمارے خلاف ایک طوفان کھڑا کرنے کی کوشش کریں گے، چاروں طرف سے ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے، اب ہم نے کچھ عرصے تک اپنے آپ کو دفاع تک محدود رکھنا ہے، جب ہم دیکھیں گے کہ ہماری قوت خاصی ہو گئی ہے تو دفاع سے نکل کر ہم جارحیت پر اتریں گے۔

نارمنوں کی لاشوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد جو سب سے اہم کام ہمارے ذمے ہو گا وہ یہ کہ شہر کی فصیل کے اوپر پتھروں کے ذخیرے لگا دیتے ہیں۔ پھر تیزی سے برجوں کے اندر چھوٹی چھوٹی منجنیقیں نصب کرنی ہیں جو نارمنوں کے حملوں کی صورت میں حملہ آوروں پر پتھر برسا سکیں، بہر حال یہ کام بعد میں کرنے کے ہیں پہلے ہمیں نارمنوں کی لاشوں کو ٹھکانے لگانا چاہئے تاکہ شہر کے اندر کوئی وبائی مرض نہ پھوٹ پڑے۔

اس کے بعد محمد بن حسین نے حسن بن مالک کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن مالک تم ابھی اور اسی وقت کو ہستان متاتہ کی طرف روانہ ہو جاؤ، وہاں محترم حسن بن علی اور محمد بن خرج الکومی کو اس فتح کی خبر دینا اور وہاں وہ سب لوگ جو صقلیہ سے آئے ہیں انہیں لے کر یہاں سفاقس چلے آنا حسن بن علی وہیں رہیں، سفاقس میں ابھی ان کی ضرورت نہیں ہے۔ وہاں وہ محفوظ ہیں محمد بن خرج الکومی کو میری طرف سے کہنا کہ وہ پہلے کی طرح اپنے ساتھیوں کے ساتھ کوہستان اطلس میں رہنے والے رضاکاروں کی تربیت کا کام سرانجام دیتا رہے، میرے خیال میں اب تم یہاں سے کوچ کر جاؤ۔

حسن بن مالک وہاں سے چلا گیا تھا، محمد بن حسین یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید لولو بن نصر حرب بن حماس اپنے لشکریوں کے ساتھ مل کر نارمنوں کی لاشوں کو ٹھکانے لگانے لگے۔

عمر بن حسین سفاقس شہر میں اپنی حویلی میں داخل ہوا جو بہت بڑی تھی، اس کے ساتھ یحییٰ بن مطروح محمد بن رشید لولو بن نصر اور حرب بن حماس تھے۔

حویلی کا کافی بڑا اور وسیع صحن عبور کرنے کے بعد جب وہ حویلی کے سکونتی حصے میں داخل ہونے تو اندر سے ڈھلی ہوئی عمر کی ایک عورت نکلی، عمر بن حسین کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر بشاشت اور سکون پھیل گیا، آگے بڑھی عمر بن حسین کو اپنے ساتھ لپٹا لیا کئی بار اس کا چہرہ اس کی پیشانی چومی اس کے بعد اسے مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اچانک اس کی نگاہ یحییٰ بن مطروح پر پڑی، عمر بن حسین سے ہٹ کر اس نے یحییٰ بن مطروح کو بھی پیار کیا۔ پھر وہ حرب بن حماس کی طرف متوجہ ہوئی، اس کے سر پر بھی شفقت بھرا ہاتھ پھیرا، کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس موقع پر حویلی کے اندرونی حصے سے ایک بوڑھا نکلا، اسے دیکھتے ہی عمر بن حسین بھاگا، اس سے لپٹ گیا اور اسے مخاطب کرتے کہنے لگا، نانا آپ کیسے ہیں؟

عمر بن حسین کے بعد یحییٰ بن مطروح اور حرب بن حماس باری باری آگے بڑھ کر اس بوڑھے سے ملے جسے عمر بن حسین نے نانا کہہ کر پکارا تھا۔

اس کے بعد اس بوڑھی خاتون اور اپنے نانا سے عمر بن حسین نے محمد بن رشید اور لولو بن نصر کا تفصیل کے ساتھ تعارف کروایا، بعد میں اس نے محمد بن رشید اور لولو بن نصر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن رشید اور ابن نصر تم دونوں کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ خاتون میری ماں ہیں، ان

کا نام صفورہ ہے ۔۔۔ یہ میرے نانا ہیں، ان کا نام قحطان بن اسماعیل ہے، بس ہم گھر کے تین ہی افراد ہیں۔

قحطان نے اس موقع پر آگے بڑھ کر محمد بن رشید لولو بن نصر سے پرجوش مصافحہ کیا، پھر صفورہ نے عمر بن حسین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے بیٹے تم نے ایک عجیب سا انقلاب برپا کر دیا ہے۔ بہر حال میں تجھے مبارک باد دیتی ہوں۔ ۔۔۔ تھوڑی دیر پہلے کچھ لوگ بھاگے بھاگے یہاں آئے، مجھے مبارک باد دی کہ عمر بن حسین نے سفاقس کو نارمنوں سے پاک کر دیا ہے، بیٹے سمجھ نہیں آئی تم نے یہ انقلاب کیسے برپا کر دیا تم یہاں سے صقلیہ اپنے باپ کے پاس گئے تھے، پہلے یہ بتاؤ تمہارا باپ کیسا ہے۔

عمر بن حسین لمحہ بھر کے لئے اداس ہو گیا، پھر اپنی ماں صفورہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اے مادر مہربان! میں وہاں اپنے باپ سے ملا جو کچھ آپ نے مجھے سمجھا کر بھیجا تھا، اس کے مطابق میں نے ان سے طویل گفتگو کی، ان کا ایک ہی جواب تھا کہ میری کوئی پروا مت کرنا، اگر سفاقس کو نارمنوں سے پاک کر سکتے ہو تو ایسا کر دکھاؤ تاکہ سفاقس اور آس پاس کے لوگ غلامی نہیں آزادی کی زندگی بسر کریں۔ اے میری ماں میرے باپ نے مجھ سے یہ بھی عہد لیا کہ اگر قوت ہونے کے باوجود بھی نارمنوں کے خلاف حرکت میں نہ آیا تو اپنے باپ کی نگاہوں میں گناہ گار خیال کیا جاؤں گا۔

اے میری ماں پھر میں صقلیہ سے لوٹا، بعد کے جو حالات ہیں وہ میں نے پہلے محمد بن رشید اور لولو بن نصر کے سلسلے میں پہلے ہی آپ کو بتا دیئے ہیں۔

کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد صفورہ نے پھر عمر بن حسین کو مخاطب کیا۔

بیٹے مجھے تمہارے باپ سے ایسے ہی جواب کی امید تھی۔ میں جانتی ہوں وہ لوگوں کی آزادی اور بہتری کی خاطر اپنی جان قربان کر سکتا ہے۔ میرے بچے جب تو یہاں سے روانہ ہوا تھا تو نے مجھ سے کہا تھا کہ تو قلعہ کی بیوی خیران اس کی بیٹی فلورہ اور خیران کی بھانجی مریطہ سے بھی ملنے کی کوشش کرے گا اور انہیں وہاں سے نکالنے کا کوئی سلسلہ کرے گا بیٹے اس بارے میں تو نے کیا سوچا۔

جواب میں عمر بن حسین کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر اس نے اس کام کے

لئے لولو بن نصر اور حرب بن حماس کو مقرر کرنے ابن نصر اور ابن حماس کا لوگوں کو صقلیہ سے نکالنے اور ان لوگوں کو کوہستان اطلس میں رکھنے اور نارمنوں کو شکست دینے کے بعد حسن بن مالک کو انہیں وہاں سے لانے کے سارے حالات تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے۔

عمر بن حسین تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر اس نے اپنی ماں صفورہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میری ماں میں آپ سے ایک اور اچھی بات بھی کہتا ہوں، صقلیہ میں عبدیس بن کسینہ نام کا ایک شخص ہے جو رضاکارانہ طور پر زندان میں میرے باپ کی خدمت کرتا ہے، میں صرف عبدیس بن کسینہ سے مل سکا ہوں، وہ مجھے اپنے گھر لے جانا چاہتا تھا، پر میرے پاس وقت نہیں تھا..... میں اس کے گھر نہیں جا سکا، پھر میں نے لوگوں سے سنا کہ عبدیس بن کسینہ اور اس کے اہل خانہ بھی میرے باپ کا خیال رکھتے ہیں اور اسے ضرورت کی ہر شے مہیا کرتے ہیں..... اے میری ماں اگر کبھی موقع ملا تو میں اس عبدیس بن کسینہ کے اس کام کا بدلہ ضرور چکاؤں گا۔

عمر بن حسین کے خاموش ہونے پر صفورہ بول پڑی، بیٹے مجھے نارمنوں کے ساتھ تمہارے ٹکرانے اور تمہاری فتح مندی کی خبر پہنچ چکی تھی، لہٰذا اس وقت سے میں نے تم لوگوں کے لئے کھانا تیار کرنا شروع کر دیا تھا..... کھانا تیار ہے، پہلے سب کھانا کھاؤ اس کے بعد جو بیٹھ کر گفتگو کرنی ہے وہ کریں گے۔

عمر بن حسین نے اپنی ماں سے اتفاق کیا، سب نے مل کر پہلے کھانا کھایا پھر سب دیوان خانے میں بیٹھ گئے، اس کے بعد عمر بن حسین بولا اور محمد بن رشید کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن رشید میرے عزیز بھائی ہمارے سامنے ابھی دو کام ہیں جو ہم نے فی الفور ادا کرنے ہیں۔ پہلے تو سب یہاں سے نکلتے ہیں، شہر پناہ کا جائزہ لیتے ہیں اور اس کے استحکام کو مضبوط کرنے کے لئے صلاح مشورہ کرتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ شہر کو چونکہ نارمنوں سے خالی کرا لیا گیا ہے، لہٰذا شہر کا ایک خاصا بڑا حصہ اب خالی ہو گیا ہے..... میرے خیال میں کل حسن بن مالک بھی صقلیہ سے آنے والے لوگوں کو لے کر یہاں پہنچ جائے گا، لہٰذا ہمیں یہاں ان کا بہترین استقبال کرنا ہے، بلکہ انہیں اچھی قیام گاہ بھی مہیا کرنی ہے..... ابھی مزید لوگ بھی صقلیہ سے آئیں گے، لہٰذا ہمیں کچھ قیام

گاہیں ان لوگوں کے لئے بھی رکھنی ہوں گی۔

عمر بن حسین تھوڑی دیر کے لئے رکا اس کے بعد اس نے خصوصیت کے ساتھ اس بار لولو بن نصر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن نصر تم صنہاجی قبیلے کے نائب سردار ہو، میری نگاہوں میں تمہاری بڑی عزت، بڑا وقار ہے، تمہیں حرب بن حماس کے ساتھ شاید ایک دو اور چکر صقلیہ کے لگانے پڑیں، اس کے بعد مستقل طور پر تمہاری رہائش سفاقس میں ہو گی۔

عمر بن حسین کہتے کہتے پھر رکا، اس بار اس نے محمد بن رشید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن رشید میری رہائش گاہ کے دائیں طرف جو حویلی ہے اس میں نارمنوں کا سالار اعلیٰ قیام کرتا تھا، کبھی یہ ایک ہی حویلی ہوا کرتی تھی، لیکن اب بیچ میں دیوار کھینچ کے یورا کہ نے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا..... ایک حصے میں وہ خود رہتا تھا، دوسرے میں اس کا نائب قیام کرتا تھا۔

ابن رشید وہ حویلی میں تمہاری تحویل میں دیتا ہوں، ایک حصہ تم اپنے لئے رکھو، دوسرا لولو بن نصر کے لئے مختص کر دو۔

جہاں تک یحییٰ بن مطروح کا تعلق ہے تو یہ اور محمد بن فرج الکومی زیادہ تر حسن بن علی کے ساتھ کوہستان اطلس میں ہی قیام کرتے رہے، کبھی کبھار یہ دونوں یہاں آتے رہے ہیں۔ میرے ہی ہاں قیام کرتے رہتے ہیں، حسن بن علی کبھی یہاں نہیں آئے اس لئے کہ وہ تو روپوشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور نارمنوں کو ان کی تلاش ہے، وہ ان کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا شروع سے ہی میں نے انہیں کوہستان اطلس میں رکھا ہوا ہے۔

عمر بن حسین پھر رکا کچھ سوچا، اس کے بعد اس نے یحییٰ بن مطروح کی طرف دیکھا۔

ابن مطروح میرے بھائی، میری رہائش گاہ کے بائیں جانب جو عمارت ہے اسے یورا کہ نے کلیسا میں تبدیل کیا ہوا تھا، اب کلیسا کی حیثیت ختم کر دی جائے گی۔ یہ عمارت مستقل تمہارے تصرف میں رہے گی۔ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ جہاں تک محمد بن فرج الکومی کا تعلق ہے وہ کوہستان اطلس ہی میں رہے گا اور نئے آنے والے رضاکاروں کی تربیت کا کام سرانجام دیتا رہے گا..... اس سلسلے میں میری اس کے ساتھ تفصیل کے ساتھ بات ہو چکی

ہے اور وہ وہاں رہنے پر خوش اور مطمئن ہے۔

اس ساری گفتگو کے بعد عمر بن حسین اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، پھر سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیزو میرے ساتھ آؤ تاکہ جن انتظامات کے بارے میں میں نے تمہارے ساتھ گفتگو کی ہے، ان کی ابتداء کر سکیں۔ عمر بن حسین کے ان الفاظ کے ساتھ ہی یحیٰی بن مطروح محمد بن رشید لولو بن نصر اور حرب بن حماس اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑے ہوئے اور عمر بن حسین کے ساتھ حویلی سے باہر نکل گئے۔

عمر بن حسین نے سفاقس شہر کی فصیل پر جو برج بنے ہوئے تھے انہیں مضبوط اور مستحکم کرنا شروع کر دیا تھا۔ کچھ لشکری ایسے مقرر کیے جن کی مستقل طور پر بدل بدل کر ان برجوں کے اندر ذمہ داریاں لگائی گئی تھیں، ساتھ ہی اس نے اپنے لشکریوں کو حکم دے دیا تھا کہ وہ کوہستانی نالے جو کوہستانِ اطلس کی طرف سے آتے تھے اور جن کے اندر بے شمار پتھر تھے، وہاں سے پتھر چن چن کر شہر کی فصیل کے اُوپر جمع کرنا شروع کر دیں۔

اس طرح اپنے لشکریوں کے ساتھ مل کر عمر بن حسین نے نا صرف یہ کہ برجوں کو مضبوط کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے اندر پتھروں اور دوسرے ہتھیاروں کے ذخیرے لگانے شروع کر دیئے تھے، بلکہ شہر کی فصیل کے اُوپر پتھر کے انبار بھی لگائے جانے لگے تھے۔

جس روز عمر بن حسین نے سفاقس میں اپنا قبضہ اور گرفت مکمل کی تھی اس کے تیسرے روز شام کے قریب شہر کے جنوبی دروازے کے قریب ایک کافی بڑا قافلہ نمودار ہوا فصیل کے اُوپر کھڑے ہو کر عمر بن حسین، محمد بن رشید، یحیٰی بن مطروح اور لولو بن نصر کے علاوہ حرب بن حماس انہیں دیکھنے لگے تھے۔

اچانک عمر بن حسین کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل گئی اور اپنے پہلو میں کھڑے یحیٰی بن مطراح کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن مطراح میرے بھائی دیکھ یہ جو کاروان آ رہا ہے اس کے آگے حسن بن مالک ہے تو نیچے اتریں شہر پناہ کے دروازے سے باہر نکل کر ان کا استقبال کریں۔

سب نے عمر بن حسین کی اس تجویز سے اتفاق کیا، پھر وہ فصیل سے نیچے اترے اور شہر

کے جنوبی دروازے کے پاس جا کھڑے ہوئے تھوڑی دیر بعد قافلہ وہاں پہنچا، آگے آگے حسن بن مالک تھا عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح محمد بن رشید اور لولو بن نصر نے سب کو خوش آمدید کہا، پھر عمر بن حسین کہنے لگا، ان لوگوں کی رہائش گاہوں کے جو انتظامات کیے ہیں ان کے مطابق انہیں ان کی رہائش گاہ تک پہنچایا جائے اور ان کے کھانے پینے کا انتظام بھی کیا جائے۔

عمر بن حسین خاموش ہوا تو یحییٰ بن مطروح اس کے قریب آیا اور دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔

عمر بن حسین میرے بھائی ماں نے کہا تھا فلپ کی بیوی، اس کی بیٹی اور بھانجی کو ان کے پاس لے جایا جائے، لہٰذا ان تینوں کو ماں کے پاس لے جانا چاہئے۔

عمر بن حسین نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

ابن مطروح تمہارا کہنا درست ہے۔ میں ان تینوں کو حسن بن مالک کے ساتھ گھر بھجواتا ہوں اور سب مل کے دوسرے لوگوں کی رہائش کا اہتمام کرتے ہیں۔

یحییٰ بن مطروح نے فوراً اعتراض کیا اور کہنے لگا۔

نہیں میرے محترم بھائی ان تینوں خاتون کو آپ خود لے کے گھر جائیں، انہیں ماں سے متعارف کرانے کے بعد آپ بھلے ہمارے پاس آجائیں، پھر سب مل کے دوسرے لوگوں کی رہائش اور ان کی خوراک کا اہتمام کرتے ہیں۔

محمد بن رشید اور لولو بن نصر بھی اس گفتگو کو سن رہے تھے۔ یحییٰ بن مطروح کے خاموش ہونے پر محمد بن رشید بول پڑا۔

امیر محترم! ابن مطروح ٹھیک کہتا ہے آپ خود ان تینوں کو لے کر جائیں، ان کو ماں کے پاس چھوڑنے کے بعد آپ ہم سے آن ملیں۔ پھر سب اکٹھے کام کی ابتداء کرتے ہیں، جب تک آپ نہیں آتے اس وقت تک ہم اپنے کام کی ابتداء نہیں کریں گے۔

عمر بن حسین نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔ میرے دونوں بھائیو جو کچھ تم نے کہا ہے تمہارے خیال کے مطابق یہ درست ہے، لیکن میں ایسا نہیں چاہتا صقلیہ سے آنے والے سب ہمارے لئے برابر ہیں، اگر میں ان تینوں کو لے کر اپنی رہائش گاہ کی طرف جاتا ہوں تو لوگوں کے دل میں یہ احساس ہوگا کہ ان پر ان تینوں کو فوقیت دی جا رہی ہے، لہٰذا میں ان

سب کو حسن بن مالک کے ساتھ روانہ کرتا ہوں، پھر اشارے سے حسن بن مالک کو عمر بن حسین نے بلایا، حسن بن مالک جب سامنے آکر کھڑا ہوا تو عمر بن حسین نے اسے مخاطب کیا۔

ابن مالک میرے بھائی سابق اور مرحوم امیر البحر فلپ کی بیوی خیران اس کی بیٹی فلورہ اور بھانجی مریطہ کو لے کر ماں کے پاس گھر چلے جاؤ، ماں بڑی بے چینی سے ان کا انتظار کر رہی ہوگی .. میں دوسرے لوگوں کو ان کی رہائش گاہیں دکھانے اور ان کے کھانے پینے کا عمدہ انتظام کرنے کے بعد گھر آؤں گا۔

عمر بن حسین کے اس فیصلے پر یحییٰ بن مطروح محمد بن رشید لولو بن نصر خاموش رہے .. حسن بن مالک پیچھے ہٹا، اس کے ساتھ عمر بن حسین بھی آگے بڑھا اس جگہ آیا جہاں خیران فلورہ اور مریطہ کھڑی تھیں پھر خیران کی طرف دیکھتے ہوئے عمر بن حسین نے کہنا شروع کیا۔

خاتون محترم میں فلورہ مریطہ اور آپ تینوں کو سقاقس شہر میں خوش آمدید کہتا ہوں، میری ماں جس کا نام صفورہ ہے بڑی بے چینی سے ان کا انتظار کر رہی ہوگی حسن بن مالک آپ کو میری ماں کے پاس لے جائے گا، میں باقی لوگوں کو ان کی رہائش گاہیں دکھانے کے بعد لوٹتا ہوں۔

عمر بن حسین جب خاموش ہوا تب فلورہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب آئی اور دھیمے سے لہجے میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

آپ گھر کے کتنے افراد ہیں فلورہ کی آواز میں محبت بھری مٹھاس اور چاہتوں سے بھرپور شیرینی تھی۔

لمحہ بھر کے لئے عمر بن حسین نے فلورہ کی طرف دیکھا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

فلورہ ہم گھر کے صرف تین ہی افراد ہیں، ایک میری ماں جس کا نام صفورہ ہے، ایک میں اور تیسرا میرا بابا جس کا نام قیطان بن اسماعیل ہے اس بات کا آپ کو پہلے ہی علم ہے کہ میرے باپ کو صقلیہ میں راجر نے یرغمال کے طور پر رکھا ہوا ہے۔

عمر بن حسین رکا، پھر اس نے خیران کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

آپ حسن بن مالک کے ساتھ میرے گھر چلیں، میری ماں صفورہ آپ کا بہترین استقبال کرے گی عمر بن حسین کے کہنے پر خیران فلورہ اور مریطہ تینوں حسن بن مالک

کے ساتھ چل گئی، جبکہ عمر بن حسین یحیی بن سطراح محمد بن رشید ابولو بن نصر اپنے کام کی ابتداء کرنے چلے۔

مسقلیہ سے آنے والے قافلے کے اونٹوں کو لے کر وہ شہر کی طرف بڑھے، تاکہ لوگوں کو ان کی رہائش گاہیں دکھائیں۔

☆

حسن بن مالک خیران، فلورہ و مریطہ کو لے کر جب عمر بن حسین کی حویلی میں داخل ہوا تو اچانک اندرونی حصے سے صفورہ باہر نکلی، پہلے حسن بن مالک کے شانے پر شفقت بھرا ہاتھ پھیرا، اس موقع پر وہ خیران فلورہ اور مریطہ کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ خیران نے مخاطب کرنے میں پہل کر دی۔

خاتون محترمہ اگر میرا اندازہ درست ہے اور میں غلطی پر نہیں تو آپ کا نام صفورہ ہے اور آپ امیر عمر بن حسین کی ماں ہیں۔

عین اس موقع پر قیتان بن اسماعیل نکلا اور صفورہ کے قریب کھڑا ہوا، خیران نے پھر کہنا شروع کیا۔

یہ جو بزرگ آپ کے بعد عمارت سے نکلے ہیں یہ یقیناً قیتان بن اسماعیل ہیں اور میرے خیال میں یہ امیر عمر بن حسین کے نانا ہیں۔

خیران ان کی گفتگو کو صفورہ نے بے حد پسند کیا، مسکراتے ہوئے وہ آگے بڑھی خیران کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا، اس کو چوما، پھر کہنے لگی۔

خیران میری بہن تمہارا کہنا یقیناً درست ہے، میرا نام صفورہ ہی ہے میں عمر بن حسین کی ماں ہوں، میرے ساتھ میرے باپ قیتان بن اسماعیل ہیں، اتنی دیر تک قیتان بھی آگے بڑھا خیران کے سر پر ہاتھ پھیرا، اس کے بعد وہ فلورہ اور مریطہ کے سروں پر شفقت بھرا ہاتھ پھیر رہا تھا۔

خیران سے ملنے کے بعد صفورہ آگے بڑھی، باری باری فلورہ اور مریطہ کو گلے لگا کر ملی، پھر علیحدہ ہوئی اور ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

میں تم تینوں کو جان چکی ہوں پہلے یہ بتاؤ تم دونوں میں سے فلورہ کون ہے اور مریطہ کون ہے۔

ان الفاظ پر فلورہ نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا، مریطہ بھی مسکرا دی تھی، پھر فلورہ صفورہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ مادر محترم میں فلورہ ہوں اور یہ میری خالہ زاد مریطہ ہے۔

صفورہ پھر خیران کے سامنے آئی، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

تم لوگوں کی سواریاں کہاں ہیں کہیں تم لوگ پیدل تو نہیں آئے ہو، اس پر خیران نے قہقہہ لگایا اور کہنے لگی۔

میری بہن ایسی بات نہیں ہے میرے خیال میں امیر عمر بن حسین۔

خیران کو بولتے بولتے رک جانا پڑا، اس لئے کہ صفورہ نے اس کی بات کاٹ دی اور بولی۔

یہ تم میرے بیٹے عمر بن حسین کو بار بار امیر کیوں کہتی ہو، وہ تو تمہارے بیٹے کی جگہ ہے، اسے اس کے نام سے پکارو یہ جو تم بار بار اسے امیر کہہ کر پکارتی ہو اس میں ایک طرح سے بیگانگی کا احساس ہوتا ہے۔

خیران مسکرائی اور کہنے لگی۔

تو میں کہہ رہی تھی کہ عمر بن حسین نے یقیناً آپ کو بتا دیا ہوگا کہ ہم لوگ مسقلیہ سے جبل اطلس میں پہنچ چکے تھے اس وقت ہم لوگ وہیں سے آ رہے ہیں بس ہمارا قافلہ اونٹوں اور گھوڑوں پر مشتمل تھا، ساتھ میں کچھ چھکڑے بھی تھے ایک ایک اونٹ پر پانچ پانچ گھوڑے پر تین تین بیٹھ کر ہم یہاں پہنچے ہیں سواریاں شہر کے اندر جو کھلا میدان ہے وہیں چھوڑ دی گئی ہیں اور حسن بن مالک ہمیں آپ کے پاس لے آیا ہے۔

صفورہ نے خیران کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگی تم تینوں میرے ساتھ آؤ۔

ان تینوں کو لے کر صفورہ جب حویلی کے اندرونی حصے کی طرف لے جانے لگی تو حسن بن مالک نے اسے مخاطب کیا۔

مادر محترم میں جاتا ہوں، اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتائیں میں پہنچا دیتا ہوں۔

صفورہ نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگی، نہیں تم جاؤ ضرورت کی ہر چیز گھر پر ہے مجھے پکا یقین تھا کہ یہ تینوں آج آئیں گی، لہٰذا ان کے لئے میں نے ہر چیز تیار کر کے رکھی ہوئی ہے۔

حسن بن مالک چلا گیا صفورہ اور قیتان بن اسماعیل خیران فلورہ اور مریطہ کو لے کر حویلی کے اندرونی حصے میں داخل ہوئے تینوں کو لے کر وہ ایک بڑے کمرے میں داخل

ہوئے جس کے چاروں طرف نشستیں لگی ہوئی تھیں۔ شاید وہ کمرہ دیوان خانے کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ تینوں کو صفورہ نے وہاں بٹھایا خود بھی بیٹھ گئی۔ ایک طرف قیطان بن اسماعیل بیٹھ گیا، پھر صفورہ نے خیران کو مخاطب کیا۔

خیران تمہاری آمد سے پہلے میں اپنے دل میں عجیب عجیب سے خیالات باندھتی تھی، میں یہ بھی سوچتی تھی کہ فلورہ اور مریطہ شکل کی کیسی ہوں گی، ان کے بھولے جو میں نے اپنے ذہن میں بنا رکھے تھے قسم خداوند قدوس کی وہ اس سے کہیں زیادہ خوبصورت اور پرکشش ہیں۔ خیران میری بہن اس موقع پر میں تم سے ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔

ظاہر ہے تم تینوں کو میری طرف بھیجنے کے بعد میرا بنا عمر بن حسین حقلیہ سے آنے والے دوسرے لوگوں کی رہائش کا انتظام کر رہا ہوگا، میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ہماری یہ حویلی کافی بڑی ہے۔ خاصے بڑے آٹھ دس کمرے ہیں، سامنے کے حصے کو تم نے دیکھا، بائیں جانب خاصا بڑا اصطبل ہے، صحن بھی کافی کھلا ہے، پشت کی جانب چھوٹا سا ایک باغیچہ بھی ہے۔

خیران میری خواہش ہے تم فلورہ اور مریطہ کے ساتھ یہیں اس حویلی میں میرے ساتھ قیام کرو۔ اگر تم تینوں علیحدگی چاہتے ہو تو پھر حویلی کو تقسیم بھی کیا جا سکتا ہے۔ آدھا حصہ تم رکھ لینا آدھا ہمارے پاس رہ جائے گا اور اگر تم تینوں تنہائی پسند ہو، کسی کے ساتھ زیادہ ملنا جلنا نہیں چاہتی تو حویلی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ سامنے اور پچھلے حصے میں دیوار کھینچ دی جائے گی اس طرح تمہارا حصہ علیحدہ کر دیا جائے۔ تم اپنی مرضی کے مطابق رہ سکو گی۔

صفورہ جب خاموش ہوئی تو عجیب سے جذبے میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے خیران کہنے لگی۔

صفورہ میری بہن آپ کس قسم کی گفتگو کر رہی ہیں، جہاں تک اس حویلی میں رہنے کا تعلق ہے تو آپ نے یہ گفتگو کر کے میرا ہی نہیں میری بیٹی، میری بھانجی کا دل خوش کر دیا ہے۔ میری اپنی خواہش ہے کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ رہوں، حویلی کو تقسیم کیوں کیا جائے گا۔ آپ گھر کے تین ہی افراد ہیں، یقیناً گھر کا کام آپ کو کرنا پڑتا ہوگا اب آپ حویلی کا کوئی کام نہیں کریں گی، آپ یہ سمجھیں کہ اس حویلی میں اب آپ کی ایک بہن اور

آپ کی دو بیٹیاں فلورہ اور مریطہ ہیں حویلی کے اندر جس قدر کام کاج ہوگا یہ فلورہ اور مریطہ خود سنبھالیں گی۔ اس حویلی کو تقسیم کیا جائے، نہ ہم آپ سے علیحدہ رہیں گے۔ آپ کے ساتھ رہنا ہی ہمارے لئے سعادت مندی اور خوش بختی کی علامت ہے۔

خیران کی اس گفتگو سے صفورہ بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی قیطان بھی ہلکے ہلکے مسکرا رہا تھا۔ پھر صفورہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی، اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

آپ یہیں بیٹھیں میں خیران فلورہ اور مریطہ کو حویلی کے سارے کمرے دکھاتی ہوں۔

صفورہ کے کہنے پر قیطان وہیں بیٹھا رہا۔

خیران صفورہ اور مریطہ اٹھ کھڑی ہوئیں صفورہ ان تینوں کو حویلی کے مختلف حصوں کی طرف لے گئی۔ سارے کمرے دکھانے کے بعد حویلی کے پچھواڑے لے گئی، وہاں چھوٹا سا باغیچہ تھا۔ تھوڑی دیر انہیں وہاں گھماتی رہی۔

صفورہ کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے خیران فلورہ اور مریطہ آپس میں کوئی سلاح مشورہ بھی کرتی رہیں۔ باغیچہ دکھانے کے بعد دوبارہ جب صفورہ حویلی میں داخل ہوئی تب ایک جگہ خیران رک گئی۔ صفورہ بھی کھڑی ہو گئی خیران نے ایک بھرپور نگاہ اپنی بیٹی فلورہ اور اپنی بھانجی پر ڈالی۔ اس کے بعد صفورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

خاتون محترم آپ نے جو ہمیں حویلی میں رہنے کی پیشکش کی ہے گو اس میں ہماری بڑی سعادت مندی اور خوش قسمتی ہے، لیکن آپ کے ساتھ حویلی اور باغیچے میں گھومتے ہوئے میں نے فلورہ اور مریطہ دونوں سے سلاح مشورہ کیا ہے، جس کے نتیجے میں ہم تینوں دو شرائط پر آپ کے ساتھ اس حویلی میں رہنے کے لئے تیار ہیں اگر آپ نے ان شرائط کو قبول کر لیا تو ہم تینوں آپ کے پاس رہیں گی، ورنہ جہاں کہیں بھی سر چھپانے کو جگہ مل چلی جائیں گی۔

صفورہ کو شاید خیران کی یہ گفتگو پسند نہ آئی تھی، اس کے چہرے کے تاثرات عجیب ہو گئے تھے۔ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ خیران پھر بول پڑی۔

صفورہ میری بہن آپ برا مت منائیے گا۔ فلورہ اور مریطہ دونوں نے یہاں رہنے کی شرطیں بتائی ہیں۔ آپ سے کہتی ہوں اگر آپ وہ مان لیں تو آپ کے ساتھ رہیں

گی پہلی شرط یہ ہے کہ جب تینوں ہم یہاں رہیں گی تو حویلی کا کوئی کام آپ نہیں کریں گی، سارے کام فلورہ اور مریطہ خود کریں گی۔

یہ ہماری پہلی شرط ہے اس شرط کا تعلق آپ کی ذات سے ہے، دوسری شرط کا تعلق عمر بن حسین سے ہے اس حویلی میں ہمیں رکھنے اور جگہ دینے سے پہلے آپ عمر بن حسین سے مشورہ کریں، اگر وہ ہمارے یہاں رہنے پر رضامند ہوئے تو ہم یہاں رہیں گی ورنہ نہیں، بس صفورہ خاتون ہماری یہی دو شرطیں ہیں۔

خیران جب خاموش ہوئی تب صفورہ نے خوشی میں ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا، پھر کہنے لگی۔

میں تو تمہاری گفتگو سن کر کانپ ہی گئی تھی کہ نجانے تم تینوں کون سی شرطیں کہنے لگی ہو، لیکن جو کچھ تم نے کہا ہے اس میں تو شرط نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے پہلی شرط یہ کہ میں حویلی کا کام نہیں کروں گی تو خیران مجھے اور کیا چاہئے، جب یہ دونوں بچیاں اس گھر کو سنبھالنے کے لئے تیار ہیں تو میں سمجھوں گی میری اس میں خوشی، میری راحت ہے اس لئے یہ شرط میرے حق میں جاتی ہے اور میں اسے بخوشی قبول کرتی ہوں میرا کیا ہے گھر کے کام کاج سے میری جان چھوٹ جائے گی، جہاں تک دوسری شرط کا تعلق ہے تو اس کے متعلق میں یہ کہنا پسند کروں گی کہ اس کا تعلق بھی عمر بن حسین کی ذات سے کم میری ذات سے زیادہ ہے اس لئے کہ عمر بن حسین نے آج تک کبھی میرا کہا ٹالا نہیں، وہ ایسا فرماں بردار اور شریف النفس بیٹا ہے کہ اپنی جان پر اذیت برداشت کرے گا، لیکن دوسرے کو تکلیف میں نہیں دیکھتا، تم تینوں یہی سمجھو کہ دوسری شرط بھی قابل قبول ہے تاہم تمہاری تشفی تمہاری تسلی، تمہارے اطمینان کے لئے اس قدر کرلوں گی جونہی عمر واپس آتا ہے اس سلسلے میں میں اس سے تمہاری موجودگی میں بات کروں گی، پھر وہ جو جواب دے گا میں بھی سنوں گی، تم تینوں بھی سن لینا، اب کہو تم کیا کہتی ہو۔

صفورہ کی اس گفتگو سے خیران، فلورہ، مریطہ تینوں خوش ہوگئیں پھر ایک دوسرے کی طرف بھرپور نگاہوں سے دیکھتے ہوئے فلورہ اور مریطہ دونوں صفورہ کے قریب آئیں، پھر صفورہ کو فلورہ نے مخاطب کیا۔

مادر مہربان آپ کی گفتگو نے ہمیں خوش کردیا ہے آپ دیکھتی ہیں شام ہورہی ہے، آپ ایک بار ہمارے ساتھ مطبخ میں چلیں، وہاں ساری چیزیں ہمیں بتادیں، اس کے بعد

میں اور مریطہ دونوں ہمیں مل کے شام کا کھانا تیار کرتی ہیں۔

لمحہ بھر کے لئے صفورہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر خیران فلورہ اور مریطہ تینوں کو لے کر وہ مطبخ میں داخل ہوئی مطبخ میں ساری چیزیں اور ان کا محل وقوع انہیں بتایا، پھر فلورہ اور مریطہ تو دونوں مطبخ میں مصروف کار ہوگئی تھیں، جبکہ خیران کو لے کر صفورہ دیوان خانے کی طرف چلی گئی تھی، جہاں قیقان ان کا منتظر بیٹھا ہوا تھا، وہیں بیٹھ کر تینوں گفتگو کرنے لگے تھے۔

☆

وہاں بیٹھ کر تھوڑی دیر ہی انہوں نے بات کی تھی کہ باہر دروازے پر دستک ہوئی تھی بوڑھا قیقان بن اسماعیل اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازہ کھولنے کے بعد وہ کسی کو بڑے خوش کن الفاظ میں خوش آمدید کہہ رہا تھا پھر قیقان بن اسماعیل کے ساتھ ایک نوجوان شخص اندر داخل ہوا، اسے دیکھتے ہی صفورہ اس کے احترام میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی صفورہ کو دیکھتے ہوئے خیران بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اس موقع پر خیران صفورہ کی طرف دیکھتے ہوئے جان چکی تھی کہ فلورہ اور مریطہ اس کمرے میں آئیں اور سلام کرتی ہوئی وہاں بیٹھ گئی شاید وہ باورچی خانے میں اپنا کام کر آئی تھیں صفورہ نے پھر کہنا شروع کیا۔

خیران میری بہن یہ شہر قلس کے قاضی ابوالحسن ہیں، پھر آنے والے نوجوان کو مخاطب کرتے ہوئے صفورہ بول پڑی۔

محترم ابوالحسن جس خاتون کو میں نے مخاطب کیا ہے اس کا نام خیران ہے، اس کے ساتھ جو دوسری لڑکی ہے اس کا نام فلورہ ہے یہ اس کی بیٹی ہے، اس کے ساتھ مریطہ ہے، اس کی بھانجی ہے خیران اسلام قبول کرنے والے نامور امیر البحر فلیپ کی بیوی اور فلورہ اس کی بیٹی ہے۔

صفورہ یہیں تک کہنے پائی تھی کہ قاضی ابوالحسن کے چہرے پر خوش کن مسکراہٹ پھیل گئی، پھر آگے بڑھ کر اس نے شفقت بھرا ہاتھ خیران، فلورہ اور مریطہ کے سر پر رکھا، پھر خیران کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا خیران میری بہن تو خوش قسمت ہے کہ تیرے شوہر نے اسلام قبول کیا فلیپ کا نام ہماری سرزمینوں میں اجنبی نہیں ہے، ہم ان

سرزمینوں میں تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں، جس وقت عمر بن حسین یہاں سے روانہ ہوا تھا اس نے مجھ سے تم دونوں کا ذکر کیا تھا اس نے اپنی اس خواہش کا بھی اظہار کیا تھا کہ وہ ترکوں کو صقلیہ سے نکالنے کی کوشش کرے گا، لیکن اس نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ وہ آپ لوگوں کو لے بھی آیا ہے، نہ صقلیہ سے واپسی کے بعد اس سے میری ملاقات ہوئی ہے، وہ اس وقت کہاں ہے۔

مجھے اسی وقت اسے مبارک باد دینے کے لئے آنا چاہئے تھا، جب اس نے نارمنوں کا قصہ پاک کر کے سقاقس پر مکمل قبضہ کر لیا، لیکن میں شہر سے باہر گیا ہوا تھا، اس بنا پر مجھے دیر ہوئی، عمر بن حسین اس وقت کہاں ہے۔

ابوالحسن کے رکنے پر صفورہ نے جواب دیتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

محترم ابوالحسن عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح کے ساتھ فسیل کے استحکام کے کاموں میں مصروف ہے۔ تھوڑی دیر تک آئے گا، میں آپ کو اچھی خبر یہ بھی سناؤں کہ میرے بیٹے عمر بن حسین کے ساتھ صنہاجی قبیلے کا سردار محمد بن رشید اور نائب سردار لولو بن نصر بھی مل چکے ہیں، اس طرح میرے بیٹے کی قوت میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔

صفورہ کے اس انکشاف پر ابوالحسن نے اطمینان اور خوشی کا اظہار کیا کچھ دیر خاموشی رہی پھر صفورہ نے کسی قدر متفکر انداز میں ابوالحسن کو مخاطب کر کے پوچھ لیا۔

میرے محترم اب جبکہ میرے بیٹے نے سقاقس کو نارمنوں سے پاک کر دیا ہے تو اس کا ردعمل ضرور ظاہر ہوگا نارمن ظاہر ہے سقاقس پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے، ابوالحسن میرے محترم ذرا اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑائیں، اگر نارمنوں کے ساتھ ٹکراؤ کے دوران میرے بیٹے پر کوئی سخت وقت آتا ہے تو ہمارے اردگرد کوئی ایسی قوت ہے جو نارمنوں کے خلاف ہماری مدد کر سکتی ہے ابوالحسن گردن جھکائے تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا، پھر دھیمے سے لہجے میں بول پڑا۔

صفورہ میری بہن! اگر ہم اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑائیں تو اس وقت نصرانی قوتیں چاروں طرف ہمارے خلاف برسرپیکار ہیں اگر نارمن انتقامی کارروائی پر اترتے ہیں اور عمر بن حسین کے ساتھ نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کرتے ہیں تو مجھے امید ہے کہ مراکش کا حکمران امیر المومنین عبدالمومن اس سلسلے میں ہماری کچھ نہ کچھ مدد ضرور کرے گا۔

گو عبدالمومن کی سلطنت مراکش میں ابھی نوزائیدہ ہے اور اس کی جنگی اور عسکری طاقت اس قدر نہیں کہ وہ اپنے علاقوں سے باہر نکل کر کسی کی مدد کر سکے، لیکن میرا دل کہتا ہے کہ وہ ایک مذہب پرور انسان ہے اور ہماری مدد میں وہ کچھ نہ کچھ کرنے کی ضرور کوشش کرے گا۔

قاضی ابوالحسن جب خاموش ہوا تب پہلی بار فلورہ نے اسے مخاطب کیا۔

میرے محترم کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ عبدالمومن کے کچھ حالات ہمیں سنائیں تاکہ ہمیں تسلی ہو کہ اگر آنے والے دور میں امیر عمر بن حسین کے ساتھ نارمن ٹکراتے ہیں تو مراکش کا حکمران عبدالمومن کس حد تک ہماری مدد کر سکتا ہے جواب میں ابوالحسن کی گردن کچھ تھوڑی دیر کے لئے جھک گئی، اس کے بعد اس نے فلورہ کی طرف دیکھا پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔

میری بچی تیرے کہنے پر میں عبدالمومن کے حالات تفصیل سے سناتا ہوں، پھر ابوالحسن نے گلہ صاف کیا اور کہنے لگا۔

امیر المومنین عبدالمومن کا شمار ان فرمانرواؤں میں ہوتا ہے جو معمولی حیثیت سے اٹھ کر حکمران بننے میں کامیاب ہوتے ہیں اور اپنی ترکتاز سے بحر و بر کو ہلا ڈالتے ہیں فی الوقت اس کی زندگی کے نشیب و فراز غیب قدرت میں سے ہیں۔

کہنے والوں کا کہنا ہے کہ اس نے اپنی ساری زندگی میں صرف ایک مرتبہ میدان جنگ میں شکست کھائی، اس کے بعد کسی بھی معرکے میں اسے ہزیمت نہیں اٹھانی پڑی عبدالمومن کو امیر المومنین اور حکمران بنانے میں ایک شخص ابن تومرت کا ہاتھ ہے، اگر عبدالمومن کے حالات سناتے ہوئے ابن تومرت کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ اس شخص کے ساتھ زیادتی ہوگی، لہٰذا عبدالمومن کے حالات سناتے سناتے میں ابن تومرت کے حالات بھی تم لوگوں سے بیان کرتا ہوں۔

میری بچیو! ابن تومرت کا پورا نام محمد بن عبداللہ تھا اور یہ چھٹی ہجری کی ایک حیرت انگیز شخصیت ہے۔ تمام مورخین علماء اور مذہبی لوگ اس کی بے پناہ ذہانت و فطانت اور ابوالعزمی کی تعریف میں رطب اللسان ہیں اور سب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ایک نہایت عالم و فاضل، فصیح و بلیغ اور علوم عربیہ کا ماہر عبادت الٰہی میں رایغب نہایت متقی اور

حدود شرعیہ اور احکام الٰہی کی تبلیغ میں انتہا درجہ کا بے باک تھا۔

کہتے ہیں جب اس نے اپنی زندگی کی ابتدا کی تو اس کے گرد و نواح میں ایک چھوٹا سا مشکیزہ تھا، لیکن اپنی قوت عمل قوت ارادی اور عزیمت و توکل کی بدولت اس نے ایک عظیم الشان سلطنت کی تاسیس کے لئے زمین ہموار کر دی۔

اس شخص کی شخصیت میں بجلی کا سا جذب اور پہاڑوں کی سی استقامت تھی، اپنے ارادوں کے سامنے کسی کی پروا نہیں کرتا تھا اور بادشاہوں کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ موت کو ایک کھیل اور دنیا کو بازیچہ گاہ سمجھتا تھا اس کی شخصیت اور کام پر اسرار کی ایسی دبیز تہہ چڑھی ہوئی تھی کہ اس کی اصلیت اور دعوت کی حقیقی ماہیت کو سمجھنا کوئی آسان کام نہ تھا۔

اس شخص کا پورا نام محمد بن عبداللہ ابن تومرت تھا اور کنیت ابو عبداللہ تھی۔ یہ سوس کے ایک گاؤں ورغان میں پیدا ہوا تھا، اس کے قبیلے کا نام ہرغہ تھا۔

کہا جاتا ہے کہ ابن تومرت کو بچپن ہی سے علم حاصل کرنے کا بے حد شوق تھا اور وہ مسجدوں میں جا کر اس قدر چراغ جلایا کرتا تھا کہ اس کا لقب اسفیر پڑ گیا۔ سن شعور کو پہنچا تو اس نے طلب علم کے لئے شام اور عراق کا سفر کیا اور عرصہ تک وہاں رہ کر ارض مشرق کے کئی نامور علماء سے قرآن حدیث فقہ و اصول اور دوسرے علوم دینی کی تعلیم حاصل کی۔

لوگوں کا خیال ہے کہ مشرق کی طرف جانے سے پہلے وہ اندلس کی سیر و سیاحت میں مصروف رہا، اس کے بعد وہ مصر پہنچا کر ایک شخص امام ابو بکر کے حلقہ درس میں شریک رہا پھر حج کیا۔ اس کے بعد دمشق اور بغداد جا کر علوم حاصل کئے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابن تومرت جب مشرق کی طرف گیا تو اس کی ملاقات امام غزالی سے بھی ہوئی امام غزالی نے جب اس شخص کو دیکھا تو اس کی آنکھوں کی چمک اور چہرے کے تاثرات کو دیکھتے ہوئے امام بڑے متاثر ہوئے اور اس کی طرف دیکھتے رہے، اس لئے کہ اس وقت ابن تومرت نوعمر تھا اور بے ریش تھا مشرق کے طلباء کی معمولی وضع کے خلاف وہ ایک سوتی ٹوپی پہنے تھا، جب امام غزالی سے اس کی ملاقات ہوئی تو کچھ دیر اس کو غور سے دیکھنے کے بعد امام غزالی نے پوچھا۔

تم کس ملک کے رہنے والے ہو۔

ابن تومرت نے کہا میں ارض مغرب کے شہر سوس کا رہنے والا ہوں۔

امام غزالی نے حیرت سے کہا تو نے کیا تم قرطبہ کے مدرسے میں بھی رہے ہو گے جو دنیا کے تمام مدارس سے عمدہ خیال کیا جاتا ہے۔

ابن تومرت نے سر ہلاتے ہوئے کہا جی ہاں اس کے بعد امام غزالی نے قرطبہ کے مشہور علماء کے حالات دریافت کئے اور جو کچھ پوچھا ابن تومرت بتاتا چلا گیا، اس کے جوابات سے امام نے اندازہ کر لیا کہ بے شک یہ نوجوان اپنے بیانات میں سچا ہے اور جس سنجیدگی سے اس نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اس سے اس کی ذہانت اور دانائی ٹپکتی ہے۔ غرض امام غزالی ابن تومرت کی ذہانت اس کی دانائی سے بے حد متاثر ہوئے۔

کہتے ہیں جب ابن تومرت علوم کی تحصیل کر چکا تب اتفاق سے اس کے ہاتھ علم جفر کی ایک کتاب آ گئی، جس کا اس نے بغور مطالعہ کیا جب وہ اس کے قواعد اور احکام سے پوری طرح واقف ہو گیا تو علم جفر کی رو سے حکم لگایا کہ سوس میں ایک شخص پیدا ہو گا وہ لوگوں کو حق کی طرف بلائے گا اس کی مستقل قیام گاہ ایک ایسی جگہ ہو گی جس کے نام میں حروف ت، ی، ن، ا، ہ، ل ہوں گے پھر علم جفر ہی کے قواعد کو استعمال کرتے ہوئے اس نے یہ بھی اندازہ لگایا کہ اس کو ایک ایسے شخص کی رفاقت میسر آئے گی جس کے نام میں حروف ع، ب، د، م، م، و، م، ان ہوں گے اور وہ اس کی مدد سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو گا۔

علم جفر کے اس حکم کی روشنی میں سوس میں پیدا ہونے والے دائی حق کی شہرت کا اطلاق وہ اپنی ذات پر کرتا تھا اور اپنے ہونے والے رفیق کی تلاش میں رہنے لگا۔

جب اس کو مہدیہ کے دوران قیام میں اپنا مطلوبہ شخص کہیں نظر نہ آیا تو وہ وہاں سے کوچ کر کے سوسنطرا اور پھر بجایہ گیا وہاں اس شخص کو تلاش کرتا رہا، جس کے نام کے ساتھ ع، م، ع، ب، د، م، م، و، م، ان ہوں لیکن اسے ایسا شخص وہاں بھی نہ ملا۔

کہتے ہیں بجایہ میں قیام کے دوران ابن تومرت حسب معمول منکرات اور فواحش پر کڑی تنقید کرتا وہاں کے عوام اور حکمران اس کی بے رحمانہ تنقید پر برہم ہو گئے اور اسے بجایہ سے بھاگ کر طالہ میں پناہ لینی پڑی۔

ایک دن وہ طالہ کے بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک نوعمر خوش جمال لڑکے پر اس کی نظر پڑی، اسے اس لڑکے کے چہرے پر ذہانت اور مطانت اور بلند مقصدی کے آثار نمایاں دکھائی دیئے۔

ابن تومرت بے اختیار اس کے پاس گیا اور انتہائی شیریں آواز میں اسے سلام کیا اور پوچھا۔

بیٹے تمہارا نام کیا ہے؟

نوجوان نے جواب دیا، میرا نام عبدالمومن ہے۔

یہ نام سنتے ہی ابن تومرت چونک پڑا اور اسے اس قدر خوشی ہوئی گویا ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو۔ عبدالمومن کے الفاظ میں دو حرف یعنی ع، ب، د، م، و، م، ن سارے موجود تھے۔۔۔ یہی ابن تومرت کا در مقصود تھا۔ اس نے نوجوان سے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو۔

نوجوان کچھ افسردہ ہو گیا اور کہنے لگا میں کوہ سیہ کار ہنے والا ہوں۔ میرا باپ ایک کمہار ہے اور کوزہ گری کا کام کرتا ہے۔

ابن تومرت نے پوچھا کہاں کا عزم ہے؟

نوجوان کہنے لگا حصول علم کی خاطر مشرقی ممالک کی طرف جا رہا ہوں۔

یہ جواب سن کر ابن تومرت چونکا، اسے علیحدگی میں کہنے لگا تمہیں کسی جگہ جانے کی ضرورت نہیں، جو علوم تم پڑھنا چاہتے ہو وہ میں تمہیں پڑھاؤں گا، اللہ نے تمہارے مقدر میں علم و دولت، حکومت ہر شے لکھ رکھی ہے۔ تم میرے پاس رہو تمہیں ایسے رموز و اسرار سے آشکارہ کروں گا کہ تم دین اور دنیا کی دولت کے مالک بن جاؤ گے۔ غرض اس نے کچھ ایسی باتیں کیں کہ عبدالمومن نے سفر مشرق کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنی تقدیر اس نے ابن تومرت کے ساتھ وابستہ کر لی۔

ابن تومرت اور عبدالمومن دونوں اپنے درخشاں مستقبل کے لئے پرامید ہو گئے تھے۔

ابن تومرت مغرب کی طرف روانہ ہوا اور سریش سے ہوتا ہوا تلمسان پہنچا۔ وہاں اس نے شہر کے باہر ایک مسجد میں قیام کیا، جس کو مسجد عباد کہتے تھے۔

تلمسان میں ابن تومرت کے زہد و تقویٰ اور علم و فضل کی شہرت پہلے ہی پہنچ چکی تھی، چنانچہ والی شہر سمیت تمام لوگوں نے اس کی تعظیم اور تکریم کی اور اس کو اپنا مخدوم اور متاع گنجینہ سمجھا۔

یہاں تک کہ اگر وہ کسی قیدی کو چھڑانا چاہتا تو بلا لحاظ اس کے کہ وہ قیدی کس جرم میں

قید ہے، والی شہر اور قید خانے کے محافظ اس کے سامنے مطلق دم نہ مارتے تھے اور اس قیدی کو فوراً رہا کر دیتے تھے۔

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے قاضی ابوالحسن رکا، دم لیا، کچھ سوچا اس کے بعد دوبارہ اس نے کہنا شروع کیا تھا۔

تلمسان میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد ابن تومرت اور عبدالمومن دونوں فاس کی طرف روانہ ہوئے جہاں کے لوگوں نے عبدالمومن کے وعظ اور نصیحت کے جواب میں اسے خوب مارا پیٹا، جس کی وجہ سے وہ دونوں وہاں سے نکلے اور مراکش پہنچے۔

مراکش کا حکمران ان دنوں علی بن یوسف تھا۔ اگرچہ بذات خود ایک نیک دل اور عادل حکمران تھا، لیکن ملک کے معاشرے میں بہت سی خرابیوں نے جڑ پکڑ لی تھی اور علماء، امراء اور عوام میں سے اکثر دین سے غافل اور لغویات میں مبتلا تھے۔ ابن تومرت نے اپنے معمول کے مطابق شہر کے باہر ایک ویران مسجد میں قیام کیا، پہلے سے بھی زیادہ خلاف شریعت امور پر اعتراض کیا۔ یہاں تک کہ امیر المومنین پر کھلم کھلا اعتراضات کرنے لگا کہ اس نے فواحش اور منکرات کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔

اس زمانے میں ایک دفعہ ابن تومرت اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کے ساتھ نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد گیا، اس کے مرید تو ادھر ادھر بیٹھ گئے لیکن وہ خاص اس جگہ جا کھڑا ہوا جو بادشاہ کے لئے مخصوص تھی۔

مسجد کے منتظم نے اسے بتایا کہ یہ جگہ امیر المومنین کے لئے مخصوص ہے تو اس پر ابن تومرت نے تڑک کر کہا۔

(انما المساجد لله) (مسجدیں صرف اللہ کی ہیں)

اس کے بعد اس نے لوگوں کی طرف منہ کر کے وعظ کرنا شروع کیا جس میں غیر شرعی امور پر تنقید کی گئی۔ اسی اثناء میں بادشاہ آ گیا۔ لوگ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے، لیکن ابن تومرت جس جگہ کھڑا تھا اس جگہ بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے اس کی پروا نہ کی اور دوسری جگہ جا کر نماز پڑھ لی۔ جب امام نے سلام پھیرا تو ابن تومرت پھر کھڑا ہو گیا اور بادشاہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اے بادشاہ تیرے حکام مخلوق خدا پر ظلم ڈھا رہے ہیں، ان کو روک ہو سکتا ہے تجھے

ان مظالم کا علم نہ ہو، لیکن روز قیامت تو ان کی ذمہ داری سے نہیں بچ سکے گا۔"

مسلمانوں کا وہ بادشاہ جسے امیر المسلمین کہا جاتا تھا اس نے ابھی تک ابن تومرت کے بارے میں کچھ نہیں سنا تھا اس نے سمجھا کہ کوئی عالم دین ہے اور کچھ حاجت رکھتا ہے، لہٰذا مسجد سے جاتے وقت اپنے حکام سے کہا گیا کہ اس شخص کا کوئی کام اٹکا ہوا ہے تو نکال دو، ہو سکتا ہے تو بیت المال سے اس کی مدد کرو اور اگر مقروض ہے تو اس کا قرض ادا کر دو۔ ابن تومرت کو اس حکم کی اطلاع ملی تو اس نے بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ میری کوئی دنیاوی غرض نہیں ہے، میں تو اسلام کا ادنیٰ خادم اور مسلمانوں کا خیر خواہ ہوں۔

قاضی ابوالحسن پھر رُک گیا۔ اس موضوع پر بڑی بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے فلورہ بول پڑی۔

میرے بزرگ آپ رُک کیوں گئے جو حالات آپ سنا رہے ہیں سناتے رہیں، جواب میں قاضی ابوالحسن مسکرائے، پھر دوبارہ اس نے کہنا شروع کیا۔

میری بچیو! ابن تومرت اور عبدالمومن کے اگلے حالات کچھ اس طرح ہیں کہ اس زمانے میں یورپ کے عیسائیوں سے صلیبی جنگ کے باعث مراکش میں بے حجابی عام ہو گئی تھی۔ بالخصوص شاہی خاندان اور طبقہ امراء کی خواتین اپنی کنیزوں کے ہمراہ بے حجاب گھوڑوں پر سوار پھرتی تھیں، اس کے ساتھ ہی شراب خوری اور بدکاری بھی زور پکڑ چکی تھی۔ عورتوں نے امور ملکی پر غلبہ پانا شروع کر دیا تھا اور وہ بڑی سرکش اور آزاد ہو گئی تھیں، اس لئے فواحش شنیعہ نے زور پکڑ لیا تھا، کوئی نہ کوئی چور رہزن کسی نہ کسی عورت سے منسوب کیا جاتا تھا، جو اس کی پشت پناہی کرتی تھی۔

کہتے ہیں کہ ایک روز ابن تومرت اور عبدالمومن ایک شاہراہ سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ امیر المسلمین کی بہن جس کا نام صورۃ تھا اپنی کنیزوں کے ہمراہ گھوڑے پر سوار بے نقاب پھر رہی تھی۔

ابن تومرت کی غیرت بے قابو ہو گئی، وہ باز کی طرح اس بے حجاب حسن و جمال کے انبوہ پر جھپٹا اور ڈانٹوں سے وہ خبر لی کہ تزئین اور آرائش سے لبریز سارا عورتوں کا جتھا بھاگ کر رکھ دیا۔

خود شہزادی گھوڑے سے گر کر چیخیں آئیں یہ خبر آناً فاناً سارے شہر میں پھیل

گئی اور لوگ ابن تومرت کی جرات اور جذبہ اصلاح کی تعریف میں رطب اللسان ہو گئے۔

امیر المسلمین کو خبر ہوئی تو اس نے ابن تومرت کو دربار میں بلا بھیجا اور ساتھ ہی کئی سربرآوردہ فقہاء کو بھی طلب کر لیا، دربار میں ان فقہا اور ابن تومرت کے مابین بعض علمی مسائل پر مناظرہ ہوا جس میں ابن تومرت نے اپنے پرزور دلائل سے سب علماء کو لاجواب کر دیا، اس کے بعد اس نے پھر بھرے دربار میں امیر المسلمین کو مخاطب کیا۔

اے بادشاہ یہ کیسی اسلامی عملداری ہے کہ عورتیں بے حجاب پھرتی ہیں۔ فحاشی کے ریوڑ آزادانہ شہروں میں پھرتے ہیں۔ شراب کھلے بندوں فروخت ہوتی ہے بیواؤں، غریبوں کی حالت ابتر ہے۔ آخر ایک دن آپ کو اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے، اس وقت آپ کیا جواب دیں گے۔

بادشاہ ابن تومرت کی تقریر سن کر آبدیدہ ہو گیا اور ندامت سے سر جھکا لیا اور اس نے یہ کہہ کر ابن تومرت کو رخصت کر دیا کہ انشاء اللہ ہم ان مفاسد کے تدارک کی کوشش کریں گے۔

ابن تومرت کے جانے کے بعد فقیہ مالک بن وہیب نے جو امیر المسلمین کے دربار میں بڑا اثر و رسوخ رکھتا تھا، بادشاہ کو مشورہ دیا کہ یہ شخص فتنہ انگیز معلوم ہوتا ہے اگر اس کو اپنے افتیارات پھیلانے کی کھلی چھٹی دے دی گئی تو کسی دن امیر المسلمین کے خلاف بغاوت بھڑک اٹھے گی اس لئے مناسب ہے کہ اس شخص کو قتل کر دیا جائے اور اگر یہ بات خلاف مصلحت ہو تو پھر اسے قید میں ڈال دیا جائے۔

رحمدل اور منصف مزاج حکمران نے مالک بن وہیب کی اس رائے سے اتفاق نہ کیا، تاہم اس نے رفع شر کے لئے حکم دیا کہ ابن تومرت کو شہر بدر کر دیا جائے۔

ابن تومرت عبدالمومن اور ان کے ساتھی مرید اور عقیدت مند سب کے سب مراکش سے خارج البلد ہو کر ایک جگہ اغمات پہنچے تو وہاں کے ایک معروف رئیس اور عالم عبدالحق بن ابراہیم نے ابن تومرت کو مشورہ دیا کہ اغمات میں بھی حکومت کا ہاتھ آسانی سے تم تک پہنچ سکتا ہے، اس لئے بہتر ہے کہ کوہستانی علاقے کو اپنا مستقر بناؤ، اس علاقے کا ایک گاؤں اس کام کے لئے نہایت موزوں ہے۔

ابن تومرت نے جب اس سے اس گاؤں کا نام پوچھا تو عبدالخالق نے کہا کہ اس گاؤں کا

نام تینمل ہے۔

ابن تومرت یہ نام سن کر بہت خوش ہوا، کیونکہ یہی وہ مقام تھا جس کو علم جفر کی رُو سے اس کا مسکن اور مستقر ہونا چاہئے تھا۔

چنانچہ وہ اپنے رفقاء کے ہمراہ تینمل جاکر مقیم ہو گیا۔ تینمل میں ابن تومرت نے زور شور سے درس و تدریس اصلاح، تبلیغ اور دعوت الی الخیر کا کام شروع کر دیا۔

اس کی زندگی بالکل زاہدانہ اور درویشانہ تھی۔ وہ نہ صرف شریعت اسلامی کے تمام احکام پر پورا پورا عمل کرتا بلکہ اپنے عقیدت مندوں سے بھی شریعت کی پابندی کرواتا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں تینمل دعوت و ارشاد کا ایک عظیم الشان مرکز بن گیا، بہت سے لوگ جن میں قبیلہ الصنادہ کے رؤسا بھی شامل تھے، اس کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔

شروع شروع میں ابن تومرت کی دعوت صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تک محدود تھی، اس نے اپنے پیروکاروں کو خون ریزی سے منع کر رکھا تھا، لیکن رفتہ رفتہ اس نے سیاست میں بھی دخل دینا شروع کر دیا تھا، کہا جاتا ہے کہ ابن تومرت نے اپنی دعوت کو موثر بنانے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنا حامی بنانے کے لئے سیاست کی طرف رجوع کیا تھا۔

آہستہ آہستہ ابن تومرت اور عبدالمومن حلقہ پکڑتے رہے، ابن تومرت اور عبدالمومن نے تینمل میں ایک مضبوط قلعہ بھی تعمیر کر لیا۔ اس میں کافی سامان حرب و ضرب جمع کر لیا۔ اب انہوں نے شریعت کے خلاف کام کرنے والے حکمرانوں کے خلاف کھل کر لوگوں کو ابھارنا شروع کر دیا تھا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ تھوڑے ہی عرصے میں تمام علاقے میں حکومت کے خلاف آگ سی لگ گئی جس کے جواب میں مراکش کے حکمران نے دس ہزار سوار اور تینمل کی سرکوبی کے لئے روانہ کئے۔ ادھر ابن تومرت نے اپنے پیروکاروں کو خوب مسلح کر کے پہاڑی دروں کے دونوں جانب پہاڑوں پر بٹھا دیا، جونہی شاہی لشکر ان دروں میں داخل ہوا ان لوگوں نے اوپر سے پتھر لڑھکانے شروع کر دیئے۔ اس طرح ان گشت سوار پتھروں کے نیچے کچلے گئے، باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔

یہ لوگ پریشان حال مراکش پہنچے تو وہاں کہرام مچ گیا۔ تاہم امیر المسلمین نے فیصلہ کیا کہ اس تینمل کو فی الحال ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔

اس فتح کے بعد ابن تومرت اور عبدالمومن کے حوصلے بلند ہو گئے اور انہوں نے اپنی جماعت کو مضبوط سے مضبوط تر بنانا شروع کر دیا۔

ابن تومرت نے پیروکاروں کی تعلیم کے لئے انہی کی زبانوں میں کئی کتابیں اور رسائل لکھے اور اپنے عقیدت مندوں کو کئی طبقوں میں تقسیم کر کے ان کی باقاعدہ تنظیم کی اعلیٰ طبقہ ان لوگوں کا تھا جو سب سے پہلے اس کے مرید بنے تھے ان کا نام الجماعت رکھا، دوسرا طبقے کا نام الخمسین تھا، اس طرح باقی طبقوں کو بھی اس نے مختلف نام دیئے تھے ابن تومرت اپنے ان سب عقیدت مندوں کو موحدین اور موحد کہہ کر پکارتا تھا، وہ ان سے بیعت لینے کا وقت کہا کرتا تھا۔

میں اس چیز پر بیعت لیتا ہوں جس پر حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے بیعت لی تھی۔

ساتھ ہی جو لوگ بیعت کے لئے آتے تھے ان کو مخاطب کرتے ہوئے ابن تومرت کہا کرتا تھا کہ آج روئے زمین پر کوئی بھی شخص تم جیسا سچا اور ایماندار نہیں، تم ہی اہل حق کی وہ جماعت ہو جس کی احادیث میں خبر دی گئی ہے۔

ابن تومرت نے جب حلقہ پکڑنا شروع کیا تو اس کی ایک بہن تھی، وہ بھی اس کے پاس آکر رہنے لگی اس سے پہلے وہ گمنامی کی زندگی بسر کر رہی تھی دونوں بہن بھائی کی زندگی اس قدر سادہ تھی کہ ابن تومرت کی بہن سوت کاتتی تھی اور اس کی آمدنی پر دونوں بہن بھائی گزارہ کر لیتے تھے روٹی کے ساتھ کبھی سرکہ ہوتا، کبھی روغن زیتون۔

ایک دفعہ ابن تومرت اور عبدالمومن کے پاس کثیر مال غنیمت آیا، لوگوں نے اس کی تقسیم کے لئے اسے تنگ کیا تو اس نے سارے مال غنیمت کو آگ لگا دی اور بآواز بلند کہا جو شخص دنیاوی نفع کے لئے میری اطاعت کرتا ہے ہمیشہ کے لئے مایوس ہو جانا چاہئے۔

ابن تومرت احکام شریعت کے نفاذ میں بڑی سختی سے کام لیتا تھا۔ تاہم حد جاری کرنے میں وہ احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا تھا اگر کوئی شخص شراب خوری کے جرم میں پکڑا جاتا تو وہ اسے کھجور کی چھال کی رسی اور جوتوں سے سزا دیتا تھا یہاں تک کہ کئے کے بعد دم لینے کے لئے پھر قاضی ابوالحسن رکتا، اس کے بعد سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

میرے بچو! ایک دفعہ ایک شخص شراب کے نشے میں دھت ابن تومرت کے سامنے

لایا گیا، اس نے اسے سزا کا حکم دیا۔ اس موقع پر ابن تومرت کا ایک دفعہ مرتبہ عقیدت مند یوسف بن سلیمان بھی موجود تھا، اس نے مشورہ دیا کہ اس شخص پر برابر اس وقت تک تشدد جاری رکھا جائے جب تک وہ یہ نہ بتائے کہ اس نے شراب کہاں سے حاصل کی۔

ابن تومرت کو اپنے اس عقیدت مند یوسف بن سلیمان کی بات پسند نہ آئی، اس نے اسے کوئی جواب نہ دیا، اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ یوسف نے پھر جب اپنی بات دہرائی تو ابن تومرت پھر بھی خاموش رہا، لیکن جب اس نے تیسری مرتبہ یہی بات کہی تو ابن تومرت نے خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

اگر اس نے یہ کہا کہ میں نے یوسف بن سلیمان سے شراب حاصل کی ہے تو پھر؟

اس پر یوسف بن سلیمان شرمندہ ہوا اور خاموش رہا، جب ابن تومرت کی قوت بہت بڑھ گئی تو اس نے ایک جرار لشکر عبدالمومن کی قیادت میں مراکش پر حملہ آور ہونے کے لئے بھجوایا۔۔۔ امیر المسلمین کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے ایک آزمودہ کار لشکر اپنے بیٹے زبیر کی قیادت میں عبدالمومن کے مقابلے میں بھیجا۔ بجیرہ کے مقام پر دونوں میں جنگ ہوئی اور اس میں عبدالمومن کو خوفناک شکست ہوئی اور اس کے ساتھیوں کی بڑی تعداد میدان جنگ میں کام آئی۔

جب ابن تومرت کو خبر ملی کہ اس کا لشکر موت کے گھاٹ اتر گیا ہے تو اس نے مضطرب ہو کر پوچھا کیا عبدالمومن بھی لڑائی میں کام آگیا۔

جب اسے بتایا کہ وہ بچ گیا ہے تو اس نے بے ساختہ کہا، تب تو گویا کچھ ضائع ہی نہیں ہوا۔

جب بچا کھچا لشکر واپس آیا تو ابن تومرت نے انہیں یہ کہہ کر ہمت بڑھائی کہ لڑائی میں بعض اوقات اہل حق کو عارضی طور پر ہزیمت اٹھانا پڑتی ہے، تم بہت جلد فتح حاصل کرو گے، تم میں سے جو مارے گئے ہیں وہ بلاشبہ شہید ہیں، کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی خاطر شہید ہوئے ہیں۔

اس کے بعد ابن تومرت نے عبدالمومن کو اپنے لشکر کا سالار اعلیٰ بنا دیا، اپنے لشکریوں میں اس نے اضافہ شروع کر دیا اور حکومت وقت کے خلاف اس کی کشمکش شروع ہو گئی کبھی ابن تومرت اور عبدالمومن کامیاب رہتے، کبھی انہیں پسپا ہونا پڑتا۔ اس طرح روز بروز ان کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ سات سال کی مدت میں انہوں نے سارے

شہروں اور قلعوں پر قبضہ کر لیا۔

پھر ایسا ہوا کہ ابن تومرت کا وقت آخر آن پہنچا۔ اس نے عبدالمومن کو اپنا جانشین اور امام صلوٰت نامزد کیا اور اپنے پیروکاروں کو اس کی اطاعت کی وصیت کی پھر اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

(مورخین نے لکھا ہے کہ ابن تومرت درمیانے قد کاٹھ کا گندم گوں، تیز نظر اور بزرگ سر تھا۔ آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ ناک خمدار تھی اور داڑھی کے بہت کم بال تھے، وہ ایک انتہائی ذہین اور قابل شخص تھا، اس نے اپنے بیت المال سے کبھی ایک پیسہ تک اپنی ذات پر خرچ نہ کیا اور بڑی زاہدانہ زندگی گزاری)

قاضی ابوالحسن پھر زکام لیا، دوبارہ کہنا شروع کیا۔

بچو اس کے بعد عبدالمومن نے ابن تومرت کی وفات کے بعد اپنی قوت میں مزید اضافہ کیا اور مراکش پر بھی اس نے قبضہ کر لیا، اب مراکش پر قبضہ کئے ہوئے اسے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ اب وہ اس قابل تو نہیں کہ کسی بیرونی قوت کے ساتھ ٹکرا سکے، اس لئے کہ وہ اپنے اندرونی حالات درست کرنے میں بری طرح مصروف ہے ساتھ ہی وہ اپنی تباہ حال مملکت کو سنوارنے میں لگا ہوا ہے۔ بہر حال مجھے امید ہے کہ اگر تاتاریوں نے اس علاقے میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کیا اور اس علاقے کے لوگوں نے جا کے عبدالمومن سے شکایت کی اور اس سے مدد مانگی تو عبدالمومن اپنی حالت کو فراموش کرتے ہوئے مسلمانوں کی مدد کے لئے اٹھ کھڑا ہو گا۔

قاضی ابوالحسن خاموش ہوا، تب بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فنور کہنے لگی۔

میرے محترم ابن تومرت اور عبدالمومن کے حالات تفصیل کے ساتھ بتا کر آپ نے ہمارا دل خوش کر دیا ہے، اس کے لئے میں خصوصیت کے ساتھ آپ کی شکر گزار ہوں۔ پھر فوراً ابوالحسن نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ میری بچی عبدالمومن سے متعلق دو اور بھی بڑے دلچسپ واقعات ہیں۔ اگر تم سننا پسند کرو تو بتاؤں۔

فنور نے بڑی دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اس کے لئے آپ کو میری رضامندی حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، آپ عبدالمومن کے متعلق آپ جو کچھ بھی کہیں گے ہم دلچسپی سے سنیں گے۔

قاضی ابوالحسن کھنکارا، گلا صاف کیا، پھر دوبارہ اس نے کہنا شروع کیا۔

عبدالمومن کی زندگی کا پہلا اہم واقعہ ایک ایسے خواب سے متعلق ہے جو اس نے بچپن میں دیکھا۔

"روایت ہے کہ عبدالمومن نے جب وہ بچہ تھا خواب دیکھا کہ وہ افریقہ کے امیرالمسلمین علی بن یوسف کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانا کھا رہا ہے، کھانا کھاتے کھاتے اس نے محسوس کیا اس کا نفس زیادہ کھانے کی طمع کرتا ہے، چنانچہ اس نے کھانے کا برتن علی بن یوسف کے سامنے سے اُچک لیا اس میں اکیلا ہی کھانے لگا۔"

خواب سے بیدار ہونے کے بعد عبدالمومن نے اپنے خواب کے متعلق تفصیل جاننے کے لئے اس وقت کے عالم دین عبدالمنعم بن عشیر کا رُخ کیا یہ عبدالمومن کے استاد بھی تھے۔ عبدالمومن نے ان سے اپنا خواب بیان کیا اور تعبیر چاہی، استاد کچھ دیر سوچتے رہے پھر عبدالمومن کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

بیٹا عبدالمومن یہ خواب ایک شخص کے حق میں ہے، جو امیرالمسلمین علی بن یوسف پر دعویٰ کر کے ملک کے کئی حصوں پر ان کا شریک ہو جائے گا بعد میں تمام ملک کو فتح کر کے اکیلا ہی اس کا مالک ہو جائے گا۔

بعد میں دیکھنے والوں نے دیکھا کہ عبدالمومن کا یہ خواب سچا اور حقیقت ثابت ہوا۔

عبدالمومن کی زندگی اور اس کے بچپن کا دوسرا اہم واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ کہتے ہیں عبدالمومن تلمسان کے نواح میں ساحل بحر کے ایک گاؤں تاجرہ میں پیدا ہوا، وہیں اس کا باپ جس کا نام علی تھا، کوزہ گر اور کمہار کا کام کیا کرتا تھا۔

عہد طفلی میں ایک دن عبدالمومن کو خواب تھا کہ شہد کی بے شمار مکھیوں کے ایک جھنڈ نے اس کو اس طرح گھیر لیا کہ وہ بالکل نظر نہیں آتا تھا۔

یہ صورت حال اس کے ماں باپ کے لئے بڑی پریشان کن تھی، اس کے ماں باپ یہ منظر دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئے، لیکن مکھیاں کچھ دیر بعد اڑ گئیں۔ مکھیوں کے جانے کے بعد علی اپنے بیٹے عبدالمومن کے پاس گیا، اسے بیدار کیا تو وہ بالکل خیر و عافیت سے تھا، اس پر علی دوڑا دوڑا اپنے ہمسایہ کے پاس گیا جو بہت بڑا عالم دین تھا اس نے علی سے یہ واقعہ سنا تو اس نے کہا۔

"تمہارا یہ بچہ کسی دن بڑے مرتبے پر پہنچے گا اور اہل مغرب اس کے گرد شہد کی مکھیوں کی طرح جمع ہوں گے۔"

قاضی ابوالحسن رکا، پھر فلور دی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میری بچیو! جس طرح عبدالمومن کے بچپن کا خواب سچ ثابت ہوا، اس طرح اس کے بچپن کا یہ واقعہ بھی حقیقت کا روپ دھار گیا ہے اور لوگ واقعی شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے گرد جمع ہو رہے ہیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ عنقریب عبدالمومن اسی طاقت اور قوت پکڑے گا کہ کوئی بڑی سے بڑی قوت بھی اس کے سامنے ٹھہر نہ سکے گی۔

قاضی ابوالحسن مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ حویلی میں عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید، لولو بن نصر داخل ہوئے تھے۔ قاضی ابوالحسن کو دیکھتے ہوئے عمر بن حسین بڑی تیزی سے ان کی طرف لپکا یحییٰ بن مطروح بھی عمر بن حسین کے پیچھے پیچھے تھا، آگے بڑھ کر بڑے احترام، بڑی عقیدت مندی سے اپنی گردن کو خم کرتے ہوئے عمر بن حسین نے قاضی ابوالحسن سے مصافحہ کیا اس کے بعد یحییٰ بن مطروح ابوالحسن سے مصافحہ کر رہا تھا۔ پھر قاضی ابوالحسن کو مخاطب کرتے ہوئے عمر بن حسین کہنے لگا۔

میرے محترم! یہ جو سامنے شخصیت کھڑی ہے، یہ صنہاجی قبیلے کا سردار محمد بن رشید ہے اور اس کے ساتھ جو بائیں جانب ہے یہ قبیلے کا نائب سردار لولو بن نصر ہے پھر محمد بن رشید اور لولو بن نصر کی طرف دیکھتے ہوئے عمر بن حسین کہنے لگا۔

یہ سنتاقس کے قاضی ابوالحسن ہیں۔

محمد بن رشید اور لولو بن نصر نے باری باری آگے بڑھ کر قاضی ابوالحسن سے بڑی عقیدت کے ساتھ مصافحہ کیا پھر سب وہاں بیٹھ گئے، اس موقع پر قاضی ابوالحسن نے محمد بن رشید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن رشید تمہاری خوش قسمتی یہ ہے کہ تم عمر بن حسین کے ساتھ آن ملے ہو اور تاتاریوں کے خلاف جہاد میں شرکت کرنے کا عزم کر چکے ہو، ہماری اور اس شہر کے لوگوں کی خوش قسمتی یہ ہے کہ تم عمر بن حسین سے آن ملے ہو تمہارے آنے سے عمر بن حسین کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہوگا۔ مجھے امید ہے کہ سنتاقس شہر پر قبضہ کرنے کے بعد تاتاری جس ردعمل کا اظہار کریں گے تم لوگ سب مل کر اس ردعمل کو برداشت کرنے میں

کامیاب ہو جاؤ گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد قاضی ابوالحسن رکا، اس کے بعد عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

عمر میرے بیٹے میں بروقت شہر پر قبضہ کرنے کی تمہیں مبارک باد نہ دے سکا، میں شہر سے باہر تھا ... آج ہی آیا ہوں، بہرحال میں تمہیں تہہ دل سے مبارک باد دیتا ہوں تم نے نارمنوں کا صفایا کر کے سقالس پر قبضہ کر لیا ہے مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تم صقلیہ سے کچھ مسلمانوں کو نکالنے میں کامیاب ہوئے ہو۔

قاضی ابوالحسن رکا تو عمر بن حسین نے اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

میرے محترم صنہاجی قبیلے کا نائب سردار لولو بن نصر وہاں سے مسلمانوں کو نکال کر لایا ہے، اس کے ساتھ اس کے قبیلے کے ملاح اور ماہی گیر بڑی برق رفتاری سے کام کر رہے ہیں۔ آج ہی لولو بن نصر پھر صقلیہ کی طرف روانہ ہوگا اب یہ صقلیہ کے مرکزی شہر بلرم کا رخ کرے گا اور وہاں جو مسلمان پیسے بیٹھے ہیں جنہیں زبردست عیسائی بنانے کی کوشش کی گئی ہے انہیں وہاں سے نکالنے کی کوشش کرے گا اس بار حرب بن حماس اس کے ساتھ نہ جائے گا۔ وہ خبری کے کام میں مصروف ہے۔

محمد بن حسین جب خاموش ہوا تب اس کی ماں صفورہ بول پڑی۔

عمر میرے بیٹے تیری غیر موجودگی میں میں نے خیران، فلورہ اور مریطہ سے تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے میں نے ان کے سامنے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ یہ ہماری حویلی میں قیام کریں، میں حویلی میں اپنے بوڑھے باپ قحطان بن اسماعیل کے ساتھ اکیلی ہوتی ہوں، ان کے یہاں رہنے سے میرا جی بھی لگا رہے گا۔ میں نے ان سے کہا ہے اگر یہ تینوں علیحدگی پسند ہیں تو حویلی کا ایک حصہ ان کے لئے مختص کر دیا جائے گا اور اگر یہ چاہیں تو اس حصے کے سامنے دیوار بھی کھینچ دی جائے گی، تاکہ یہ اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق زندگی بسر کر سکیں، لیکن اس حویلی میں رہنے کے لئے فلورہ نے خصوصیت کے ساتھ دو شرائط پیش کی ہیں۔

اس موقع پر عمر بن حسین نے ایک اچٹتی ہوئی نگاہ فلورہ پر ڈالی، اس کے بعد اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

اے مادرِ محترم وہ دو شرائط کون سی ہیں جو فلورہ نے پیش کی ہیں صفورہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ کہہ رہی تھی۔

بیٹے پہلی شرط جو فلورہ اور مریطہ نے پیش کی ہے وہ یہ کہ ان دونوں کا کہنا ہے کہ یہاں رہنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ گھر کا کوئی کام میں نہیں کروں گی، سارے کام یہ خود سنبھالیں گی اور دوسری شرط انہوں نے یہ بتائی ہے کہ حویلی میں وہ اس وقت قیام کریں گی جب تم انہیں قیام کرنے کی اجازت دو، ماں کے ان الفاظ پر عمر بن حسین کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کچھ دیر تک وہ مسکراتا رہا پھر اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

اے میری ماں، جہاں تک میرا تعلق ہے تو میری طرف سے انہیں اجازت ہے، یہ بخوشی اس حویلی کے افراد کی حیثیت سے یا یہ اگر نہ چاہیں تو معزز مہمان کی حیثیت سے اس حویلی میں جب تک چاہیں قیام کر سکتی ہیں، رہی بات حویلی کے سارے کام کرنے کی تو یہ فیصلہ بھی میں فلورہ، مریطہ اور ان کی محترم ماں خیران پر چھوڑتا ہوں جیسا یہ کریں گی ہمیں منظور ہے۔

عمر بن حسین کی ماں صفورہ جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی خیران بول پڑی اور اس نے عمر بن حسین کو مخاطب کیا۔

عمر میرے بیٹے تو نے میرا دل خوش کر دیا ہے ہم تینوں ماں بیٹی اس حویلی میں مہمان کی حیثیت سے نہیں بلکہ اسی حویلی کے اندر قیام کرنے والے افراد کی حیثیت سے ٹھہریں گے، جہاں تک دوسری شرط ہے تو یہ واقعی ضروری ہے، تمہاری موجودگی میں آپ کی ماں صفورہ کوئی کام نہیں کریں گی ان کو آرام پہنچانا یوں جانیں ہماری خوش قسمتی اور ہماری سعادت مندی ہے۔

عمر بن حسین کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر خیران کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

خاتونِ محترم جب آپ نے اس گھر کے افراد کی حیثیت سے یہاں قیام کرنا ہے تو پھر آپ جو چاہے کریں، کوئی اعتراض نہیں کرے گا۔

عمر بن حسین جب خاموش ہوا تو قاضی ابوالحسن نے اسے مخاطب کیا۔

عمر میرے بیٹے اب جبکہ سقالس پر تم نے قبضہ کر لیا ہے تو لازمی بات ہے یحییٰ بن

مطروح بھی یہاں تمہارے ساتھ قیام کرے گا۔ محمد بن رشید لولو بن نصر بھی یہیں ٹھہریں گے، ان کے قیام کا کیا بندوبست کیا ہے۔

عمر بن حسین نے قاضی ابوالحسن کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

میرے محترم ہمارے بائیں جانب جو حویلی ہے اس میں نارمنوں کا سالار یوراکہ قیام کرتا تھا ... یہ حویلی میں نے محمد بن رشید اور لولو بن نصر کے تصرف میں دے دی ہے جہاں تک یحییٰ بن مطروح کا تعلق ہے تو آپ جانتے ہیں میرے دائیں جانب جو بڑی عمارت ہے اسے یوراکہ نے کیسا کی شکل دی تھی یحییٰ بن مطروح اس حویلی میں قیام کرے گا۔

عمر بن حسین جب خاموش ہوا تو فلورہ نے حرکت کی صفورہ کے قریب آئی اس کے کان میں کچھ کہا پھر کی بات پر صفورہ نے مسکراتے ہوئے عمر بن حسین کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

جب تم لوگوں کی آمد سے پہلے فلورہ اور مریطہ نے کھانا تیار کر دیا ہے، اب فلورہ کی خواہش ہے کہ کھانا کھایا جائے اس پر عمر بن حسین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔

مادر محترم پوچھنے کی کیا بات ہے ہم سب بھوک محسوس کر رہے ہیں کھانا کھائیں کھاتے ہیں، اس کے بعد سب نے اٹھ کے طہارت خانے میں ہاتھ دھوئے، پھر سب بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔

سورج اپنی شبہ رنگ کا لبوا افق پر بکھیرتا اپنے سلگتے آنچل اور دہکتے ہوئے روپ کو سمیٹتا ہوا دور مغرب کی فنا گاہوں میں غروب ہو گیا تھا اُجالوں کا ضمیر سو چکا تھا سیاہ رات اپنے شانوں پر تاریکیاں سجائے ہر طرف برہنہ ناچ اٹھی تھی۔

ایسے میں لولو بن نصر اکیلا بغرہ شہر میں داخل ہوا لوگوں سے پوچھتا ہوا رات کی تاریکی میں وہ ایک ایسے محلے میں داخل ہوا جو بحر روم کے کنارے واقع تھا، پھر اس نے ایک مکان کے دروازے پر دستک دی۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا، دروازہ کھولنے والی ایک انتہائی حسین اور خوبصورت لڑکی تھی دروازے پر لولو بن نصر کو دیکھتے ہی اس نے پوچھ لیا۔

تم کون ہو کس سے ملنا چاہتے ہو۔

لولو بن نصر نے ایک اچٹتی ہوئی نگاہ اس لڑکی پر ڈالی، پھر اس کی نگاہیں جھک گئیں ساتھ ہی اس نے دھیمی اور رازدارانہ سی آواز سنائی دی۔

میری بہن اگر میں غلطی پر نہیں تو یہ مکان ایک ایسے شخص کا ہے جس کا نام مجھے جواس بن جوذر بتایا گیا ہے۔

لڑکی کی آواز پھر اسی طرح سنائی دی اس میں ایک شک ایک شبہ تھا۔

یقیناً یہ مکان جواس بن جوذر ہی کا ہے، میں اس کی بیٹی ہوں۔

میرا نام نائیل ہے۔

لولو بن نصر نے اس کی طرف نہیں دیکھا ... کچھ کہنا چاہتا تھا کہ لڑکی نے پھر اس پر

سوال ڈال دیا۔

آنے والے محترم جوان تم نے بتایا نہیں تم کون ہو اور تمہیں اس مکان میں رہنے والوں سے کیا کام ہے۔ اگر تم میرے باپ سے ملنا چاہتے ہو تو میں اپنے باپ سے کیا کہوں اپنی گردن سیدھی کرتے ہوئے لولو بن نصر نے پھر نائیل پر ایک نگاہ ڈالی، پھر اسے مخاطب کیا۔

ن میری بہن واپس جا کر اپنے باپ سے کہنا کہ دروازے پر ایک ایسے شخص کا نمائندہ کھڑا ہے جو موت کی تاریکیوں میں زندگی کا سفیر، ظلمتوں کے اوادار اور زخموں کی خراشوں سے اٹی سردیوں کی خاموشیوں میں بھٹکے کاروانوں کی منزل ہے، اپنے باپ سے جا کر کہنا دروازے پر ایک ایسے شخص کا نمائندہ کھڑا ہے جو بدی خانوں کی جوابن گاہ ہے، جو جھگڑوں میں چراغ جلانے اور کالی آندھیوں کے طول میں خضر راہ بن کر ملت کے کاروانوں کی رہنمائی اور رہبری کا فن جانتا ہے اس قدر اپنے باپ سے کہہ دینا میرے خیال میں وہ جان جائے گا، میں کون ہوں ویسے اگر وہ نام پوچھے تو کہنا کہ دروازے پر جس نے دستک دی ہے، اس کا نام لولو بن نصر ہے۔

لڑکی جس نے اپنا نام نائیل بتایا تھا اندر چلی گئی دروازے کا پٹ اس نے کھلا ہی رہنے دیا۔ تھوڑی دیر بعد ڈھلی ہوئی عمر کا ایک شخص دروازے پر آیا لولو بن نصر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز میرا نام جواس بن جوذر ہے یہ میری بیٹی ہے، اس کا نام نائیل ہے، اس نے بتایا ہے کہ تم مجھ سے ملنا چاہتے ہو اور تم نے اپنا نام لولو بن نصر بتایا ہے۔

لولو بن نصر جواس بن جوذر کے قریب ہوا، پھر رازدارانہ سے لہجے میں کہنے لگا۔

میرے محترم میں دور کی سرزمینوں سے آیا ہوں کیا آپ مجھے اندر آنے کے لئے نہ کہیں گے، اس لئے کہ میں ایک ایسے کام کے سلسلے میں آیا ہوں جس میں مسلم قوم کی فلاح اور بہبود ہے۔۔۔ مجھے شمالی افریقہ کے قلعہ سفاقس کے حاکم عمر بن حسین نے بھیجا ہے میرا دل کہتا ہے آپ اس نام سے خوب شناسا ہوں گے۔

جواس بن جوذر کے چہرے پر ہلکی عمر خوشگوار کی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر بڑی رازداری میں وہ لولو بن نصر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز تم بھی خوب آئے ہو عمر بن حسین کا نام تو ہمارے لئے تمناؤں کے سرابوں اور اُجالوں کے لہو میں لرزاں خوشبو، دکھوں کی کسک اور گڑی کیسلی راتوں میں امیدوں کی شبنم وصال لمحوں اور شوریدہ سر ساعتوں کی مانند ہے میرے آنے والے عزیز مہمان ہم صقلیہ کے مسلمان جب آزادی اور غلامی کی تیز ہواؤں کے اندر تاریخ کی شہر نشین پر کھڑے ہو کر دیکھتے ہیں تو انسانی عظمت اور سچائی کی بلندی پر ہمیں عمر بن حسین کا نام ایک حرف آشنائی، ایک ساحل پاسداری کی طرح نظر آتا ہے۔ میرے عزیز اندر آ باہر کھڑے ہو کر اس قسم کی گفتگو کرنا خطرے سے خالی نہیں، میں جانتا ہوں عمر بن حسین نے تمہیں کس کام کے لئے ان سرزمینوں کی طرف بھیجا ہے۔

جواس بن جوذر کے کہنے پر لولو بن نصر اندر داخل ہوا، ابن جوذر نے دروازہ بند کر دیا پھر وہ ایک بڑے کمرے کی طرف گئے جو شاید دیوان خانے کے طور پر استعمال ہوتا تھا جواس بن جوذر ایک نشست پر بیٹھا اپنے سامنے ہاتھ کے اشارے سے اس نے لولو بن نصر کو بیٹھنے کے لئے کہا، اس کی بیٹی نائیل بھی ایک طرف بیٹھ گئی پھر گفتگو کا آغاز جواس بن جوذر نے کیا۔

بیٹے ہم گھر کے صرف دو ہی افراد ہیں، میں اور میری بیٹی نائیل اب کہو کیا میرے محترم عمر بن حسین نے تمہیں اسی مقصد کے لئے ان سرزمینوں کی طرف روانہ کیا ہے جس کا وہ ہمارے ساتھ وعدہ کر کے گئے تھے۔

لولو بن نصر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہو گئی کہنے لگا۔

ابن جوذر میں یقیناً صقلیہ میں پھنسے ہوئے مسلمانوں ہی کو لینے آیا ہوں، میں صنہاجی قبیلے کا نائب سردار ہوں، ہم لوگ ساحل پر بسنے والے ہیں مچھلیوں کا شکار کرتے ہیں اور میرے سارے ساتھی ماہی گیر ہیں، ہم نے ماہی گیروں ہی کے بھیس میں اس شہر کا رخ کیا ہے میرے ساتھی اپنی کشتیوں کے ساتھ ساحل سمندر پر بالکل چوکنے اور بیدار ہیں گے اب آپ بتائیں آپ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں۔

جواس بن جوذر نے کچھ سوچا پھر اس نے لولو بن نصر کو مخاطب کیا۔

بیٹے پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم نے کھانا کھایا ہے کہ نہیں، اس کے بعد میں اپنے مطلب کی طرف آتا ہوں۔

ابن نصر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر کہنے لگا۔ آپ میرے کھانے پینے کا بالکل فکر نہ کریں میں اور میرے ساتھی کھانا کھا چکے ہیں آپ اصل مدعا کی طرف آئیں۔

جواس بن جوذر نے کچھ سوچا، پھر اس کمرے میں اس کی آواز گونج گئی تھی۔

میرے عزیز پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم کتنی دیر تک یہاں سے کوچ کرنا چاہو گے۔

لولو بن نصر کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر اس کی دھیمی سی آواز سنائی دی۔

آپ میرے متعلق بالکل بے فکر رہیں، جس وقت آپ کے لوگ تیار ہو جائیں گے میں اسی وقت انہیں یہاں سے لے کر کوچ کر جاؤں گا بس آخری فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے، جو لوگ آپ کے رابطے میں ہیں اور جو صقلیہ سے نکلنا چاہتے ہیں، انہیں کہیں کہ ابھی اور اسی وقت گرد و گرد وہ بلرم شہر کی بندرگاہ کی طرف روانہ ہونا شروع ہو جائیں، اس وقت مقامی لوگ بندرگاہ پر نہیں ہوتے، ان کی صرف کشتیاں کھڑی ہوتی ہیں بندرگاہ تقریباً ویران ہوتی ہے۔

جو لوگ آپ کے رابطے میں ہیں انہیں یہ بھی بتائیے کہ جہاں بلرم کے لوگوں کی کشتیاں اور جہاز کھڑے ہوتے ہیں ان سے ذرا دائیں جانب ہٹ کے بڑی کشتیاں کھڑی ہوں گی، وہ ادھر ہی کا رخ کریں، جب سارے لوگ پہنچ جائیں گے تو ہم یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔

جواس بن جوذر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، پھر اپنی بیٹی کے قریب آیا، اس کے کان میں تھوڑی دیر کھسر پھسر کی جسے سن کر نابیل کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ تقریباً بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی تھی، جواس بن جوذر پھر لولو بن نصر کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز میں نے اپنی بیٹی کو روانہ کر دیا ہے میری بیٹی ایک شخص کو مطلع کر دے گی، وہ سارے لوگوں کو یہ خبر پہنچا دے گا اس کے بعد تو دیکھنا آن کی آن میں لوگ بندرگاہ پہنچنا شروع ہو جائیں گے۔

جواس بن جوذر کا جواب سن کر لولو بن نصر خوش ہو گیا تھا کچھ دیر خاموشی رہی، پھر

لولو بن نصر نے ابن جوذر کو مخاطب کیا۔

میرے محترم جب تک ان کے بندرگاہ کی طرف پہنچنے کی خبر نہیں آتی کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ اس بلرم شہر کے متعلق ہی مجھے کوئی تفصیل بتا دیں، اس طرح میرا اور آپ کا وقت اچھا کٹ جائے گا۔

جواس بن جوذر نے اس سے اتفاق کیا، پھر وہ کہنے لگا۔

میرے عزیز اس شہر کی سب سے بڑی اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ مشرقی اور مغربی سامی اور آریائی فاتحین میں سے شرقی اور سامی قوموں ہی نے اس کو سب سے پہلی مرتبہ بنایا، یہ وہ زمانہ تھا جب نوتقی یونانیوں کے حملوں سے مجبور ہو کر شرقی صقلیہ کو چھوڑ کر شمال مغرب میں ہٹ آئے اور بلرم کے مضبوط شہر پناہ میں امان حاصل کی، اس زمانے سے بلرم صقلیہ کا سب سے پہلی مرتبہ دارالحکومت قرار پایا۔

لیکن جب بعد میں یونانی، رومی اور بزنطینی حکومتوں کا دور آیا تو بدقسمتی سے بسا اوقات صقلیہ میں ایک ہی وقت میں مختلف حکومتیں قائم رہیں، لیکن بلرم اس زمانے میں بجز مقام کارزار کے کبھی صدر مقام بن کر تہذیب و تمدن کا گہوارہ نہ بن سکا۔

یہاں تک کہ ہجری ۲۵۲ سنہ میں جب یہاں اسلامی پرچم لہرایا تو ایک مرتبہ پھر اس شہر کی قسمت جاگی یہ صدر مقام قرار پایا اور اب تک یہ صقلیہ کا پایہ تخت ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد جواس بن جوذر تھوڑی دیر رکا پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

میرے عزیز مشرقی قوموں کے عہد حکومت میں اس کا دارالحکومت بننا دراصل اس کی جغرافیائی خصوصیت کی بنا پر تھا خصوصاً اس کی مشرقی بندرگاہ اور اس کی سرزمین افریقہ کے قریب ہونے کی خصوصیت کو بھی دخل ہے اور یہی اسباب تھے جن کی بنا پر عربوں کی نگاہ انتخاب بھی اس پر پڑی اور اس کو انہوں نے اپنا صدر مقام قرار دیا۔

مسلمانوں نے بلرم کو فتح کرنے کے بعد صقلیہ کی مزید فوجی مہمیں روک دیں، اس کے بعد والی صقلیہ یہاں قیام پذیر ہوا، مکمل نظم و نسق میں مصروف رہا پھر دارالحکومت کی تعمیر پر توجہ کی جس سے بلرم کی شہرت میں انقلاب پیدا ہو گیا اور چند ہی دنوں میں اس کی شہرت مرکزیت آبادی اور شہری تہذیبوں میں ایسا اضافہ ہوا کہ رفتہ رفتہ اس کا شمار یورپ کے

ممتاز ترین شہروں میں ہونے لگا۔

کہنے والوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ مسلمانوں کے یہاں داخلے کے وقت یہاں کی آبادی صرف تین ہزار تھی۔ اس کے بعد اسلامی دور حکومت میں اس کو ایسی مرکزیت حاصل ہوئی کہ یہاں کی آبادی بڑھتے بڑھتے کئی لاکھ نفوس تک پہنچ گئی اور اسلامی حکومت نے اس بنا پر شہر کی وسعت میں اس قدر اضافہ کیا کہ گویا اسلامی عہد حکومت کا یہ ایک نو آباد شہر بن گیا۔

قدیم شہر ایک محدود رقبے میں شہر پناہ کے اندر واقع تھا پھر اسلامی عہد میں اس کی آبادی میں روز بروز ترقی ہوئی، اس لئے شہر پناہ کی دیوار کی وجہ سے شہر گنجان ہو گیا اور شہروں کے قدیم طرز پر بنانے کے اصول پر اسے مسمار بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، بلکہ اسلامی حکومت نے شہر کی اہمیت کے لحاظ سے اس پر قبضہ کرتے ہی شہر پناہ کے استحکام کو مزید تقویت پہنچائی تھی۔

اب اگر مسلمان شہری آبادی کے تناسب سے اس کے مضافات میں مزید محلے قائم کر کے اس کو وسعت دیتے تو شہر پناہ کو لازمی طور پر نقصان پہنچتا اور اگر اسے مسمار کر دیتے تو بغیر شہر پناہ کے آبادیاں قائم کرتے تو شہر محفوظ نہ رہتا۔

اس لئے اسلامی حکومت نے اس مشکل مرحلے کو بڑی خوش اسلوبی سے طے کیا۔ شہر کے پہلو میں اس قدر وسعت کا ایک نیا شہر آباد کیا اور اس کے استحکام، حفاظت اور باشندوں کی راحت و آسائی کے وہ جملہ سامان مہیا کئے جو ایک شہر کے لئے ضروری ہو سکتے تھے۔

چنانچہ اس جدید آبادی میں مضبوط شہر پناہ جا بجا مستحکم دروازے، عالی شان عمارتیں، صاف ستھرے بازار، خصوصاً بازاروں کے لئے یکساں مکانوں کی تعمیر، عمدہ پختہ سڑکیں، سرسبز باغ، آب رسانی اور آبپاشی کے لئے نئے نئے کنویں اور اسی قسم کی دوسری چیزیں موجود تھیں۔

میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ بلرم شہر کے بڑے بڑے محلے کچھ اس طرح ہیں۔

خالص، صقالبہ، حارۃ الجدید، حارۃ المسجد ان کے علاوہ ان کے بیچ میں بھی چھوٹے چھوٹے محلے ہیں اور پھر حارۃ الیہود اور مارہ ابی حماد ایسے محلے ہیں جنہیں چھوٹا شہر قرار دیا جا سکتا ہے۔

تمہارے علم میں اضافہ اور وقت گزارنے کے لئے میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ اس کے کئی دروازے ہیں، پہلے دروازے کا نام باب بحر ہے اور یہ بحر روم کی طرف ہے۔

دوسرے کا نام باب الشعار ہے۔ اسے مسلمان حکمران ابو الحسن نے بنوایا تھا اور یہ باب بحر کے قریب چشمہ الشعار کے قریب بنایا گیا تھا۔

تیسرا باب فتحقاث ہے، یہ اسلامی حکومت سے پہلے کا دروازہ تھا۔

چوتھا باب روطہ ہے، اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ روطہ ایک دریا ہے شہر پناہ کے قریب سے گزرتا ہے یہ دروازہ اسی سے فائدہ اٹھانے کے لئے بنایا گیا تھا۔

پانچویں کا نام باب ابن قرہب ہے، اس کو ابن قرہب نے تعمیر کروایا تھا، لیکن من سب موقع پر نہ تھا اس لئے مسلمان نے حکمران اس دروازے کو مسمار کروا دیا اور اس دروازے کی جگہ ایک نیا دروازہ باب ریاض تعمیر کروا دیا۔

چھٹے کا نام باب الاعناب ہے۔ یہ شہر کا قدیم ترین دروازہ خیال کیا جاتا ہے۔

ساتواں باب السودان ہے یہ بھی قدیم دروازہ ہے آٹھواں الحدادین ہے، یہ بھی کافی پرانا ہے، پھر باب الحدید ہے اس دروازے سے یہودیوں کے محلے کو دروازہ جاتا ہے۔

آخری دروازہ باب ابی حسن ہے، اسے مسلمان حکمران ابو الحسن نے بنوایا تھا، اس سے محلہ ابی حماد کو راستہ جاتا ہے۔

شہر کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں مساجد کثرت سے تھیں اس شہر پر نارمنوں کا قبضہ ہونے سے پہلے لگ بھگ تین سو مسجدیں تھیں، جن کی عمارتیں نہایت شاندار تھیں، اس کثرت مساجد سے اکثر سیاح کو حیرت ہو جایا کرتی تھی بعض مورخین کا یہ بھی کہنا تھا، اس قدر مسافت میں جہاں تیر پہنچ سکتا ہے۔ لگ بھگ دس مسجدیں موجود ہوتی تھیں، اس طرح بلرم کے قرب و جوار میں بھی مسجدیں کثرت سے تھیں۔

ان ساری مسجدوں میں جامع مسجد کی بڑی اہمیت سمجھی جاتی تھی۔

یہ مسجد شروع میں یونانیوں کا ایک مقدس مندر ہوا کرتا تھا عیسائی جب مقلیہ پر حملہ آور ہوئے تو انہوں نے یونانیوں کے اس مندر پر قبضہ کر لیا، اس مندر میں ارسطو کا ایک مجسمہ بھی رکھا ہوا تھا جو مندر کی چھت سے لٹکی ہوئی ایک لکڑی کے ساتھ بندھا ہوتا

تھا۔

عیسائیوں نے جب مندر پر قبضہ کیا تو اسے کلیسا میں تبدیل کر دیا تاہم ارسطو کے مجسمے کو انھوں نے بدستور وہاں رہنے دیا اور خوش عقیدہ یونانیوں سے متاثر ہو کر وہ بھی اس کی عزت کرتے اور حاجت روائی اس سے چاہتے تھے۔

مسلمانوں نے جب صقلیہ پر قبضہ کیا تو اس مندر کو انھوں نے مسجد میں تبدیل کر دیا لیکن سب سے پہلا جو کام کیا وہ یہ کہ ارسطو کا مجسمہ ہٹا دیا۔

جو اس بن جوذر مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عین اس وقت اس کی بیٹی نابیل داخل ہوئی اور مسکراتے ہوئے اپنے باپ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

اے میرے باپ میں نے آپ کا پیغام پہنچا دیا ہے اور میں آپ سے یہ بھی کہوں کہ لوگ گروہ در گروہ اپنے گھروں سے نکل کر بندرگاہ کا رخ کرنے لگے ہیں اس پر جواس بن جوذر اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنی بیٹی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

گھر کی جو قیمتی اشیاء ہیں اور جو چیز تم مزید لینا چاہتی ہو وہ باندھ لو اور ہم بھی یہاں سے کوچ کریں۔

نابیل بے حد خوش دکھائی دے رہی تھی، بھاگتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی، تھوڑی دیر بعد وہ پھر لوٹی اس کے ہاتھ میں ایک گٹھڑی تھی، اپنے باپ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

جو کچھ میں نے لینا تھا لے لیا ہے، اب میرے خیال میں چلنا چاہئے۔

اس پر لولو بن نصر اور جواس بن جوذر دونوں اُٹھ کھڑے ہوئے گھر سے نکلے واپس مڑتے ہوئے جواس بن جوذر اور نابیل نے ایک اُداس سی نگاہ رات کی تاریکی میں اپنے گھر پر ڈالی، اس کے بعد وہ لولو بن نصر کے ساتھ بندرگاہ کی طرف بڑھ گئے تھے۔

بندرگاہ پہنچ کر لولو بن نصر کو زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا تھا بڑی تیزی سے مسلمان بندرگاہ کے اس حصے کی طرف آنے لولو بن نصر کی کشتیوں میں بیٹھنے لگے، آخر میں ایک شخص آیا، اس نے جواس بن جوذر کو اطلاع دی کہ جس قدر مسلمان تھے وہ سب آ گئے ہیں اس پیغام کے ملتے ہی لولو بن نصر ان لوگوں کو لے کر صقلیہ سے شمالی افریقہ کے ساحل کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

☆

شمالی افریقہ کے ساحلی شہر مہدیہ میں رومن حاکم گون سالوا ایک کمرے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ اس کا نائب مارنیوس اندر آیا، قریب آ کر اس نے گون سالوا کو مخاطب کیا۔

کیا آپ نے مجھے بلایا ہے؟

گون سالوا فکر و اندوہ میں ڈوبا ہوا تھا منہ سے کچھ نہ بولا، تاہم اس نے اثبات میں گردن ہلا دی، پھر اس ہاتھ کا اشارہ ایک نشست کی طرف کیا جس پر مارنیوس آگے بڑھا اور اس نشست پر بیٹھ گیا کچھ دیر خاموشی رہی، اس کے بعد مارنیوس کو مخاطب کرتے ہوئے گون سالوا نے کہنا شروع کیا۔

مارنیوس تھوڑی دیر پہلے ہمارا مخبر ایک انتہائی بری خبر لے کر آیا ہے، اس نے یہ اطلاع دی ہے کہ عمر بن حسین نے پوری طرح پر پرزے نکال لئے ہیں اس نے کہیں چھپا کر اپنی عسکری قوت رکھی ہوئی تھی یا یوں جانو وہ صحرا کے اندر کسی کو بستانی سلسلے میں اپنی قوت جمع کرتا رہا ہے اور مناسب موقع جان کر اس نے سفاقس پر حملہ کیا سفاقس میں جس قدر مارنیس تھے انہیں اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور سفاقس پر اس نے مکمل قبضہ کر لیا ہے۔

اس انکشاف پر مارنیوس تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں گون سالوا کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔

یہ کیسے ممکن ہے وہ تو پہلے صقلیہ گیا ہوا تھا اور میرے خیال میں چند دن ہوئے واپس لوٹ کر آیا ہے یہ ساری کارروائی اس قدر سرعت کے ساتھ کیسے وقوع پذیر ہو سکتی ہے۔

گون سالوا نے طنزیہ سے انداز میں مارنیوس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

بس یوں جانو یہ سب کچھ ہو چکا ہے اس وقت سفاقس ہمارے قبضے میں نہیں ہے، ہمارا کو قتل کیا جا چکا ہے اور سفاقس پر عمر بن حسین نے مکمل طور پر قبضہ کر لیا ہے۔ اب مارنیوں کے اس قتل عام کے جواب میں تم بتاؤ ہمیں کیا قدم اٹھانا چاہئے ویسے جو کچھ میں نے سوچا ہے وہ میں تمہیں بتاتا ہوں اس کے بعد تمہارا مشورہ سنوں گا پسند کروں گا۔

گون سالوا نے کہنا شروع کیا۔

مارنیوس میں سمجھتا ہوں فی الحال عمر بن حسین کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرنی

چاہئے اگر عمر بن حسین نے سفاقس پر قبضہ کر لیا ہے تو اس کے پاس کوئی معمولی قوت نہیں جو قاصد یہ خبر لے کر آیا ہے اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ عمر بن حسین کے ساتھ بہترین سالار شامل ہو چکے ہیں صنہاجی قبیلے کا سردار محمد بن رشید اور اس کے نائب لولو بن نصر اس کے ساتھ ہیں اس کے علاوہ دو اور اہم شخصیتیں یحییٰ بن مطروح اور محمد فن خرج الکومی بھی اس کا ساتھ دے رہے ہیں پہلے میں نے سوچا تھا کہ ہمیں فی الفور عمر بن حسین کے خلاف کارروائی کرنی چاہئے۔ پھر میں نے خیال کیا نہیں ایسا کرنا ہمارے حق میں بہتر نہیں ہوگا۔

جو کچھ میں نے سوچا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں تیز رفتار قاصد صقلیہ میں راجر کی طرف روانہ کرنا چاہئے اور اسے اس صورت حال سے آگاہ کرنا چاہئے، اس کے بعد جو بھی احکامات راجر جاری کرے اس کے مطابق ہمیں حرکت میں آنا چاہئے اگر ہم اس کو اطلاع دیئے بغیر عمر بن حسین کے خلاف لشکر کشی کرتے ہیں اور ہمیں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوتی تب راجر کا غضب اور غصہ ہم پر نازل ہوگا۔ یہ بھی کہے گا تو نے مجھ سے پوچھے بغیر قدم کیوں اٹھایا، لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ آج ہی تیز رفتار قاصد صقلیہ روانہ کئے جائیں اور راجر کو صورت حال سے آگاہ کیا جائے، اس کے بعد جو وہ حکم دے اس کے مطابق ہم عمل کریں گے۔

کون سالود شاید مزید کچھ کہتا کہ مارنیوس کہنے لگا۔

کون سالود مجھے تمہاری اس تجویز سے پورا اتفاق ہے میں اپنی طرف سے کوئی تجویز پیش نہیں کرنا چاہتا۔ میرا خیال ہے ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے، فی الفور قاصدوں کو راجر کی طرف روانہ کر دینا چاہئے۔

کون سالود اور مارنیوس دونوں جب ایک ہی تجویز پر متفق ہو گئے تب ان دونوں نے دو تیز رفتار قاصد صورت حال سے راجر کو آگاہ کرنے کے لئے صقلیہ کی طرف روانہ کر دیئے تھے۔

☆

لولو بن نصر ایک روز شام سے کچھ پہلے صقلیہ سے نکالے جانے والے مسلمانوں کا قافلہ لے کر سفاقس پہنچا تھا سفاقس کے شمالی دروازے کے باہر عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح

محمد بن رشید، قاضی ابوالحسن اور شہر کے معزز لوگوں نے ان کا استقبال کیا۔ سب سے پہلے عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح، لولو بن نصر کے پاس گئے لولو بن نصر کو مخاطب کرتے ہوئے عمر بن حسین کہنے لگا۔

ابن نصر صقلیہ سے مسلمانوں کو نکالنے کی یہ تمہاری دوسری کارگزاری ہے اور میں ہی تمہارا انتظار رہا کامنون اور شکر گزار ہوں کہ اپنی دونوں مہموں میں تم کامیاب رہے ہو۔

عمر بن حسین مزید کچھ کہتا کہ اسے خاموش ہو جانا پڑا، اس لئے کہ لولو بن نصر بول پڑا۔

امیر محترم آپ کس لحاظ سے میرا شکریہ ادا کر رہے ہیں قسم خدا واحد کی جو کام میں نے کیا ہے میرا ضمیر کہتا ہے کہ وہ میں نے اپنے اس خانہ ساز صقلیہ سے نکال کر محفوظ کیا ہے پھر آپ کیونکر میرا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

آپ ہمارے امیر ہیں، آپ کا ایک ادنیٰ سا اشارہ بھی مجھ جیسے انسان کے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔

عمر بن حسین نے آگے بڑھ کر لولو بن نصر کا شانہ تھپتھپایا، اسے شاباش دی اس کے بعد وہ اس کے دائیں جانب کھڑے جواس بن جوذر سے گلے ملا، پھر اس سے مصافحہ کیا، ساتھ ہی اسے مخاطب بھی کیا۔

ابن جوذر، اس بار صقلیہ کی طرف اکیلا لولو بن نصر گیا تھا جب میں نے صقلیہ میں تم سے ملاقات کی تھی تو میں نے حرب بن حماس سے تمہاری ملاقات کرائی میں نے وعدہ کیا تھا کہ حرب بن حماس ساتھ آئے گا لیکن یہاں کچھ ضروری کام تھے جن کی بنا پر حرب بن حماس لولو بن نصر کے ساتھ نہیں جا سکا۔

دراصل سفاقس پر قبضہ کرنے کے بعد میں نے صقلیہ میں اپنے جاسوس اور مخبر پھیلا دیئے ہیں اور اپنے اس مخبری کے محکمے کے کارندوں نے حسن بن مالک اور حرب بن حماس مقرر کئے ہیں ان کی نگرانی میں ہمارے آدمی دشمن کے پل پل کی نقل و حرکت سے آگاہ کرتے رہیں گے۔ بس اسی وجہ سے حرب بن حماس تمہاری طرف نہیں جا سکا۔

مجھے امید ہے کہ لولو بن نصر نے تمہیں آسانی سے تلاش کر لیا ہوگا۔

جواب میں ابن جوذر ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگا۔

امیر محترم نوفل بن نصر بزدانا، بزانیک نوجوان ہے، اس نے راستے میں عقلیہ سے آنے والے لوگوں کا بہترین خیال رکھا پھر اچانک ابن جوذر کو کچھ خیال گزرا۔ بائیں جانب اپنی بیٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ عمر بن حسین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم یہ میری بیٹی نابیل ہے۔

عمر بن حسین نے اسے بھی خوش آمدید کہا۔ پھر عقلیہ سے آنے والوں کو لے کر عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح شہر میں داخل ہوئے پہلے سب کو ان کی رہائش گاہیں دکھائی گئیں اور وہاں انہیں ضرورت کی ہر شے مہیا کی گئی، آخر میں جواس بن جوذر اور اس کی بیٹی نابیل رہ گئے تھے اس موقع پر یحییٰ بن مطروح عمر بن حسین کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم جواس بن جوذر عقلیہ کا ایک سرکردہ آدمی ہے، اس کے لئے ہمیں اچھی اور عمدہ قسم کی رہائش گاہ کا انتظام کرنا چاہئے میرے ذہن میں ایک تجویز ہے، مجھے امید ہے آپ اسے پسند کریں گے۔

جو رہائش گاہ مجھے دی گئی ہے وہ میری ضرورت سے کہیں زیادہ ہے پھر وہ عمارت دو منزلہ ہے، اتنی بڑی عمارت میں اکیلا پڑا ہوں اگر میرے بھائی محمد بن رشید اور لولو بن نصر کو اعتراض نہ ہو تو میں ان کی عمارت میں منتقل ہو جاتا ہوں، جس عمارت میں یہ دونوں رہ رہے ہیں وہ ان دونوں کی ضرورت سے کہیں زیادہ ہے اور جس میں میں رہ رہا ہوں اس میں جواس بن جوذر اپنی بیٹی نابیل کے ساتھ رہ لے گا اس کے بعد ہو سکتا ہے عقلیہ کے کچھ اور لوگ آئیں تو انہیں دوسری منزل پر منتقل کیا جا سکتا ہے۔

محمد بن حسین نے یحییٰ بن مطروح کی ان باتوں کا کوئی جواب نہ دیا، تاہم وہ جواب طلب سے انداز میں اپنے پہلو میں کھڑے محمد بن رشید اور لولو بن نصر کی طرف باری باری دیکھنے لگا تھا، دیکھنے کے اس انداز سے لولو بن نصر اور محمد بن رشید ہنس پڑے پھر محمد بن رشید نے عمر بن حسین کو مخاطب کیا۔

امیر محترم آپ ہم دونوں کی طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے ہم نے کوئی بہت بڑا جرم کیا ہے دراصل میرے بھائی یحییٰ بن مطروح نے کچھ زیادہ ہی تکلف سے کام لینے کی کوشش کی ہے، اسے اپنی گفتگو میں یہ نہیں کہنا چاہئے تھا کہ اگر محمد بن رشید اور لولو بن نصر کی

مرضی ہو تو وہ ہمارے والی عمارت میں منتقل ہو جائے، جس عمارت میں میں اور لولو بن نصر رہتے ہیں وہ یقیناً ہماری ضرورت سے زیادہ ہے۔ یحییٰ بن مطروح کو اس میں ہم خوش آمدید کہیں گے۔

محمد بن رشید کا جواب سن کر عمر بن حسین بن نہیں یحییٰ بن مطروح بھی خوش ہو گیا تھا۔ پھر جواس بن جوذر کو وہ اپنے ساتھ لے گئے تھے یحییٰ بن مطروح اس عمارت میں منتقل ہو گیا جس میں محمد بن رشید اور لولو بن نصر رہتے تھے اور یحییٰ بن مطروح والی عمارت میں جواس بن جوذر نے اپنی بیٹی نابیل کے ساتھ قیام کر لیا۔

صقلیہ کے مرکزی شہر پلرمو کے قصر میں صقلیہ کا حکمران راجر دوئم بڑی بے چینی سے داخل ہونے والے لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ قصر میں اس وقت اس کے دائیں جانب اس کا فون آشام سالار اعلیٰ اور بنیادیکم بیٹھ ہوا تھا، اس کے بائیں جانب دوسرا خونخوار سالار مایو اپنی نشست سنبھال چکا تھا۔ قصر میں صقلیہ کے عمائدین داخل ہو رہے تھے، جب ساری نشستیں پر ہو گئیں اور راجر نے اندازہ لگایا کہ جن لوگوں کو بلایا گیا تھا وہ آ گئے ہیں، تب اپنے چوبدار کو اس نے قصر کا دروازہ بند کرنے کے لئے کہا۔ چوبدار بڑی تیزی سے آگے بڑھا، دروازہ اس نے بند کر دیا۔ اس کے بعد اوپر آنے والے سارے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے راجر کہہ رہا تھا۔ آپ پریشان ہو گئے ہوں گے۔ میں نے آپ کو اس قدر عجلت میں کیوں بلایا جو خبر میں کہنے والا ہوں وہ میں اس سے پہلے ولیم اور مایو کو تفصیل کے ساتھ بتا چکا ہوں، بری خبر یہ ہے کہ شمالی افریقہ کے قلعہ سفاقس پر عمر بن حسین نے قبضہ کر لیا ہے، ہمارا وہاں جو دس ہزار کے لگ بھگ لشکر تھا اس کا مکمل طور پر عمر بن حسین نے خاتمہ کر دیا ہے اور سفاقس میں اس نے اپنی خود مختار حکومت کا اعلان کر دیا ہے۔ یہ ایک طرح سے عمر بن حسین کی ہمارے خلاف بغاوت ہے۔

راجر یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اس کا ایک عہدیدار اپنی جگہ سے اٹھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

عمر بن حسین نے اتنا بڑا قدم اٹھانے کی جرات اور جسارت کیسے کی، جبکہ اس کا باپ یرغمالی کے طور پر ہمارے پاس ہے۔ اسے صاف بتا دیا گیا تھا کہ اگر ہمارے خلاف بغاوت

کرنے کی کوشش کی تو اس کے باپ کو مصلوب کر دیا جائے گا، پھر اس نے اتنی بڑی حرکت کیسے کر ڈالی۔

راجر نے کچھ دیر سوچا، اس کے بعد اس نے پھر کہنا شروع کیا۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ اس نے یہ قدم کیوں اٹھایا، اب ہم نے یہ طے کرنا ہے کہ ہم اس کے خلاف کیا قدم اٹھائیں۔ آپ سب لوگوں کی آمد سے پہلے ولیم اور مایو سے میری تفصیل کے ساتھ بات ہو چکی ہے اور ہم تینوں ایک تجویز پر متفق بھی ہو چکے ہیں، لیکن اس پر آپ لوگوں کی تائید بھی ضروری ہے۔ ہم تینوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایک قاصد عمر بن حسین کی طرف روانہ کیا جائے جو قاصد خبر لے کر گرگون سالو اور ماریوس کی طرف سے آئے ہیں، ہمارا قاصد ان کے ساتھ افریقہ کی طرف روانہ ہو جائے گا۔ سفاقس کا رخ کرے گا، وہاں عمر بن حسین سے ملے گا اور اسے میرا یہ پیغام دے گا کہ وہ فی الفور سفاقس کی سابقہ حیثیت کو بحال کر دے۔ بارہ سو سرمنوں کا جو وہاں قتل عام ہوا اس کا پورا پورا معاوضہ ادا کرے۔ اس کے لئے ہم ایک خاصی بڑی رقم بھی مقرر کریں گے اور یہ کہ پہلے کی نسبت ایک بڑا لشکر جو صرف بارہ سو سرمنوں پر مشتمل ہو گا، سفاقس میں رہے گا۔ اس نے جو اپنا ذاتی لشکر تیار کر لیا ہے ان کو نہتا کر کے اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ کر دے۔ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو پھر ہم اس کے باپ کو جو ہماری قید میں ہے، زندان سے نکال کر مصلوب کر دیں گے، یہ ہمارا پہلا قدم ہے، اس کے علاوہ بھی مستقبل کے لئے عمر بن حسین پر نگاہ رکھنے کی خاطر میں نے ایک دوسرا قدم بھی اٹھانے کا ارادہ کیا ہے۔ عمر بن حسین ہماری کوئی بھی شرط ماننے سے انکار کرے، ایسی صورت میں جو دوسرا قدم میں اٹھا رہا ہوں وہ عمر بن حسین کے لئے نقصان دہ اور ہمارے لئے سود مند ثابت ہو گا۔

آپ لوگوں کو شاید خبر نہیں ہو گی، ولیم اور مایو جانتے ہیں کہ عمر بن حسین کے باپ حسین کے لئے میں نے زندان میں اس کی خدمت کرنے کے لئے ایک شخص مقرر کر رکھا ہے، اس شخص کا نام عبد بن بن کسینہ ہے۔ کبھی یہ مسلمان تھا لیکن اب عیسائیت اختیار کر چکا ہے۔ اس کی بیوی کا نام لیبانہ ہے جو پیدائشی نصرانی ہے۔ اس عبد لیس بن کسینہ اور لیبانہ کے دو بچے ہیں، ایک جوان اور انتہائی دلکش لڑکی ہے جس کا نام شرینہ ہے۔ دوسرا اس سے چھوٹا ایک بیٹا ہے جس کا نام شالیب ہے۔ عبد لیس بن کسینہ لیبانہ اور ان دونوں

کی لڑکی اور لڑکا آج ہی یہاں سے سفاقس کی طرف روانہ ہو جائیں گے، جس وقت عمر بن حسین یہاں صقلیہ میں آیا تھا وہ عبدلیس بن کسینہ سے ملا تھا اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ عبدلیس بن کسینہ بڑی جانفشانی اور بڑے خلوص کے ساتھ زندان میں اس کے باپ حسین کی خدمت کرتا ہے، اب عبدلیس بن کسینہ اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ سفاقس جا کر عمر بن حسین سے یہ کہے گا کہ صقلیہ کے حکام اس پر شک کرنے لگے تھے کہ وہ زندان میں حسین کی خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے لئے جاسوسی کا کام سرانجام دیتا ہے، وہ یہ بھی کہے گا اس الزام میں اسے گرفتار کیا جانے لگا تھا کہ وہ اپنی بیوی اور بچوں کو لے کر صقلیہ سے یہاں بھاگ آیا۔

ظاہر ہے عمر بن حسین اپنے باپ کی خدمت کرنے والے کو مایوس نہیں کرے گا، عبدلیس بن کسینہ اور اس کے اہل و عیال کو وہ ضرور اپنے ہاں پناہ دے گا، بس اس کے بعد دو کاموں کی ابتداء ہو گی، پہلا کام یہ کہ شمالی افریقہ میں صنہاجی قبیلے کے کچھ لوگ ہماری گرفت میں ہیں، ہمارے ساتھ ملے ہوئے ہیں..... وہ عبدلیس بن کسینہ کے ساتھ رابطہ رکھیں گے اور انہی صنہاجیوں کے ساتھ مل کر عبدلیس بن کسینہ عمر بن حسین کی خبریں گون سالود اور مارنیوس تک پہنچائے گا، اس کے لشکر کی نقل و حرکت سے بھی آگاہ کرے گا، اس طرح آنے والے دنوں میں عمر بن حسین عبدلیس بن کسینہ کی وجہ سے مزید کامیابی حاصل نہ کر سکے گا، بلکہ اس پر قابو پانا گون سالود اور مارنیوس کے لئے آسان ہو جائے گا..... یہی خبریں گون سالود ہم تک پہنچائے گا۔

دوسرا کام اس کی بیٹی شرینہ ادا کرے گی، جہاں تک میرا اندازہ ہے اور جن لڑکیوں کو میں نے دیکھ رکھا ہے..... صقلیہ کے اندر اس وقت دو انتہا درجہ کی خوبصورت لڑکیاں ہیں، ایک فلپ کی بیٹی فلورہ جو اپنی ماں کے ساتھ کہیں روپوش ہو چکی ہے، دوسری عبدلیس بن کسینہ کی بیٹی شرینہ سفاقس پہنچ کر شرینہ بھی اپنے کام کی ابتداء کرے گی..... عمر بن حسین سے محبت اور چاہت کی پینگیں بڑھائے گی، اسے پوری طرح اپنی گرفت میں لے گی اور اس سے خبریں حاصل کر کے اپنے باپ عبدلیس بن کسینہ تک پہنچائے گی، اس طرح عمر بن حسین کو ان لوگوں کے ذریعے قابو کرنا ہمارے لئے کوئی زیادہ مشکل نہیں رہے گا۔

جو کچھ میں نے کہا ہے اس کے متعلق عبدلیس بن کسینہ اس کی بیوی اس کے بیٹے اور

بیٹی سب کو سمجھایا جا چکا ہے اور آج ہی عبدلیس بن کسینہ بھی اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ یہاں سے شمالی افریقہ کے ساتھ کوچ کر جائے گا۔

راجر تھوڑی دیر تک خاموش رہا، اس کے بعد دوبارہ اس کی آواز اس قصر میں گونج گئی تھی۔

میرے عزیزو ہم نے ایک تیسرا فیصلہ بھی کیا ہے، اگر عمر بن حسین ہماری شرائط مان جاتا ہے تب بھی عبدلیس بن کسینہ اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ وہاں قیام کرے گا، تاکہ آنے والے دنوں میں وہ عمر بن حسین کی نقل و حرکت سے ہمیں آگاہ کر سکے اور اگر عمر بن حسین ہماری کسی بھی تجویز کو ماننے سے انکار کرتا ہے تب گون سالود اور مارنیوس کے لئے میں احکامات جاری کر رہا ہوں کہ جونہی صقلیہ سے جانے والا قاصد انہیں یہ اطلاع کرے کہ عمر بن حسین نے ہماری شرائط ماننے سے انکار کر دیا ہے، وہ فوراً ایک جرار لشکر لے کر اس پر چڑھ دوڑیں اور ہر صورت میں اسے شکست دے کر فاقس اس سے واپس لینے کی کوشش کریں۔

راجر کا کچھ سوچا، پھر سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا..... یہی وہ تجاویز تھیں جن کی حاضر آپ سب لوگوں کو یہاں جمع کیا گیا ہے، اس سلسلے میں اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو بخوشی اٹھ کر اپنا اعتراض کھڑا کر سکتا ہے..... ویسے میں تم پر یہ بھی انکشاف کر دوں کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ حکومت کا سارا کام اپنے بیٹے ولیم کو سونپ رہا ہوں، اب یہی حقیقت میں صقلیہ کا حکمران ہو گا۔

جب قصر میں بیٹھے لوگوں میں سے کوئی بھی نہ اٹھا، تب راجر نے اپنی خوشنودی کا اظہار کیا، اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، ساتھ ہی اس نے وہ مجلس برخاست کر دی تھی اس روز راجر کا قاصد صقلیہ سے آنے والے قاصدوں کے ساتھ روانہ ہو گیا تھا، جبکہ عبدلیس بن کسینہ بھی اپنی بیوی، بیٹی اور بیٹے کے ساتھ اسی روز صقلیہ سے سفاقس کا رخ کر گیا۔

☆

راجر کا قاصد اور عبدلیس بن کسینہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ ایک ہی روز شمالی افریقہ کے شہر مہدیہ میں گون سالود سے ملے، اس ملاقات میں مارنیوس بھی شامل تھا..... عبدلیس بن کسینہ گون سالود اور مارنیوس کے درمیان مزید صلاح مشورہ ہوا، ہر بات کو راز رکھا گیا..... پھر یہ طے پایا کہ عبدلیس بن کسینہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ راجر کے قاصد سے پہلے

سفاقس شہر میں داخل ہو کر عمر بن حسین سے ملے اور وہاں اپنے قیام کی ابتدا کرے، اس کے بعد راجر کا قاصد پیغام لے کر عمر بن حسین کے پاس پہنچے گا۔

اس مقصد کے تحت عبدلیس بن کسینہ اس کی بیوی، بیٹے اور بیٹی کو ایک کشتی مہیا کی گئی اور اس کشتی کو مغرب کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ عبدلیس بن کسینہ اس کشتی کو مہدیہ سے دور مغرب میں صنہاجی ماہی گیروں کے اندر لے گیا۔ کشتی ساحل پر لگانے کے بعد وہ صنہاجی قبیلے کے ماہی گیروں سے ملا، اپنے دکھ درد کی مصنوعی کہانی اس نے سنائی، عمر بن حسین کے باپ کی خدمت اور پھر راجر کا اس کے خلاف غصہ اور کینہ اچانک بھڑک اٹھنے اور اس کی موت کا حکم صادر کرنے کی مصنوعی داستان اس نے کہہ سنائی تھی، ساتھ ہی اس نے یہ بھی التجا کی کہ وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ عمر بن حسین کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔

یہ ساری من گھڑت داستان سن کر صنہاجی قبیلے کے ملاح بڑے متاثر ہوئے اور انہوں نے عبدلیس بن کسینہ کو سواریاں مہیا کیں، تاکہ وہ ساحل سمندر سے سفاقس کے قلعے میں عمر بن حسین سے مل سکے، اس طرح عبدلیس بن کسینہ جو چاہتا تھا ویسے ہی ہو رہا تھا، اس کی سواری کا بندوبست ہو چکا تھا۔ وہ یہی چاہتا تھا، پھر وہ بڑی تیزی سے عمر بن حسین سے ملنے کے لئے سفاقس کا رخ کر رہا تھا۔

☆

عمر بن حسین ایک روز شہر کی فصیل کے اوپر نئے تعمیر ہونے والے برجوں اور پرانے برجوں کی مرمت کے کام کا جائزہ لے رہا تھا کہ ایک شخص بڑی تیزی سے اس کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم آپ کے گھر کچھ مہمان آئے ہیں جس کی بنا پر آپ کی والدہ اور آپ کے نگران قیطان بن اسماعیل نے فوراً آپ کو گھر بلایا ہے۔

عمر بن حسین نے تیز نگاہوں سے آنے والے اس جوان کی طرف دیکھا، پھر پوچھ لیا۔

میرے ہاں اس وقت کون سے مہمان آ سکتے ہیں، کیا تم جانتے ہو کہ آنے والے کون ہیں۔

آنے والا وہ جوان رکا، دم لیا، پھر کہنے لگا۔

امیر محترم یہ مہمان حقلیہ سے آئے ہیں، ایک شخص عبدلیس بن کسینہ اپنی بیوی لیلیٰ

اپنی بیٹی شرینہ اور اپنے بیٹے شالیب کے ساتھ حقلیہ سے آیا ہے اور اس وقت وہ آپ کے گھر میں موجود ہے۔

عبدلیس بن کسینہ کا نام سن کر عمر بن حسین چونکا، کچھ کہنا چاہتا تھا کہ محمد بن رشید نے اسے مخاطب کیا۔

امیر محترم کیا بات ہے، یہ شخص کون ہو سکتا ہے، عمر بن حسین فوراً بول پڑا۔

ابن رشید میرے بھائی یہ عبدلیس بن کسینہ وہی مہربان شخص ہے جو زندان میں میرے باپ کی بغیر کسی معاوضے کے رضاکارانہ خدمت کیا کرتا تھا، اب جو وہ اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ یہاں آیا ہے تو اس کے ساتھ ضرور کوئی غیر پسندیدہ معاملہ ہوا ہے، میرے خیال میں مجھے فی الفور اس سے ملنا چاہئے۔

ابن رشید نے عمر بن حسین کی اس تجویز سے اتفاق کیا، پھر عمر بن حسین محمد بن رشید، یحییٰ بن مطروح اور لولو بن نصر چاروں فصیل سے اتر کر گھر کا رخ کر رہے تھے۔

اپنے ساتھیوں کے ساتھ عمر بن حسین جب اپنے دیوان خانے میں داخل ہوا تو سب سے پہلی نگاہ اس کی عبدلیس بن کسینہ پر پڑی، بڑی تیزی سے عمر بن حسین اس کی طرف بڑھا۔ عبدلیس بن کسینہ نے اپنے بازو پھیلا دیئے، عمر بن حسین آگے بڑھ کر اس سے گلے ملا، پھر اس کی بیوی، بیٹے اور بیٹی شرینہ کا حال پوچھا۔ شرینہ حسن اور خوبصورتی میں کسی بھی طرح فلورہ سے کم نہ تھی، دراز قد تھی، انتہا درجہ کی خوبصورت اور جاذب نظر تھی۔

عمر بن حسین کے بعد محمد بن رشید یحییٰ بن مطروح اور لولو بن نصر آگے بڑھ کر عبدلیس بن کسینہ اور اس کے بیٹے شالیب سے ملے جو زیادہ سے زیادہ چودہ برس کے لگ بھگ ہوگا۔ عمر بن حسین نے سب کا تعارف کروایا، پھر عمر بن حسین عبدلیس بن کسینہ کے پاس بیٹھ گیا اور بڑی ہمدردی سے اسے مخاطب کر کے پوچھ لیا۔

آپ کا یوں اپنے اہل خانہ کے ساتھ یہاں آنا، میں سمجھتا ہوں کسی علت کے بغیر نہیں ہے۔

عبدلیس بن کسینہ نے رو دینے والی شکل بنائی تھی، اس کی آنکھوں میں آنسو بھی اتر آئے تھے۔ شاید اس طرح کے آنسو نکالنے میں وہ بڑی مہارت رکھتا تھا، اس کی ڈبڈبائی آنکھیں دیکھتے ہوئے عمر بن حسین ہی نہیں محمد بن رشید یحییٰ بن مطروح اور لولو بن نصر بھی

بڑے متاثر ہوئے تھے، پھر عبدیس بن آسینہ نے بات شروع کی۔

امیر عمر بن حسین یوں جانیں مجھے آپ کے باپ کی رضاکارانہ خدمت کی ہزادی گئی ہے میرے کچھ نئے خواہ تھے جنہوں نے مجھے بروقت اطلاع کر دی ورنہ اب تک میں مصلوب ہو چکا ہوتا، اس لئے کہ راجر نے ولیم کے کہنے پر مجھے اور میرے اہل خانہ کو مصلوب کرنے کے احکامات جاری کروا دیئے تھے، آپ جانتے ہیں ولیم بڑا ہی نفس انسان ہے، حالانکہ میں نے راجر سے اجازت لی تھی کہ میں رضاکارانہ طور پر آپ کے باپ کی زندان میں خدمت کرنا چاہتا ہوں راجر نے اس کی مجھے اجازت بھی دے دی، لیکن ولیم نے نجانے کس طرح اسے بھڑکایا کہ ایک دم راجر میرے خلاف ہو گیا اور مجھ پر ایسا غضبناک ہوا کہ مجھ سے پوچھے بغیر مجھے صفائی کا موقع دیئے بغیر ہی مجھے اور میرے اہل خانہ کے مصلوب کرنے کے احکامات جاری کر دیئے۔

جب مجھے ان حالات کا علم ہوا تو میں نے وقت ضائع نہیں کیا رات کے وقت اپنے اہل خانہ کو ساتھ لیا اور شمالی افریقہ کی طرف روانہ ہو گیا اور میری خوش قسمتی کہ میری کشتی صنہاجی قبیلے کے ماہی گیروں والے ساحل پر آن لگی، میں نے جب انہیں اپنے حالات سنائے انہیں مجھ سے ہمدردی ہوئی انہوں نے مجھ سے محبت، بڑے خلوص اور ایثار کا مظاہرہ کیا، پھر انہوں نے مجھے اور میرے اہل خانہ کو سواریاں مہیا کیں اور میں بخیریت آپ کے پاس پہنچ گیا۔

یہاں تک کہنے کے بعد عبدیس بن آسینہ تھوڑی دیر کے لئے رکا، پھر اپنے چہرے پر اس نے مصنوعی غم اور دکھ ایسا بکھیرا کہ ایک بار پھر اس کی آنکھیں بہنے لگیں، اس کے بعد اس نے عمر بن حسین کو روتی ہوئی آواز میں مخاطب کیا۔

امیر محترم میں اب اپنے اہل خانہ کے ساتھ اس نیت سے آیا ہوں کہ آپ کے ہاں قیام کروں گا، اگر آپ کے شہر میں میرے رہنے کے لئے تھوڑی سی بھی جگہ ہو تو میں اسے اپنی خوش بختی خیال کروں گا۔

عبدیس بن آسینہ مزید کچھ کہتا کہ عمر بن حسین نے بولتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی تھی۔

ابن آسینہ آپ ہمارے لئے ایک معزز مہمان کی حیثیت رکھتے ہیں آپ نے

رضاکارانہ طور پر میرے باپ کی خدمت کی، اب یہاں اس شہر میں میں آپ کی خدمت کروں گا پھر یحییٰ بن مطروح کی طرف دیکھتے ہوئے عمر بن حسین بول پڑا۔

ابن مطروح ہمارے اس محسن اور مددگار کی رہائش کا عمدہ انتظام ہونا چاہئے۔

یحییٰ بن مطروح نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

امیر محترم میرا خیال ہے جس عمارت کو میں نے خالی کیا ہے، اس میں اس وقت جواس بن جوذر اور اس کی بیٹی نائیل رہتے ہیں انہوں نے اوپر کی منزل میں قیام کیا ہے، وہ صرف دو افراد ہیں محترم عبدیس بن آسینہ کا کنبہ بھی چار افراد پر مشتمل ہے، نیچے کا حصہ ان کے لئے کافی ہو گا۔

عمر بن حسین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور عبدیس بن آسینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

آپ میرے ساتھ آئیں میں آپ کو آپ کی قیامگاہ دکھاتا ہوں۔

عبدیس بن آسینہ اس کی بیوی لیلیانہ، بیٹی ثریہ اور بیٹا شالیب چاروں اٹھ کھڑے ہوئے، یحییٰ بن مطروح محمد بن رشید اولاد بن نصر بھی ان کے ساتھ تھے پھر سب دائیں طرف والی حویلی میں داخل ہوئے، اس وقت صحن کے اندر جو چھوٹا سا باغیچہ تھا اس میں جواس بن جوذر اور نائیل دونوں باپ بیٹی چہل قدمی کر رہے تھے جونہی نائیل نے ثریہ کو دیکھا وہ لپک کر اس کی طرف بڑھی اور اس سے گلے مل گئی تھی، جواس بن جوذر بھی بڑے پرجوش انداز میں عبدیس بن آسینہ کی طرف بڑھا، اسے گلے لگایا، اس موقع پر مسکراتے ہوئے عمر بن حسین نے عبدیس بن آسینہ کو مخاطب کیا۔

یہ اور بھی اچھا ہوا کہ آپ دونوں خاندان ایک دوسرے کے جاننے والے ہیں اور اکٹھے رہتے ہوئے میرے خیال میں آپ بہتر طور پر ایک دوسرے کے سکون اور آرام کا خیال رکھ سکیں گے۔

عمر بن حسین تھوڑی دیر کے لئے رکا، پھر عبدیس بن آسینہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

جو کام میں سر انجام دینا چاہتا تھا وہ اب میرے بزرگ جواس بن جوذر اور ثریہ آپ کو عمارت کا نیچے والا حصہ دکھائیں گے، تھوڑی دیر تک ضروریات کی ساری چیزیں یہاں پہنچ جائیں گی، اس کے علاوہ بھی اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو آپ جب چاہیں اپنے بیٹے شعیب کو میری طرف بھیج دیں آپ کو وہ چیز مہیا کر دی جائے گی۔

پھر عبدلیس بن کسیلہ سے عمر بن حسین نے اجازت لی۔ اس کے بعد وہ وہاں سے نکلنا چاہتا تھا کہ عبدلیس بن کسیلہ نے اپنے لباس میں ہاتھ ڈالا تو یہ کیا ہوا ایک کاغذ اس نے عمر بن حسین کی طرف بڑھایا اور کہنے لگا۔

زندان میں میری وساطت سے آپ کے والد محترم کو خبر ہو گئی تھی کہ سقاقس میں آپ نے نارمنوں کے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ نارمنوں کے دس ہزار کے لشکر کو آپ نے تہہ تیغ کر دیا ہے اور سقاقس پر آپ نے قبضہ کر لیا ہے۔ یہ خبر سننے کے بعد پوری رات سوچتے ہوئے آپ کے باپ نے آپ کے نام یہ خط لکھا تھا اور مجھ سے کہا تھا کہ میں کسی نہ کسی طرح یہ خط آپ تک پہنچا دوں۔ پھر حالات ہی ایسا پلٹا کھا گئے کہ مجھے خود ہی وہاں سے بھاگنا پڑا۔ اب یہ خط میں آپ کی نذر کرتا ہوں۔

عمر بن حسین دوبارہ اپنی حویلی میں آیا۔ یحییٰ بن مطروح محمد بن رشید لولو بن نصرانس کے ساتھ تھے۔ جب وہ دیوان خانے میں آئے دیوان خانے میں پہلے سے قیقان بن اسامیس صفورہ، خیران، فلورہ اور مریط بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے۔ وہ چاروں بھی آگے بڑھ کر نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔ پھر محمد بن حسین نے اپنے باپ کا خط کھولا اور اسے پڑھنے لگا تھا۔

میرے بیٹے میری دعا ہے۔ تم ستاروں کے ٹمٹماتے پردوں میں ابدی کی اجلی تمازت اور دھوئیں کے سندیسوں میں داستان گو کے ہونٹوں کی طرح متحرک رہو۔ زندان میں ہر روز میرے سینے میں آزادی روشن ستاروں کی طرح گونجتی تھی، پر میں بے بس تھا، کوئی اچھی خبر بھی سننے کو نہ آتی تھی، میرے بچے زندان میں ہواؤں کے اجلے جھروکوں میں بلا کی جس میٹھی تمازت کے میں نے خواب دیکھے تھے میرے بیٹے تم اس کی تعبیر ثابت ہونے ہو، میں زندان میں رہتے ہوئے تمہیں لاکھوں سلام پیش کرتا ہوں۔

میرے بیٹے آزادی ایک ایسی نعمت ہے جو بڑی مشکل سے ملتی ہے۔ لاکھوں فرسخوں کی اندھی مسافت طے کرنے اور صدیوں کے جگمگے اندھیرے کاٹنے کے بعد یہ نعمت ہمیں ہوتی ہے۔ زرد طوفانوں کی کدورت گردش دوراں کے تیور، ناجائز اور ظلمت شب میں پھیلے اندھیروں کے اندر یہ موتی تلاش کرنا پڑتا ہے، بیٹے! غلامی حاصل کرنا بڑا آسان ہے لیکن آزادی آہ آزادی تشکل کے کرب خیز سمندروں کو عبور کرنے کے بعد ملتی ہے۔

بیٹے میں جانتا ہوں مجھے تخ میں رکھ کر تم میرے ساتھ سودا کرنے کی کوشش

کریں گے، تمہیں دھمکی دیں گے کہ اگر تم نے جو کامیابیاں ان کے خلاف حاصل کی ہیں ان سے دست بردار نہ ہوئے تو تمہارے باپ کو مصلوب کر دیں گے۔ بیٹے ان کی کسی دھمکی میں مت آنا، یاد رکھنا اگر تم نے ان کی بات مان لی تو تم مذہب، ملت اور مسلم قوم کے بدترین دشمن اور غدار ثابت ہوئے، اگر تم نے غلامی کو آزادی پر ترجیح دی تو میرے بیٹے یاد رکھنا تم اور تمہارے لواحقین اپنے دین کے لئے تقدیر کا بدترین آلاپ ملت کے پاؤں کے آبلے، درد کے حوصلے اور مسلم قوم کے لئے زخموں کے تروف دکھ بھرے الفاظ ثابت ہو گے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہیں اپنا بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کر دوں گا۔

بیٹے زندان میں جس روز مجھے یہ خبر ملی کہ تم نے سقاقس پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا ہے اور وہاں نارمنوں کے دس ہزار کے لشکر کو بڑی آسانی کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا ہے تو یہ جانو میرے لئے زندان میں سوکھے پیڑوں سے ٹکراتی موسم کی پہلی بارش کی طرح چھن چھن سارنگی بجنے والی خوشیاں چاروں طرف ناچ اٹھی تھیں۔ میرے بچے جو کچھ تم نے حاصل کیا ہے، اس کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ کرتے چلے جانا۔ حرص و ہوس کے ہر شہر میں ملت کے دھندلائے مزین آئینے موسموں کی گرد سے صاف کرتے چلے جانا۔

یہ بھی یاد رکھنا کہ دشمن تجھ پر قابو پانے کے لئے تجھے بڑے سنہرے خواب دکھائیں گے، زرد چوروں کی میٹھی آوازوں کی طرح تجھے اپنی طرف بلائیں گے، تیز حسی تر چھی قاتل اور ان گنت پرچھائیوں کی طرح تجھ پر چھا جائیں گے۔

میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تو قرطاس وقت میں تیسرے لکھے حرف کی طرح مجھے یاد کرے گا۔ شام سویرے گھپ اندھیرے میں یادوں کے آئینوں کی طرح تو میری سلامتی چاہے گا، پر بیٹے میں نے اپنی زندگی پر ملت کی آزادی کو ترجیح دیتا ہوں، اپنی زیست پر اپنی قوم کی بہتری، اپنے دین کے فروغ کو قربان کرتا ہوں، اپنے ذہن، اپنے ضمیر میں یہ بات ملحوظ رکھنا کہ میں ایسا راہی ہوں جس کی کوئی منزل نہیں، ایسا تنہا مسافر جس کا کوئی ساتھی نہیں، میرے بچے میں زندان میں پانچوں وقت نماز پڑھ کر تیرے لئے دعا مانگتا ہوں کہ خداوند قدوس تجھے کامیاب اور کامران رکھے، میں جانتا ہوں جو کچھ تو نے کیا ہے اگر تو نارمنوں کے خلاف ڈٹ گیا تو وہ مجھے مصلوب کر دیں گے۔ میرے مصلوب کئے جانے پر دلبرداشتہ مت ہونا

بس اپنے کام کو جاری رکھنا۔ میری دعا ہے کہ تم ہی وہ سرفروش ثابت ہو جو نارمنوں کو شمالی افریقہ سے نکال باہر کرے۔

بیٹے میں نارمنوں کو تجھ سے زیادہ بہتر جانتا ہوں یہ برف کی کاش کی طرح تمہارے سامنے آئیں گے، پر تم بھی جوانا بن کر چھانے کی کوشش کریں گے بستیاں ویران کر دیں گے، گلستان خاک بسر کریں گے، اب جبکہ تو نے فاطمی فتح کر لیا ہے تو یہ بات اپنے ذہن میں رکھنا تیرے خلاف نارمنوں کی طرف سے ہزاروں طوفان اُبل پڑیں گے، پیچ و تاب کھاتے اضطراب انگیز سرابوں کے لامتناہی سلسلے جھکڑوں کی طرح تیرے سامنے آئیں گے، پر بیٹے ان سب کے سامنے ایسی للکار بن کر اُبھرنا کہ تلوار پانی مانگے، ان سب کے سامنے ایسی رفتار کے ساتھ حملہ آور ہونا کہ دریا روانی مانگے نارمنوں کے سامنے جبر کی ایسی تنظیم بن کر اُٹھنا کہ میرے بیٹے راز خود اپنے اسرار کو تلاش کرتا پھرے۔

میں فرزند نیک خو نارمنوں کے خلاف ایسی شورش کا آغاز کرنا کہ ان کی تقدیر میں کوئی آسائش نہ رہنے دینا، اپنی ملت اپنی قوم کے لئے آندھیوں میں جلنے والا چراغ بن کر نمودار ہونا۔

بیٹے میں تم پر یہ بھی واضح کر دوں کہ تم جوان ہو، دراز قد، خوبصورت ہو، نارمن کوشش کریں گے کہ کنواری لڑکیوں کے گلابی پیکر تمہارے اردگرد پھیلا دیں، پر ان ساری حسین لڑکیوں کو اس خواجہ سرا کی طرح کوئی اہمیت نہ دینا جیسے دست کوزہ گر کی شاتی کی طرح شمالی افریقہ میں مسلمانوں کے اسیر ہاتھوں کی رہائی کا اہتمام کرنا، سورج کی مدت کی طرح نارمنوں کے سامنے آنا، پھر دیکھنا غلامی کی برف اپنے آپ پگھلنا شروع ہو جائے گی۔

بیٹے میں آخری بار تم سے کہہ رہا ہوں، میری نصیحت میری زندگی کی خاطر نارمنوں سے کوئی سودا نہ کرنا اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہیں اپنا بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کر دوں گا، یہ بھی یاد رکھنا کہ میں تختہ دار پر لٹکتے ہوئے تمہارے حق میں جو آخری پیغام تمہیں دوں گا میرے بیٹے وہ یہی ہوگا کہ شمالی افریقہ سے نارمنوں کا صفایا کرنے کے بعد ان سرزمینوں میں میرے بچے آزادی کی حفاظت کرنا۔

یہاں پر عمر بن حسین کے باپ کا خط ختم ہو گیا تھا خط پڑھتے ہوئے عمر بن حسین کی آنکھوں سے کئی بار آنسو خط پر گرے تھے، جنہیں اس نے جلدی جلدی پونچھ لیا تھا، اس کی

یہ حالت دیکھتے ہوئے اس کی ماں صفورہ، قیطان بن عیسیٰ، محمد بن رشید یحییٰ بن مطروح، خیران اور لولو بن نصر تک چکمل کر رو گئے۔ دوسرے سب افراد بھی اداس اور افسردہ ہو گئے تھے۔

اپنی آنکھیں خشک کرتے ہوئے صفورہ نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے اپنے بیٹے عمر بن حسین سے وہ خط لے لیا اور خط اس نے یحییٰ بن مطروح کی طرف بڑھایا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔ میرے بیٹے یہ خط ذرا بلند آواز میں مجھے پڑھ کر سناؤ۔

یحییٰ بن مطروح نے بلند آواز میں وہ خط جب سب کو پڑھ کر سنایا تو سب آبدیدہ سے ہو گئے تھے کچھ دیر تک خاموشی رہی، پھر صفورہ نے عمر بن حسین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

عمر میرے بیٹے قسم خدائے پاک کی جو کچھ تیرے باپ نے لکھا ہے مجھے اس سے ایسی ہی اُمید تھی، اس سے بڑھ کر کوئی بھی باپ اچھی نصیحت نہیں کر سکتا۔ مجھے اُمید ہے کہ تم اپنے باپ کے ایک ایک حرف پر عمل کرنے کی کوشش کرو گے۔

اپنی ماں صفورہ کے ان الفاظ پر عمر بن حسین کی چھاتی تن گئی تھی۔ آنکھیں آگ برسانے لگی تھیں، چہرہ تانبے کی طرح تپ گیا تھا پھر اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا۔

مادر محترم آپ دیکھیں گی کہ میں اپنے باپ کے اس خط کے الفاظ سے بھی کہیں زیادہ نارمنوں کے لئے کڑا اور ذلت آمیز عذاب ثابت ہوں گا۔

فلورو نے جب دیکھا کہ جذبات میں عمر بن حسین کی حالت ایک دم تبدیل ہو گئی ہے تو وہ اپنی جگہ پر اُٹھی، پانی کا ایک کٹورا بھر لائی، پھر دونوں ہاتھ سے کٹورہ تھام کر عمر بن حسین کے سامنے آئی اور اپنی شہد برساتی آواز میں کہنے لگی۔ پانی پی لیں۔

عمر بن حسین نے جھرجھری کی ایک نگاہ فلورو پر ڈالی پیالہ اس نے لیا اور پانی پیا، پھر فلورو کہنے لگی، میرے خیال میں سب مل کر کھانا کھاتے ہیں پھر اس نے مریطہ کو ساتھ لیا، اس کمرے میں کھانا لگایا اور سب بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔

اگلے روز شام سے تھوڑی دیر پہلے جبل عمر بن حسین اپنے دیوان خانے میں محمد بن رشید یحییٰ بن مطروح، لولو بن نصر سعدان بن مطروف، جواس بن جوزر اور خدا عدلیس بن سینے کے ساتھ بیٹھ سفاقس کی فصیل کے استحکام پر گفتگو کر رہا تھا کہ دروازے پر کسی نے دستک دی تھی۔

لولو بن نصر اپنی جگہ سے اٹھا، صدر دروازے پر آیا، وہاں ایک مسلح جوان کھڑا تھا، اس نے لولو بن نصر کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

صقلیہ کے حکمران راجر کی طرف سے ایک قاصد آیا ہے، امیر عمر بن حسین کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔

لولو بن نصر نے باہر نکل کر دیکھا، قریب ہی راجر کا وہ قاصد کھڑا تھا، ہاتھ کے اشارے سے لولو بن نصر نے اسے اندر آنے کو کہا، وہ اندر آیا، مسلح جوان چلا گیا۔ قاصد کو لے کر لولو بن نصر دیوان خانے میں داخل ہوا۔

راجر کے قاصد کے آنے کی اطلاع خدمتی کے اندر بھی ہو گئی تھی، نہتے خدمتی قاصد کو اسلحہ میں، خیران، فلورہ، مریطہ دیوان خانے کا جو مختصر دروازہ تھا اور حویلی کے اندرونی حصے کی طرف کھلتا تھا اس کے پردے کی اوٹ میں آن کھڑی ہوئی تھیں۔

قاصد جب اندر داخل ہوا تو سب سے پہلے اس کی نگاہ عدلیس بن سینے پر پڑی، اسے دیکھتے ہی اس نے اپنے چہرے پر مصنوعی سا غصہ اور غیرت بھیری، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

عدلیس بن کسینہ تو تم بھی یہاں پہنچ چکے ہو، پھر اس کی حقیقی معنوں میں غیرت سے بھری آواز بلند ہوئی، جب اس نے جواس بن جوزر کی طرف دیکھا اور کہہ اٹھا۔

ابن جوزر کیا تم بھی یہیں ہو، سعدان بن مطروف کو شاید وہ نہ جانتا تھا، تبھی اس نے کوئی اہمیت نہ دی تھی، عمر بن حسین نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا اور کہنے لگا مجھے عمر بن حسین کہتے ہیں، یہاں میرے قریب مجھ کو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

قاصد بیٹھ گیا، پھر عمر بن حسین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں اپنے بادشاہ راجر کی طرف سے آپ کے لئے بڑا سخت پیغام لے کر آیا ہوں، آپ نے سفاقس پر قبضہ کر کے اور دس ہزار مسلح فرمن کا خاتمہ کر کے بڑی فاش غلطی کی ہے۔

اب راجر نے آپ کی طرف یہ پیغام بھجوایا ہے کہ آپ ہمارے سامنے ہتھیار ڈالیں، اپنے کئے کی معافی مانگیں، فرمنوں کا جو نقصان سفاقس میں ہوا ہے اس کا ہرجانہ ادا کریں اور پہلے کی طرح فرمنوں کا ایک مضبوط لشکر سفاقس میں رکھا جائے، آپ کے پاس جس قدر مسلح لشکر ہے انہیں نہتا کر کے اپنے اپنے گھروں کو جانے کی اجازت دے دی جائے۔

اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو راجر کا کہنا ہے کہ ہمارے اور آپ کے تعلقات پھر پہلے جیسے ہوں گے اور صقلیہ میں آپ کا باپ بھی زندان میں محفوظ رہے گا اور اگر آپ نے راجر کا یہ مطالبہ سے انکار کر دیا تو راجر کے صاف اور واضح احکام ہیں کہ فوراً آپ کے باپ کو صقلیہ میں مقتول کر دیا جائے گا، پھر آپ کے خلاف کھلا اعلان جنگ کیا جائے گا۔ راجر نے یہ بھی کہا تھا کہ میں آپ کو یہ بھی مشورہ دوں کہ آپ ہماری اطاعت قبول کر لیں بصورت دیگر حالات بڑے سنگین ہوں گے۔

جب تک قاصد بولتا رہا، عمر بن حسین اور باقی سب لوگ خاموش رہ کر سنتے رہے، اس موقع پر عدلیس بن سینے کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی، دیوان خانے کے دروازے کے پیچھے یہ ساری گفتگو خیران، فلورہ، قیتان بن اسماعیل، خیر ان، مریطہ اور فلورہ بھی سن رہی تھیں۔ قاصد جب خاموش ہوا تو عمر بن حسین نے اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

تو راجر کا قاصد ہے اور ایسے قاصد کی عزت اور احترام ہم پر واجب ہے، میں تم سے یہ کہوں کہ ہم راجر کی اطاعت قبول کرنے سے صاف انکار کرتے ہیں تو پھر راجر کی طرف سے

تیار و مکمل ہوگا۔

قاصد کے چہرے پر تلخی کی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

راجر کے لشکری عمر بن حسین پیتل کے بازو رکھتے ہیں آپ نے اگر بغاوت کا یہ سلسلہ جاری رکھا تو یاد رکھنا، ایسے جانباز تم لوگوں پر حملہ آور ہو جائیں گے، جو آتشی اولوں اور انگاروں کی طرح تم پر برس جائیں گے جنگلوں کو بے برگ کر دیں گے، ان ساری زمینوں کی حشمت اور شوکت پسپا ہو کر رہ جائے گی راجر کے لشکری ان سرزمینوں میں اس طرح وارد ہوں گے جیسے مدتوں کے لب بستہ غاروں اور پرانے اندھے کنوؤں سے عذابوں کے سلسلے اور ہجرتوں کی قبرستانیاں اسیری کی زنجیریں توڑ کر نکل کھڑی ہوتی ہیں۔

عمر بن حسین یہ بھی اپنے ذہن میں رکھنا، اگر ہمارے ساتھ تمہاری جنگوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو ان سرزمینوں کے ہر فرد کی لطافت و نزاکت ہر جوانی کی حیا اور سرخی، بوڑھی مائیں جوان بہنیں جھکے سروں والے بوڑھے پھول بچوں اور چاند ستاروں سے بچے اور تہذیب کے بڑے بڑے شاہکار سلگتے لاوؤں کے سامنے ناپید ہو کر رہ جائیں گے۔

قاصد کچھ دیر خاموش رہا عمر بن حسین کے علاوہ جس قدر لوگ وہاں بیٹھے ہوئے تھے ان سب کے چہروں کا جائزہ لیا، اتنی دیر تک عمر بن حسین گہری سوچوں میں غرق تھے، قاصد مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عمر بن حسین نے اسے مخاطب کیا۔

تم آج کی رات ایک ذی عزت قاصد کی حیثیت سے ہمارے ہاں قیام کرو، میرا جواب کل سورج طلوع ہونے کے بعد تمہیں ملے گا، پھر عمر بن حسین نے لولو بن نصر کی طرف دیکھا۔

لولو بن نصر راجر کے قاصد کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور اپنی حویلی میں اس کے قیام کا مناسب انتظام کرو، پھر عمر بن حسین نے قاصد کی طرف دیکھا۔

تم اس جوان کے ساتھ جاؤ، یہ تمہارے قیام اور طعام کا بندوبست کرتا ہے، اس کے ساتھ ہی لولو بن نصر اس قاصد کو لے کر چلا گیا لولو بن نصر ابھی دروازے سے باہر نکلا ہی تھا کہ پیچھے سے عمر بن حسین نے پھر اسے آواز دی۔

ابن نصر میرے عزیز بھائی قاصد کے وہاں قیام کا اہتمام کرنے کے بعد واپس آؤ، لولو بن نصر نے مڑ کر دیکھا اثبات میں گردن ہلائی، پھر چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد لولو بن نصر واپس لوٹ آیا، اس کے آنے کے بعد عمر بن حسین سب کے ساتھ کچھ دیر تک بڑے رازدارانہ سے انداز میں مشورہ کرتا رہا، پھر شاید وہ کسی نتیجہ پر پہنچے، اس کے بعد عمر بن حسین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا محمد بن رشید یحییٰ بن مطروح لولو بن نصر کو اپنے ساتھ آنے کے لئے کہا، جب وہ دیوان خانے سے نکلے تو عین اسی وقت عبدیس بن کسینہ کی بیٹی شرینہ اور اس کا بھائی شالیب اور سعدون بن مطروف کی بیٹی نائیل حویلی میں داخل ہو رہے تھے۔

صفورہ نے انہیں حویلی میں داخل ہوتے دیکھ لیا تھا لہٰذا صفورہ ایک طرف آئی اور شرینہ شالیب اور نائیل کو اپنے ساتھ لے گئی، اتنی دیر تک عمر بن حسین بھی اپنے تینوں ساتھیوں کے ساتھ حویلی کے اس حصے کی طرف جب گیا تو صفورہ نے اسے پکارا۔

بیٹے تم نے مجھے ایک تجسس اور فکر مندی میں ڈال دیا ہے۔

عمر بن حسین جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ صفورہ، مریضہ، نائیل شرینہ اور شالیب بھی اس کے اردگرد آن جمع ہو گئے تھے اپنی ماں صفورہ کو مخاطب کرتے ہوئے عمر بن حسین کہنے لگا۔

ماں فکر مندی کی کوئی ضرورت نہیں، یہاں راجر کا قاصد آیا تھا، اس نے دھمکی دی ہے کہ راجر کی اطاعت قبول کرلی جائے ورنہ ہمیں بہت برا نتیجہ اٹھانا پڑے گا قاصد کو میں نے روک لیا ہے، کل اسے فیصلہ کن جواب دوں گا میری ماں تم ذرا میرے ساتھ آؤ، میں تمہارے ساتھ کوئی آخری فیصلہ کرنا چاہتا ہوں نانا کو بھی لے آؤ۔

پھر یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید، لولو بن نصر، قیناں بن اسا نیس، صفورہ کے ساتھ حویلی کے دوسرے کمرے میں عمر بن حسین داخل ہوا، جب وہ سب بیٹھ گئے تب عمر بن حسین نے اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میری ماں ہم سب نے مل کے فیصلہ کیا ہے کہ ہم نارمنوں کی اطاعت قبول نہیں کریں گے۔ اگر ہم نے اطاعت قبول کرلی تو ایک تو وہ ہمیں ہمیشہ کے لئے غلام بنا کر رکھیں گے، ہماری زندگیاں ان کے سامنے خطرات میں ہوں گی دوسرے اگر میں ایسا کرتا ہوں تو اپنے باپ کے خلاف بغاوت کرتا ہوں، ان کا خط آپ نے پڑھ ہی لیا ہے۔

اے میری ماں اگر میں راجر کی اطاعت قبول نہیں کرتا تو یہ واضح ہے کہ میرے باپ کو

مغلوب کرایا جائے گا اب بولو میں انصاف کا میزان تمہارے ہاتھ میں دیتا ہوں، میری ماں ہو جو فیصلہ کرو گی وہ میرے لئے قابل قبول ہوگا مادرِ محترم ایک طرف آزادی ہے، ایک طرف میرے باپ کی سلامتی، دونوں میں سے ایک چیز کا انتخاب کرلو، یا تو مجھ سے اپنے شوہر کو مانگ لو یا پھر شمالی افریقہ میں سارے مسلمانوں کی آزادی کا انتخاب کرلو بولو میری ماں تم کیا چاہتی ہو اگر شوہر مانگنا ہو تو پھر یہاں کی سرزمینوں میں جس قدر مسلمان بستے ہیں انہیں غلام بنا دیا جائے گا ان کی گردنیں کاٹی جائیں گی، سب سے پہلے تیرے بیٹے کی گردن کٹے گی اور اگر شوہر کو قربان کرتی ہو تو یہ مت قوم اور دین کی بہت بڑی خدمت ہوگی یہی بات میرے باپ نے اپنے خط میں بھی لکھی تھی، بس یہی مشورہ میں تم سے کرنے آیا ہوں بولو میری ماں تم کیا فیصلہ کرتی ہو۔

تمہارا جواب سننے سے پہلے اپنے ساتھیوں کے ساتھ میں نے جو فیصلہ کیا ہے، وہ بھی غور سے سن لو۔

کل صبح ہی صبح کافی چارپائی کا ایک جنازہ میرے گھر سے اٹھے گا، قبرستان تک جائے گا، وہاں شہر کے لوگ ہوں گے، باقاعدہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور کفن کو باقاعدہ قبر میں دفن کر دیا جائے گا، اس کے بعد میں راجر کی طرف سے آنے والے قاصد کو جواب دوں گا یہ کارروائی نارمنوں کو یہ بتانے کے لئے کی جا رہی ہے کہ آزادی کی خاطر میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے باپ کو قبر میں اتار دیا ہے، اب میں اپنے خون کے آخری قطرے تک تمہارے ساتھ جنگ کروں گا۔

عمر بن حسین مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی ماں بول پڑی۔

بچے! میرا بیٹا ہو کر تو نے مجھے سمجھنے میں کیسی تاخیر کی بیٹے میں تیرے فیصلے سے مکمل طور پر اتفاق کرتی ہوں، آزادی کی خاطر میں اپنے شوہر ہی کو نہیں بیٹے، اگر وقت آیا تو تجھے بھی قربان کرنے کی ہمت اور حوصلہ رکھتی ہوں، جو کچھ تو نے سوچا ہے اس پر عمل کر کے دکھا، تیری ماں تیرے ساتھ ہے۔

صفورہ کے بعد عمر بن حسین کے نانا قیان بن اسماعیل نے بھی اس کی تجویز سے اتفاق کیا، دونوں کا جواب سن کر عمر بن حسین مطمئن ہو گیا تھا، پھر وہ دوبارہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ آ کر دیوان خانے میں بیٹھ گیا تھا اور وہ اسی موضوع پر گفتگو کرنے لگے تھے، جس موضوع پر

راجر کے قاصد کے آنے سے پہلے گفتگو ہو رہی تھی۔ صفورہ زنان خانے کی طرف گئی اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

خداوند قدوس نے مجھے ایسی رونق دی ہے کہ میں ماضی کی ساری تلخیاں ہی بھول گئی ہوں۔

قبل اس کے وہاں بیٹھے لوگوں میں سے صفورہ کی گفتگو کا کوئی جواب دیتا فلورہ سنجیدہ ہو گئی، پھر اس نے صفورہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

اے عظیم ماں راجر کے قاصد کے آنے کی وجہ سے ہم سب لوگ بڑے فکرمند اور پریشان ہیں آپ اور امیر عمر بن حسین کے مابین جو گفتگو ہوئی، کیا آپ اس سے ہمیں آگاہ نہیں کریں گے کیا ہمیں یہ نہ بتائیں گی کہ راجر کا قاصد کیا پیغام لے کر آیا ہے۔

صفورہ نے کچھ سوچا، پیار سے اپنے پہلو میں بیٹھی فلورہ کا شانہ تھپتھپایا پھر شروع سے لے کر آخر تک سارے حالات اس نے کہہ ڈالے تھے۔

صفورہ کے اس انکشاف پر فلورہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی عبدالیس بن کسینہ کی بیٹی ثریہ بول پڑی۔

امیر عمر بن حسین کا یہ اقدام یقیناً قابل تعریف ہے، نارمنوں کے سامنے جھکنے کا یہ مطلب ہے کہ ان کی غلامی قبول کی جائے اور اگر ان کی غلامی قبول کی جائے تو پھر ان غلاموں میں خون کی وہ ہولی کھیلیں گے جس کا اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا میں امیر عمر بن حسین کے فیصلے کو سلام کرتی ہوں یہ ایک بہت بڑی قربانی ہے جو ان سرزمینوں کے مسلمانوں کے لئے دی جانے والی ہے۔

ثریہ جب خاموش ہوئی تو صفورہ نے باری باری نائیل اور ثریہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

نائیل اور ثریہ میری دونوں بیٹیو! یہ ایسا ممکن نہیں کہ آج رات تم ہمارے پاس رہو، کھانا بھی یہاں ہی سے کھاؤ، اس طرح تمہاری وجہ سے ہمارے پاس رونق ہوگی، مجھے تمہاری ماں لیلیانہ سے شکوہ ہے کہ وہ تمہاری طرح میرے پاس آتی جاتی نہیں، لگتا ہے وہ تنہائی پسند ہے، بہرحال جس حال میں بھی وہ خوش رہنا چاہے ہم اس کے ساتھ ہیں، پھر صفورہ نے ثریہ کے بھائی شالیب کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

شالیب میرے بیٹے زرا دیوان خانے میں جاؤ اور عمر بن حسین کو بلا کر میرے پاس لاؤ۔

شالیب اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا، بھاگتا ہوا دیوان خانے میں داخل ہوا اور عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر محترم آپ کو آپ کی والدہ بلا رہی ہیں عمر بن حسین اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا شالیب کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگا آؤ میرے ساتھ۔

شالیب کے ساتھ عمر بن حسین اس کمرے میں داخل ہوا جس میں صفورہ سب کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی آگے بڑھ کر صفورہ کے قریب عمر بن حسین بیٹھ گیا، اب صفورہ کے ایک طرف فلورہ اور دوسری جانب عمر بن حسین تھا، اس موقع پر سب سے پہلے حسین اور پر جمال شرینہ نے عمر بن حسین کو مخاطب کیا۔

امیر محترم راجر کے آنے والے قاصد کے جواب میں جو آپ نے ردعمل اختیار کیا ہے اس کی تفصیل آپ کی والدہ محترمہ نے ہمیں بتادی ہے آپ کے فیصلے پر میں آپ کو مبارک باد دیتی ہوں، آپ کی جرات مندی اور جسارت کو سلام کرتی ہوں۔

شرینہ کے ان الفاظ پر عمر بن حسین نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا، لبوں پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر اس نے شرینہ کو مخاطب کیا۔

عبدلیس کی بیٹی میں تو سمجھتا تھا کہ تم تنہائی پسند اور خاموش طبع لڑکی ہو، لیکن تمہارے الفاظ بتاتے ہیں تم اچھی خاصی مقرر ہو اور بہترین تقریر کر سکتی ہو بہر حال جن جذبات کا اظہار تم نے کیا ہے ان کے لئے میں تمہارا ممنون اور شکر گزار ہوں۔

اس بار صفورہ نے عمر بن حسین کو مخاطب کیا، میرے بیٹے یہ بیٹیاں آج یہیں رات بسر کریں گی، کھانا بھی ہمارے ساتھ کھائیں گی دیوان خانے میں جس قدر لوگ بیٹھے ہوئے ہیں انہیں بتاؤ کہ ان سب کا آج شام کا کھانا ہمارے ہاں ہوگا بیٹے اسے اس فیصلے کے جواب میں ایک دعوت ہی سمجھو جو تم نے کیا ہے اور یہ بڑا عظیم فیصلہ ہے، ایسے فیصلے یقیناً قوموں کی تقدیر بدلنے کے لئے کئے جاتے ہیں میرے بیٹے اس دعوت کے لئے کچھ چیزوں کی ضرورت بھی پڑے گی۔ فلورہ وہ سب چیزیں تمہیں بتا دیتی ہے، کسی کو بھیج کر یہ چیزیں منگوا دو تاکہ ہم اس دعوت کا اہتمام کر سکیں۔

صفورہ کی اس گفتگو کے جواب میں عمر بن حسین کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ فلورہ نے براہ

راست عمر بن حسین کو مخاطب کیا۔

امیر محترم میں نے دیکھا ہے کہ قاقس کے بازاروں میں عورتیں پردہ کر کے باقاعدہ خرید و فروخت کے لئے آتی ہیں، کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم خود جو چیزیں لینا چاہیں بازار جا کے ان کی خریداری کر سکیں۔

عمر بن حسین کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر فلورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگے۔

مجھے کوئی اعتراض نہیں، دوسری عورتوں کی طرح اگر تم بھی پردہ کر کے جاؤ تو جس وقت تم چاہو بازار جا سکتی ہو، مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

عمر بن حسین کا جواب سن کر فلورہ خوش ہو گئی تھی پھر صفورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

میری ماں کسی سے سامان منگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں مریطہ نائیل شرینہ چاروں جائیں گی شالیب ہمارے ساتھ ہوگا، ہم سارا سودا سلف خود خرید کر لائیں گی۔

عمر بن حسین اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا، پھر اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

جس کام کے لئے آپ نے مجھے بلایا تھا وہ فلورہ نے حل کر دیا ہے، میرے خیال میں اب میری ضرورت نہیں رہی، اس پر فلورہ نے ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگی۔ امیر آپ ٹھیک کہتے ہیں، عمر بن حسین وہاں سے چلا گیا تھا، اس کے جانے کے بعد فلورہ اپنی جگہ سے اُٹھی مریطہ، نائیل، شرینہ، شالیب کو اس نے ساتھ لیا صفورہ نے انہیں خاصی بڑی رقم مہیا کی، پھر وہ اپنے چہروں کو ڈھانپتے ہوئے سودا سلف خریدنے کے لئے قاقس کے بازار کی طرف چلی گئی۔

اگلے روز وقت نے ایک عجیب اور غیر معمولی تماشا دیکھا، ایک جنازہ عمر بن حسین کے ہاں سے اُٹھا..... عجیب سا سماں تھا، کیا مرد کیا عورتیں سب بین کرتے ہوئے رو رہے تھے..... جنازہ شہر سے باہر ریت کے ٹیلوں کے قریب جو کھلا قبرستان تھا وہاں تک گیا، بے شمار لوگ اس جنازے کے پیچھے پیچھے تھے..... قبرستان کے قریب جاکر ساری عورتیں رُک گئیں، مرد آگے بڑھے، باقاعدہ جنازہ پڑھا گیا، جنازے کی مسہری کے اُوپر جو چادریں رکھی ہوئی تھیں، ان کے لئے جو قبر کھودی گئی تھی انہیں اس قبر میں دفن کر دیا گیا اور جب مٹی ڈال کر باقاعدہ قبر بنادی گئی، تب عمر بن حسین نے راجر کی طرف سے آنے والے قاصد کو طلب کیا۔

قاصد جب عمر بن حسین کے سامنے آیا تو اس وقت عمر بن حسین کے دائیں طرف یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید، لولو بن نصر کھڑے تھے... بائیں جانب جواس بن جوذر، سعدون بن مطروف، عبدلیس بن کسیبہ اور ان کے اطراف میں بے شمار شہر کے معززین اور اکابر منتظر تھے کہ دیکھیں عمر بن حسین راجر کے قاصد کے سامنے کیا ردعمل ظاہر کرتا ہے۔

راجر کا قاصد جب عمر بن حسین کے پاس آیا تو عمر بن حسین کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے پہل کی۔

مسلمانوں کے امیر میں حیران پریشان اور فکر مند ہوں کہ آج صبح ہی صبح آپ کے ہاں سے کس کا جنازہ نکلا..... سارا شہر اس قبرستان کی طرف اُمڈ آیا ہے، بہت سے لوگوں سے میں نے پوچھا کہ کون اس دُنیا سے کوچ کر گیا... ہر ایک نے مجھے حیرت میں ڈالتے ہوئے یہی کہا

کہ ان کے امیر عمر بن حسین کے والد نے اس دُنیا سے کوچ کیا ہے..... ان کا جنازہ جارہا ہے اور ان کی تدفین ہو رہی ہے..... میں حیران ہوں کہ یہ کیا معاملہ ہے، جبکہ آپ کے والد محترم یرغمال کے طور پر صقلیہ کے زندان میں ہیں۔

اس قاصد کے اس استفسار پر عمر بن حسین کے چہرے پر بڑی تلخ مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر قاصد کو اس نے مخاطب کیا۔

سن راجر کے نمائندے، گزشتہ دن تو نے مجھے کہا تھا کہ اگر میں نے راجر کی فرماں برداری قبول نہ کی تو میرے باپ کو مصلوب کر دیا جائے گا..... میں راجر کے خلاف علم بغاوت کھڑا کرتا ہوں، اپنے باپ کو دفن کرنے کی رسم میں نے ادا کر دی ہے..... تو نے دیکھا میں نے اس کا جنازہ بھی پڑھ دیا ہے..... اب راجر جس وقت چاہے میرے باپ کو مصلوب کر دے، اس لئے کہ میں اس کا جنازہ پڑھ چکا ہوں۔

یہ ساری کیفیت جاکے راجر سے بیان کرنا اسے میری طرف سے یہ بھی کہنا کہ میں عمر بن حسین اس کے سامنے ہتھیار ڈالنے سے انکار کرتا ہوں، اس کا مقابلہ کروں گا..... صرف یہ قلعہ سفاقس ہی نہیں میرے خداوند نے چاہا تو میں سارے شمالی افریقہ کو نارمنوں سے آزاد کراؤں گا..... راجر سے یہ بھی کہنا کہ سفاقس کا قلعہ جس پر میں نے قبضہ کر لیا ہے، اب یہ ہماری چٹان، ہمارا حصار ہے، اس میں رہتے ہوئے ہم اس کے بے دینی کے سیلاب کو روکیں گے، راجر کے قاصد گزشتہ دن تو نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ نارمنوں کے سامنے پسپائی اور رسوائی کا خطرہ ہے..... بن! شرمندگی اور رسوائی خوف وہراس وہ قوم محسوس کرتی ہے جس کا خدا نہ ہو یا جو دین اور نیکی سے دست بردار ہو گئی ہو، ہمارا ایمان اپنے اللہ پر راسخ ہے، اسی سے ہم ڈرتے ہیں..... اسی کی طرف سے بھیجی ہوئی شرمندگی اور رسوائی سے خوفزدہ ہیں..... تو نے یہ بھی کہا تھا کہ راجر کے حملہ آور ہونے والے عسکریوں کے بازو پیتل کے ہیں..... راجر سے کہنا پیتل کے بازوؤں والے لشکریوں کو میں ٹھیکروں کی طرح توڑوں گا۔

راجر سے کہنا مجھ سے ٹکرانے سے پہلے کئی بار سوچے، اگر وہ ہم سے ٹکرائے گا تو آگ سے کھیلے گا اور یاد رکھنا آگ کی فطرت جلانا ہے۔ میرے خداوند نے چاہا تو شمالی افریقہ کے نارمنوں کو ہی نہیں صقلیہ میں جس قدر نارمنوں کی قوت ہے، ان کی خواہشوں کے بگولے

بھی ہم کرچی کرچی، ریزہ ریزہ کرتے ہوئے ان کے خواب عذاب میں تبدیل کر دیں گے۔

میں نے جس کام کے لئے تمہیں روکا تھا وہ میں ادا کر چکا ہوں یعنی اپنے باپ کی نماز جنازہ ادا کر چکا ہوں اب مجھے کسی طرف سے کوئی فکر، کوئی پریشانی، دامن گیر نہیں، اب میرے سامنے صرف ایک ہی کام ہے، وہ یہ کہ نارمنوں کی تمناؤں کی شیشہ گری کو شب کی سیاہ سفاکی میں تبدیل کر دوں اور ان کی آنکھوں کی زمینوں کے اندر درد کے خار بو کے رکھوں۔

راجر کو میری طرف سے یہ بھی کہنا کہ عمر بن حسین کہتا تھا کہ جس قدر آسمان زمین سے بلند ہے، اسی قدر میری منزلیں تمہاری منزلوں سے میرا ایمان تمہارے ایمان سے بلند ہے، اب ہماری نگرانی میں ان سرزمینوں کے اندر کانٹوں کی جگہ صنوبر جھاڑیوں کے بدلے آس کے درخت اگیں گے۔ یاد رکھنا جس طرح بھیڑ اپنے بال کترنے والے کے سامنے بے بس ہوتی ہے، اس طرح کسی بھی صورت، کسی بھی وقت، کبھی بھی ہم راجر کے سامنے اپنی بے بسی اور لاچارگی کا اظہار نہیں کریں گے، بلکہ بال کترے جانے والی بھیڑ کی طرح اسے اپنے سامنے بے بس اور مجبور بنا کر رکھیں گے۔

عمر بن حسین کا جواب سن کر راجر کا قاصد پریشان اور فکر مند سا ہو گیا تھا۔ عمر بن حسین جب خاموش ہوا تو وہ بول پڑا۔

مسلمانوں کے امیر کیا یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے طنزیہ سی مسکراہٹ میں عمر بن حسین نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

میں سنجیدہ ہوں۔ تیرے ساتھ ایسا بے تکلف نہیں ہوں کہ تیرے ساتھ بے تکلفی سے بات کروں، اب تو جا جو پیغام میں نے تجھے سنایا ہے ایسے ہی راجر سے جا کر کہنا اور یہ بھی کہنا کہ اس کی طرف سے جو بھی ردعمل ہو اس کا سامنا، اس کا مقابلہ کرنے کے لئے میں تیار ہوں، اب تو جا تجھ سے میں مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا۔

راجر کا قاصد پیچھے ہٹا، ہجوم کے باہر اس کا گھوڑا کھڑا ہوا تھا، اس پر وہ سوار ہوا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔

☆

ایک روز شام کے وقت راجر کا وہ قاصد مہدیہ کی بندرگاہ میں شمالی افریقہ میں نارمنوں کے حاکم ون سالود کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت شمالی افریقہ میں نارمنوں کا نائب

مارنیوس بھی وہاں موجود تھا وہ قاصد جب راجر اور مارنیوس کے سامنے گیا تو دونوں نے اس کی بڑی عزت افزائی کی، اپنے سامنے بیٹھنے کے لئے کہا، جب وہ قاصد بیٹھ گیا تو ون سالود نے اسے مخاطب کیا۔

میرے عزیز بتایا گیا عبدلیس بن کسینہ وہاں پہنچ چکا ہے اور اس نے اپنے کام کی ابتدا کر دی ہے اور دوسرا سوال جو میں تم سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ عمر بن حسین نے راجر کی دھمکی کا کیا جواب دیا ہے۔

قاصد نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور کہنے لگا۔

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ عبدلیس بن کسینہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ وہاں پہنچ چکا ہے۔ میرے خیال میں وہ اپنے کام کی ابتدا کر چکا ہے۔ میں نے اسے عمر بن حسین کے دیوان خانے میں بیٹھے دیکھا ہے، جہاں تک آپ کے دوسرے سوال کا تعلق ہے تو وہ بڑا الجھا دینے والا ہے، اس کے بعد اس قاصد نے ساری تفصیل جو کچھ اس نے سفاقس میں دیکھی تھی، بیان کر ڈالی۔

یہ تفصیل جان کر راجر اور مارنیوس تھوڑی دیر تک گم سم سے بیٹھے رہے، پھر ون سالود بولا۔

حیرت ہے اس عمر بن حسین نے اپنے باپ کا بھی کوئی خیال نہیں کیا، اس کا باپ ابھی صقلیہ کے زندان میں زندہ ہے اور اس نے اپنے زندہ باپ کا ہی جنازہ پڑھ کر اس کی تدفین کی رسم ادا کر دی ہے۔ بہر حال عمر بن حسین کا یہ رویہ بتاتا ہے کہ وہ ہمارے خلاف بغاوت کر چکا ہے اور ہم نے ٹکرانے کا فیصلہ کر لیا ہے، اب وہ کسی بھی صورت معافی کا حق دار نہیں۔

کچھ دیر خاموشی رہی، پھر ون سالود نے قاصد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میں چاہتا ہوں تم کچھ دن یہاں ہی رکو میں اور مارنیوس دونوں کل ایک لشکر لے کر عمر بن حسین کی سرکوبی کے لئے سفاقس کا رخ کریں گے، مجھے پہلے ہی اندازہ تھا کہ عمر بن حسین سرکشی کا اظہار کرے گا، لہٰذا میں نے اس پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنے لشکر کو بالکل تیار رکھا ہوا ہے۔ میرے عزیز جو راجر کی دھمکی کا جواب عمر بن حسین نے تمہیں دیا ہے وہ بڑا ایسا کن ہے، میں نہیں چاہتا یہ جواب لے کر تم راجر کے پاس جاؤ یہاں کچھ دن قیام کرو، مجھے امید ہے اس دوران میں عمر بن حسین پر حملہ آور ہو کر اسے زیر کر لوں گا۔ سفاقس

کا قلعہ اس سے واپس لے لوں گا، پھر یہ خوشخبری لے کر تمہارے پاس جاؤں گا، اس طرح تم بھی تم سے بھی خوش ہو جائے گا اور ہماری کارکردگی کی بھی تعریف ہو جائے گی۔

قاصد نے گون سالوہ کی اس تجویز سے اتفاق کیا، پھر گون سالوہ نے مارنیوس کی طرف دیکھا۔

مارنیوس پہلے میرے اس عزیز کے طعام اور قیام کا بندوبست کرو، پھر لوٹ کر میرے پاس آؤ تاکہ دونوں لشکر گاہ کی طرف چلیں اور لشکریوں کو آگاہ کریں کہ کل عمر بن حسین پر حملہ آور ہونے کے لئے یہاں سے کوچ کیا جائے گا۔

گون سالوہ کے ان الفاظ سے مارنیوس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، قاصد کو اپنے ساتھ لے گیا، تھوڑی دیر بعد مارنیوس لوٹا پھر وہ اور گون سالوہ دونوں لشکر گاہ کی طرف جا رہے تھے۔

عمر بن حسین اپنی حویلی سے نکلنے ہی لگا تھا کہ عین اسی وقت محمد بن رشید داخل ہوا، اسے دیکھتے ہی عمر بن حسین کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، محمد بن رشید نے مخاطب کرنے میں پہل کی۔

امیر محترم آپ کہیں جا رہے ہیں۔

عمر بن حسین آگے بڑھا، محمد بن رشید سے مصافحہ کیا، پھر کہنے لگا، میں تمہاری طرف ہی جا رہا تھا۔

محمد بن رشید نے دائیں بائیں دیکھا پھر پوچھنے لگا، مادر محترم کہاں ہیں۔

عمر بن حسین نے مڑ کر پیچھے دیکھا، پھر کہنے لگا۔

حویلی کے پشتی باغ میں اس وقت وہ فغور و مریطہ، نابیل اور شرینہ کے ساتھ بیٹھی گفتگو کر رہی ہیں محمد بن رشید پھر بول پڑا، مجھے ان کے پاس لے کر چلیں۔

عمر بن حسین نے محمد بن رشید کا ہاتھ تھاما، حویلی کے پشتی حصے کی طرف گیا، جہاں خم دار پودوں کی بیچ میں فغور و، مریطہ، نابیل اور شرینہ کے ساتھ بیٹھی صفورہ باتیں کر رہی تھی، زرافاصلے پر کھڑے ہو کر عمر بن حسین نے اپنی ماں کو مخاطب کیا۔

مادر محترم محمد رشید آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہے، میں نے اس سے پوچھا نہیں کہ وہ آپ سے کیا کہنا چاہتا ہے۔

صفورہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگی۔

تم دونوں بھائی اتنی دور کیوں رک گئے ہو یہاں کوئی اجنبی نہیں بیٹھا ہوا، چاروں بچیاں تمہاری جاننے والی ہیں عمر بن حسین اور محمد بن رشید آگے بڑھے، باغ کے اندر کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی چٹائیاں تھیں، جن پر وہ سب بیٹھی ہوئی تھیں فلورہ ایک طرف کھسک گئی، پھر عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

آپ لوگ بیٹھیں نا کھڑے کیوں ہیں، عمر بن حسین اور محمد بن رشید آگے بڑھے، جو جگہ فلورہ نے شرینہ کی طرف کھسکتے ہوئے خالی کی تھی وہاں دونوں بیٹھ گئے، پھر گفتگو کا آغاز محمد بن رشید نے صفورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کیا۔

میں آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ میرے قبیلے کے کچھ لوگ مجھ سے ملنے کے لئے آئے ہیں، وہ میرے لئے کھانے پینے کی ذخیرہ اشیاء لے کر آئے ہیں۔ سامان تو وہ دے کر چلے گئے ہیں، وہ سامان اسی طرح پڑا رہا تو بے کار ہو جائے گا میں پہلے بھی ارادہ کر رہا تھا کہ آپ لوگوں کی ایک اچھی اور شاندار ضیافت کروں، پر موقع ہی نہیں مل رہا تھا، اب سامان بھی آگیا ہے فرصت بھی ہے تو میری آپ سے گزارش ہے کہ میرے ہاں سب کی دعوت ہوگی... اگر آپ اجازت دیں تو فلورہ، مریطہ، نابیل، شرینہ اس حویلی میں جائیں جس میں ہماری رہائش ہے آپ اور خیران، بہن بھی ان کے ساتھ ہو لیں سب مل کر کھانا تیار کریں اور شام کا کھانا سب اسی حویلی میں مل کر کھائیں گے، مجھے امید ہے آپ کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

جب تک محمد بن رشید بولتا رہا صفورہ مسکراتی رہی، وہ جب خاموش ہوا تو صفورہ بول پڑی۔

میرے بیٹے مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے تم یحییٰ بن مطروح اور ابو بن نصر تینوں مجھے عمر بن حسین جیسے ہی ہو میرے بیٹے ہو، اگر تم دعوت کرتے ہو تو مجھے اس کی بے حد خوشی ہوگی، جہاں تک ان بچیوں کا تعلق ہے تو میرے خیال میں انہیں بھی کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے، پھر سوالیہ سے انداز میں صفورہ ان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

صفورہ کے اس طرح دیکھنے پر سب سے پہلے نابیل نے اسے مخاطب کیا۔

اس دعوت کا اہتمام کرنے پر ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے، ہم چاروں اس دعوت کا اہتمام کریں گی، بلکہ ہمارا فائدہ ہے کھانے کو مختلف چیزیں ملیں گی اور وہ بھی مفت میں۔

نابیل کی اس گفتگو پر محمد بن رشید نے ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

نابیل نے اپنی گفتگو سے ہمیں ایک طرح سے مطمئن کر دیا ہے، اب میں اور امیر جا رہے ہیں..... ہم تو ستغر کی طرف جائیں گے یحییٰ بن مطروح اور ابو بن نصر پہلے ہی لشکر گاہ کی طرف جا چکے ہیں۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ سب لوگ ابھی ہمارے ساتھ چلیں، میں سارا سامان آپ لوگوں کو دکھا دوں، پھر میں اور امیر بھی لشکر گاہ کی طرف چلے جائیں گے آپ سب مل کر کھانے کی چیزیں تیار کرتی رہیں گا۔

نابیل جواب میں چھلانگ لگاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی، میرے خیال میں اس نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہئے پھر اس نے فلورہ، مریطہ اور شرینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میں کھڑی بھی ہو گئی ہوں اور تم تینوں بیٹھی ہوئی ہو، میرے خیال میں تم تینوں کو تو مجھ سے پہلے کھڑا ہونا چاہئے تھا۔ فلورہ، مریطہ، شرینہ بھی مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں خیران اور صفورہ بھی اٹھ کھڑی ہوئیں، سب عمر بن حسین اور محمد بن رشید کے ساتھ ہو لیں..... دوسری حویلی میں گئیں وہاں محمد بن رشید نے انہیں کھانے پینے کا سارا سامان دکھایا، پھر وہ اور عمر بن حسین لشکر گاہ کی طرف جانے کے لئے حویلی سے باہر نکل گئے تھے۔

عمر بن حسین اور محمد بن رشید لشکر گاہ میں اس جگہ آئے جہاں پہلے سے یحییٰ بن مطروح اور ابو بن نصر اپنے چند چھوٹے سالاروں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے وہاں بیٹھ کر وہ تھوڑی دیر ہی گفتگو کر پائے تھے کہ اچانک وہاں حسن بن مالک نمودار ہوا، اپنے گھوڑے کو اس نے دور ہی روکا، نیچے اترا، تیز تیز چلتا ہوا اس سمت گیا جہاں سب لوگ بیٹھے ہوئے تھے اسے دیکھتے ہی سب اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے پرجوش انداز میں اس سے مصافحہ کیا، عمر بن حسین نے حسن بن مالک کو اپنے پاس بلایا، پھر اسے مخاطب کیا۔

میرے عزیز کیا تو کوئی اچھی خبر لے کر آیا ہے۔

حسن بن مالک نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر کہنے لگا۔

امیر محترم میں جو خبر لایا ہوں وہ اچھی تو نہیں ہے، بہر حال اس کا تعلق ہم سب کی ذات سے ہے..... راجر کا جو قاصد یہاں آیا تھا وہ پہلے واپس مہدیہ گیا، ابھی تک اس نے مہدیہ ہی میں قیام کیا ہوا ہے گون سالار نے اسے روک رکھا ہے، دراصل گون سالار اور

مارنیوس: دونوں آپ کے خلاف کامیابی حاصل کرنے کے بعد اس قاصد کو راجر کی طرف بھیجنا چاہتے ہیں تاکہ راجر شمالی افریقہ کے حوالے سے خوشخبری سنے، اب گون سالو: اور مارنیوس ایک بہت بڑا لشکر لے کر مہدیہ سے نکل چکے ہیں اور کل کسی بھی وقت وہ ہمارے شہر اور قلعے پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔ میں ان کی نقل و حرکت پر حرب بن عباس کو چھوڑ کر آیا ہوں اس کے ماتحت کام کرنے والا عملہ دشمن کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ مارنیوس اور گون سالو: لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کریں گے اور ہمارے قلعے پر دو طرفہ حملہ کریں گے کل کسی بھی وقت وہ یہاں پہنچ کر اپنے کام کی ابتدا کر سکتے ہیں۔ فی الحال میرے پاس یہی خبر ہے۔

یہ خبر سن کر عمر بن حسین اور محمد بن رشید میں سے کسی نے بھی کسی خاص ردعمل کا اظہار نہ کیا یحییٰ بن مطروح اور لولو بن نصر بھی مطمئن تھے، پھر حسن بن مالک کو مخاطب کر کے عمر بن حسین کہنے لگا۔

تم جاؤ تھوڑی دیر آرام کر لو، تم نے پھر اپنے کام کی ابتدا کرنا ہوگی حسن بن مالک وہاں سے چلا گیا، عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید اور لولو بن نصر وہیں بیٹھ کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے رازدارانہ انداز میں اپنے چھوٹے سالاروں سے اصلاح مشورہ کرنے لگے تھے۔

☆

رات تیزی سے گزرتی جا رہی تھی شرینہ اور اس کا چھوٹا بھائی شالیب: دونوں اپنے کمرے میں اپنی مسہریوں پر لیٹے ایک دوسرے کو چھوٹی چھوٹی کہانیاں سنا رہے تھے کہ ان کی ماں لیبانہ اندر آئی، کچھ دیر دونوں بہن بھائی کو دیکھتی رہی، پھر شرینہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

شرینہ میری بچی: ذرا باہر آؤ، تمہارے والد تمہیں بلا رہے ہیں۔

شرینہ بستر سے نکل کر اپنی ماں کے ساتھ ہولی تھی، دونوں ایک ایسے کمرے میں داخل ہوئیں جہاں پہلے سے عبدیس بن کسینہ بیٹھا ہوا تھا اپنے پہلو میں ہاتھ مارتے ہوئے عبدیس نے اپنی بیٹی شرینہ کو بیٹھنے کے لئے کہا، اس پر شرینہ آگے بڑھی اور اپنے باپ کے پاس بیٹھ گئی۔

عبدیس بن کسینہ تھوڑی دیر تک بڑے پیار اور محبت سے شرینہ کی طرف دیکھتا رہا، پھر

اسکے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہنے لگا۔

بیٹے تم نے اپنے کام کی ابتدا کی، شرینہ چونکی اپنے باپ کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

ابا کون سے کام کی ابتدا۔

عبدیس نے گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

بیٹے وہی کام جس کے لئے ہم یہاں آئے ہیں، میں نے تم سے کہا تھا کہ عمر بن حسین کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرو، اس طرح وہ تمہارے قریب ہوگا تو تمہیں اس سے خبریں حاصل کرنے میں آسانی رہے گی اور انہی خبروں کی روشنی میں وہ کام سرانجام دے سکوں گا جو راجر نے میرے ذمے لگایا ہے اور جس کی پیش رفت مجھ سے مارنیوس اور گون سالو: پوچھتے رہیں گے۔

لمحہ بھر کے لئے شرینہ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے جذبے نمودار ہوئے تھے، پر جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا باری باری اپنے باپ اور ماں کی طرف دیکھا، پھر سر جھکاتے ہوئے کہنے لگی۔

ابا میرے لئے کسی غیر مرد کو اپنی طرف مائل کرنا اتنا آسان نہیں، ابھی تو میری ان سے صرف دو تین ہی ملاقاتیں ہوئی ہیں ان ملاقاتوں کے دوران انہیں مخاطب کرنے میں پہل میں نے ہی کی، وہ کبھی میری طرف مائل نہیں ہوئے بابا میں اپنی طرف سے تو کوشش کر رہی ہوں، اب میں کھل کر تو یہ کام نہیں کر سکتی، ورنہ یاد رکھئے گا وہ لوگ مشکوک ہو جائیں گے..... اگر کسی نے ہم پر شک کر لیا، یہاں ہمارا جینا ہی دوبھر نہیں ہو جائے گا بلکہ ہم چاروں کی زندگیاں بھی خطرے میں پڑ جائیں گی، اس لئے یہ کام بڑی رازداری سے کرنا چاہئے، ورنہ ہمارے پاس پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں رہے گا۔

شرینہ کے ان الفاظ کے جواب میں عبدیس بن کسینہ اور اس کی بیوی لیبانہ نے ایک دوسرے کی طرف سوالیہ سے انداز میں دیکھا، پھر لیبانہ بول پڑی۔

شرینہ ٹھیک کہتی ہے، دو تین ملاقاتوں میں ہی تو کسی کو اپنی طرف مائل نہیں کیا جا سکتا یقیناً یہ کام آہستہ آہستہ ہی ہوگا، اس لئے آپ بچی پر بوجھ نہ ڈالیں، یہ نہ ہو جذبات میں آ کر یہ کوئی بڑا فیصلہ کر بیٹھے اور جس کام کے لئے آئے ہیں اس کا راز کھل جائے۔

بات عبدیس بن کسینہ کی سمجھ میں آ گئی تھی، لہٰذا اس نے ایک بار پھر شرینہ کے سر پر

ہاتھ پھیرا اور کہنے لگا۔

بہن بہر حال جو کام تمہارے ذمے لگایا ہے اسے جاری رکھو، اس کام کے بدلے ہی ہمیں عزت مل سکتی ہے، ورنہ اگر ہم یوں ہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے تو قلعہ سے نکل کر یہاں آنے کا ہمارا کوئی فائدہ نہیں ہے، اب تم جاؤ جا کر آرام کرو۔

شرینہ اُٹھی آہستہ آہستہ اس کمرے سے نکل گئی تھی، سر جھکائے وہ اپنے کمرے میں داخل ہوئی ۔۔ وہ اُداس اور افسردہ تھی، چپ چاپ آکر وہ اپنی مسہری پر بیٹھ گئی، اس کی حالت شالیب بڑے غور سے دیکھ رہا تھا وہ بھی غمگین ہو گیا تھا ۔ شرینہ جب بستر پر بیٹھ گئی اور اپنی گردن جھکائی تب شالیب اپنی جگہ سے اُٹھا، اپنے دونوں ہاتھ شرینہ کے شانوں پر رکھے، پھر بڑے پیار، بڑی محبت میں اسے مخاطب کیا۔

اے میری بہن، کیا بات ہے ابا جی تم سے کیا کہا، تم یہاں سے مسکراتی ہوئی گئی تھیں، سر جھکائے افسردہ سی لوٹ آئی ہو، بتاؤ کیا بات ہے۔

شرینہ نے آہستہ آہستہ اپنی گردن سیدھی کی، اس کی آنکھوں میں نمی تھی، پھر اس نے اپنے بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

وہی مقصد جو ہمارا باپ حاصل کرنا چاہتا ہے، اس پر گفتگو ہوئی، ابا اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ میں جس قدر جلد ممکن ہو امیر عمر بن حسین کو اپنی خوبصورتی، اپنے جسم کے نشیب و فراز سے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کروں، ان سے محبت کے تعلقات پیدا کروں، پھر ان سے وہ خبریں حاصل کروں جو میرا باپ راجر، گون سالو اور مارنیوس تک پہنچانا چاہتا ہے ۔۔ میرے بھائی اب تو ہی بتا یہ کام میں کیسے کروں، میں کیسے ایک بے حیا لڑکی کی طرح اپنے جسم کے نشیب و فراز نمایاں کر کے امیر عمر بن حسین کے سامنے آؤں، کیا وہ مجھے ایک گھٹیا اور کمتر لڑکی خیال نہ کرنے لگیں گے اور میری طرف سے منہ نہ پھیر لیں گے۔ اگر میں ایسا کرتی ہوں تو ان کی بن کی نگاہوں میں میری کیا قدر رہ جائے گی فلورہ، مرطہ اور تابیل جو میری عزت کرتی ہیں، مجھے اپنی بہن سمجھتی ہیں ان کی نگاہوں میں بھی میں گر جاؤں گی اور پھر یہ کام انتہائی مکروہ اور ناپسندیدہ ہے، کس کے لئے کروں، ان کے لئے جو ہمارے دشمن ہیں۔

شالیب میرے بھائی ہمارا پردادا ہمارا دادا مسلمان تھے، باپ بھی مسلمان تھا، اب تک

گیا ہے، اس وقت بھی وہ آدھا نصرانی، آدھا مسلمان ہے، نماز پڑھتا ہے اندر ہی اندر دشمن سے ملا ہوا ہے اور یہ سب کچھ ہماری نصرانی ماں کی وجہ سے ہے۔

راجر نے اس کام کے لئے میرے باپ کا انتخاب اس لئے کیا کہ میں خوبصورت ہوں ۔۔ اس کے علاوہ میرے باپ میں کوئی ایسی صفت یا خاصیت نہیں تھی کہ اس کام کے لئے اس کا انتخاب کیا جاتا بہر حال میرے بھائی بتائیں کیا کروں، میں ایک بڑی اُلجھن اور تکلیف میں ہوں۔

شرینہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کے گھٹنوں پر پیار سے ہاتھ مارتے ہوئے شالیب بول پڑا، فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، جو کھیل ہمارا باپ اور ہماری ماں کھیل رہے ہیں وہ انتہائی خطرناک اور جان لیوا ہے بہر حال میری بہن میں تیرے ساتھ ہوں تو فکر مت کر۔

شالیب تھوڑی دیر کے لئے رُکا، کچھ سوچا پھر اپنی مسہری سے اُٹھا، شرینہ کے پہلو میں اس کی مسہری پر بیٹھا پہلے اس کے سر کا بوسہ لیا پھر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگا۔

میں تیرا چھوٹا بھائی ضرور ہوں، لیکن میری بہن جو کچھ ہو رہا ہے اسے اچھی طرح سمجھتا ہوں ۔ اگر میرے بس میں ہو تو میں یہاں کوئی اچھا سا رشتہ دیکھ کر تجھے بیاہ دوں، میرا دل چاہتا ہے تیرا اپنا گھر ہو، جہاں تو خوش رہے۔

شرینہ نے گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا، اس کی پیشانی چومی اور کہنے لگی، کاش یہ الفاظ میرے باپ نے کہے ہوئے۔

کچھ دیر خاموشی رہی، پھر شرینہ نے شالیب کو مخاطب کیا۔

شالیب میرے بھائی جو کام مجھے یہاں کرنے کے لئے میرا باپ کہہ رہا ہے، اس کی تفصیل مجھے قلعہ ہی میں بتا دی گئی تھی میں وہاں بولی نہیں تھی، دراصل میں قلعہ سے نکلنا چاہتی تھی، اب جبکہ ہم یہاں آگئے ہیں تو میں اپنے ماں باپ کے ساتھ بگاڑنا بھی نہیں چاہتی، اگر میں ان کے خلاف بغاوت کروں تو دونوں پھنس جائیں گے، مارے جائیں گے، اس لئے میں چاہتی ہوں یہ کام آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہے، کچھ ایسا طریقہ کار استعمال کیا جائے کہ جو کام میرا باپ اور ماں کرنا چاہتے ہیں اس سے یہ منحرف ہو جائیں۔

شالیب میرے بھائی تو جانتا ہے ہمارا دادا کس قدر کٹر قسم کا مسلمان تھا اور وہ ہمیں کیا

تعلیم دیا کرتا تھا... اس سبق میں تم بھی شامل تھے، کیا تمہیں اسباق کو بھول چکے ہو۔

جواب میں شالیب کی چھاتی تن گئی اور کہنے لگا۔

سن میری بہن جو باتیں دین سے متعلق دادا بتایا کرتا تھا، وہ میرے دل میرے ضمیر میں ناوک کی طرح پیوست ہیں میں انہیں کیسے بھول سکتا ہوں صقلیہ میں میں ایسا محسوس کرتا تھا جیسے اپنا گھر ہونے کے باوجود ہم اجنبی سرزمینوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہاں وہ ماحول ہے جس ماحول کی تربیت ہمارے دادا نے ہمیں دی تھی میری بہن ایک بات یاد رکھنا، کسی بھی صورت کوئی ایسی بات عمر بن حسین کے متعلق اپنے باپ سے مت کہنا جس سے یہاں کے مسلمانوں کو نقصان ہو۔

ثریہ نے شالیب کو اپنے ساتھ لپٹایا اور کہنے لگی، میرے بھائی تو کیسی باتیں کرتا ہے، کیا تو اپنی بہن سے ایسا کرنے کی توقع رکھتا ہے، تو اب چودہ پندرہ سال کا ہو چکا ہے عقلمند ہے، تیری بہن جان دے سکتی ہے پر جاسوسی کا وہ کام جو ماں اور باپ مجھ سے لینا چاہتے ہیں نہ وہ میرے بس کا ہے، نہ ہی وہ کام میں کروں گی۔

ثریہ کے ان الفاظ پر شالیب تھوڑی دیر تک خوش کن انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر اپنی بہن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ویسے میری پیاری بہن ایک بات ہے، آج محمد بن رشید یحییٰ بن مطروح اور لولو بن نصر کی حویلی میں جو دعوت ہوئی تھی، اس دعوت میں امیر عمر بن حسین نے تمہیں مخاطب ضرور کیا تھا... تمہارے ساتھ گفتگو بھی کی تھی۔

ثریہ نے گھورنے کے انداز میں شالیب کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

یہ ان کی مہربانی ہے کہ وہ مجھے اہمیت دیتے ہیں، ورنہ اگر وہ مجھے نہ مخاطب کریں تو میں ان کا کیا بگاڑ سکتی ہوں انہوں نے جس طرح مجھے مخاطب کیا اس طرح ظلورہ کو بھی مخاطب کر رہے تھے، دراصل ہم چونکہ صقلیہ سے ہجرت کر کے یہاں آئے ہوئے ہیں اور ایسے سب لوگوں کا امیر عمر بن حسین خیال رکھتے ہیں ثریہ کے خاموش ہونے پر شالیب پھر بول پڑا۔

میری بہن ایک اور بات بھی ہے جو میں تم سے کہنا بھول گیا تھا، اب یہ موضوع چھڑ گیا ہے تو میں تم پر انکشاف کرتا ہوں کہ گزشتہ شب کچھ لوگ بابا سے ملنے آئے تھے ان

کا تعلق صنہاجی قبیلے سے ہے، وہ میری ماں اور باپ کے ساتھ بیٹھے کمرے میں باتیں کر رہے تھے میں نے ان کی کچھ مشتبہ باتیں اس کمرے کے باہر دروازے کے قریب ہو کر سننے کی کوشش کی تھی، جو باتیں انہوں نے کیں وہ اچھی نہیں ہیں میں سمجھتا ہوں میرا باپ اور ماں خونی دندلی کی طرف بڑھ رہے ہیں جو لوگ آئے تھے ان کے ذریعے ہمارا باپ اور ماں مارنیوں اور گون سالود کی طرف خبر رسانی کا کام سرانجام دیں گے اور یہ بہت ہی برا فعل ہے۔

بہر حال میری بہن میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر ہم مسلمانوں کی بہتری کے لئے کچھ نہیں کر سکتے تو کوئی ایسا کام بھی نہیں کریں گے جس میں مسلمانوں کے نقصان کا پہلو نکلتا ہو، یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے، اب بالکل بے فکر ہو جاؤ اور سو جاؤ۔

پھر شالیب اٹھا اپنے بستر پر لیٹ گیا اور ثریہ بھی اپنے بستر پر دراز ہو گئی۔

اگلے روز سہ پہر کے قریب گون سالوا اور مارٹیوس ایک بہت بڑا لشکر لے کر سفاقس کے دہانے میں پہنچے شہر اور قلعے کے شمال میں انہوں نے پڑاؤ کر لیا تھا، دور دور تک انہوں نے خیمے نصب کروا دیئے تھے اور ان کے مسلح لشکری پڑاؤ کے اطراف میں گشت کرنے لگے تھے، لگتا تھا گون سالوا اور مارٹیوس کا آتے ہی سفاقس پر حملہ کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔

دوسری طرف سفاقس میں اس وقت صرف محمد بن رشید اور لولو بن نصر تھے، کوئی نہیں جانتا تھا کہ عمر بن حسین اور یحییٰ بن سطراح کہاں ہیں، شہر کی فصیل کے مضبوط برجوں کے پیچھے ذرا ذرا فاصلے پر مسلح اور تربیت یافتہ تیر انداز بیٹھے ہوئے تھے فصیل کے برجوں اور فصیل کے اکثر حصے پر شہر کے کیا مرد کیا عورتیں جمع تھے انہوں نے اپنے سامنے پتھروں کے ڈھیر لگا رکھے تھے تاکہ دشمن جب پیش قدمی کرتے ہوئے فصیل پر چڑھنے کی کوشش کرتے تو ان پر سنگ باری کر کے انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا جائے فصیل پر اس وقت محمد بن رشید اور لولو بن نصر کے علاوہ قاضی ابوالحسن ادھر ادھر گھومتے ہوئے لوگوں کا حوصلہ اور ولولہ بڑھا رہے تھے اور چاروں طرف نگاہ بھی رکھے ہوئے تھے۔

فصیل کے اوپر دفاعی انتظامات تھے، ان کا بھی جائزہ لے رہے تھے اگلے روز گون سالوا اور مارٹیوس نے اپنے لشکر میں دمامے طبل نقارے بجانے کا حکم دے دیا تھا پچھلے تین دن سے ان کے لشکر میں ساز بجتے رہے، پھر گون سالوا اور مارٹیوس حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھے، اپنے لشکر کو بالکل شہر کی فصیل کے قریب لے آئے، دونوں علیحدہ علیحدہ نہیں

ہوئے تھے، بلکہ اکٹھے ہی حملہ آور ہوئے تھے، جس وقت گون سالوا اور مارٹیوس شہر کی فصیل پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہے تھے اس وقت محمد بن رشید اور لولو بن نصر ادھر ادھر بھاگتے ہوئے دھاڑتی آوازوں میں لوگوں کے حوصلے بلند کر رہے تھے اور انہیں دشمنوں کے مقابلے میں اپنا دفاع کرنے سے متعلق تواتر بتا رہے تھے، ایک طرف قاضی ابوالحسن بھی یہی کام سرانجام دے رہا تھا۔

اچانک فصیل کے اوپر قاضی ابوالحسن کی آواز بلند ہوئی، فصیل کے اوپر جو لوگ جمع تھے انہیں مخاطب کر کے قاضی ابوالحسن کہہ رہا تھا۔

"اے فرزندان اسلام خوفزدہ مت ہونا، میں دیکھتی ہوں دشمن اپنی پوری حیوانی جبلت اور انتقامی پیاس کے ساتھ اپنے چہروں پر بھیانک عداوت اور غضب کی خونخواری لئے، تم پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے اور یاد رکھنا اس ناعاقبت اندیش ظالمت اور مضطرب اور حریص دشمن کے سامنے بربکعبہ کامیاب تم ہی رہو گے اور یہ اہل ضلالت رسوا اور ناکام ہوں گے، یاد رکھنا اگر تم نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ اپنے اس شہر کا دفاع کرتے رہو تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں فتح مند اور سرخرو تم ہی رہو گے۔"

محمد بن رشید اور لولو بن نصر ابھی تک ادھر ادھر بھاگتے ہوئے لوگوں کو جوابی کارروائی کرنے کے متعلق سمجھا رہے تھے، اچانک ایک جگہ محمد بن رشید رک گیا اور لوگوں کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے محمد بن رشید جب اس برج کے پاس آیا جس کے اندر فلورہ مریطہ، نائیل، شریمہ اور شریمہ کا بھائی شالیب پتھروں کے ڈھیر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اس موقع پر انہیں مخاطب کرتے ہوئے محمد بن رشید کہنے لگا۔

میری قوم کی محترم بیٹیو! میں تمہارے جذبے تمہارے ولولے کو سلام کرتا ہوں، خدا کی قسم جس قوم میں تم جیسی بیٹیاں جو خوبصورت گل اندام ہونے کے باوجود دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کا حوصلہ رکھتی ہوں وہ قوم کسی سے پسپائی سے دوچار نہیں ہو سکتی۔

نائیل نے بڑے پیار سے محمد بن رشید کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

ابن رشید ہم صقالیہ سے آئے ہیں وہاں ہم نے ایسے بھیڑیئے بہت دیکھ رکھے ہیں۔ خدا نہ سنے چاہا تو جس برج میں اس وقت ہم کھڑی ہیں، اس برج کے سامنے اور دائیں بائیں سے کوئی بھی دشمن فصیل پر چڑھنے نہ پائے گا۔

محمد بن رشید نے فخریہ انداز میں نائیل کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا یقیناً تم جیسی بہادر اور دلیر لڑکی سے مجھے ایسے ہی جملے کی اُمید تھی، پھر محمد بن رشید آگے بڑھ گیا تھا۔

☆

گون سالوڈ اور مارنیوس نے شمال کی طرف سے شہر کی فصیل پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا تھا۔ یہ حکم ملتے ہی نارمن وحشی درندوں کی طرح بڑے بڑے رسوں کی مدد سے فصیل کے اُوپر پھینک کر فصیل پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگے۔

فصیل کے اُوپر محمد بن رشید لولو بن نصر دھاڑتے ہوئے اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھا رہے تھے۔ محمد بن رشید جو آگے گزر گیا تھا اپنے تیر اندازوں کو ہدایت دیتا ہوا پھر اس برج کے قریب آگیا تھا جس کے اندر فلورہ، مریطہ، نائیل، ثرینہ، شالیب اور سفاقس کی کچھ دیگر عورتیں تھیں۔

جونہی نارمنوں نے فصیل کے اوپر چڑھنا شروع کیا، ایک ساتھ تکبیریں بلند کرتے ہوئے محمد بن رشید اور لولو بن نصر نے جوابی کارروائی کرنے کا حکم دیا۔ بس یہ حکم ملنا تھا۔ فصیل کے اُوپر آڑ میں محمد بن رشید اور لولو بن نصر کے جو تیر انداز بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے ایسی تیز تیر اندازی کی کہ رسوں کی سیڑھیوں سے جو نارمن دیواروں پر چڑھنے کی کوشش کر رہے تھے وہ بوکھلا گئے تھے اور ان تیروں کے پیچھے پیچھے فصیل کے اُوپر سے شہر کے جو مرد اور عورتیں برجوں کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے پتھروں کی نہ ختم ہونے والی بارش شروع کر دی تھی۔

اس موقع پر جبکہ فلورہ، مریطہ، ثرینہ بڑی تیزی سے دشمن پر پتھر پھینک رہی تھیں، اپنے قریب ہی کھڑے محمد بن رشید کو نائیل نے پھر مخاطب کیا۔

ابن رشید آپ تو کہتے تھے عنقریب کوئی معجزہ رونما ہوگا، لیکن ابھی تک تو کچھ بھی نہیں ہوا، دیکھیں نارمن چیونٹوں کی طرح قلعے کی طرف اُمڈ رہے ہیں لوگ پریشان ہیں کہ ان کے امیر عمر بن حسین کہاں ہیں یحییٰ بن مطروح کدھر چلے گئے ہیں۔

نائیل کو کہتے کہتے خاموش ہو جانا پڑا، اس لئے کہ بائیں جانب سے فصیل کے ساتھ ہی ساتھ ایک لشکر نمودار ہوا تھا سب نے دیکھا اس لشکر کے آگے آگے امیر عمر بن حسین تھا، اس نے سفید کفن پہن رکھا تھا اپنے لشکر کے ساتھ اس نے زوردار انداز میں

تکبیریں بلند کیں، پھر وہ نارمنوں پر اس طرح حملہ آور ہوا جیسے ظلمتوں کے بھنور اور شام کے بے انت اندھیروں کے اندر عذابوں کے تیز جھکڑ اٹھ کھڑے ہوئے ہوں امیر عمر بن حسین اپنے سامنے آنے والے نارمنوں پر اس طرح ٹوٹ پڑا تھا جیسے کالی راتوں کے درانداز دل پر دستک دیتے اور آندھیوں کے زور پر رقص کرتے وقت کے بدترین ریلے زد میں آگئے ہوں امیر عمر بن حسین لگاتار تکبیریں بلند کرتا ہوا نارمنوں پر اس طرح چھانے لگا تھا جیسے ہر شے کو جلا دینے والی دہکتی آگ اور برق کا تلاطم ہر چیز کو اپنے سامنے زیر اور نیست و نابود کرتے چلے جاتے ہیں۔

امیر عمر بن حسین کو نمودار ہوتے اور سرفروشانہ انداز میں دشمن پر حملہ آور ہوتے دیکھ کر فلورہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنا ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے زوردار انداز میں وہ کہہ رہی تھی۔

امیر عمر بن حسین آپ کی شجاعت آپ کی دلیری، آپ کی جسارت کو ہم سب اہل سفاقس سلام کرتے ہیں۔

اس موقع پر ثرینہ، مریطہ، نائیل بھی اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہتی تھیں، خاموش ہو گئیں اس لئے کہ ایک اور لشکر فصیل کے بائیں حصے کی طرف سے نمودار ہوا تھا، سب نے دیکھا اس لشکر کے آگے عمر بن حسین ہی کی طرح سفید رنگ کا کفن پہنے یحییٰ بن مطروح تھا، وہ بھی تکبیریں بلند کرتا ہوا نمودار ہوا تھا تیرہ تار فصیلوں میں، ھواں دھار گھٹاؤں کی طرح دو ستونوں کے قریب آیا، پھر وہ بھی امیر عمر بن حسین کی طرح موت کے سندیسے اپنی اندھی تشنہ ہواؤں اور صحرا کا بدن سنسنا کر رکھ دینے والی قیامت کی طرح نارمنوں کی صفوں کی صفیں اُٹھنے لگا تھا۔

نارمنوں نے اب فصیل پر چڑھنے کی کوشش اور جدوجہد ترک کر دی تھی، اس لئے کہ دونوں طرف سے ان پر حملہ ہو گیا تھا اور ان حملوں کو روکنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد ایک اور انقلاب رونما ہوا، وہ اس طرح کہ جس سمت سے عمر بن حسین آیا تھا اس سمت سے ایک اور لشکر نمودار ہوا، بالکل ایسے ہی جیسے ابد کی گہرائیوں سے اٹھتی ہوئی کوئی سوزش و اضطراب اچانک نمودار ہو گئی ہو، پھر سب نے دیکھا اس لشکر کے آگے محمد بن فرج الکومی تھا جو قلب کا سردار اپنے لشکر کے ساتھ محمد بن فرج الکومی

اسرار حیات کے پردے چاک کرتی آندھیوں کی فتنہ گری کی طرح حوادث پر رقص کرتی موت بن کر نارمنوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

تیسرے لشکر کو دیکھتے ہوئے سب حیران اور پریشان تھے اس موقع پر نائیل نے پھر محمد بن رشید کو مخاطب کیا۔

امیر ابن رشید پہلے دو لشکروں کو تو ہم پہچان چکے ہیں۔ ایک لشکر ہمارے امیر عمر بن حسین نے کر آئے، دوسرا یحییٰ بن مطروح کی کمانڈری میں تھا تیسرا لشکر کون سا ہے اور اس کی کمانڈری کون کر رہے ہیں۔

اس موقع پر ابن رشید کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر نائیل کو مخاطب کرتے وہ کہنے لگا۔

اے میری ملت کی بیٹی تیرے تیسرے لشکر کی کمانڈری جو قلعب کا سردار محمد بن فرح الکومی کر رہا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جو کوہستان اطلس میں نئے آنے والے رضاکاروں کی تربیت کا کام سرانجام دیتا ہے امیر عمر بن حسین کے ساتھ پہلے سے اس کا معاہدہ طے ہو چکا تھا کہ جب نارمن حملہ آور ہوں گے تو کوہستان اطلس سے نکل کر یہ بھی دشمن کے خلاف صف آرا ہو جائے گا، لہٰذا وعدے کے مطابق تم سب لوگ دیکھتے ہو، محمد بن فرح الکومی، عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح کے شانہ بشانہ نمودار ہوا ہے۔

فصیل کے اوپر سے محمد بن رشید اور لوذ بن نصر نے تیر اندازی بند کر دی تھی، اس لئے کہ فصیل پر چڑھنے والے نارمن پیچھے ہٹ گئے تھے میدان کارزار خوب گرم ہو گیا تھا بڑے بڑے تیغ زن نوٹی گرنوں، بکتر اور بر بستی بوندوں کی طرح گرنے لگے تھے۔ فضاؤں کے اندر تیرتی ابابیلیں اور غوطے کھاتی چیلیں وہاں سے ہٹ گئی تھیں پیاسے صحرا کے اندر رقص برق و شرر شروع ہو گیا تھا موت کی کھلی آغوش میں بدن شکن شکن نفس نفس تار تار حیات ریزہ ریزہ ہونی شروع ہو گئی تھیں۔

نارمنوں کے لشکر کے سامنے امیر عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن فرح الکومی کے لشکروں کی تعداد بہت کم تھی، لیکن ان تینوں نے اپنے تیز اور جاں نواز حملوں سے افلاک کو حیران زمین کو ششدر، ہر کلی کو متجسس ہر دیوار کو سراسیمہ، ہر درخت کے پتے کو اپنی بہادری، اپنی جرات مندی سے لعب بھر کر کے رکھ دیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر کی جنگ کے بعد امیر عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن فرح الکومی نارمنوں کی اگلی صفوں کے سارے حصار توڑ کر پگھلے سیسے، سلگتی دہکتی آگ کی طرح ان کی اگلی صفوں کے اندر گھسنا شروع ہو گئے تھے۔

وحشی اور خونخوار نارمن جو تھوڑی دیر پہلے اپنی خشونت آمیزیوں میں زمین پر اترتے، کوؤں کی طرح سفاقس کے قلعے پر حملہ آور ہوئے تھے اب امیر عمر بن حسین اور اس کے ساتھیوں کے سامنے ان کی حالت بڑی تیزی کے ساتھ ننگ و ذلت کے شبستانوں، اضطراب آمیز خاموشی اور اہانت اور بدبختی کی جولانگاہوں سے بھی بدتر ہوتا شروع ہو گئی تھی۔

کچھ دیر تک مزید جنگ ہوئی، یہاں تک کہ امیر عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح، محمد بن فرح الکومی کے ہاتھوں خون سالود اور نارمنیوں کو بدترین اور ذلت آمیز شکست ہوئی اور وہ بچے کھچے نارمنوں کو لے کر بھاگ کھڑے ہوئے امیر عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن فرح الکومی نے خون کی ژالہ کاری کرتے تند طوفانوں اور دشت و در کو دھواں دھواں کر دینے والے ناوا اگلتے آتش فشانوں کی طرح ان کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔

نارمنوں کی شکست امیر عمر بن حسین کی فتح، پھر نارمنوں کا تعاقب کئے جانے پر فصیل کے اوپر سفاقس کے جس قدر مرد و عورتیں جمع تھے وہ خوشی سے اپنی فتح پر نعرے لگانے لگے تھے اس موقع پر بلند آواز میں محمد بن رشید نے لوذ بن نصر کو مخاطب کیا۔

ابن نصر میرے بھائی فصیل کے اوپر جس قدر تیر انداز ہیں انہیں جمع کرو اور شہر سے باہر نکلیں، دشمن کے پڑاؤ پر قبضہ کریں امیر عمر بن حسین کا ہمارے لئے یہی حکم تھا۔

محمد بن رشید کے ان الفاظ پر فلورو چونک پڑی، اپنی جگہ سے اٹھی، محمد بن رشید کے پاس آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

ابن رشید میرے بھائی کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ لوگوں کے ساتھ ہم بھی فصیل سے باہر جا کر دشمن کے پڑاؤ کا جائزہ لیں ساتھ ہی امیر عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح اور محمد بن فرح الکومی دشمن کا تعاقب کر کے جب لوٹیں گے تو ان کا ہم شاندار استقبال کریں گی۔

محمد بن رشید کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر وہ فلورو کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میری بہن اگر تم سب لوگ باہر چلتی ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں، پھر جو لشکر شہر کے اندر تھا اسے لے کر محمد بن رشید اور لولو بن نصر اور شہر کے کچھ لوگوں کے ساتھ فصیل سے باہر نکلا، محمد بن رشید اور لولو بن نصر نے نارمنوں کے پڑاؤ کی ہر شے پر قبضہ کر لیا تھا۔

سب لوگ بڑے صبر اور تحمل کے ساتھ وہیں رُک کر امیر عمر بن حسین اور اس کے ساتھیوں کی آمد کا انتظار کرنے لگے تھے..... یہاں تک کہ شمال کی طرف سے دھول اُٹھتی ہوئی دکھائی دی جو اس بات کی نشان دہی تھی کہ دشمن کا تعاقب ترک کر کے عمر بن حسین اپنے لشکر کے ساتھ لوٹ رہا ہے۔

گرد کے بادل جب چھٹے تو لوگوں نے دیکھا آنے والے لشکر کے سامنے عمر بن حسین دس کے دائیں جانب یحییٰ بن مطروح اور بائیں جانب محمد بن فرج الکوی تھے، انہیں دیکھتے ہی لوگ ان کے حق میں دعائے خیر کرنے کے ساتھ ساتھ نعرے بلند کرنے لگے تھے۔

جب وہ قریب آئے تو فلورہ عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

میں آپ کی سرفروشی اور جنگ آوری کو سلام کرتی ہوں۔

اتنی دیر تک شرینہ قریب آن کھڑی ہوئی تھی، فلورہ جب خاموش ہوئی تب شرینہ نے عمر بن حسین کو مخاطب کیا۔

امیر محترم میری آپ سے گزارش ہے کہ جو اچھے اچھے عمدہ قسم کے الفاظ تھے وہ آپ کی تعریف کرنے کے لئے میری بہن فلورہ نے استعمال کر دیئے ہیں، اب تو میں خالی ہاتھ ہوں، آپ ہی مجھے مناسب الفاظ مستعار دیں تاکہ میں اپنے دل میں اُٹھنے والے جذبوں کا اظہار کر سکوں۔ عمر بن حسین کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر اس نے شرینہ کو مخاطب کیا۔

فلورہ میں تو سمجھتا تھا کہ تم تو ایک سیدھی سادھی خاموش سی لڑکی ہو، لیکن تم تو ایک بہت اچھی مقرر اور عمدہ قسم کے الفاظ کا ذخیرہ رکھنے والی ہو، اس کے بعد عمر بن حسین نے شرینہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

شرینہ تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، جو الفاظ میرے لئے فلورہ نے استعمال کئے ہیں..... وہ میں نے تمہاری طرف سے بھی قبول کر لئے ہیں، اس پر فلورہ ہی نہیں شرینہ قریب کھڑی مریطہ اور نابیل کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی ہلکا سا قہقہہ لگایا تھا۔

اتنی دیر تک محمد بن رشید اور لولو بن نصر کے علاوہ سفاقس شہر کے سرکردہ لوگ محمد بن فرج الکوی سے مصافحہ کر چکے تھے..... لوگ جب پیچھے ہٹے تب نابیل نے آگے بڑھ کر محمد بن فرج الکوی کے گھوڑے کی باگ پکڑنا چاہی تو محمد بن فرج الکوی نے اسے مخاطب کیا۔

نہیں میری بہن تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم میری عزت افزائی کا سامان کر رہی ہو، لیکن میں یہاں رُکوں گا نہیں..... امیر سے میری بات چیت ہو چکی ہے، بس یہاں سے کوچ کروں گا۔

پھر محمد بن فرج الکوی عمر بن حسین کے پاس آیا اور بڑی ارادت مندی میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم مجھے رخصت ہونے کی اجازت دیں۔

عمر بن حسین نے آگے بڑھ کر محمد بن فرج الکوی سے مصافحہ کیا، اس کے بعد یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید لولو بن نصر اور دوسرے لوگ ملے۔ محمد بن فرج اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور جن دستوں کو لے کر آیا تھا ان کے ساتھ وہ میدان جنگ سے کوہستان متماتہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

محمد بن فرج کے جانے کے بعد شرینہ ایک بار پھر عمر بن حسین کے قریب آئی اور عمر بن حسین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

امیر محترم محمد بن فرج کے متعلق آپ نے ہم سے کوئی ذکر نہیں کیا۔

شرینہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے عمر بن حسین بول پڑا۔

شرینہ محمد بن فرج بنو کلب کا سردار ہے، شاید تمہیں پتا ہو گا کہ ہماری ایک تربیت گاہ کوہستان اطلس میں ہے، اس کی دیکھ بھال محمد بن فرج کے ذمے ہے..... وہ وہاں نئے آنے والے رضاکاروں کو تربیت دیتا ہے، جو لوگ وہاں زیر تربیت تھے انہیں ہی لے کر وہ ہمارے ساتھ آن ملا اور اس جنگ میں اس نے اپنی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے..... یہ وہاں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہتا ہے، اس بنا پر میں نے اسے یہاں روکا نہیں جانے کی اجازت دے دی ہے۔

محمد بن فرج کے جانے کے بعد محمد بن رشید عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح کے قریب آیا، پھر عمر بن حسین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم نارمنوں کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا گیا ہے..... ہتھیاروں کے علاوہ خوراک کے وسیع ذخائر ہیں، ضروریات کا دیگر سامان بھی ہے، بے شمار خیمے ہیں۔

محمد بن رشید کے ان الفاظ پر عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر عمر بن حسین کہنے لگا۔

ابن رشید اس سارے سامان کا جائزہ لو اور اس کا بیشتر حصہ لشکریوں میں تقسیم کر دیا جائے گا، جن لشکریوں نے محمد بن فرج کے ساتھ جنگ میں حصہ لیا ان کا حصہ بھی کوہستان اطلس میں ان تک پہنچایا جائے گا۔

اس کے بعد نارمنوں کے پڑاؤ سے ملنے والی ہر چیز کی تقسیم کا کام شروع ہوا، لشکری ایک طرح سے مالا مال ہو گئے تھے..... خوراک کے کچھ ذخائر سفاقس شہر کے لئے محفوظ کرنے کے لئے ایک طرف کر دیئے گئے تھے..... پھر محمد بن حسین نے لشکریوں کو مستقر کی طرف جانے کا حکم دے دیا تھا..... یہ حکم ملتے ہی لولو بن نصر لشکر کو لے کر مستقر کی طرف چلا گیا تھا، پھر عمر بن حسین جب سب لوگوں کے ساتھ شہر کی طرف روانہ ہونے لگا تب یحییٰ بن مطروح آگے بڑھا اور مربطہ سے اپنے گھوڑے کی باگ لینا چاہی، اس پر مربطہ نے اسے مخاطب کیا۔

آپ مجھ سے اپنے گھوڑے کی باگ لے کر ایک سعادت سے محروم کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا میں آپ کو آپ کے گھوڑے کی باگ نہیں دوں گی..... میں ہی آپ کے گھوڑے کو پکڑ کر شہر میں داخل ہوں گی، آپ دیکھئے ابھی تک میری بہن فلورہ نے امیر عمر بن حسین کے گھوڑے کی باگ پکڑ رکھی ہے..... لہٰذا میں کیسے آپ کو آپ کے گھوڑے کی باگ دے سکتی ہوں۔

مربطہ کے ان الفاظ پر یحییٰ بن مطروح کے چہرے پر خوشگوار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر محمد بن حسین کے کہنے پر سب لوگ شہر کی طرف روانہ ہوئے..... اس حال میں کہ فلورہ محمد بن حسین کے گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے تھی..... عمر بن حسین کے ساتھ ساتھ شرینہ اس کا بھائی شالیب چل رہے تھے، جبکہ یحییٰ بن مطروح کے ساتھ ساتھ اس کے گھوڑے کی باگ پکڑے مربطہ جا رہی تھی۔

صقلیہ کا حکمران راجر دوئم بڑا تیز اور عیار اور دُور اندیش انسان تھا..... اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ افریقہ میں جو عمر بن حسین نے نارمنوں کے خلاف بغاوت کھڑی کی ہے، وہ ضرور کوئی نہ کوئی رنگ لائے گی..... لہٰذا گون سالود اور مارنیوس کے عمر بن حسین پر حملہ آور ہونے سے پہلے ہی تخت سے دست بردار ہو گیا..... اپنی جگہ اس نے اپنے بیٹے ولیم کو صقلیہ کا حکمران بنا دیا تھا۔

راجر جانتا تھا کہ وہ بوڑھا ہو چکا ہے اور حکومت کے کاروبار کو بہتر انداز میں نہیں سنبھال سکتا، لہٰذا حکومت کا سارا بوجھ اس نے اپنے بیٹے اور ولی عہد ولیم کے کندھوں پر ڈال دیا تھا جسے تاریخ نے ولیم بد نفس کے نام سے یاد کیا ہے۔

حکومت کی تبدیلی کے بعد سبکدوش ہو جانے والے راجر دوئم نے اپنے بیٹے کے لئے اپنے خونخوار جرنیل مایو کو اس کا وزیر مقرر کیا، جنگ کا بہترین تجربہ رکھنے والے ایک سالار قلیطش کو امیر البحر اور منجھے ہوئے جرنیل نیانوش کو جو مایو کے تحت کام کرتا رہا تھا، اپنے لشکریوں کا سالارِ اعلیٰ مقرر کیا تھا۔

صقلیہ کے نئے حکمران ولیم کو جب عمر بن حسین کے ہاتھوں مارنیوس اور گون سالود کی

شکست کی خبر اس قاصد کے ذریعے پہنچیں جسے راجر نے روانہ کیا تھا اور جو صبد یہ میں زکاوہ تھا، تب صقلیہ میں غم کی ایک لہر دوڑ گئی ولیم نے اس شکست پر انتقامی کارروائی کرنے کے لئے ایک جنگی مجلس کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔

گو راجر سکدوش ہو گیا تھا، مگر اس مجلس میں اس نے گرم جوشی سے شرکت کی اور اپنے حکمران بیٹے ولیم کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ اس مجلس میں امیر البحر قیطیش سپہ سالار اعلیٰ بیڑوں کے علاوہ لشکر کے دیگر بڑے سالاروں صقلیہ کے بڑے پادریوں کے علاوہ مذہبی جماعتوں کے سرکردہ لوگوں نے بھی شرکت کی تھی۔

جب سب لوگ نشستوں پر بیٹھ گئے تب ولیم نے اپنے باپ کو جو اس کے پہلو میں بیٹھا تھا مخاطب کرتے کہنا شروع کیا۔

اے میرے باپ اگر آپ کی اجازت ہو تو عمر بن حسین کے باپ کو بلایا جائے

راجر کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ تھی، منہ سے کچھ نہ بولا، اثبات میں اس نے گردن ہلا دی تھی۔

ولیم نے اپنے چوبدار کو عمر بن حسین کے باپ کو لانے کے لئے کہا، تھوڑی دیر بعد عمر بن حسین کے باپ کو جس کا پورا نام حسین بن علی تھا، اس مجلس میں لایا گیا اور پنجروں میں جکڑا ہوا تھا، جب اسے ولیم کے سامنے کھڑا کیا گیا تو ولیم نے ایک بار پھر اپنے باپ راجر کو مخاطب کیا۔

اے میرے باپ عمر بن حسین کے باپ کو آپ ہی نے زندان میں ڈالا تھا آپ نے ہی اسے یرغمال بنایا تھا، لہٰذا اس مجلس میں اس سے گفتگو بھی آپ ہی کریں اس کی سزا بھی آپ ہی تجویز کریں۔

راجر کے چہرے پر اس موقع پر قہر آلود تاثرات تھے، پھر اپنے سامنے کھڑے اس نے عمر بن حسین کے باپ حسین بن علی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

ابن علی صقلیہ کے زندان میں یرغمال کے طور پر تمہیں اس لئے رکھا گیا تھا کہ تم بینا افریقہ میں ہمارے خلاف سرکشی اور بغاوت کھڑی نہ کرے، لیکن جس مقصد کے لئے تمہیں یہاں رکھا ہوا تھا، وہ مقصد پورا نہیں ہوا تمہارے بیٹے نے ہمارے خلاف بغاوت کی، سفاقس میں جس قدر نارمن تھے ان کا اس نے خاتمہ کر دیا سفاقس پر اپنا

قبضہ کر لیا اور ایک طرح سے اس نے ہمارے خلاف بغاوت اور سرکشی کی طرح ڈال دی ہے۔ ہم نے اسے بتا دیا تھا کہ اس نے افریقہ میں ہمارے خلاف بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش کی تو تمہیں مصلوب کر دیا جائے گا۔

ابن علی میں تمہیں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ یوں جانو آخری موقع دیتا ہوں اگر تم اپنے بیٹے کو سمجھا سکتے ہو تو اسے سمجھاؤ کہ سفاقس خالی کر دے، اپنے مسلح جوانوں کو صحرائی حصوں کی طرف منتشر کر دے اور نہتا ہو کر ہمارے سامنے پیش ہو اور ہماری اطاعت اور فرمانبرداری کا جوا اپنے گلے میں ڈالے کیا تم ایسا کر سکتے ہو اگر نہیں تو یاد رکھنا آج تھوڑی دیر بعد تمہیں تختہ دار پر کھڑا کر کے تمہارا خاتمہ کر دیا جائے گا۔

راجر کی اس گفتگو کے جواب میں حسین بن علی نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر راجر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

راجر میں نے زندان میں جو اذیت برداشت کرنا تھی وہ کر چکا، اپنی عمر گزار چکا ہوں راجر خداوند قدوس کی قسم زندان میں جو گھڑیاں میں نے بے چینی اور بے تابی میں گزاریں، وہ میں ہی جانتا ہوں میں ہر لمحہ اپنے خدا سے دعا مانگتا تھا کہ افریقہ میں آزادی کی روشنی پھیلانے والی صبح کب نمودار ہو گی۔

سن راجر میرے بیٹے کی صورت میں یہ صبح طلوع ہو چکی ہے مجھے افریقہ کے دہشت میں جس آتش فشاں کے پھٹنے کا انتظار تھا، اس نے آگ اگلنا شروع کر دی ہے اور میں تمہیں بتا دوں اس آتش فشاں سے نکلا ہوا لاوا تم سب لوگوں کو بہا کر لے جائے گا میرے بیٹے نے جو تمہارے سامنے آتش فشاں کی صورت اختیار کی ہے، وہ ضرور اپنے کسی منطقی انجام کو پہنچے گی۔

حسین بن علی جب خاموش ہوا تب راجر نے اس کی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

تم کس خمیر کے انسان ہو، ہم تمہیں مصلوب کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں اور تمہاری چڑی میں ذرا بھر بھی خوف نہیں آیا یہ بھی سوچنا کہ تمہیں مصلوب کرنے کے بعد تمہارے بیٹے کی ہم وہ حالت کریں گے جو دنیا کے لئے عبرت بن جائے گی۔

راجر کو خاموش ہو جانا پڑا، اس لئے کہ کھولتے لہجے میں حسین بن علی بول پڑا تھا۔

راجر تو جو کچھ مجھ سے چھپا رہا ہے اس کا مجھے علم ہو چکا ہے تمہارے مرکزی شہر بلرم کے گلی کوچوں میں یہ افواہیں پھیل چکی ہیں کہ میرے بیٹے نے نہ صرف سفاقس پر قبضہ کر لیا ہے، یوراکہ اور اس کے دس ہزار کے لشکر کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے، بلکہ شمالی افریقہ میں تمہارے حکمران گون سالوو اور اس کے نائب مارسیوس کو سفاقس کے باہر دو بدترین شکست بھی دے چکا ہے۔

راجر آزادی خواہوں کے دیار اور انسانوں کے گھر میں رہ کر حاصل نہیں ہوتی اس کے لئے بڑی قربانی دینی پڑتی ہے۔ تو دیکھتا ہے میرا بیٹا اب افق کے خونی سینے پر آگہی کا خنجر، خوفناکوں کا عزم، آندھیوں کا شور سا اور سحر کا نور بن کر نمودار ہو چکا ہے اس نے غلامی کے سمندر سے نکل کر اجالوں کا سفیر بننے کی جو کوشش اور جدوجہد کی ہے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اب وہ وقت کے سیاہ فریب میں تمہاری کلیسا دان کی فتنہ گری کو چٹانوں کی طرح ریزہ ریزہ کر دینے والے طوفانوں کی صورت اختیار کرے گا آسمان کی گردش تمہارے ماتھوں کی در بدری کو وہ جگمگاتی فطرت کا قیامت بدرش عنصر بن کر سنوار دے گا، تمہاری شیشہ گری سر سر میں میرا بیٹا ایسی آتش ایسی آگ بن کر تم لوگوں کے سامنے آئے گا جس میں ہر بھتی پگھل جائیں راجر تمہاری نسلوں کے بے رنگ و نسب شجرے میں اب میرا بیٹا ہی تمہیں دہشت کا بدترین زہریلا طوفان ثابت ہوگا۔

تم لوگ آج تک مجھے اور میرے بیٹے کو کائنات کا حقیر ذرہ سمجھتے رہے، پر یاد رکھنا جب میرے بیٹے نے آزادی کا نعرہ بلند کر کے غلامی کو اپنے پاؤں کی ٹھوکر مار کر دور کا سیاہ جس نے مجھے مدتوں سے انتظار تھا، اب انتظار کرو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میرا بیٹا افریقہ کے دہشت میں نارمنوں کے لئے بربادی کی سرنوشت، کرب مسلسل مرگ کی اساس ثابت ہوگا۔ یاد رکھنا وہ تم لوگوں کے لئے ایک قضا ہے اور قضا کو زیادہ عرصہ زنجیروں میں نہیں رکھا جا سکتا۔

راجر اب وقت آگیا ہے کہ میرا بیٹا اپنی زمینوں کی عظمت اپنی خلاؤں کی عظمت بن کر تمہارے سامنے آئے، میرا دل کہتا ہے وہ اب افریقہ کے دشت میں تم میں بیگانگی ماؤں، خلاف کی آگ میں نہاتے ہوئے جوانوں، بدن کی نگاہ سے دیکھے جانے والی بیٹیوں، خون میں غسل کرتے جوانوں، شبنم نشاں فطرت کی معصوم بچوں کا محافظ نکلیں اور چوپان بن کر نمودار ہوگا اور

تم لوگ روما کے سنگ تراشوں کے بنائے ہوئے دیوتاؤں اور یونانی معبدوں کی دیویوں میں کھو جانے والے لوگ ہو، میرا بیٹا جب اپنے آتش ارادوں کے ساتھ تم لوگوں کے سامنے آئے گا تو ایک خونی انقلاب میں تمہیں نگلتا چلا جائے گا۔

حسین بن علی جب خاموش ہوا تب راجر نے انتہائی غصے اور غضبناکی میں اسے مخاطب کیا۔

تو کیا تمہارا آخری فیصلہ ہے کہ تم ہمارے خلاف بغاوت کرنے والے اپنے بیٹے کی پشت پناہی کرو گے۔

حسین بن علی نے زنجیروں میں جکڑا ہونے کے باوجود کھا جانے والے انداز میں راجر کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

راجر تم ہمارے دینی اور وطنی جذبات سے واقف نہیں ہو، خاطر جمع تو دار والا ہار پر بھی کھڑے ہو کر آزادی کا نعرہ لگانے والے لوگ ہیں تو مجھے موت کی دھمکی کیوں دیتا ہے۔ ہم تو زندگی سے منہ موڑ کر موت کو گلے لگانے والے لوگ ہیں تو مجھے تختہ دار پر چڑھا کر تو دیکھ اگر میرا دار پر چڑھ جانا ہی تمہارے لئے مصیبتوں کا باعث نہ بن گیا تو میرے نام کے ساتھ جو اچھا لفظ حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دینا۔

راجر نے کچھ دیر تک کھا جانے والے انداز میں حسین بن علی کی طرف دیکھا، پھر اپنے داروغہ کو بلایا داروغہ جب قریب آیا تو بڑی خفگی میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اسے لے جاؤ اور تختہ دار پر لٹکا دو۔

داروغہ حسین بن علی کو لے گیا، اسی روز عقلیہ کے مرکزی شہر بلرم میں حسین بن علی کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔

حسین بن علی کے جانے کے بعد کچھ دیر تک خاموشی رہی، پھر راجر نے اپنے حکمران بیٹے ولیم کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

ولیم بیٹے اب جبکہ سب سر کردہ لوگ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں حسین بن علی کا قصہ تمام ہوا اب یہ بتاؤ کہ افریقہ میں تم لوگوں کا کیا روٹین ہے۔

راجر جب خاموش ہوا تو ولیم نے کہنا شروع کیا۔

پدر محترم عقلیہ میں ہمیں دوبارہ عمر بن حسین کے ہاتھوں نقصان اٹھانا پڑا ایک اس

وقت جب اس نے سفاقس پر قبضہ کیا، دوسری بار اس نے بڑے مشفقانہ انداز میں گون سالو اور مارنیوس دونوں کو سفاقس کے باہر شکست دی ہے اور اس شکست نے بقول قاصد کے افریقہ میں تارمنوں کے حوصلوں کو بڑا پست کیا ہے۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر صورت میں عمر بن حسین کو اپنے سامنے زیر کیا جائے، جو دو کامیابیاں اس نے حاصل کی ہیں، اگر ایسی ہی کوئی اور کامیابی اس نے حاصل کر لی تو پھر یاد رکھئے گا، وہ ایک ایسے طوفان کی صورت اختیار کرے گا جس کا راستہ روکنا ہمارے لئے ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جائے گا۔

ولیم تھوڑی دیر کے لئے رکا، پھر دوبارہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

جو بات میرے ذہن میں آئی ہے اور جو فیصلہ میں نے کیا ہے وہ یہ کہ صقلیہ میں جس قدر ہمارے پاس لشکر ہے اس کا آدھا حصہ افریقہ کی طرف روانہ کیا جائے۔ اس لشکر کے ساتھ ہمارا اپنا سپہ سالار اعلیٰ نیانوش ہوگا اور اس لشکر کی کمانڈری بھی کرے گا۔ افریقہ میں گون سالو اور مارنیوس دونوں نیانوش کے تحت کام کریں گے، اس لشکر کو وہاں پہنچانے کا کام امیر البحر قیطشش انجام دے گا، اپنے بحری بیڑے کو یہ حرکت میں لائے گا اور اس کے ذریعے اس لشکر کو مہدیہ کی بندرگاہ پہنچائے گا۔

اس پہلے قدم کے علاوہ جو دوسرا قدم میں نے اٹھانے کا حکم دیا ہے، وہ یہ کہ صقلیہ کے اندرونی الفور نئے لشکری بھرتی کرتے ہوئے ان کی تربیت کا کام شروع کر دیا جائے اور میرے خیال میں یہ کام ایک دو دن میں شروع ہو جائے گا۔ اس کام کی نگرانی امیر البحر قیطشش کرے گا، میں خود بھی تربیت گاہوں کا جائزہ لیتا رہوں گا۔ عمر بن حسین نے جو قوت پکڑی ہے اس سے لگتا ہے اس کے ساتھ ہماری طویل جنگوں کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اور اس کے لئے ہمیں ابھی سے اپنے آپ کو تیار کر لینا چاہئے۔

ولیم جب خاموش ہوا تو صقلیہ کا سپہ سالار اعلیٰ نیانوش بول پڑا۔

محترم ولیم ان سارے عوامل کے ساتھ ساتھ ہمیں ایک اور خطرے اور خدشے کو بھی نگاہ میں رکھنا چاہئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ سفاقس کے حکمران عمر بن حسین کی مدد کے لئے مراکش کا سلطان عبدالمومن حرکت میں آ جائے۔

نیانوش کی اس بات کا جواب ولیم کے بجائے اس کے باپ راجر نے دینا شروع کیا۔

تمہارے اندیشے بالکل درست اور بجا ہیں، لیکن عبدالمومن کا علاج ہمارے پاس ہے۔ عبدالمومن کے پاس ابھی اس قدر قوت نہیں کہ وہ اپنے اطراف میں اپنی قوت کو پھیلائے، اگر اس نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو ہمارے پاس اسے خاموش کرانے کا ایک ذریعہ ہے۔

وہ اس طرح کہ اندلس میں اس وقت حالات عجیب سے ہیں، شمالی اندلس پر نصرانیوں کا قبضہ ہے، وہاں ہمارا دوست فرواندہ حکومت کرتا ہے، جنوبی اندلس پر مسلمان حکمران ہیں۔ اگر مراکش کے سلطان عبدالمومن نے عمر بن حسین کی پشت پناہی کرنے کی کوشش کی تو میں تیز رفتار قاصد اپنے ذاتی خط کے ساتھ فرواندہ کی طرف اس کے مرکزی شہر طلیطلہ روانہ کروں گا اور اس سے کہوں گا کہ وہ بلا الفور مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو جائے اور دور دور تک تباہی کا کھیل کھیلے۔

فرواندہ جب ایسا کرتا ہے تو یاد رکھنا عبدالمومن عمر بن حسین کی پشت پناہی کرنے کے بجائے اندلس کی طرف دھیان دے گا اور وہاں مسلمانوں کو محفوظ کرنے کی کوشش کرے گا۔

اس طرح جب عبدالمومن اپنی پوری توجہ کے ساتھ اندلس کے حالات کی طرف مائل ہو جائے گا تو پھر عمر بن حسین ہمارے سامنے اکیلا ہوگا۔ ہم اگر اکیلے عمر بن حسین کو اپنے سامنے زیر نہ کر سکیں تو میرے خیال میں ہمارے جینے، ہمارے زندہ رہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

راجر تھوڑی دیر خاموش رہا، کچھ سوچا پھر اس نے اپنے بیٹے اور صقلیہ کے حکمران ولیم کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

ولیم میرے بیٹے جو اقدام تم کر رہے ہو میں اس سے اتفاق کرتا ہوں۔ وقت ضائع کئے بغیر امیر البحر قیطشش کے ذریعے صقلیہ کا آدھا لشکر نیانوش کی کمانڈری میں افریقہ پہنچانے کا اہتمام کرو۔ نیانوش اس وقت یہاں بیٹھا ہوا ہے اس کے لئے میرا پیغام ہے کہ ہر صورت میں عمر بن حسین کو اپنے سامنے زیر کرنا ہے۔ عمر بن حسین نے جو سفاقس پر قبضہ کر لیا ہے، اس سے ایک طرح سے افریقہ میں ہمارے خلاف بغاوت اور سرکشی کا ایک دروازہ کھلا ہے اور اس دروازے کو ہمیشہ کے لئے بند کرنے کے لئے عمر بن حسین کا خاتمہ لازمی ہے۔

راجر جب خاموش ہوا تب ولیم بول پڑا۔

پدر محترم جو قاصد افریقہ سے آیا ہے اس نے کچھ مزید انکشافات بھی کئے ہیں، آپ

پچھلے دنوں شکوہ کر رہے تھے کہ بلرم اور مسہنا میں بندرگاہوں پر کام کرنے والے مسلمانوں کی تعداد کم ہو گئی ہے..... یہ تعداد کیسے اور کس طرح کم ہوئی، اس کی وجہ افریقہ سے آنے والے قاصد سے معلوم ہو چکی ہے، اس لئے کہ ان دونوں شہروں سے کافی تعداد میں مسلمان بھاگ کر افریقہ پہنچ چکے ہیں، وہ کیسے وہاں پہنچے..... یہ ابھی پتا نہیں چل سکا، بہر حال ان دونوں شہروں سے کافی مسلمان نکل کر عمر بن حسین کے پاس پہنچ چکے ہیں۔

قاصد نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ مسلمان ہونے والے امیر البحر فلپ کی بیوی خیران اس کی بیٹی فلورہ اور خیران کی بھانجی اور فلپ کی بھتیجی مریطہ بھی سفاقس پہنچ چکے ہیں، میرے خیال میں یہ انہی مسلمانوں کے ساتھ وہاں پہنچے ہیں جنہوں نے یہاں سے چوری چھپے اور خفیہ ہجرت کی ہے..... قاصد کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس کے علاوہ اور کئی سرکردہ لوگ بھی بلرم اور مسہنا سے عمر بن حسین کے پاس پہنچ چکے ہیں۔

ولیم کے خاموش ہونے پر راجر بول پڑا۔

ولیم میرے بیٹے جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ، مسلمانوں کے یہاں رہنے یا ان کے یہاں سے افریقہ کی طرف ہجرت کر جانے سے ہماری ذات پر کوئی فرق نہیں پڑتا، اگر وہ وہاں پہنچ چکے ہیں تو وہ ہمارے لئے کسی خطرے کا باعث نہیں بن سکتے..... فلپ کی بیوی، بیٹی اور بھتیجی روپوش ہو چکی تھیں..... میرے خیال میں مسلمانوں نے کسی نہ کسی طریقے سے ان تینوں کو عمر بن حسین کے پاس پہنچا دیا ہے، بہر حال ہمارا اپنا نمائندہ عبدلیس بن کسینہ بھی وہاں پہنچ چکا ہے..... قاصد کا کہنا ہے کہ اس نے اپنے کام کی ابتداء کر دی ہے، وہ ایک ایسا شخص ہے کہ عنقریب اپنا رنگ دکھانے کی کوشش کرے گا..... میرے خیال میں عمر بن حسین کو اپنے سامنے زیر کرنے میں عبدلیس بن کسینہ بہت بڑا کردار ادا کرے گا۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی، اس کے بعد ولیم نے امیر البحر قینطش کی طرف دیکھا۔

میرے عزیز تم کب تک اپنے بحری بیڑے کو حرکت میں لا سکتے ہو۔

اس پر قینطش بول پڑا۔

میرا خیال ہے تیاری کے لئے مجھے کچھ دن دیئے جائیں، اس کے بعد صقلیہ کے اندر جس قدر لشکر ہے اس کے آدھے حصے کے ساتھ میں حرکت میں آنے کے قابل ہو جاؤں گا..... راجر اور ولیم دونوں باپ بیٹے نے قینطش کی اس تجویز سے اتفاق کیا، پھر اس مجلس کو ختم کر دیا گیا تھا۔

مراکش کا سلطان عبدالمومن ایک روز مراکش کی جامع مسجد سے مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد نکلا، اس کے ساتھ اس کا وزیر اور اس کا بیٹا عمر بن عبدالمومن قاضی عبداللہ بن عبدالرحمان، کاتب ابو قاسم، دوسرا بیٹا یعقوب امیر البحر موسیٰ بن سعید لشکریوں کا سپہ سالار اعلیٰ یحییٰ بن عبدالعزیز اور کچھ دیگر لوگ تھے۔

جب سب مسجد کے صدر دروازے کے باہر آئے تو انہوں نے دیکھا، سامنے کافی لوگ جمع تھے..... اس پر امیر البحر موسیٰ بن سعید بڑی تیزی سے آگے بڑھا جو لوگ کھڑے تھے ان کے بیچ میں گیا، ان کے ساتھ گفتگو کی، پھر واپس آیا اور سلطان عبدالمومن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم مشرق کی سمت سے کچھ لوگ آئے ہیں، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔

عبدالمومن نے مسکراتے ہوئے اپنے امیر البحر موسیٰ بن سعید کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

چلو ان لوگوں سے بات کرتے ہیں، اپنے سب اہلکاروں کے ساتھ عبدالمومن جب ان لوگوں کے بیچ میں گیا تو انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

کہو تم کون لوگ ہو، کیا چاہتے ہو، اگر تمہاری کوئی کسی کے خلاف نالش ہے تو کہو اگر کوئی ضرورت اور حاجت رکھتے ہو تب بھی وہ پوری کی جائے گی، کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

اس پر آنے والوں نے آپس میں صلاح مشورہ کیا، پھر شاید ایک کو انہوں نے اپنا نمائندہ مقرر کیا، پھر وہ عبدالمومن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم ہماری نہ کسی کے خلاف کوئی نالش ہے، نہ ہماری حاجت ہے، ہم تاجر ہیں، مشرق کی طرف سے آئے ہیں، نارمنوں کے ساتھ بھی ہم نے تجارت کی، چند روز ہم نے مہدیہ میں بھی گزارے ہم چند خبریں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتے ہیں۔

سلطان محترم سب سے اہم خبر جو ہم نے مہدیہ میں سنی وہ یہ کہ سفاقس کے قلعہ دار عمر بن حسین نے نارمنوں کے خلاف بغاوت کر دی ہے سفاقس پر اس نے قبضہ کر لیا ہے سفاقس میں جس قدر نارمن تھے ان کا اس نے خاتمہ کر دیا ہے۔

اس کی اس کارروائی کے رد عمل میں افریقہ میں نارمنوں کا سالار گون سالود اور اس کا نائب مارنیوس ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوئے، لیکن عمر بن حسین نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ سفاقس سے باہر انہیں بدترین شکست دی مہدیہ میں ہم نے یہ بھی سنا کہ اس شکست کی خبریں صقلیہ میں نارمنوں کے نئے حکمران ولیم تک پہنچ گئی ہیں یہ خبریں بھی گشت کرتی سنی گئی ہیں کہ عنقریب عمر بن حسین کی سرکوبی اور اسے اپنے سامنے زیر کرنے کے لئے ایک بہت بڑا لشکر صقلیہ سے افریقہ آنے والا ہے تاکہ عمر بن حسین کے خلاف جنگ کی طرح ڈالی جا سکے۔

کہنے والا یہاں تک کہنے کے بعد رکا، اس کے بعد اس نے دوبارہ اپنی گفتگو کا آغاز کیا۔

سلطان محترم ہم مراکش ہی کے رہنے والے ہیں، بس ہم یہی خبر آپ تک پہنچانے کے لئے ادھر آئے تھے، اسے ہم اپنا فرض جان کر پورا کرنا چاہتے تھے بس یوں جانیں ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

اس کے بعد وہ تاجر عبدالمومن سے اجازت لے کر چلے گئے تھے، عبدالمومن کچھ دیر وہیں کھڑا رہا، سوچوں میں گم رہا، پھر آہستہ آہستہ اس نے آگے بڑھنا شروع کیا، اس کا رخ اپنے قصر کی طرف تھا سارے لوگ اس کے ساتھ ساتھ تھے قصر میں داخل ہونے کے بعد عبدالمومن ایک جگہ رک گیا، پھر سب لوگوں کو مخاطب کر کے

کہنے لگا۔

عمر بن حسین کا نام افریقہ میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے یقیناً افریقہ میں نارمنوں کے لئے موت کا بھنور اور آتشی بگولا ثابت ہوا ہے، اس آتشی بگولے کا زور کم نہیں ہونا چاہئے۔ ... عمر بن حسین نے نارمنوں کے خلاف جو کارروائی کی ہے میں اسے سلام کرتا ہوں، پھر عبدالمومن نے اپنے کاتب ابوالقاسم کی طرف دیکھا۔

ابوالقاسم تم میرے ساتھ آؤ میں تمہیں دو خط لکھوانا چاہتا ہوں، ایک عمر بن حسین کے نام، دوسرا صقلیہ کے حکمران ولیم کے نام۔

ابوالقاسم عبدالمومن کے قریب آن کھڑا ہوا، اس کے بعد عبدالمومن نے اپنے بیٹے عمر بن عبدالمومن کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کیا۔

عمر میرے بیٹے پانچ اعلیٰ قابلیت کے اور پڑھے لکھے گفتگو میں ماہر قاصد تیار کرو، ان پانچ میں سے ایک سفاقس کا رخ کرے گا، عمر بن حسین سے ملے گا اور میرا خط اسے پہنچائے گا۔

باقی چار قاصد ایسے ہونے چاہئیں جو سمندر میں سفر کرنے کے ماہر ہوں وہ ایک کشتی میں صقلیہ کا رخ کریں گے اور میرا پیغام لے کر صقلیہ کے بادشاہ ولیم کے پاس جائیں گے، ان پانچوں قاصدوں کا چناؤ کرنے کے بعد میرے پاس لے کر آؤ، اتنی دیر تک میں ابوالقاسم کو خط لکھواتا ہوں۔

سب لوگ وہاں سے ہٹ گئے تھے، عبدالمومن اپنے قاصد ابوالقاسم کو لے کر قصر کے اندر چلا گیا تھا۔ وہاں بیٹھ کر اس نے ابوالقاسم کو دونوں لکھوائے، اتنی دیر تک عبدالمومن کا بیٹا عمر بن عبدالمومن پانچ قاصدوں کو بھی لے آیا کافی دیر تک عبدالمومن ان کے ساتھ گفتگو کرتا رہا، انہیں سمجھاتا رہا، اس کے بعد اس کے حکم کے مطابق قاصد مراکش سے اپنی اپنی منزل کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

☆

امیر عمر بن حسین ایک روز اپنی حویلی کے پشتی باغ میں فلورہ، مریطہ اپنی ماں صفورہ، قحطان بھی اسماعیل اور خیران کے ساتھ بیٹھا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ حویلی میں نابیل ثریہ اور شالیب داخل ہوئے۔

تینوں کو دیکھتے ہی عمر بن حسین نے خوشی کا اظہار کیا، پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے

کہنے لگا۔

تم لوگ بڑے اچھے وقت پر آئی ہو..... اگر تم تھوڑی دیر بعد آتے تو میں تم لوگوں کی طرف جانے والا تھا۔

عمر بن حسین کے ان الفاظ پر نائیل اور شرینہ چونکی تھیں، پھر انہوں نے معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا..... عمر بن حسین مسکرا دیا، جس چٹائی پر وہ سب کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اس کی طرف اشارہ کیا..... نائیل، شرینہ اور شالیب جوتے اتار کر اس چٹائی پر بیٹھ گئے تھے۔

تینوں کے بیٹھ جانے کے بعد عمر بن حسین نے اپنے سامنے بیٹھی فلورہ کو مخاطب کیا۔

فلورہ جس کام کے لئے میں ان دونوں کی طرف جانے والا تھا وہ لاؤ۔

فلورہ فوراً اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑی ہوئی..... تھوڑی دیر بعد لوٹی، اس کے ہاتھ میں سفید کپڑے کی دو تھیلیاں تھیں..... دونوں تھیلیاں لا کر فلورہ نے عمر بن حسین کی گود میں رکھ دیں اور جہاں سے اُٹھی تھی وہیں بیٹھ گئی تھی۔

عمر بن حسین نے دونوں تھیلیاں لیں، ایک تھیلی اس نے نائیل کے سامنے، دوسری شرینہ کی گود میں رکھ دی تھی..... شرینہ نے اس تھیلی کا ایک جائزہ لیا، پھر سوالیہ سے انداز میں عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

امیر محترم یہ کیا ہے..... تھیلی آپ نے میری گود میں رکھ تو دی ہے، لیکن آپ نے مجھے بتایا نہیں کہ یہ کیا ہے۔

عمر بن حسین مسکرا دیا، پھر کہنے لگا۔

فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے..... سفاقس کے باہر نارمنوں سے جو ہماری جنگ ہوئی تھی اور ان کے پڑاؤ پر جو ہم نے قبضہ کیا تھا اس پڑاؤ سے جو چیزیں ملیں اس مال غنیمت سے یہ تم دونوں گھرانوں کا حصہ ہے۔

تم دونوں چونکہ صقلیہ سے ہجرت کر کے آئی ہو، لہٰذا دیگر لوگوں کی نسبت تم اس کے زیادہ ضرورت مند ہو، میں خود تم دونوں کے والد محترم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ پیش کرتا، لیکن اب جبکہ تم لوگ آ ہی گئے ہو تو خود ہی لے جانا۔

قبل اس کے شرینہ یا نائیل میں سے کوئی کچھ کہتا اچانک حویلی کے بیرونی دروازے پر

دستک ہوئی تھی۔

شالیب چھلانگ لگاتے ہوئے اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا اور صدر دروازے کی طرف بھاگا۔

دروازہ جب اس نے کھولا تو دروازے پر اس وقت یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید، لولو بن نصر اور ایک اجنبی کھڑا تھا۔

شالیب کو یحییٰ بن مطروح نے مخاطب کیا، شالیب میرے بھائی امیر کہاں ہیں۔

شالیب فوراً بول پڑا، امیر اس وقت حویلی کے پشتی باغ میں بیٹھے ہوئے ہیں..... اگر آپ کہیں تو میں انہیں بلاؤں، آپ اندر آئیں باہر کیوں کھڑے ہیں۔

یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید اور لولو بن نصر اجنبی کو لے کر حویلی میں داخل ہوئے، پھر یحییٰ بن مطروح نے شالیب کو مخاطب کر کے کہا۔

شالیب ہم دیوان خانے میں بیٹھتے ہیں..... امیر سے کہو یہیں آ جائیں، اس کے ساتھ ہی یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید، لولو بن نصر اس اجنبی کو لے کر دیوان خانے میں بیٹھ گئے، شالیب بھاگتا ہوا پشتی حصے کی طرف گیا اور عمر بن حسین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر حویلی میں ایک اجنبی کو لے کر یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید اور لولو بن نصر آئے ہیں، وہ دیوان خانے میں بیٹھ گئے ہیں..... اجنبی کو میں نہیں جانتا وہ کون ہے، بہر حال آپ سے ملاقات کرنے کے خواہاں ہیں۔

عمر بن حسین اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا، فلورہ بھی کھڑی ہو گئی۔ عمر بن حسین کے قریب آئی اور دھیمے سے لہجے میں کہنے لگی۔

اگر کوئی مہمان ہو تو بتا دیجئے گا تاکہ ہم اس کی تواضع کا کام کر سکیں۔

عمر بن حسین نے جوتے پہنے اور فلورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا پہلے میں دیکھتا ہوں کون ہے۔

عمر بن حسین تیزی سے دیوان خانے کی طرف بڑھا، دیوان خانے میں جب داخل ہوا تو اسے دیکھتے ہی یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید، لولو بن نصر اور جوان کے ساتھ اجنبی تھا اپنی جگہوں پر اُٹھ کھڑے ہوئے..... یحییٰ بن مطروح اس موقع پر بول پڑا اور اجنبی کو اس موقع پر مخاطب کر کے کہا۔

یہ ہمارے امیر عمر بن حسین ہیں۔

اجنبی آگے بڑھا، بڑے پرجوش انداز میں اس نے عمر بن حسین سے مصافحہ کیا پھر کہنے لگا، میں مراکش کے سلطان عبدالمومن کا قاصد ہوں اور آپ کی خدمت میں ان کا ایک انتہائی اہم پیغام لے کر آیا ہوں۔

ان الفاظ پر عمر بن حسین کی آنکھوں میں یک عجیب سی چمک پیدا ہوئی تھی، قاصد کا ہاتھ اپنے ہاتھ لیا، اپنے ساتھ اسے نشست پر بٹھایا پھر کہنے لگا۔

سلطان عبدالمومن کی طرف سے میرے نام کیا پیغام ہے میرے لئے یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ سلطان نے میری طرف کوئی قاصد بھجوایا اور مجھے اتنی اہمیت دی ہے۔

قاصد نے لباس کے اندر سے تہہ کیا ہوا ایک خط نکالا۔ کھولا، پھر عمر بن حسین کی طرف بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔ یہ آپ کے نام سلطان کا خط ہے اسے پڑھ لیں، پھر میں آپ کے ساتھ گفتگو کا آغاز کرتا ہوں۔

عمر بن حسین خط پڑھنے لگا، سلام کے بعد لکھا تھا۔

"عمر بن حسین صحراؤں کے فرزند میرا خدا تمہیں ہر بے تعبیر خواب اور شب گزیدہ تمدن کی ہر پیاسی آنکھ سے محفوظ رکھے، نارمنوں کے خلاف بغاوت کرکے اور سفاقس کے باہر انہیں بدترین شکست دے کر تم نے بیگانگی کے دشت میں بھولے بسرے ماحول کی رعنائی دوبالا کردی ہے، جو لوگ غلامی کا جوا اتار کر آزادی کی خاطر کڑوی کسیلی رتوں اور بے خواب آنکھوں کی دشتوں کو لات مار دیتے ہیں وہ ہمیشہ کامیاب اور کامران رہتے ہیں۔

ابن حسین میرا تمہارے نام پیغام ہے کہ دشمن کے کمزور منصوبوں اور ان کے بے رحمی کے سیلاب کے سامنے کبھی مت جھکنا خداوند قدوس کے بعد میں ان سرزمینوں تمہارا مستعد مددگار ثابت ہوں گا۔ یاد رکھنا خدا بڑا مہربان ہے۔ وہ ہماری دعاؤں کو سنے گا، ہمارا انصاف کرے گا اور ہمارے لئے دشمن کے کندھوں پر جو لدی لگی ہے وہ انہیں اسے مل کر اتار پھینکیں گے۔

ابن حسین مشرق کے کچھ تاجر مراکش میں داخل ہوئے اور مجھے انہوں نے تمہارے احوال سے آگاہ کیا، مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ تم نے سفاقس پر قبضہ کرلیا ہے اور نارمنوں کو شکست دی ہے۔ اب دشمن کی ہر قساوت قلبی ان کی ہر شقاوت ذہنی کے سامنے چٹان

برج کی طرح جم جانا، یاد رکھنا کبھی سحر شب کو اپنے دام میں لے لیتی ہے ذرے دشت کا شکار کرنے نکل کھڑے ہوتے ہیں کبھی کبھی شبنم بحر کی حریف بن جاتی ہے اور خاشاک خونخوار موجوں پر سوار ہو جاتے ہیں ابن حسین کبھی شرارے سورج پر پھینکتے ہیں اور بگولے آندھیوں سے بھی الجھ پڑتے ہیں کبھی غبار پربتوں سے ٹکرا جاتے ہیں اور لہریں بھنور کا سینہ چیر کر نکل جاتی ہیں اپنے آپ کو نارمنوں کے سامنے کمزور مت خیال کرنا اس لئے کہ تاریک روشنی بھی گھمبیر اندھیروں کا ضرور پاش کردیتی ہے میں حالات پر نگاہ رکھوں گا، کچھ قاصد میں صقلیہ کے حکمران کی طرف بھی بھجوا رہا ہوں۔

بتانے والوں نے مجھے بتایا ہے کہ نارمن تم سے اپنی شکست کا بدلہ لینے پر تلے ہوئے ہیں میں صقلیہ کے حکمرانوں کو تنبیہ کررہا ہوں کہ جو کچھ ہوا اس پر اکتفا کریں اور اگر انہوں نے تمہارے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی کوشش کی تو میں نے انہیں دھمکی دی ہے کہ میں ان کے خلاف اٹھ کھڑا ہوں گا۔

عمر بن حسین دشت میں اپنے آپ کو اکیلا مت سمجھنا، میں تمہارے ساتھ ہوں اپنے قلعے میں جم کر رہنا، دشمن کے سامنے تلاطم کا نقیب بگولوں کا قائد اور ساحلوں کا پاسبان بن کر وقت گزارنا مجھے امید ہے اگر نارمنوں نے تم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو میں تمہارے ساتھ شانے سے شانہ ملا کر ابن آدم کا لہو اور انسانوں کا خون بہانے والوں کا شکار بے بس بھیڑیں سمجھ کر کروں گا۔

عبدالمومن کا خط ختم ہوگیا، خط پڑھنے کے بعد عمر بن حسین مسکرا بھی رہا تھا، اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو اتر آئے تھے ساتھ ہی خط کو بھی تہہ کررہا تھا، خط کو تہہ کرنے کے بعد اپنے کندھے پر پڑے صاف ستھرے سفید انگوچھے سے اپنے آنسو پونچھے، پھر بھرائی ہوئی آواز میں اس نے قاصد کو مخاطب کرکے کہنا شروع کیا۔

سلطان عبدالمومن نے یہ خط لکھ کر میرے حوصلوں، میرے ولولوں کو نارمنوں کے خلاف جوان کرکے رکھ دیا ہے میرے خداوند نے چاہا تو سلطان کی خواہشوں کے مطابق میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نارمنوں کے خلاف طوفان اور آندھیوں کی طرح جھپٹ رہوں گا، میرے عزیز تیرے پاس کیا کوئی زبانی پیغام بھی ہے۔

قاصد بڑی عقیدت سے عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان نے مجھے یہی پیغام لکھ کر دیا تھا انہوں نے زبانی کوئی خاص پیغام تو نہیں دیا تھا، بس اتنا کہا تھا کہ عمر بن حسین سے کہنا کہ ان سرزمینوں میں آپ اکیلے نہیں ہیں، سلطان نے ان سرزمینوں کی طرف اپنے طلایہ گرا اپنے مخبر پھیلا دیئے ہیں جو سلطان کو نارمنوں کی نقل و حرکت سے آگاہ کرتے رہیں گے اور ان کی فراہم کردہ اطلاعات کی روشنی میں آئندہ سلطان آپ کے حق میں اور نارمنوں کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔

قاصد جب خاموش ہوا تو محمد بن رشید کی طرف دیکھتے ہوئے عمر بن حسین کہنے لگے۔

ابن رشید سلطان کے قاصد کی بہترین مہمان نوازی کا اہتمام کرو، یہ تھکا ہارا ہوگا، اس کے آرام، قیام و طعام کا عمدہ انتظام ہونا چاہئے اس موقع پر محمد بن رشید کے بجائے لولو بن نصر بول پڑا۔

امیر محترم میں بھی آپ کی خدمت میں ایک گزارش پیش کرنا چاہتا ہوں، دراصل میں چاہتا ہوں کہ اپنے بھائی یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کے ساتھ حویلی میں رہنے کے بجائے میں لشکر گاہ میں قیام کروں میری دلی خواہش ہے امید ہے آپ ٹھکرائیں گے نہیں، ساتھ ہی مجھے یہ بھی اجازت دے دیں کہ میں قاصد کو اپنے ساتھ لشکر گاہ میں لے جاؤں، اس کے قیام اور طعام کا عمدہ بندوبست کروں۔

عمر بن حسین نے مسکراتے ہوئے لولو بن نصر کو اجازت دے دی اس پر لولو بن نصر اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا، قاصد کو اس نے ساتھ لیا، پھر وہ وہاں سے نکل گیا۔

☆

صقلیہ کے بادشاہ ولیم نے ہنگامی طور پر اپنے سالاروں، وزراء، مشیروں اور صقلیہ کے سرکردہ لوگوں کا اجلاس طلب کیا تھا، اس لئے کہ مراکش کے سلطان عبدالمومن کی طرف سے چار قاصد صقلیہ کے مرکزی شہر بلرم میں داخل ہوئے تھے۔

مجلس کے سارے لوگ جب اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تب ولیم کے کہنے پر چوبدار عبدالمومن کے چاروں قاصدوں کو لے کے اندر آیا قاصدوں نے سلام کیا نہ کسی کے سامنے جھکے اور نہ ہی تعظیم دی۔ ولیم اور راجر دونوں نے گھورتے ہوئے ان کی طرف دیکھا پھر ولیم نے انہیں مخاطب کیا۔

مراکش کے کوزہ گر سلطان کی طرف سے آنے والو کہو اپنے حکمران کی طرف سے ہمارے لئے کیا پیغام لے کر آئے ہو۔

لفظ کوزہ گر کو چاروں قاصدوں نے بڑی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے سنا تھا، چاروں نے صلاح مشورہ کیا، پھر ایک نے اپنے لباس کے اندر سے اپنے سلطان عبدالمومن کا خط نکالا، آگے بڑھا اور وہ خط اس نے ولیم کو تھماتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

صقلیہ کے بادشاہ یہ تمہارے نام ہمارے بادشاہ کا خط ہے پڑھ لو۔

ولیم نے جلدی جلدی خط کھولا اور پڑھنے لگا راجر نے بھی نگاہیں اس پر جما دی تھیں۔ عبدالمومن نے لکھا تھا۔

مراکش کے حکمران عبدالمومن کی طرف سے صقلیہ کے حکمران ولیم کے نام۔

آگاہی ہو کہ مجھ تک مشرق سے آنے والوں نے یہ خبریں پہنچائی ہیں کہ تم لوگوں نے مسلمانوں کے قلعے سفاقس پر حملہ کیا اور ناکام رہے۔

ولیم ہم مسلمان انسانی اخوت اور اتحاد کے علمبردار ہیں، نہ ہم فتنہ انگیزیوں کا مصرف ہیں، نہ قاتلوں اور لٹیروں کو اپنے سائے میں مستقر بنانے کی اجازت دیتے ہیں تم نے ماضی میں جس قدر غضب کی خونخواری اور بھیانک عداوتوں کا اظہار سفاقس کے عمر بن حسین کے ساتھ کیا، اسے میں فراموش کر چکا ہوں۔

ساتھ ہی میں یہ تنبیہ کرتا ہوں کہ آئندہ نہ عمر بن حسین پر حملہ کیا جائے، نہ اس کے خلاف کسی انتقامی کارروائی کی ابتدا کی جائے اگر ایسا کیا گیا تو مجھ پر عجز و لازم ہوگا کہ میں اپنے لشکر کے ساتھ عمر بن حسین کی مدد کے لئے نکلوں۔

ولیم کو یہ بھی خبر ہو کہ آنے والے دنوں میں عمر بن حسین پر ہونے والے ہر حملے کو میں اپنی ذات اور اپنی سلطنت پر حملہ تصور کروں گا ولیم میرا یہ خط ملنے کے بعد اگر تمہاری طرف سے عمر بن حسین کے خلاف کسی انتقامی کارروائی کی کوشش کی گئی تو یاد رکھنا میں عبدالمومن دشت و دمن کا خون بیفام بن کر تمہاری طرف آؤں گا اور میرے ساتھ ایسے تیغ زن ہوں گے جو سینوں کی خلش، جبینوں کی شکن بن کر طوفانوں کے محرم اور بحر کے عارف بن جاتے ہیں میرے ساتھ ایسے مجاہد ہوں گے جو آندھیوں میں بے اماں فتنہ گری کے سامنے برق کی تب و تاب کی طرح جم جانے والے ہیں وہ دشمن کے قبیلوں کو اس کی رگوں سے کشید کرتے ہیں وہ ذرے کو صحرا کی وسعت عطا کرتے ہیں

اور ظلمت کی لحد کو شبنم کے حصار میں تبدیل کرنے کا فن بھی جانتے ہیں۔

ولیم امن سے رہو امن سے رہنے دو، اگر تم نے افریقہ کی سرزمینوں میں امن کو برباد کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا میں ایسے مجاہدوں، ایسے سرفروشوں کے ساتھ صحراؤں سے نکلوں گا جو زمان و مکان کی تقدیر کو رات کے ماتھے پر سحر کی نوک سے اپنے خون کے ساتھ فتح مندی کی تاریخ سمجھ کر رقم کرتے ہیں..... یہ ایسے مجاہد ہوں گے جو زمین کو روندیں گے، دشمن کو پامال کریں گے..... ولیم حیات موت کے تابوت میں ایک کھیل ہے، اگر تم نے اس تابوت سے کھیلنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا اپنی سانسوں کو لہو میں تحلیل کر دو گے۔

ولیم نے خط پڑھ کر تہہ کیا، راجر بھی چونکہ خط پڑھ چکا تھا، لہٰذا دونوں کے چہرے پر غصے کے آثار تھے، پھر راجر نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

وہ معمولی انسان جو کل تک صرف ایک کوزہ گر اور سمندر کے کنارے بیٹھ کر کوزہ گری کا پیشہ کرتا رہا ہے۔ حالات نے اگر اسے حکمران بنا دیا ہے تو اس کو ہرگز یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم جیسے حکمرانوں کو اس طرح کا دھمکی آمیز خط لکھے۔

راجر مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ان چار قاصدوں میں سے ایک کا چہرہ غضبناک ہو گیا، اس کی چھاتی تن گئی، پھر اس نے راجر کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

اے بادشاہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارا بادشاہ کوزہ گر تھا اور یاد رکھنا وقت کے دام میں اس کوزہ گر کے مشاق ہاتھ جب اپنی تکواز کو حرکت میں لائیں گے تو یاد رکھنا بڑے بڑے اُجالے تقسیم کرنے والے اس کے سامنے بصیرت کے یتیم بن جائیں گے... بڑے بڑے سرکشوں نے ہمارے سلطان کے سامنے سر اٹھانے کی کوشش کی لیکن سلطان نے تنکے کی بساط کی طرح انہیں اُلٹ دیا اور چراغ کے زوال کی طرح انہیں ناپائیدار بنا کر رکھ دیا، اے بادشاہ ہمارے ساتھ جنگ کی طرح ڈالو گے تو یاد رکھنا ہماری سلطنت کے درویشوں کی کٹیا کے دیئے تک آتش فشاں بن جائیں گے۔ اے بادشاہ تم لوگ موت کو دیکھ کر جینے کی دعائیں کرتے ہو، لیکن ہمارا بادشاہ زندگی پاؤں پڑے تو مرنا پسند کرے۔ ماضی میں بڑے بڑے سورما بڑے بڑے حکمران لفظوں کے ریتلے بہتے چشمے اور اوس بن کر ہمارے سلطان کے قدموں میں بکھر کر رہ گئے۔ اے بادشاہ ایک قاصد کی حیثیت سے میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ اس خط میں جو کچھ ہمارے سلطان نے لکھا ہے اس میں ہماری اور آپ سب کی

بہتری ہے۔

قاصد جب خاموش ہوا تو ولیم نے گرجتی ہوئی آواز میں اسے مخاطب کیا۔

یہ مت بھولو کے تم ایک معمولی قاصد ہو اور ہمارے قصر میں کھڑے ہو، اگر تم نے اپنی زبان سے کوئی بھی لفظ ایسا ادا کیا جو ہمیں گراں گزرا تو یاد رکھنا ہم تم چاروں کی گردنیں کاٹنے کا بھی حکم دے سکتے ہیں، لہٰذا خاموش رہو، جو پیغام تم نے دینا تھا دے دیا، اب تم چاروں جاؤ ہم تمہارے قیام اور ضروریات کا بھی کوئی اہتمام نہیں کر رہے..... تم ابھی اور اسی وقت یہاں سے کوچ کر سکتے ہو..... واپس جا کر اپنے بادشاہ سے کہنا کہ جو خط اس نے ہمیں لکھا ہے اس کا جواب اسے عنقریب ملے گا۔

چاروں قاصدوں میں سے جواب میں کسی نے بھی کچھ نہ کہا..... بس وہ وہاں سے نکل کر چلے گئے۔

عبدلیس بن کسینہ مسکراتے ہوئے حویلی کے اس کمرے میں داخل ہوا جس میں اس کی بیوی لیبانہ بیٹھی ہوئی تھی، اس کو مسکراتے دیکھ کر لیبانہ کے چہرے پر تجسس سا نمودار ہوا، عبدلیس بن کسینہ آگے بڑھ کر اس کے پہلو میں بیٹھ گیا، تب لیبانہ نے اسے مخاطب کیا۔

بچے کہاں ہیں؟

عبدلیس بن کسینہ نے بڑے غور سے لیبانہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

وہ دونوں بہن بھائی عمر بن حسین کی حویلی میں ہیں..... لیبانہ نے پھر کچھ سوچا اور دوبارہ اس نے عبدلیس بن کسینہ کو مخاطب کیا۔

کمرے میں داخل ہوتے وقت تم مسکرا رہے تھے، کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے۔

عبدلیس بن کسینہ نے پھر لیبانہ کی طرف دیکھا، ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا، اس کے بعد اس نے گفتگو کا آغاز کیا۔

لیبانہ یہاں آنے کے بعد میں شرمندہ تھا کہ جو کام راجر اور ولیم نے میرے ذمے لگائے تھا، نہ میں احسن طریقے سے اس کی ابتداء کر سکا ہوں نہ کوئی ایسا کام کر سکا ہوں جس کی بازگشت راجر اور ولیم تک پہنچ سکے..... آج پہلی بار ایک ایسا کام کرنے میں کامیاب ہوا ہوں جس کی خبر جب صقلیہ میں راجر اور ولیم تک پہنچے گی تو ان کی خوشی ان کی شادمانی کا باعث بنے

گی اور انہوں نے میرے ساتھ جو وعدے کئے ہیں میرے خیال میں ان وعدوں کے وفا ہونے کا وقت قریب آجائے گا۔

تم جانتی ہو..... انہوں نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ افریقہ میں رہتے ہوئے میں ان کی خواہشوں کے مطابق عمر بن حسین کے خلاف کام کروں تو صقلیہ میں میری حیثیت ایک وزیر سے کم نہ ہوگی اور یہ ایسا منصب ہے جس کا ہر کوئی طلب گار ہو سکتا ہے..... ساتھ ہی راجر اور اس کے بیٹے ولیم نے میرے ساتھ یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ مجھے اس قدر نوازا جائے گا کہ میری آنے والی نسلیں تک معاش کی فکر مندی سے بے نیاز اور آسودہ ہو جائیں گی۔

جب تک عبدلیس بن کسینہ بولتا رہا لیبانہ خاموش رہ کر بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اسے سنتی رہی، بعد میں عبدلیس بن کسینہ جب خاموش ہوا تب اس نے کہنا شروع کیا۔

اتنی لمبی تمہید نہ باندھو جو کچھ تم نے کہا ہے یہ میں پہلے ہی جانتی ہوں ..... یہ بتاؤ کہ تم نے کون سا معرکہ مارا ہے اور تمہارا کون سا وہ فعل اور عمل ہے جس کی بنا پر تم آج خوشی کا اظہار کر رہے ہو۔

جواب میں عبدلیس بن کسینہ نے کھنکارتے ہوئے اپنا گلہ صاف کیا، مگر ایک گہری نگاہ اس نے لیبانہ پر ڈالی، پھر وہ کہہ رہا تھا۔

نیک بخت بات کچھ یوں ہے کہ عمر بن حسین نے نارمنوں کے خلاف بغاوت کھڑی کرنے کے بعد انہیں جو سفاقس سے باہر شکست دی ہے، اس سے افریقہ میں مسلمانوں کے حوصلے بڑھے..... کچھ دیر پہلے زویلہ شہر کے سرکردہ لوگوں کا ایک وفد عمر بن حسین کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت میں بھی عمر بن حسین کے ساتھ لشکر گاہ میں موجود تھا، زویلہ ایک خوش حال کافی بڑا اور ایک ایسا شہر ہے جس کے اطراف میں دُور دُور تک کھیت اور باغات ہیں۔

زویلہ سے آنے والے وفد نے عمر بن حسین سے یہ گزارش کی کہ جس طرح عمر بن حسین نے سفاقس سے نارمنوں کو آزاد کرالیا ہے اور یہاں اپنی خاصی قوت جمع کر لی ہے اسی طرح زویلہ کے ساتھ بھی معاملہ طے کیا جائے۔

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ عمر بن حسین ایک لشکر کے ساتھ خود زویلہ کی طرف جائے یا

اپنے کسی نائب کو روانہ کرے، ان کے پہنچنے تک زویلہ کے لوگ نارمنوں کے خلاف علم بغاوت کھڑی کر دیں گے، اس طرح زویلہ میں جو نارمنوں کا لشکر ہے اس کا قتل عام کر دیا جائے گا۔ عمر بن حسین سے انہوں نے کہا کہ وہ زویلہ پر قبضہ کرے اور عمر بن حسین کو وہ اپنا والی تسلیم کر لیں گے۔

اس طرح وہ لوگ چاہتے ہیں کہ سفاقس کے علاوہ زویلہ شہر بھی نارمنوں کے ہاتھوں سے نکل کر عمر بن حسین کے تحت آ جائے، اگر ایسا ہوتا ہے تو لیلیانہ عمر بن حسین کی عسکری طاقت میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا اور ان سرزمینوں میں نارمنوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا، لیکن میں اپنا کام کر آیا ہوں، مجھے امید ہے کہ میری کارکردگی سے پانسا پلٹ جائے گا عمر بن حسین کو نقصان پہنچے گا۔ زویلہ کے لوگ بچ جائیں گے، نارمن ان علاقوں میں خوشیاں اور شادمانیاں منائیں گے۔

میرے ماتحت صنہاجی قبیلے کے جو لوگ کام کرتے ہیں، ان سے میں رابطہ قائم کرتا ہوں اور ان میں سے کچھ کو میں نے مہدیہ کی طرف بھجوایا ہے، ان کے ہاتھ میں نے یہ پیغام بھجوایا ہے کہ سفاقس سے ایک لشکر زویلہ کا رخ کرنے والا ہے، اسے زویلہ میں نہ پہنچنے دیا جائے۔ راستے ہی میں اس کا کام تمام کر دیا جائے، اگر ایسا ہو جاتا ہے تو عمر بن حسین کے لشکر کی کمر ایک طرح سے ٹوٹ جائے گی اور اس کی عسکری طاقت نہ ہونے کے برابر رہ جائے گی۔ دوسری جانب زویلہ کے لوگوں کو ایسی سزا دی جائے گی کہ آئندہ وہ نارمنوں کے خلاف بغاوت کرنے کے متعلق سوچ بھی نہ سکیں گے۔

اس کے علاوہ کچھ صنہاجی جوان مہدیہ سے بھی آئے ہیں اور انہوں نے یہ خبر دی ہے کہ ولیم اور اس کے باپ راجر نے بھی ایک بہت بڑا قدم اٹھایا ہے صقلیہ کا سپہ سالار فلیتھش نیانوش ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ مہدیہ پہنچ چکا ہے اسے صقلیہ کے امیر البحر قلیتھش نے اپنے بحری بیڑے کے ذریعے یہاں پہنچایا ہے اب ان سرزمینوں میں نارمنوں کی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ ہوگا۔ اب شمالی افریقہ میں کون سا علاقہ مارنیوس: دونوں نیانوش کے تحت کام کریں گے۔

دوسری خبر جو وہ لائے ہیں وہ یہ کہ راجر اور ولیم دونوں نے کچھ تیز رفتار جہاز اندلس کی طرف بھی روانہ کیے ہیں تم جانتی ہو اندلس دو حصوں میں بٹا ہوا ہے شمالی اندلس

پر عیسائیوں کی حکمرانی ہے جنوبی اندلس پر مسلمان قابض ہیں، عبدالمومن کی طرف سے اس کا بیٹا ابو سعید اندلس پر حکمرانی کرتا ہے۔

راجر اور ولیم نے عیسائیوں کے بادشاہ فرڈیننڈ کی طرف یہ پیغام بھجوایا ہے کہ وہ حالات پر کڑی نگاہ رکھیں۔ اپنے ناظر اپنے مخبر پھیلا کر رکھیں اور جب انہیں یہ خبر پہنچے کہ مراکش کے سلطان عبدالمومن نے افریقہ میں نارمنوں کے خلاف حرکت میں آنے کا ارادہ کیا ہے تو وہ الفور اندلس میں مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ کر دے تاکہ شمالی افریقہ میں نارمنوں کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے عبدالمومن اپنی ساری توجہ اور اپنی ساری قوت کا رخ اندلس کی طرف موڑ دے اور شمالی افریقہ کے نارمن اس کے حملوں سے محفوظ رہیں۔

عبدالیس بن کسیلہ تھوڑی دیر کے لئے رکا اس کے بعد وہ اپنی بیوی کو مخاطب کر کے پھر کہنے لگا۔

لیلیانہ میرا دل کہتا ہے کہ عمر بن حسین کی جو حالت بنے لگی ہے، اس کے نتیجے میں عمر بن حسین نارمنوں کا کوئی مزید علاقہ حاصل کرنے کے بجائے سفاقس سے بھی محروم ہو جائے گا اور پہلے کی طرح سفاقس پر نارمنوں کا پھر قبضہ ہو جائے گا اور عمر بن حسین یا تو نارمنوں کے ہاتھوں ختم ہو جائے گا یا گمنام صحراؤں کے اندر در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہو جائے گا۔

عبدالیس بن کسیلہ جب خاموش ہوا تو اس کی بیوی لیلیانہ نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

کیا اس مہم پر عمر بن حسین خود روانہ ہو رہا ہے عبدالیس بن کسیلہ نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر کہنے لگا۔

نہیں اس مہم پر یحییٰ بن مطروح اور صنہاجی قبیلے کا سردار محمد بن رشید روانہ ہو رہے ہیں۔ عمر بن حسین اور لولو بن خمر یہیں رہیں گے لیلیانہ نے کچھ سوچا، پھر تذبذب کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

اگر اس مہم پر عمر بن حسین روانہ ہوگا تو پھر زیادہ بہتر ہوگا، اس لئے کہ نارمن اس پر حملہ کرتے اور اس کا خاتمہ کرتے، اس طرح سفاقس میں کھڑا ہونے والا بغاوت اور سرکشی کا سر فتنہ اپنے آپ ختم ہو جاتا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی، پھر عبدالیس بن کسیلہ نے اپنی بیوی لیلیانہ کو مخاطب

کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

لیبانہ، شرینہ اور شالیب دونوں بہن بھائی اس وقت عمر بن حسین کی حویلی میں ہیں، ان کے سامنے اس واقعہ کا ذکر مت کرنا، ایسا واقعہ کم سے کم لوگوں تک محدود رہے تو وہ محفوظ رہتا ہے جتنی زیادہ زبانوں پر یہ بات جائے گی اس کے اتنے ہی پھیلنے کے خدشات ہوتے ہیں مجھے دوسری خوشی یہ بھی ہے کہ شرینہ کسی حد تک عمر بن حسین سے بے تکلف ہونے میں کامیاب ہو چکی ہے کئی مواقع پر میں نے اسے بڑی بے تکلفی کے ساتھ عمر بن حسین کے ساتھ گفتگو کرتے دیکھا ہے، اس کا مطلب ہے وہ اپنے کام میں مصروف ہے اور عمر بن حسین کو اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب ہو جائے گی، جب ایسا ہو گیا تو آنے والے دنوں میں شرینہ عمر بن حسین سے اپنی محبت اور الفت کا ہتھیار استعمال کرتے ہوئے ہر کام کی خبر حاصل کرنے میں کامیاب ہو جایا کرے گی اور مجھے زیادہ کوشش اور جدوجہد نہ کرنا پڑے گی۔

عبدیس بن کسینہ کی اس گفتگو کے جواب میں لیبانہ تھوڑی دیر تک اسے گھورنے کے انداز میں دیکھتی رہی، پھر کہنے لگی۔

مجھے تو ایسے کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے کہ میری بچی شرینہ نے عمر بن حسین کو اپنی طرف مائل کرنا شروع کر دیا ہو اس میں کوئی شک نہیں، شرینہ حسین ہے، پرکشش ہے، اس کے جسم کے نشیب و فراز ایسے ہیں کہ زاہد سے زاہد قسم کا نوجوان بھی اس کی طرف مائل ہو سکتا ہے، لیکن مجھے فی الحال کوئی ایسے آثار دکھائی نہیں دیتے کہ جس کی بنا پر میں یہ کہہ دوں کہ شرینہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی ہے۔

لیبانہ کی طرف دیکھتے ہوئے عبدیس بن کسینہ نے تیز لہجے میں کہنا شروع کیا۔

تمہیں کیا پتا، تم تو ہر وقت گھر میں پڑی رہتی ہو کبھی کبھی عمر بن حسین کی حویلی میں جاتی ہو، تم نے دیکھا نہیں نارمنوں کے پڑاؤ سے جو مال لوٹا تھا اس میں سے جو ہیرا اسے ملا تھا وہ بھی میرے اور تمہارے حوالے کرنے کے بجائے شرینہ کو دیا تھا۔

عبدیس بن کسینہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بیوی لیبانہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

یہ تو کوئی وجہ نہیں، نہ ہی کوئی بڑی بات ہے اگر عمر بن حسین نے فقدی کی دو تھیلی

شرینہ کو دی تھی تو ایسی ہی فقدی کی تھیلی اس نے جواس بن جوذر کی بیٹی نابیل کو بھی دی تھی، اس واقعہ کو ایک علت اور وجہ کیسے بنایا جا سکتا ہے کہ عمر بن حسین شرینہ کی طرف مائل ہے اور پھر ایک اور بات بھی یاد رکھنا۔

اس حویلی میں مستقل طور پر فلورہ اور مریطہ رہتی ہیں، دونوں ہر وقت عمر بن حسین کے ساتھ ہوتی ہیں، اس کی خدمت کرتی ہیں۔ کھانا تیار کرتی ہیں، میرے خیال میں شرینہ کے بجائے عمر بن حسین فلورہ یا مریطہ کی طرف جلدی مائل ہوگا۔

لیبانہ کے ان الفاظ سے عبدیس بن کسینہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر وہ کہنے لگا۔

اس سلسلے میں تم فلورہ کا نام لے سکتی ہو، لیکن مریطہ نہیں اس لئے کہ مریطہ کو میں نے اکثر و بیشتر عمر بن حسین کو بھائی کہہ کر مخاطب کرتے سنا ہے، لہٰذا اس سلسلے میں مریطہ کا نام نہیں لیا جا سکتا ہے۔ تاہم فلورہ کا بھی میں جائزہ لیتا رہا ہوں۔ میں یہ بھی اندازہ لگانے میں کامیاب ہوا ہوں کہ فلورہ کافی حد تک عمر بن حسین کی طرف مائل ہے میرے خیال میں وہ اندر ہی اندر اسے چاہتی ہے، پر اس سے کیا فرق پڑتا ہے فلورہ جو چاہے کرتی رہے، شرینہ کا ایک اپنا کردار ہے اور میرے خیال میں میری بچی اپنے کردار کو بڑے احسن طریقے سے نبھا رہی ہے گی۔

عبدیس بن کسینہ کی اس گفتگو کا جواب لیبانہ دینا ہی چاہتی تھی کہ باہر کھٹکا ہوا، وہ خاموش رہی، تھوڑی دیر بعد شرینہ اور شالیب دونوں بہن بھائی اس کمرے میں داخل ہوئے، عبدیس بن کسینہ اور لیبانہ نے موضوع بدل دیا پھر شرینہ اور شالیب کے ساتھ وہ گھریلو مسائل پر گفتگو کرنے لگے تھے۔

عمر بن حسین نے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ عشاء کی نماز کے بعد بڑی رازداری کے ساتھ یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کو رخصت کیا تھا رخصت سے پہلے ان دونوں کے ساتھ اس کی طویل ملاقات رہی۔ زویلہ پر حملہ آور ہونے اور وہاں نارمنوں کا خاتمہ کرنے سے متعلق ساری تفصیل اس نے دونوں کو سمجھا دی تھی، یوں رات کی گہری تاریکی میں یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید لشکر کے ایک حصے کے ساتھ زویلہ کی طرف کوچ کر گئے۔

گویہ روانگی یہ کوچ بڑی رازداری میں کی گئی تھی، کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی تھی کہ

محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح نے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ کس سمت رخ کیا ہے، لیکن مسلمانوں کی بدقسمتی کہ عبدلیس بن کسینہ اپنا کام کر چکا تھا اور اس کے بھیجے ہوئے آدمی اس ساری کارروائی کی خبر تارمنوں کے سالار اعلیٰ نیانوش تک پہنچانے کے لئے بہت پہلے ہی روانہ ہو چکے تھے۔

رات کی تاریکی میں یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید نے بڑی برق رفتاری سے زویلہ کی رخ کیا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی پہلے زویلہ پر حملہ آور ہو کر وہاں مقیم تارمنوں کا خاتمہ کر دیں۔ زویلہ کا جو وفد ان کے پاس آیا تھا اس وفد کے ارکان بھی ان کے ساتھ تھے، اس کے علاوہ خود حسن بن مالک بھی اپنے نگہبانوں کے ساتھ زویلہ تک ان کی رہنمائی کا کام سرانجام دے رہا تھا۔

یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید ابھی زویلہ شہر سے کچھ فاصلے پر تھے کہ انہیں ایک مصیبت کا سامنا کرنا پڑا، اس لئے کہ عبدلیس بن کسینہ اپنا کام کر چکا تھا۔ تارمنوں کا سپہ سالار اعلیٰ جس کا قیام اب مہدیہ میں تھا، اسے عبدلیس بن کسینہ کا پیغام پہنچ چکا تھا، لہٰذا زویلہ کے قریب جب یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید اپنے لشکر کے ساتھ گئے تو ایک لشکر جو یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کے لشکر سے زیادہ تھا ان کی راہ روک کر کھڑا ہوا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے راہ روکنے والا لشکر تعصبات کی سرصر اور لہراتے بگولے کی طرح محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح پر حملہ آور ہو گیا۔

یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید نے بے مثال جرات مندی اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جوابی کارروائی کے طور پر اس لشکر پر اتنا زوردار حملہ کیا کہ اس لشکر کو پسپا ہوتے ہوئے پیچھے ہٹنا پڑا تھا، لیکن حالات شاید محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کے خلاف ہو چکے تھے۔

عین اس موقع پر پشت کی جانب سے ایک اور لشکر خود سر زہریلے سانپوں اور زہریلی دوبلی حیات رفتہ کی آوازوں کی طرح محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح پر حملہ آور ہو گیا۔

تب محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح ایک اذیت ناک صورت حال سے دوچار ہو گئے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ جو لشکر پشت کی جانب سے حملہ آور ہوا تھا، اس کے سامنے محمد بن رشید دفاع کرے گا۔ سامنے والے لشکر کو یحییٰ بن

مطروح روکنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا تھا، پر شاید قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

اس لئے کہ تھوڑی ہی دیر بعد ایک اور لشکر دائیں جانب سے بدی میں ڈوبی نخوتوں اور کذب اور عصیان کے خونی سندیسوں کی طرح ان دونوں پر حملہ آور ہو گیا۔

اب محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کے لئے مشکلات پیدا ہونا شروع ہو گئی تھیں پہلے تو وہ کسی نہ کسی طرح اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے سامنے اور پشت کی طرف سے حملہ آور ہونے والوں کی راہ روکے ہوئے اپنا دفاع کر رہے تھے۔ اب جو تیسرے لشکر نے دائیں جانب سے حملہ کیا تب ان کے لئے ان گنت مشکلات کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ تاہم دونوں بڑی جرات مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سیل حوادث اور آندھیوں کے جھکڑوں کی طرح دشمن کے سامنے اپنا دفاع کرتے رہے۔

رات کی گہری تاریکی میں کھلے صحرا کے اندر سمندر کے شور آندھیوں کے ارادے، درختوں کی المناک سرسراہٹ جیسا سماں برپا ہو گیا تھا۔ آسمان کی رفعتوں سے زمین کی پستیوں پر حیات بڑی تیزی کے ساتھ موت سے ہمکلام ہونا شروع ہو گئی تھی۔

اس سہ طرفہ حملے کو یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید زیادہ دیر روک نہ سکے۔ انہوں نے اندازہ لگا لیا، اگر جنگ انہوں نے جاری رکھی تو ان کا بہت زیادہ نقصان ہو گا، لہٰذا کچھ لشکریوں سے باہم مشورہ کرنے کے بعد انہوں نے اپنے لشکر کو سمیٹا، پھر رات کی تاریکی میں وہ صحرائی نیلوں کے اندر دائیں جانب بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

رات کی تاریکی میں حملہ آوروں نے یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید کا تعاقب نہیں کیا۔ شاید وہ خوف زدہ تھے کہ اگر وہ تعاقب کرتے ہیں اور دشمن پلٹ کر ان پر حملہ آور ہوتا ہے تو کہیں ان کی اس وقت کی فتح و شکست میں نہ تبدیل کر دے اور ان کی خوشیوں کو ان کی رسوائیوں اور ذلت میں نہ تبدیل کر دے، اس لئے محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کو بھی فائدہ ہوا، وہ اپنے لشکر کو سمیٹتے ہوئے صحرائی گھات میں چلے گئے۔

عمر بن حسین ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد مسجد سے نکلا کہ پیچھے سعدون بن مطروف، جواز بن جوذر، عبدلیس بن کسینہ کچھ دیگر لوگ بھی مسجد سے نکلے عبدلیس بن کسینہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا عمر بن حسین کے قریب آیا اور بڑی اپنائیت اور رازداری میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر جو لشکر زویلا کی طرف گیا تھا اس کی کارگزاری کا کچھ پتہ چلا، عمر بن حسین نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہا، ابھی اس کے متعلق کوئی اطلاع نہیں آئی مجھے امید ہے وہ اپنی منزل پر کامیابی سے پہنچیں گے۔

چلتے چلتے اور باتیں کرتے ہوئے عمر بن حسین کے ساتھ عبدلیس بن کسینہ سعدون بن مطروف اور جواز بن جوذر اس کی حویلی تک آئے، حویلی کے دروازے پر کھڑے ہو کر عمر بن حسین نے ان تینوں کو مخاطب کر کے کہا۔

تینوں میرے ساتھ آئیں، دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھائیں۔

ان تینوں نے ٹالنا چاہا لیکن جب عمر بن حسین نے زور دیا، تب وہ تینوں اس کے ساتھ حویلی میں داخل ہوئے دیوان خانے میں اس وقت فلورہ، مریطہ، خیران، صفورہ اور تیبان بیٹھے گفتگو کر رہے تھے، وہ بھی اندر داخل ہو کر دیوان خانے میں بیٹھ گئے، فلورہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی، پھر عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

ہم لوگ آپ ہی کا انتظار کر رہے تھے اگر آپ کہیں تو میں کھانا لاؤں۔

عمر بن حسین نے غور سے فلورہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا، ہاں میں ان صاحبان کو بھی

اپنے ساتھ لے آیا ہوں، ان سب کا کھانا یہیں لگا دو۔

فلورہ کے بعد مریطہ بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی، پھر دونوں نے مل کر کھانے کے برتن اس کمرے میں لگا دیئے تھے سب ارد گرد بیٹھ گئے، کھانا شروع کیا عمر بن حسین نے ابھی پہلا لقمہ ہی توڑا تھا کہ عین اسی لمحہ کمرے میں لولو بن نصر اور حسن بن مالک داخل ہوئے۔

حسن بن مالک کو دیکھتے ہوئے عمر بن حسین چونکا تھا، حسن بن مالک کے چہرے سے بھی اس نے بہت کچھ پڑھ لیا تھا، اس لئے کہ حسن بن مالک کا چہرہ اترا ہوا تھا ہاتھوں میں پکڑا ہوا لقمہ عمر بن حسین نے واپس ڈال دیا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، پھر حسن بن مالک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن مالک خیریت تو ہے محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کی مہم کا کیا بنا۔

حسن بن مالک نے بکھیرتی لرزتی ہوئی آواز میں رات کے وقت جو کچھ یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کے ساتھ پیش آیا وہ تفصیل کے ساتھ کہہ دیا۔

ہر کوئی کھانا بھول گیا تھا فلورہ، مریطہ پریشان ہو گئی تھیں فلورہ اور مریطہ نے کھانے کے برتن ڈھانپ دیئے۔

عمر بن حسین اپنی جگہ پر چپ اور خاموش کھڑا تھا، محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کی حالت کا سن کر اس کی آنکھوں کے اندر بحر کی وسعتوں میں اٹھتے اُمڈتے طوفانوں اور نور ظلمات کی جنگ کا سا اضطراب اور کرب اٹھ کھڑا ہوا تھا، اس کا چہرہ غصے اور غضبناکی میں ایسی کیفیت اختیار کر گیا تھا، جیسے خشکی غاروں میں کھوتے جذبات پابہ زنجیر کرتے ارادے خوفناک کھولن اور بلاکت خیز نکل کھڑے ہوئے ہوں۔

کچھ دیر عمر بن حسین کی ایسی ہی کیفیت رہی، پھر لولو بن نصر کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

ابن نصر میرے بعد شہر کا خیال رکھنا، میں ابھی اور اسی وقت محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کی طرف روانہ ہوں گا، حسن بن مالک وہاں تک میری رہنمائی کے لئے میرے ساتھ ہو گا۔

عمر بن حسین مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عبدلیس بن کسینہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، بڑی عقیدت میں عمر بن حسین کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور بڑی عاجزی سے کہنے لگا۔

امیر محترم جو خبر حسن بن مالک لایا ہے اسے سن کر کھانا کھانے کو جی نہیں چاہتا۔ میں جا رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی عبدلیس بن نسطونہ وہاں سے چلا گیا تھا، اس کے پیچھے پیچھے سعد اوس بن مطوف اور جواز بن جوذر بھی چلے گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد عمر بن حسین نے حسن بن مالک کو مخاطب کیا۔

حسن بن مالک اپنے آگے آ کے اپنے کسی آدمی کو روانہ کرو، وہ یحییٰ بن مطوح اور محمد بن رشید کو میرا یہ پیغام پہنچائے کہ میں ان کی مدد کے لئے پہنچ رہا ہوں۔ یہ قاصد روانہ کرنے سے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ یحییٰ بن مطوح اور محمد بن رشید کو پسپا کرنے کے بعد دشمن کا ردعمل کیا تھا۔

حسن بن مالک بولنے لگا۔

امیر محترم جونہی محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطوح پہاڑیوں کی طرف چلے گئے، میں نے وقت ضائع نہیں کیا۔ آپ کی طرف روانہ ہو گیا۔ میرے بعد دشمن کا ردعمل کیا تھا، یہ وہاں جا کر ہی پتہ چلے گا۔ بہرحال میں اپنے کچھ آدمی بھیجتا ہوں، وہ محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کو آپ کی آمد سے آگاہ کر دیں گے، ساتھ ہی ہمارے وہاں پہنچنے تک یہ بھی بتا دیں گے کہ میری وہاں سے روانگی کے بعد دشمن کا ردعمل کیا ہوا۔

عمر بن حسین نے کچھ سوچا، پھر دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

تم دونوں مجھو میں جنگلی لباس پہن کر اپنا گھوڑا تیار کرتا ہوں، اس کے بعد مستقر کی طرف جاتے ہیں۔

اس موقع پر حسین اور پرجان فلورہ اپنی جگہ سے حرکت میں آئی، عمر بن حسین کے قریب آئی۔ کچھ بڑی محبت میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

امیر محترم کھانا تو کھا کر جائیں۔

عمر بن حسین نے بڑی اپنائیت میں فلورہ کی طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگا۔

نہیں فلورہ جب تک میں دشمن سے محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطوح کا انتقام نہیں لے لیتا، مجھ پر کھانا پینا حرام ہے۔

عمر بن حسین کے ان الفاظ پر فلورہ پیس سی گئی تھی، ہونٹ کاٹنے لگی تھی، آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔ بے چاری کچھ کہہ نہ سکی، عمر بن حسین بڑی تیزی میں دوسرے

کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔ حسن بن مالک اور لولو بن نصر وہیں بیٹھ گئے تھے۔ فلورہ وہاں سے نکل کر اصطبل کی طرف چلی گئی تھی۔

اپنا جنگلی لباس زیب تن کرنے کے بعد اپنی ضروریات کی ہر چیز لینے کے بعد عمر بن حسین اس کمرے سے نکلا، اس کے کندھے پر چمڑے کی دو بڑی بڑی خرجینیں تھیں، جن میں اس کی ضروریات کا سامان تھا، جب وہ اصطبل میں آیا تو اس نے دیکھا وہاں فلورہ اور اس کا افسر دو کھڑی تھی۔ اس نے عمر بن حسین کے گھوڑے پر زین ڈال رکھی تھی، کچھ سامان بھی اس نے گھوڑے کی زین کے اوپر رکھا ہوا تھا۔

جب عمر بن حسین اس سمت آیا تو فلورہ منہ سے بولی نہیں، ہونٹ کاٹتے ہوئے وہ عمر بن حسین کے قریب آئی۔ اس موقع پر اس کی آنکھیں ڈبڈبا رہی تھیں۔ جانوری نے اس نے چمڑے کی ایک خرجین ہاتھ بڑھا کر عمر بن حسین کے کندھے سے اتار لی، پھر جو سامان زین پر رکھا ہوا تھا وہ اس خرجین میں ڈالا اور خرجین کو اس نے عمر بن حسین کے گھوڑے کی زین سے لٹکا دیا تھا۔

عمر بن حسین عجیب سے جذبے میں اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ تم نے میرا گھوڑا تیار کیا۔

فلورہ نے اپنی آنکھیں خشک کیں، اپنے آپ کو سنبھالا اور پھر قدرتی بھرائی آواز میں کہنے لگی۔

امیر محترم جو کچھ میں نے کیا ہے، یوں جانیں یہ میرا فرض تھا۔ مجھے ایسا کام کرتے ہوئے خوشی اور سکون ملتا ہے۔ گھوڑے کی خرجین کے اندر میں نے آپ کے لئے کھانا، کچھ پھل ساتھ ہی خشک گوشت ڈال دیا ہے۔ پھر کہتے کہتے وہ رکی بھاگتی ہوئی ایک طرف گئی، واپس آئی، اس کے ہاتھ میں پانی سے بھرا ایک مشکیزہ تھا۔ وہ بھی اس نے گھوڑے کی زین سے باندھ دیا اور چپ چاپ اصطبل میں آ کر رکی ہو کر عمر بن حسین کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

اسی میں حضور کی آواز سنائی دی۔ اس نے عمر بن حسین کو بلایا تھا، دونوں چونک سے پڑے۔ اصطبل سے نکلے، واپس اس کمرے میں آئے جہاں تھوڑی دیر پہلے بیٹھے ہوئے تھے۔ کمرے میں ابھی تک حسن بن مالک اور لولو بن نصر پریشان اور افسردہ بیٹھے تھے

عمر بن حسین اور اس کے پیچھے فلکور، جب اس کمرے میں داخل ہوئے، تب صفورہ نے عمر بن حسین کو مخاطب کیا۔

میرے بیٹے کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم سورج غروب ہونے کے بعد رات کے وقت یہاں سے کوچ کرو۔۔۔ بیٹے اس سے پہلے جو یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کی حالت ہوئی ہے میرے خیال میں دشمن کے مخبروں نے ان کی نقل و حرکت سے نارمنوں کے سالار کو آگاہ کر دیا ہوگا جس کی بنا پر انہوں نے احتیاطی تدابیر اختیار کرلیں میرے بیٹے میں کہتی ہوں تم رات کے وقت یہاں سے کوچ کرو، تمہارے یہاں سے کوچ کرنے کی کسی کو خبر نہ ہو۔

عمر بن حسین کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

مادرِ محترم میں سورج غروب ہونے کے بعد ہی یہاں سے کوچ کروں گا۔ تھوڑی دیر تک عصر کا وقت ہو جائے گا میں یہاں سے لشکر گاہ کی طرف جاؤں گا جس لشکر کو میں نے اپنے ساتھ لے جانا ہے اسے تیار کروں گا، عصر کی نماز وہاں پڑھوں گا، اس کے بعد لواء بن نصر اور دیگر سالاروں کے ساتھ مجھے اس شہر کی حفاظت کا سامان بھی کرنا ہے اور شہر کی حفاظت کے متعلق انہیں کچھ سمجھانا بھی ہے، اس طرح مغرب ہو جاتی ہے میں لشکر گاہ میں مغرب کی نماز ادا کروں گا۔ اس کے بعد میں وہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔

اس کے ساتھ ہی عمر بن حسین اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، اسے کچھ یاد آ گیا، پھر اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا، مادرِ محترم میں ابھی آیا، پھر وہ بڑی تیزی سے دوسرے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔

☆

دوسری جانب عبدلیس بن کسینہ مسکراتے ہوئے حویلی میں داخل ہوا، اسے داخل ہوتے ہوئے اس کی بیٹی ثریہ اور شالیب نے دیکھ لیا تھا پھر ثریہ اپنی جگہ سے اٹھی شالیب کو اس نے رکنے کا اشارہ کیا اور اس کمرے کے دروازے کے پاس آن کھڑی ہوئی جس میں عبدلیس بن کسینہ داخل ہوا تھا، جس کے اندر پہلے سے لیبانہ بیٹھی ہوئی تھی۔

عبدلیس بن کسینہ اس کمرے میں داخل ہوا، اپنی بیوی لیبانہ کے پاس بیٹھ گیا وہ بڑا خوش تھا، پھر لیبانہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سن لیبانہ ہماری خوش قسمتی کہ آج ایک دوسرا معرکہ بھی سر ہونے کی امید ہوئی

ہے۔

لیبانہ نے چونکتے ہوئے عبدلیس کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

آج تم نے کون سا معرکہ مار لیا ہے، عبدلیس نے تھوڑی دیر تک مسکراتے ہوئے اپنی بیوی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

یہ معرکہ ایسا ہے، اگر اس میں کامیابی ہوگئی تو یاد رکھنا جس کام کے لئے ہم یہاں آئے ہیں وہ اپنے تکمیل کو پہنچ جائے گا اس کے بعد تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ جو واقعات محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کے ساتھ پیش آئے تھے اور جس طرح عمر بن حسین کوچ کی تیاری کر رہا تھا، یہ ساری تفصیل اس نے لیبانہ سے کہہ دی۔

کچھ دیر خاموشی رہی، لیبانہ بھی اس خبر سے لطف اندوز ہوتی رہی، پھر عبدلیس بن کسینہ نے اس کو مخاطب کیا۔

بھلی مانس سن میں نے جو اپنے آدمی نارمنوں کی طرف روانہ کئے تھے اور جو خبریں میں نے انہیں دی تھیں، ان خبروں کی بنا پر محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کی یہ حالت ہوئی ہے کہ انہیں نارمنوں کے مقابلے میں شکست ہوئی ہے اور انہیں گھات میں جانا پڑا ہے۔ میرے کہنے کے مطابق نارمنوں نے زویلہ شہر سے پہلے ہی انہیں تین طرف سے گھیر لیا اور ان کی بری حالت کی۔

اب ایک دوسرا معرکہ سر ہونے والا ہے، وہ اس طرح کہ تھوڑی دیر تک عمر بن حسین یہاں سے کوچ کرنے والا ہے میں اس کے ہاں سے اٹھ کر آ رہا ہوں، نماز پڑھنے کے بعد وہ مجھے اپنے ہاں لے گیا تھا، میرے ہوتے ہوئے ہی یہ خبر آئی کہ محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کو شکست اٹھانا پڑی ہے، اب اس شکست کا داغ دھونے کے لئے تھوڑی دیر تک عمر بن حسین ایک اور لشکر کے ساتھ زویلہ کی طرف کوچ کرے گا۔

عمر بن حسین کا زویلہ کی طرف کوچ کرنا ہمارے لئے بڑا سود مند ثابت ہوگا، میں امیر بن حسین کے پاس زیادہ نہیں بھیجا، اپنے آدمیوں سے میں نے رابطہ کیا انہیں میں نے نارمنوں کی طرف روانہ کر دیا ہے اور یہ پیغام دیا ہے کہ یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید پہلے ہی باہر ہیں۔ شکست کا داغ اٹھا چکے ہیں، ان کی مدد کے لئے عمر بن حسین بھی سنا قس سے نکلنے والا ہے، میں نے نارمنوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ عمر بن حسین کی غیر موجودگی میں

سفاقس شہر پر حملہ آور ہو جائیں۔ بغیر کسی مزاحمت کے وہ سفاقس پر قبضہ کر سکتے ہیں۔

میرے یہ آدمی جب بازنطینوں کو یہ پیغام پہنچائیں گے تو میرے خیال میں بازنطینوں کا نیا سپہ سالار نیاٹوش فوراً حرکت میں آئے گا اور خود سفاقس پر حملہ آور ہو کر اسے فتح کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس طرح راجر اور ولیم کی نگاہوں میں اس کی بڑی عزت ہو جائے گی میرے خیال میں عمر بن حسین کے یہاں سے کوچ کرنے کے بعد نیاٹوش اگر اپنی پوری قوت نہ سہی تھوڑی سی قوت کے ساتھ ہی حملہ آور ہوتا ہے تو بھی سفاقس اس کے سامنے زیر ہو جائے۔ سفاقس کے زیر ہو جانے کے بعد جس کام کے لئے ہم ادھر آئے ہیں اس کی تکمیل ہو جائے گی موقع جان کر ہم چاروں یہاں سے بھاگ جائیں گے راجر اور ولیم سے وہ فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے جس کا انہوں نے ہمارے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے۔

شریندا اس سے آگے کچھ نہ سن سکی۔ اس کی حالت بری ہو رہی تھی، چہرہ غصے میں لال سرخ ہو چکا تھا بے چاری کانپ رہی تھی، فوراً وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

☆

دوسری جانب عمر بن حسین پھر اس کمرے میں آیا جس میں سب بیٹھے ہوئے تھے اس کے ہاتھوں میں ایک بہت بڑی تھیلی تھی، وہ تھیلی لا کر اس نے خیران کی گود میں رکھ دی، پھر کہنے لگا۔

یہ وہ تھیلی ہے جو جبل متنانہ میں آپ نے میرے حوالے کی تھی، میں نے اسے امانت کے طور پر سنبھال کر رکھا ہوا تھا، اب تک میں ایک خطرناک مہم پر نکل رہا ہوں تو یہ تھیلی آپ کو لوٹا رہا ہوں آپ اس گھر کی ایک فرد ہیں، اس گھر میں رہ رہی ہیں لہٰذا یہ مناسب آپ اس تھیلی کو اپنی حفاظت میں سنبھال کر رکھ سکتی ہیں۔

خیران نے جواب میں گھورنے کے انداز میں عمر بن حسین کی طرف دیکھا۔ نیز شکوؤں، گلوں بھری اس کی آواز سنائی دی۔

عمر بن حسین میرے بیٹے یہ تو کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو، یہاں ہم تینوں ماں بیٹوں کی کوئی ضرورت نہیں یہاں جیسی ہر چیز میسر ہے تھیلی میں نے تمہیں اس لئے دی تھی کہ اس تھیلی میں جو کچھ ہے تم اپنی ضروریات کے لئے استعمال کرو آن وقت

مجھے تھیلی واپس دینے کا ارادہ کیا ہے، آئندہ کبھی اس کے متعلق سوچنا بھی نہیں یہ تھیلی اب تمہاری ہے، اس کو جیسے جہاں چاہے خرچ کرو۔

عمر بن حسین نے بڑی متانت سے خیران کی طرف دیکھا، پھر تھیلی اس نے ماں کی گود میں رکھ دی اور کہنے لگا۔

ماں مجھے رخصت ہونے کی اجازت دیں، میں حسن بن مالک اور لولو بن نصر کے ساتھ لشکر گاہ کی طرف جاتا ہوں، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں دن کے وقت کوچ نہیں کروں گا۔ مغرب کی نماز وہاں ادا کرنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ سفاقس سے نکلوں گا۔

صفورہ، قیتان بن اسماعیل، خیران، فلورہ، مریطہ سب اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ لولو بن نصر اور حسن بن مالک بھی کھڑے ہو گئے وہ دونوں عمر بن حسین کے ساتھ حویلی سے باہر آئے ... صفورہ، قیتان، فلورہ، خیران، مریطہ حویلی کے صدر دروازے کی اوٹ ہی میں کھڑی ہو گئی تھیں۔

لولو بن نصر اور حسن بن مالک دونوں کے گھوڑے باہر کھڑے تھے تینوں جب گھوڑوں کے پاس آئے تو رک گئے، اس لئے کہ لولو بن نصر کے گھوڑے کی زین پر ایک کاغذ پڑا ہوا تھا، اس کاغذ کو دونوں جانب سے آٹے کے ساتھ کسی نے زین کے ساتھ جوڑ رکھا تھا اور اس کاغذ کے اوپر ایک پتھر بھی رکھا ہوا تھا تاکہ تیز ہوا سے وہ کاغذ اڑنے نہ پائے۔

عمر بن حسین آگے بڑھا، پتھر اٹھا کر ایک طرف پھینک دیا کاغذ اس نے زین سے علیحدہ کیا، لکھا تھا۔

امیر محترم آپ یہاں سے کوچ کر رہے ہیں میری خدا تعالیٰ سے دعا ہے جس مہم پر آپ نکل رہے ہیں، اس میں آپ کامیاب رہیں، پر جانے سے پہلے سفاقس کی حفاظت کا اہتمام ضرور کیجئے گا اس لئے کہ آپ کی غیر موجودگی کی اطلاع کسی نہ کسی طرح نارمنوں کو ہو جاتی ہے اور جب انہیں یہ خبر ہو گی کہ آپ سفاقس میں موجود نہیں تو یاد رکھئے گا، وہ ہر صورت میں سفاقس پر حملہ آور ہو کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اگر ایسا ہو گیا تو یاد رکھئے گا، افریقہ کے ان صحراؤں کے اندر مسلم قوم کا یہ ایک ایسا نقصان ہو گا جس کی کبھی بھی تلافی نہ کی جا سکے گی۔

مجھے امید ہے کہ سفاقس چھوڑنے سے پہلے آپ سفاقس کی حفاظت کے بہترین

انتظامات کریں گے، خط یہیں تک تھا نیچے صرف تین لفظ لکھے ہوئے تھے آپ کا ہمدرد۔

خط پڑھنے کے بعد وہ کاغذ عمر بن حسین نے لولو بن نصر کی طرف بڑھادیا..... لولو اور حسن بن مالک دونوں نے پڑھا، کچھ سوچا پھر وہ کاغذ لے کر عمر بن حسین نے اپنے لباس میں محفوظ کر لیا..... ساتھ ہی اس نے لولو بن نصر اور حسن بن مالک سے کہا۔

میرے ساتھ آؤ۔

تینوں گھوڑوں پر سوار ہوئے اور لشکر گاہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

لشکر گاہ میں جانے کے بعد عمر بن حسین نے سب سے پہلے ان لشکریوں کو علیحدہ کیا جنہوں نے اس کے ساتھ کوچ کرنا تھا، انہیں حکم دے دیا گیا تھا کہ مغرب کی نماز کے بعد انہوں نے کوچ کرنا ہے..... لہٰذا اپنی تیاری مکمل کر لیں۔

اس کے بعد عمر بن حسین کے کہنے پر حسن بن مالک نے اپنے کچھ مخبر ان علاقوں کی طرف روانہ کر دیئے تھے جہاں یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کو ہزیمت اٹھانا پڑی تھی، اس کے بعد عمر بن حسین لولو بن نصر اور حسن بن مالک کے علاوہ چند دوسرے سالاروں کو علیحدگی میں لے گیا۔ کافی دیر تک وہ ان کے ساتھ شہر کی حفاظت کے متعلق گفتگو کرتا رہا۔ مغرب کی نماز اپنی لشکریوں کے ساتھ ہی عمر بن حسین نے ادا کی، مغرب کے بعد جب فضاؤں میں تاریکی پھیل گئی تب وہ اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا۔

رات بڑی تیزی سے بھاگتی جا رہی تھی، اندھیرے صحرا کے اندر رقص کرتے بگولوں میں اُڑتے گراوٹ سے گلے مل رہے تھے۔

چاروں طرف ایک ہو کا عالم تھا..... جیسے دشت کو کسی نے شہر خاموشاں میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہو۔

اپنے لشکر کے ساتھ عمر بن حسین بڑی تیزی سے پیش قدمی کرتا ہوا جب زویلہ سے کچھ فاصلے پر تھا کہ اسے اپنے سامنے چند ہیولے دکھائی دیئے، اس موقع پر عمر بن حسین نے حسن بن مالک کو مخاطب کیا۔

ابن مالک ذرا سامنے دیکھو، کچھ نظر آتا ہے، حسن بن مالک کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

امیر محترم میں سامنے دکھائی دینے والے ہیولوں کو دیکھ چکا ہوں..... یہ یقیناً ہمارے اپنے آدمی ہیں جو مخبر میں نے بھیجے تھے وہ میرے خیال میں یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کو اطلاع کر چکے ہیں..... وہ دونوں بھی ان کے ساتھ ہی ہیں تاکہ آپ سے ملاقات کر سکیں۔

تھوڑا سا آگے جا کر ہیولے واضح ہو گئے تھے..... تعداد میں چار تھے، اپنے گھوڑوں پر سوار تھے، پھر ہیولے حرکت میں آئے، شاید انہوں نے بھی صحرا میں آنے والے لشکر کو دیکھ لیا تھا، جب وہ قریب آئے تو عمر بن حسین اور حسن بن مالک نے دیکھا، ان چار میں سے دو ان کے مخبر تھے، باقی دو یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید تھے۔

انہیں پہچاننے کے ساتھ ہی عمر بن حسین نے رات کی تاریکی میں ہلکی سی آواز دے کر

اپنے لشکر کو رُک جانے کا حکم دے دیا، اس کی آواز سنتے ہی لشکر رُک گیا۔ عمر بن حسین حسن بن مالک اپنے گھوڑوں سے اُترے، اتنی دیر تک یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید اور دونوں مخبر بھی اپنے گھوڑوں سے اُتر چکے تھے۔

عمر بن حسین آگے بڑھا، باری باری اس نے چاروں سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد حسن بن مالک ان سے مصافحہ کر رہا تھا۔

جب یہ کام ختم ہوا، تب محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح دونوں اپنی گردنیں جھکائے عمر بن حسین کے سامنے کھڑے ہو گئے تھے۔ عمر بن حسین تھوڑی دیر تک انہیں بڑی توجہ، بڑے انہماک سے دیکھتا رہا، مسکراتا رہا، پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم دونوں تو میرے سامنے اپنے گردنیں جھکا کر کھڑے ہو گئے ہو جیسے تم سے کوئی بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہو اور میں تم دونوں کے لئے اس گناہ کی سزا تجویز کرنے کے لئے آیا ہوں۔ ہرگز نہیں اپنے چہرے اوپر اٹھاؤ، کچھ تیاں تان لو۔

سنو جو قومیں اپنی ابتداء، اپنے ارتقاء، اپنے عروج و زوال کے درمیان مسائل اور مصائب کا شکار ہوتی ہیں، انگیٹھیں اٹھاتی ہیں، یاد رکھنا ہی تو میں دنیا کے نقشے پر کندن بن کر نمودار ہوتی ہیں۔

یہ جو تم دونوں کو نارمنوں کے سامنے پسپائی کا سامنا کرنا پڑا ہے اس میں تم دونوں کے لئے سبق ہے، میرے لئے بھی ایک درس آمیزی ہے اس لئے کہ بھلے ہم نے یہ معاملہ راز میں رکھا، تمہاری روانگی بھی سفاقس سے رازداری سے کی گئی، لیکن پھر بھی دشمن کو تمہاری پیش قدمی کا علم ہو گیا اور اس نے تم سے نمٹنے کے لئے پہلے ہی اس صحرائی حصے میں گھات لگا لی تھی۔ بہرحال فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے، آئندہ جب کبھی بھی کسی طرف پیش قدمی ہو تو پہلے آگے آگے مخبر روانہ کرنے چاہئیں تاکہ دور اندیشی کی سلامتی سے ہمکنار کرتے رہیں۔

میں تم پر یہ بھی واضح کر دوں کہ یہ سمجھنا ہی حکمت اور عقل مندی سے خالی ہو گا کہ سفاقس شہر میں سب لوگ ہمارے ہمدرد، سب لوگ ہمارے جانثار ہیں۔ ان میں کئی ہمارے مخالف بھی ہوں گے، کئی کے روابط دشمنوں سے بھی ہوں گے۔ اس کے بعد جو خط لولو بن نصر کے گھوڑے کی زین پر چسپاں ملا تھا اس کی تفصیل بھی عمر بن حسین نے محمد بن

رشید اور یحییٰ بن مطروح سے کہہ دی تھی۔

عمر بن حسین کے اس انکشاف پر محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح چونکے تھے۔ عمر بن حسین نے انہیں پھر مخاطب کیا۔

فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے، یہ چھوٹا سا حادثہ ہے اور ہم بڑے احسن طریقے سے اس سے نمٹ لیں گے۔ شہر کی حفاظت کے بھی میں پورے انتظامات کر کے آیا ہوں اور میری غیر موجودگی میں نارمن سفاقس پر حملہ آور ہونے کی کوشش بھی کرتے ہیں تو میری واپسی تک جن لوگوں کے سپرد میں شہر کا دفاع کر کے آیا ہوں وہ دشمن کو بڑے احسن طریقے سے روکے رکھیں گے۔

اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ یہاں زویلہ اور اس کے گردونواح میں کیا صورت حال ہے جو لشکر تین اطراف سے تم پر حملہ آور ہوا وہ اس وقت کہاں ہے۔ زویلہ کے مسلمانوں پر کیا بیتی، اس لئے کہ نارمنوں کو خبر ہو چکی ہے۔ زویلہ والوں نے ہماری طرف ایک وفد بھیج کر رابطہ قائم کیا اور نارمنوں کے خلاف بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش کی۔

عمر بن حسین کے اس سوال کے جواب میں یحییٰ بن مطروح بول پڑا۔

امیر محترم ہم نے اپنے مخبر زویلہ کی طرف پھیلائے تھے۔ انہوں نے جو خبریں دی ہیں انہی کی روشنی میں تفصیل کہتا ہوں۔

جونہی تین اطراف سے ہم پر حملہ آور ہوئے، ہماری پسپائی کے بعد انہوں نے زویلہ کا رُخ کیا۔

مخبروں نے بتایا ہے کہ زویلہ میں انہوں نے مسلمانوں کا شدید ترین قتل عام کیا۔ (نارمنوں کے ہاتھوں زویلہ میں مسلمانوں کا یہ قتل عام تاریخ کے اوراق میں انتہائی المناک اور خونی حادثہ خیال کیا جاتا ہے)

امیر محترم اس وقت جو صورت حال ہے، بقول ہمارے مخبروں کے جب نارمنوں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا تو کچھ مسلمان چوری چھپے زخمی حالت میں مراکش کی طرف بھاگ گئے ہیں۔

جہاں تک دشمن کے لشکر کا تعلق ہے، مخبروں کا کہنا ہے کہ جو تین لشکر ہم پر حملہ آور ہوئے انہوں نے اپنے آپ کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، ایک حصہ زویلہ شہر کے اندر ہے،

دوسرا حصہ زویلہ کے باہر پڑاؤ کئے ہوئے ہے تاکہ بیرونی خطرے کی صورت میں وہ حملہ آوروں سے نمٹ سکیں۔

رات کی تاریکی میں عمر بن حسین کے چہرے پر بڑی خوشنما مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اندھیرے میں اس کے دانت بھی چمکے تھے پھر اس نے یحییٰ بن مطروح کو مخاطب کرکے کہنا شروع کیا۔

یحییٰ بن مطروح لگتا ہے قدرت کچھ فیصلے ہمارے حق میں کر رہی ہے۔ میں یہ بھی خیال کر رہا ہوں کہ تارمنوں سے انتقام لینے کے لئے کارکنان قضاوقدر ہمارا ساتھ دے رہے ہیں پہلے یہ بتاؤ کہ شہر سے باہر جو تارمنوں کا لشکر ہے، اس کا پڑاؤ کس سمت ہے۔

یحییٰ بن مطروح جھٹ سے بول پڑا، امیر محترم تارمنوں کے جس لشکر نے شہر سے باہر پڑاؤ کیا ہے وہ شہر کے مشرقی سمت میں ہیں۔

عمر بن حسین نے کچھ سوچا، اس کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔

یحییٰ بن مطروح محمد بن رشید جو کچھ میں کہنے لگا ہوں غور سے سنو، ابھی تھوڑی دیر تک میں آگے بڑھ جاؤں گا تم اپنے لشکر کی طرف چلے جانا، تارمنوں کا جو لشکر شہر سے باہر پڑاؤ کئے ہوئے ہے، میں اس پر شب خون ماروں گا اور ایسا شب خون ماروں گا کہ وقت کی آنکھ دیکھے گی کہ میں ان سے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کے قطرے قطرے، ذرے ذرے، ریزہ ریزہ کا حساب لوں گا میرے خداوند نے چاہا تو میں زہر بن کر دھیرے دھیرے ان کے جسموں پر سرایت کرتا چلا جاؤں گا۔

میرے شب خون مارنے سے پہلے تم اپنے حصے کے لشکر کو لے کر شہر پناہ کے مشرقی دروازے کے قریب گھات لے لینا اب صورت حال کچھ اس طرح ہمارے سامنے آئے گی۔

جونہی میں شہر سے باہر پڑاؤ کرنے والوں پر شب خون مارتا ہوں یاد رکھنا ایک شور ایک واویلا اٹھ کھڑا ہوگا اور شہر پناہ کے اوپر پہرہ دینے والوں کو خبر ہو جائے گی کہ ان کے لشکر پر کسی نے شب خون مار دیا ہے شہر کے اندر تارمنوں کا جو لشکر ہوگا وہ باہر نکل کر اپنے لشکر کے دوسرے حصے کی مدد کرنے کی کوشش کرے گا۔

ظاہر ہے جو لشکر نکلے گا وہ شہر پناہ کے مشرقی دروازے سے آئے گا، جونہی تارمنوں کا لشکر شہر پناہ سے باہر نکلے تم پشت کی جانب سے اس پر حملہ آور ہو جانا۔

مجھے امید ہے اتنی دیر تک میں تارمنوں کے دوسرے لشکر کو اپنے سامنے زیر کر چکا ہوں گا، اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں شہر پناہ سے نکلنے والے لشکر پر سامنے کی طرف سے حملہ آور ہوں گا، اس طرح جب تارمنوں پر دو طرفہ حملہ ہوگا تو وہ اور کھنا شہر پناہ کے باہر وہ قیامت بپا کریں گی جس کا سماں اس سے پہلے رات کی تاریکی میں تارمنوں نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔

یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کو شاید عمر بن حسین کی یہ تجویز پسند آئی تھی، دونوں کے چہروں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر خدشات کا اظہار کرتے ہوئے محمد بن رشید بول پڑا۔

امیر محترم جو لشکر آپ کے پاس ہے اس کی تعداد اس لشکر سے کم ہے جو ہمارے پاس ہے، میں چاہتا ہوں ہمارے لشکر کا کچھ حصہ بھی ملا لیں اس لئے کہ تارمنوں کے جس لشکر نے شہر سے باہر پڑاؤ کر رکھا ہے وہ تعداد میں بہت زیادہ ہے۔ کہیں ان کے ساتھ الجھنے میں معاملہ طول نہ پکڑ جائے۔

محمد بن رشید کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے عمر بن حسین بول پڑا۔

ابن رشید میرے متعلق تم بے فکر رہو، جو میں نے کہا ہے ویسا ہی کرو، جو لشکر تمہارے پاس ہے وہ پورے کا پورا تمہارے پاس رہے گا اور تم شہر سے باہر نکلنے والے لشکر پر حملہ آور ہوگے، شہر سے باہر جن تارمنوں نے پڑاؤ کر رکھا ہے، وقت کی آنکھ دیکھے گی، ملک کی سرکاہٹ بتائے گی کہ رات کے ان گھنے اندھیروں میں میں ان کی کیا درگت بناتا ہوں بہرحال یہ معاملہ طے ہے، میں تھوڑی دیر تک یہاں رکتا ہوں، تم دونوں واپس اپنے لشکر میں جاؤ، دونوں مخبر بھی تمہارے ساتھ جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو واپس میرے پاس بھیجنا تاکہ یہ مجھے آکر بتائے کہ تم اپنی گھات سے نکل کر شہر پناہ کی طرف کوچ کر چکے ہو، اس وقت میں بھی یہاں سے حرکت میں آؤں گا اور اپنے شب خون کی ابتدا کروں گا۔

عمر بن حسین کے کہنے پر یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید وہاں سے چلے گئے تھے دونوں مخبر بھی ان کے ساتھ ہو لئے تھے عمر بن حسین حسن بن مالک کو واپس زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا تھا تھوڑی ہی دیر بعد وہاں ایک مخبر آیا اور اطلاع دی کہ یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید اپنے لشکر کے ساتھ شہر کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ لہٰذا عمر بن حسین بھی اپنے لشکر کو حرکت میں لایا، وہ بڑی تیزی سے زویلہ شہر کی طرف بڑھا تھا۔

☆

سیاہ رات تھک تھک کر ہر چیز کو گہری نیند سلا چکی تھی صحرا کی خاموشی افلاک کے تنگر کہکشاں کا سکوت چاروں طرف پھیل گیا تھا دشت و کوہ کی عریانیوں کو رات کے اندھیروں نے ڈھانپ لیا تھا چاروں طرف صنم خانوں کی اُجاڑ ہیکل جیسا سماں تھا بستیوں، شہروں، قصبوں میں کہیں پیالوں کی کھنک سبو کی آواز، کہیں زلف کا سایہ رخسار کی دھوپ نہ تھی... معبد و میکدے نغمہ و نے اور مطرب و میخوار غرض کہ ہر چیز خاموشی اور سکوت کے رقص دوام میں ڈوبی ہوئی تھی۔

ایسے میں صحرا اور دشت کے نواحد اور رسوم فلک کے کوکھ سے قطرہ قطرہ گرتی اس کے اندر کوئی داستانی تاریخ لکھنے کے درپے تھے۔

عمر بن حسین اپنے جتھے کے لشکر کے ساتھ اپنے مخبروں کی رہنمائی میں زویلہ شہر سے باہر اس جگہ آیا جہاں نارمنوں کے ایک لشکر نے پڑاؤ کیا ہوا تھا، پھر ایک انقلاب، ایک خونی عذاب اُٹھ کھڑا ہوا عمر بن حسین اس لشکر کے ایک پہلو پر زمین کا سینہ اُدھیڑتے برف باراں کے دھڑکتے طوفانوں پر شے کے چیتھڑے اُڑاتے برہم ہواؤں کے تازیانوں، خونیوں کی دھجیاں طنابوں کے ریزے کرتے، تیز صحرائی قہرمانیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

عمر بن حسین کے اس طرح حملہ آور ہونے سے گہری نیند سوئے ہوئے نارمن جاگ اُٹھے، وہ اُمید بھی نہیں کر سکتے تھے کہ ان پر ان کے شہر کے قریب ہی اس طرح کا شب خون بھی مارا جا سکتا ہے انہوں نے اُٹھ کر شب خون مارنے والوں کا مقابلہ کرنے کی تیاری کر لی، لیکن وہ شب خون بھی عجیب اور غریب نوعیت کا تھا۔

شب خون مارتے ہوئے عمر بن حسین نارمنوں کے لشکر کے اندر نہیں گھسا بلکہ اس نے ایک طرف سے ابتدا کی پھر اس نے نارمنوں کے پڑاؤ کے چاروں طرف گھومتا شروع کر دیا تھا اور سامنے آنے والے نارمنوں کا قتل عام کرتے ہوئے بڑی تیزی سے ان کی تعداد کم کرنا شروع کر دی تھی۔

جب نارمن اس کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک سمت کا رخ کرتے تو وہ بڑی برق رفتاری سے حرکت کرتا اور ان کے پہنچنے تک دوسری سمت نکل چکا ہوتا۔ یوں اس پڑاؤ کے چاروں طرف بڑی تیزی سے چکر لگاتے ہوئے اور نارمنوں کا قتل عام کرتے ہوئے اس نے

ان کے اندر ایک قیامت ایک تہرمانی برپا کر کے رکھ دی تھی، زویلہ شہر کے باہر ایک شور ایک ہنگامہ ختم ہونے والا ایک سناٹا سا اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

خون کے اندر عمر بن حسین نے نارمنوں کے اس لشکر کی حالت آوارہ حال پرندوں، گھنڈ راتوں، بے آبروئی کی تیرگی چیختے بے جان پتوں اور ناچتے لفظوں کی سیاہ آندھیوں جیسی بنا کر رکھ دی تھی۔

نارمن ایک جگہ جم کر اس کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے، لیکن عمر بن حسین ان کو ایسا کرنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ کبھی گرجتے ابر کی طرح ان کے دائیں جانب ہوتے ہوئے قہر عام کرتا، کبھی کڑکتی برق کی وہ دوسری سمت نمودار ہوتا، کبھی موت کی تاریکیاں پھیلاتا تاریکیں جانب نکلتا، کبھی زمین کے اوراق اُڑاتے ہواؤں کے خانچے رات کو تھپیڑے مارتی برفانی ہواؤں کی طرح وہ دوسری جانب نکل کر ان کی تعداد کو بڑی تیزی سے کم کرنے لگتا تھا۔

یہ صورت حال یقیناً نارمنوں کے لئے ناقابل برداشت تھی، کچھ نارمن اپنے پڑاؤ سے نکل بھاگا... فصیل کے قریب گئے، فصیل پر پہرہ دینے والے نارمنوں کو اس شب خون کی اطلاع دی یہ اطلاع ملنی تھی کہ تھوڑی ہی دیر بعد شہر پناہ کا دروازہ کھلا اور ایک بہت بڑا لشکر نارمنوں کی مدد کے لئے نکلا۔

اس لشکر کا نکلنا تھا کہ رات کی تاریکی میں ایک دوسرا انقلاب رونما ہو گیا، اس لئے کہ اس لشکر کے نکلتے ہی اس لشکر کی پشت کی طرف سے یحییٰ بن مطراح اور محمد بن رشید زہریلے دھاگوں کا کفن بنتی موت کی گراہوں، بھوکے سمندر پیاسی صرصر اور سسکیوں، آہوں اور چیخوں کا حشر برپا کرتے آندھیوں کے سندیسوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

اس طرح جو لشکر شہر سے نکلا تھا وہ شہر سے باہر پڑاؤ کرنے والے نارمنوں کی مدد کو پہنچنے کے بجائے شہر کے دروازے کے قریب ہی محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطراح کے لشکر سے اُلجھ کر رہ گیا تھا۔ عمر بن حسین کو باہر پڑاؤ کئے ہوئے نارمنوں کو برباد کرنے کا پورا موقع مل گیا، ان میں سے اکثر کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا بہت کم لوگ اپنی جانیں بچا کر اس لشکر میں آن شامل ہوئے تھے جو شہر سے نکلا تھا۔

پھر ان کی بدقسمتی ان کے پیچھے پیچھے اپنے لشکر کے ساتھ عمر بن حسین بھی وارد ہوا اور شہر سے نکلنے والے لشکر پر وہ کشکول ساعت میں قضا کے سکے گراتے عذاب لمحوں، بام و در

اُجاڑتے تجسس بھری تباہی کے سمندر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اب نارمنوں کی حالت عجیب و غریب ہو رہی تھی ایک طرف سے یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید ان کی حالت نخلِ خشک کی مرتی جڑیوں اور اُجڑتی زندگی جیسی بنا رہے تھے۔ دوسری طرف سے عمر بن حسین ان کے سارے ولولوں، ان کے سارے جوش کو پرزے پرزے ہوتے ملبوس کی شکل دے رہا تھا یوں زاویلہ شہر کے باہر دشت فراموشی میں دُکھ کے پاتال اُٹھ کھڑے ہوئے رگ رگ سے لہو پھوٹ پڑا تھا، لاکھوں طوفانوں جیسے سموں کے اندر ان گنت ملال بے شمار حسرتیں، بے انتہا سوائیاں، چاروں طرف قضا کو اپنے ساتھ لپٹائے رقص کناں ہو گئی تھیں۔

تھوڑی ہی دیر کی جنگ کے بعد نارمنوں نے محسوس کیا کہ حملہ آوروں نے ان کے ہاتھوں پر ہزیمت کی تحریریں ان کے دلوں پر سرابوں، بیابانوں، ویرانوں کی کہانیاں ثبت کرنا شروع کر دی تھیں اس لئے کہ یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید اور عمر بن حسین نے دو طرفہ حملے کرتے ہوئے ان کے اندر ہلاکت اور پراگندگی اور بدحواسی تک میں سراسمگی کر جانے والا خوف اور بے قراری پھیلا کر رکھ دی تھی۔

نارمنوں کو جب یقین ہو گیا کہ ان کی شکست کو کوئی بھی قوت روک نہیں سکتی، تب انہوں نے جنگ بندی کر دی اور اپنے لشکر کے اندر ہزیمت اور پسپائی کے جُل بچھانے لگے، پھر دیکھتے ہی دیکھتے نارمن بچے کھچے لشکر کو لے کر اپنے ہاتھوں پر ہزیمت اور شکست کے داغ اُٹھائے زاویلہ شہر میں داخل ہونے اور شہر پناہ کا دروازہ انہوں نے بند کر لیا تھا۔

عمر بن حسین نے اپنے متحدہ لشکر کو زاویلہ شہر سے ذرا فاصلے پر پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا، جب پڑاؤ ہو چکا تو زخمی ہونے والوں کی مرہم پٹی کا بھی سامان کر دیا گیا مشرق سے سورج طلوع ہونے کے آثار نمودار ہوئے تھے روشنی پھیلنا شروع ہو گئی تھی عمر کے لشکر سے تشکر کرنیں گلے ملنے لگی تھیں۔

ایسے میں عمر بن حسین، محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح ایک جگہ جمع ہوئے، تھوڑی دیر تک محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح نے ایک دوسرے کی طرف بڑے غور سے دیکھا، جیسے شاید کوئی فیصلہ ہوا۔ پھر یحییٰ بن مطروح عمر بن حسین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم میں سوچتا ہوں کہ آپ کی اس شاندار فتح پر کون سے الفاظ استعمال کروں

میں آپ کو مبارک باد پیش کروں۔

عمر بن حسین نے گھور کر یحییٰ بن مطروح کی طرف دیکھا، اس پر یحییٰ بن مطروح کی آنکھیں جھک گئیں عمر بن حسین کی آواز سنائی دی۔

ابن مطروح یہ کامیابی یہ فتح مندی مجھ اکیلے کی نہیں میں اکیلا تو کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا، اس شاندار فتح میں تم دونوں میرے ساتھ برابر کے شریک ہو، پھر کس بنا پر تم دونوں مجھے مبارک باد دینے کے لئے اچھے الفاظ تلاش کرنا چاہتے ہو۔

اس بار یحییٰ بن مطروح کی جگہ ابن رشید بول پڑا، امیر محترم یہ فتح یقیناً آپ ہی کی وجہ سے ہے ورنہ اس سے پہلے ہم دونوں کو تو نارمن پسپا کر چکے تھے آپ نے آتے ہی اپنے لشکریوں میں جو جوش اور ولولہ پیدا کیا اور جس انداز میں شہر سے باہر پڑاؤ کرنے والے نارمنوں پر شب خون مار کے ان کے چیتھڑے اڑائے، امیر محترم یہ سارا کام آپ کی شجاعت آپ کی جرات مندی کا مرہون منت ہے پھر میں اور یحییٰ بن مطروح کیوں نہ اس ساری کامیابی اور فتح مندی کو آپ کے کھاتے میں ڈالیں محمد بن رشید کی گفتگو کے جواب میں عمر بن حسین نے اس کی طرف بھی گھورتے ہوئے دیکھا، پھر کہنے لگا۔

ابن رشید میں تمہاری اور یحییٰ بن مطروح دونوں کی اس گفتگو کو ناپسند کرتا ہوں، تم لوگوں کو صحرا کے اس حصے میں نارمنوں کے ہاتھوں پسپا ہونا پڑا یہاں آنے کے بعد جو تمہارے ساتھ تفصیل سے گفتگو ہوئی اس کے دوران میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ یہ ایک سازش تھی، اس سازش میں میرا اور تم سب ہمارے اپنے لوگ شامل ہیں اور ایک نہ ایک دن ہم انہیں تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے بہر حال ایک سازش کے تحت تم دونوں کو شکست سے دوچار کرنے کی کوشش کی گئی اگر ایسا نہ ہوتا تو جو کام میں نے یہاں آکر انجام دیا ہے، یہ بہت پہلے تم مجھ سے بہتر انداز میں ادا کر چکے ہوتے۔

اب تم لوگ اپنے لشکریوں کے کھانے کا بندوبست کرو، اس کے ساتھ ہی عمر بن حسین اپنے گھوڑے کی طرف گیا، گھوڑے کے ساتھ بندھا ہوا مشکیزہ اس نے کھولا، مشکیزے کو منہ سے لگایا محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح حیران رہ گئے عمر بن حسین کافی دیر تک پانی پیتا رہا، جب پانی پی کے مشکیزے کا منہ بند کر کے دوبارہ اپنے گھوڑے کی زین کے ساتھ باندھ چکا تب محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح دونوں سوالیہ سے انداز میں اس کی طرف دیکھ رہے

تھے۔ ان کی نگاہوں کے تجسس کو عمر بن حسین نے بھی بھانپ لیا تھا، اپنے گھوڑے سے ہٹ کر مسکراتے ہوئے ان کے پاس آیا، پھر ان دونوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ بڑی اپنائیت میں انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے دونوں بھائیو! میں جانتا ہوں کہ تم دونوں حیران اور پریشان ہو گے کہ میں صبح ہی صبح اتنا پانی پی گیا ہوں سنو جس وقت تمہاری پسپائی کی خبر سفاقس شہر میں پہنچی تھی اس وقت میں کھانا کھانے لگا تھا پہلا لقمہ میں نے توڑا ہی تھا کہ حسن بن مالک نے یہ خبر جا کر پہنچائی، وہ لقمہ بھی میں نے رکھ دیا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے دل میں قسم کھائی کہ جب تک تارمنوں سے اس پسپائی اس ہزیمت کا انتقام نہ لوں گا اس وقت تک کھاؤں پیوں گا نہیں تب سے میں نے نہ کچھ کھایا ہے، نہ پیا ہے اس بنا پر میں اس قدر پانی پی گیا ہوں اب تم لوگ کھانے کا اہتمام کرو میں خود بھی بھوک محسوس کر رہا ہوں، میرے گھوڑے کی زین کے ساتھ فلورہ نے کھانے پینے کی اشیاء باندھ رکھی ہیں، لیکن میں انہیں اس وقت تک ہاتھ نہیں لگاؤں گا جب تک سارے لشکر کا کھانا تیار نہیں ہو جاتا۔

اس انکشاف پر محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح بڑی تیزی سے حرکت میں آئے اور لشکریوں کے لئے کھانا تیار کروانے لگے۔

کھانا کھانے کے تھوڑی ہی دیر بعد عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید ایک جگہ بیٹھ کر باہم گفتگو کر رہے تھے کہ دو گھوڑ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے وہاں نمودار ہوئے، انہیں دیکھتے ہوئے حسن بن مالک جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ کچھ فاصلے پر کھڑا ہوا تھا، وہ بھی قریب آ گیا، اس نے ان دونوں کو پہچان لیا، وہ اس کے تحت کام کرنے والے مخبر تھے۔ لمحہ بھر کے لئے اس نے ان دونوں کے ساتھ گفتگو کی، پھر ان دونوں کو لے کر اس جگہ آیا جہاں عمر بن حسین، محمد رشید اور یحییٰ بن مطروح بیٹھے ہوئے تھے۔

عمر بن حسین بھی شاید صورت حال کو بھانپ گیا تھا، لہٰذا آنے والوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

لگتا ہے تم ہمارے لئے کوئی اور بری خبر لے کر آئے ہو اور یہ خبر یقیناً سفاقس کے دفاع سے متعلق ہو گی۔

آنے والے دو قاصدوں میں سے ایک نے عمر بن حسین کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

امیر محترم آپ کا اندازہ درست ہے تارمنوں کا ایک لشکر بڑی تیزی سے سفاقس کا رخ کئے ہوئے ہے، کسی نے انہیں یہ خبر کر دی ہے کہ آپ کے علاوہ یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید لشکر کے ساتھ سفاقس میں موجود نہیں ہیں، لہٰذا انہوں نے اسے غنیمت جانا ہے اور شہر پر قبضہ کرنے کے لئے وہ بڑی تیزی سے سفاقس کا رخ کئے ہوئے ہیں اگر انہیں روکا نہ گیا تو سفاقس کے اندر جو لشکر ہے اس کے لئے شہر کا دفاع کرنا بڑا مشکل ہو جائے گا۔

یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید عجیب سے انداز میں عمر بن حسین کی طرف دیکھنے لگے، عمر بن حسین کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر آنے والے اس قاصد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

کیا تم سفاقس سے ہو کر آئے ہو۔

اس مخبر نے نفی میں سر ہلایا اور کہنے لگا نہیں۔ امیر محترم ہم سفاقس کی طرف نہیں گئے، ہم نے راستے ہی میں تارمنوں کے لشکر کو دیکھا، جو بڑی برق رفتاری سے ہمارے شہر کا رخ کئے ہوئے ہے۔

آنے والے مخبر سے نگاہیں ہٹا کر عمر بن حسین نے باری باری یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کی طرف دیکھا، پر کہنے لگا۔

میرے دونوں ساتھیو! میں چاہتا تھا کہ اپنے لشکر کو تھوڑا سا سستانے اور آرام کرنے کا موقع دے کر زویلہ شہر پر یلغار کر دی جائے اور شہر کو فتح کر لیا جائے، اس لئے کہ زویلہ شہر میں اس وقت تارمنوں کا کوئی اتنا بڑا لشکر نہیں اور شہر کو ہم بڑی آسانی سے فتح کر سکتے ہیں، لیکن اب میں اپنے ارادے کو ملتوی کرتا ہوں لشکر واپس جائے گا اور تارمنوں کو سفاقس کے باہر عبرت ناک شکست دے گا۔

اس موقع پر یحییٰ بن مطروح نے کچھ کہنا چاہا پر عمر بن حسین نے آنے والے قاصد کو پھر مخاطب کیا۔

کیا تم لوگ یہ بھی جان سکے ہو کہ تارمنوں کا جو لشکر سفاقس کی طرف بڑھ رہا ہے اس کی کمانڈری کون کر رہا ہے۔ کیا اس لشکر کو لے کر تارمنوں کا نیا سپہ سالار اعلیٰ نیا توش خود سفاقس کی طرف بڑھ رہا ہے۔

قاصد نے کچھ سوچا، پھر کہنا شروع کیا۔

نہیں امیر محترم ایسا نہیں ہے، جو لشکر ہمارے شہر کی طرف بڑھ رہا ہے اس کی کمانڈری تارمنوں کا سپہ سالار اعلیٰ نیانوش نہیں کر رہا نیانوش اس وقت مہدیہ میں تیار کئے جا رہے ہے جو اطلاعات ہم نے اکٹھی کی ہیں ان کے مطابق تارمنوں کا سپہ سالار اعلیٰ مسلمانوں کو بہت مارنا چاہتا ہے۔

اس نے یہ لائحہ عمل تیار کیا ہے کہ پہلے چھوٹے کماندراوں کو استعمال کیا جائے، مختلف لشکر ان کی کمانڈری میں دے کر مسلمانوں پر حملے کئے جائیں ان پر شب خون مارا جائے اور جب وہ مسلمانوں کی طاقت کو ایسا کر کے کمزور کرنے اور پھٹنے میں کامیاب ہو جائیں تب خود ایک بھرپور حملہ کر کے آخری ضرب لگائے اور مسلمانوں کو اس صحرا سے اکھاڑ پھینکے بس یہی نیانوش کا منصوبہ ہے۔

عمر بن حسین کے چہرے پر تلخی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر خلاؤں میں گھورتے ہوئے کہنے لگا۔

نیانوش کے بس میں کہاں کہ وہ ایسا فیصلہ کرے، یہ فیصلہ تو میرا اللہ کرے گا۔ ان صحراؤں کے اندر ہمیں تھکاتے ہوئے وہ ہم پر آخری ضرب لگاتا ہے یا ہم آہستہ آہستہ تارمنوں کے لشکر کی تعداد کم کرتے ہوئے ان پر ایسی جان لیوا ضرب لگاتے ہیں کہ افریقہ کی سرزمین کو بساط کی طرح ان کے پاؤں سے کھینچ لیتے ہیں میرا دل کہتا ہے کہ خدانخواستہ منظور ہوا تو ایک نہ ایک دن جو بہت جلد اور عنقریب آئے گا کہ تارمنوں کو اپنا بوریا بستر لپیٹ کر یہاں سے کوچ کرنا پڑے گا اور اگر انہوں نے مزاحمت جاری رکھی تو بہت کم تارمن اپنی جانیں بچا کر واپس صقلیہ کا رخ کر سکیں گے۔

عمر بن حسین رکا کچھ سوچا، پھر شاید اس نے محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کی تسلی کے لئے کہنا شروع کیا۔

محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح تم دونوں بھائی پریشان اور فکر مند مت ہو، سفاقس کا دفاع کچھ اس قدر کمزور اور معمول نہیں کہ تارمن فی الفور حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کر لیں، انتظامات میں کر کے آیا ہوں، میرے اللہ کو منظور ہوا تو میری واپسی تک تارمن شہر فصیل کے قریب تک نہ جا سکیں گے۔

جس خط کا میں نے تم سے ذکر کیا ہے کہ میں نے اس خط کے ملنے سے پہلے ہی فیصلہ

کر لیا تھا، لیکن وہ خط ملنے کے بعد میں مزید چوکنا ہو گیا، میں نے اس سلسلے میں اولاد بن نصر کو طویل ہدایات دیں، ساتھ ہی اس کو یہ بھی کہہ دیا کہ میرے جانے کے بعد فی الفور تیز رفتار قاصد محمد بن فرج کی طرف بھجوائے اور میرا دل کہتا ہے کہ میرے آنے کے دو بعد محمد بن فرج الکلوی لشکر لے کر سفاقس کے دفاع کے لئے پہنچ چکا ہو گا اور وہ ایک ایسا ساتھی ہے کہ خدانخواستہ چاہا تو ہماری واپسی تک وہ سفاقس کا دفاع خوب کرے گا۔

عمر بن حسین کے اس انکشاف پر محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کو کسی قدر تسلی ہوئی تھی، پھر عمر بن حسین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، اس کی طرف دیکھتے ہوئے یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید بھی کھڑے ہو گئے پھر عمر بن حسین کہنے لگا۔

میرے دونوں عزیز لشکر کو کوچ کا حکم دو، ہمیں اب بڑی تیزی سے سفاقس کا رخ کرنا ہو گا تاکہ دشمن کو پتا چلے کہ ہم ان کی نقل و حرکت پیش قدمی سے باخبر ہیں اور اپنے شہر کا دفاع کرنے کی خوب ہمت رکھتے ہیں۔

عمر بن حسین کا یہ حکم سنتے ہی لشکر کے اندر کوچ کی دھیں بجنی شروع ہو گئی تھیں دھنوں کی آواز پر لشکری فوراً حرکت میں آئے، اپنا اپنا سامان انہوں نے سمیٹ لیا، پھر تھوڑی ہی دیر بعد عمر بن حسین اپنے لشکر کے ساتھ بڑی برق رفتاری سے صحرا کے اندر سفاقس کا رخ کر رہا تھا۔

رات گہری ہوتی جا رہی تھی، شرینہ اور شالیب دونوں بہن بھائی اپنے کمرے میں اپنے بستروں پر دراز تھے، بالکل خاموشی اور چپ تھی، اچانک شالیب کو کچھ سوجھا اپنے چہرے سے اس نے چادر ہٹائی، ساتھ والی مسہری پر دیکھا جس پر اس کی بہن شرینہ دراز تھی، پھر اس نے دھیمے سے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

آپی سو گئی ہو؟

شرینہ نے اپنے چہرے سے چادر کا پلو ہٹایا اور کہنے لگی، نہیں میں جاگ رہی ہوں، کیا بات ہے؟

شالیب نے کچھ سوچا، پھر اس نے شرینہ کو مخاطب کیا۔ آپی لگتا ہے تیرا لکھا ہوا خط کام دکھا گیا ہے، اس لئے کہ اس کمرے میں سونے سے پہلے میں بابا کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ بڑے افسوس اور دکھ کا اظہار کر رہے تھے کہ سفاقس شہر کی حفاظت کے لئے محمد بن فرناس الکومی پہنچ گیا ہے، وہ اپنے ساتھ خاصا بڑا لشکر بھی لے کر آیا ہے۔ شہر کی حفاظت کے انتظامات اس نے اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں اور لولو بن نصر اس کی نیابت کر رہا ہے۔

شرینہ کے چہرے پر بڑی خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر آنکھیں جھکاتے ہوئے اس نے شالیب کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

شالیب میرے بھائی میرا دل کہتا ہے امیر عمر بن حسین شہر کی حفاظت کے متعلق بھی بے فکر نہ ہوں گے، بے شک میرے اس خط نے انہیں کچھ سوچنے پر مجبور کیا ہوگا وہ شہر کے انتظامات ضرور کر کے گئے ہوں گے، بہر حال یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ محمد

بن الکومی ایک لشکر کے ساتھ سفاقس پہنچ چکا ہے۔۔۔ میرے خیال میں نارمن اگر حملہ آور ہوتے ہیں تو امیر عمر بن حسین کی واپسی تک الکومی شہر کی حفاظت کا انتظام کرے گا۔

شالیب نے تیز نگاہوں سے شرینہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

ویسے آپی ایک بات ہے آپ بڑی تیزی سے بڑے طوفانی انداز میں حرکت میں آئی تھیں۔ خط لکھ کر آپ نے بڑی مہارت سے لولو بن نصر کے گھوڑے کی زین سے چپکا دیا تھا۔

شرینہ نے ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر کہنے لگی۔

میرے بھائی زندگی میں پہلی مرتبہ ایسا کام کرنا پڑا، میں سہمی سہمی ڈرتی ڈرتی ہوئی گئی تھی، ایک ہاتھ میں لکھا ہوا خط تھا۔ دوسرے میں آم تھا، بس جلدی جلدی میں نے خط کے چاروں کونوں پر آٹا لگایا اور زین سے چپکا کر بھاگنے والی بات کی۔

شالیب کچھ دیر خاموش رہا، وہ گہری سوچوں میں غرق تھا۔ اچانک اس نے اپنا لہجہ بدلا اور شرینہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میری بہن اگر۔

شالیب کہتے کہتے رک گیا، خاموش ہو گیا، شرینہ چونکی اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

تم کچھ کہتے کہتے خاموش کیوں ہو گئے ہو، کہو کیا کہنا چاہتے ہو، شالیب کو کچھ حوصلہ ہوا کہنے لگا۔

میری بہن میں آپ سے ایک بہت بڑی بات کہنا چاہتا ہوں، لیکن اس کے لئے میری دو شرطیں ہیں۔ اگر آپ میری وہ شرطیں مانیں تو میں بات کہوں گا اور نہ چپ ہو جاؤں گا اور چادر اوپر لے کر سو جاؤں گا۔

شرینہ تھوڑی دیر دھیرے دھیرے مسکراتے ہوئے اپنے چھوٹے بھائی کی طرف دیکھتی رہی، پھر کہنے لگی، اچھا کہو تمہاری کیا شرطیں ہیں۔

شالیب نیم دراز سا ہوا پھر کہنے لگا۔

میری پہلی شرط یہ ہے کہ۔ جو بات میں کہنے لگا ہوں اس کا جواب آپ بالکل سچ سچ دیں گی، جھوٹ نہیں بولیں گی۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جو بات میں پوچھنے لگا ہوں اس کا آپ برا نہیں منائیں گی۔

شریہ نے بڑے پیار سے شالیب کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔ ... اچھا کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو، میں تمہاری دونوں شرطیں مانتی ہوں۔ تمہاری کسی بات کا برا بھی نہیں منائوں گی، جو کچھ تم پوچھو گے سچ سچ اس کا جواب دوں گی، اب بولو۔

شالیب نے تھوڑی دیر تک گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا، پھر اچانک بول پڑا۔

میری بہن کیا تم عمر بن حسین کو پسند کرتی ہو۔

شریہ کی نگاہیں شرم کے باعث تھوڑی دیر کے لئے جھک گئی تھیں حیا کے باعث چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ کچھ دیر وہ بول نہ سکی، ایسا لگتا تھا اس کی سانس پھولنے لگی، ہو شالیب نے پھر اسے مخاطب کیا۔

میری عزیز بہن میرے سوال کا جواب خاموشی نہیں ہے، تو جانتی ہے کہ ہمارا باپ ہمارا ماں جس راستے پر چل رہے ہیں ہم دونوں بہن بھائی اس راستے کے مسافر نہیں ہیں، شریہ نے آہ بھرنے کے انداز میں ایک لمبا سانس لیا، پھر اپنے بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

شالیب میرے بھائی میرے پسند کرنے یا نہ کرنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔

شالیب نے فوراً اس کی بات کاٹ دی، فرق پڑتا ہے میری بہن مجھے کوئی سوال جواب دو، اگر تم نے صاف صاف نہ بتایا تو میں ابھی اٹھوں گا اور امیر عمر بن حسین کی والدہ سے صفورہ سے جا کر کہہ دوں گا کہ میری بہن شریہ امیر عمر بن حسین کو پسند کرتی ہے۔

شالیب کے ان الفاظ پر شریہ فوراً بستر چھوڑ کر بیٹھ گئی، گھورنے کے انداز میں اس نے شالیب کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

یہ تم کس قسم کی گفتگو کرنے لگ گئے ہو ... یہ بات اپنے ماں باپ کو بتانے کے بجائے تم جا کے امیر کی ماں سے کیوں کہو گے۔

شالیب فوراً بول پڑا۔

اپنے ماں باپ سے کہنے کا کیا فائدہ، وہ تو پہلے ہی کہتے ہیں کہ تم امیر عمر بن حسین سے جھوٹ موٹ کی محبت کرو، انہیں اپنی چاہت کے جال میں پھنساؤ اور ان سے وہ خبریں حاصل کرنے کی کوشش کرو، جن کی ضرورت ہمارے ماں باپ کو ہے۔

شریہ کچھ سنجیدہ ہو گئی تھی آنکھوں میں کچھ اداسیاں اور فکرمندیاں اتر آئی

تھیں ... پھر شالیب کو اس نے مخاطب کیا۔

شالیب میرے بھائی تمہارا کہنا درست ہے، ہمارے اور ہمارے ماں باپ کے راستے جدا ہیں، جو کام امیر عمر بن حسین سے محبت کر کے میرا باپ مجھ سے لینا چاہتا ہے، میرا ضمیر وہ کام کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، میں نہ ہی مسلم قوم سے غداری کر سکتی ہوں نہ ملت فراموشی کا کام سرانجام دے سکتی ہوں ایسا مجھے کبھی کرنا بھی پڑا تو میرے بھائی میں زندگی پر موت کو ترجیح دوں گی۔

شالیب نے دکھ بھرے انداز میں اپنی بہن کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

میری عزیز بہن یہ بات تو نہ بھی کہے تب بھی میں تیرے جذبات، تیرے احساسات سے واقف ہوں پر جو کچھ میں نے پوچھا ہے ابھی تک مجھے اس کا صحیح اور مکمل جواب نہیں ملا۔ میری بہن کھل کر کہو میں تیرا بھائی ہوں، میں تیرے لئے بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ تیری سلامتی تیری بہتری تیری فلاح کے لئے تیرا چھوٹا بھائی شالیب اپنی جان بھی قربان کر سکتا ہے۔

شریہ تڑپ کر اٹھی، شالیب کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، پھر اس کے بستر پر ہی بیٹھ گئی اور کہنے لگی۔

بھائی ایسی باتیں نہیں کرتے۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر شریہ بول پڑی۔

شالیب کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھاگ کر امیر عمر بن حسین کے پاس جاؤں اور انہیں صاف صاف بتا دوں کہ امیر میرا باپ اور میری ماں دونوں قوم اور ملت کے غدار ہیں، انہیں فوراً گرفتار کر لیا جائے۔

پھر عجیب سے جذبے عجیب سے احساسات دل میں اٹھتے ہیں، ماں کا باپ کا رشتہ آڑے آتا ہے ... چپ ہو جاتی ہوں، پھر شالیب ایک بات یاد رکھنا کبھی میرے ماں باپ نے مسلم قوم کو بڑا نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو پھر میں کھل کر ان کے سامنے آ جاؤں گی، میرے بھائی میں جانتی ہوں یہاں رہتے ہوئے میرے باپ کے ایسے لوگوں سے تعلقات ہیں جو آدھے مسلمان آدھے نصرانی ہیں، جن کا تعلق صباحی قبیلے سے ہے وہ بڑے دراز دست بھی ہیں، لیکن جب ایسا کوئی موقع آیا تو میں کسی کے دراز دست ہونے کی پرواہ نہیں

کروں گی۔

شرینہ کو کہتے کہتے رُک جانا پڑا اس لئے کہ شالیب بول پڑا۔

میری بہن یہ بعد کی باتیں ہیں، اگر ایسا کوئی وقت آیا تو میری بہن دونوں بہن بھائی کندھے سے کندھا ملا کر ملت فروشوں کے خلاف حرکت میں آئیں گے، چاہے یہ ہمارے سگے باپ ہی کیوں نہ ہوں، پر میں ابھی تک اپنے سوال کے جواب کا منتظر ہوں۔

گھورنے کے انداز میں بڑے پیار سے شرینہ نے شالیب کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

تم اپنے اس سوال کا جواب پانے کے لئے اتنے بے تاب اور بے چین کیوں ہو، میرے بھائی اگر میں امیر عمر بن حسین سے محبت بھی کروں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، میں اس طرح انہیں اپنی طرف مائل تو نہیں کر سکتی۔

شالیب نے بھی گھورنے کے انداز میں شرینہ کی طرف دیکھا۔

میری بہن لفظ "اگر" بیچ میں سے ہٹ نہیں سکتا، سیدھی طرح کہو کہ تم امیر کو پسند کرتی ہو۔

شرینہ نے بڑے پیارے انداز میں اپنا سر شالیب کے کندھے پر رکھ دیا، پھر کہنے لگی، اچھا میں امیر کو پسند کرتی ہوں، اب بتاؤ اس سے کیا ہوگا۔

شالیب نے بڑے پیار سے شرینہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہنے لگا۔

بس مجھے تمہارے اسی جواب کی توقع تھی، میری بہن اگر تو امیر کو پسند کرتی ہو تو کسی کسی روز موقع جان کر میں امیر یا اس کی ماں کے کانوں میں یہ بات ضرور ڈالوں گا کہ میری بہن شرینہ امیر کو پسند کرتی ہے، جس روز ایسا ہوا مجھے اُمید ہے امیر تمہیں اپنانے کے ارادے ضرور ظاہر کریں گے، میری بہن تم خوبصورت ہو، حسن و جمال میں۔

شالیب کو رُک جانا پڑا، اس لئے کہ شرینہ بول پڑی۔

تم دُور کی باتیں سوچ رہے ہو، ریت کے گھروندے بنا رہے ہو، تم جانتے ہو فلورا امیر کے ہاں رہ رہی ہے وہ خوبصورت ہے، حسین ہے اور پھر اب تو بہت سے لوگوں میں یہ بات عام ہونے لگی ہے کہ فلورا امیر کو پسند کرتی ہے، جبکہ مریطہ، یحییٰ بن مطروح میں دلچسپی لیتی ہے۔ میں کئی بار ان سے گفتگو میں اندازہ لگا چکی ہوں کہ فلورا دیوانگی کی حد تک امیر عمر بن حسین کو پسند کرتی ہے اور مریطہ یحییٰ بن مطروح کو چاہتی ہے، اب بتاؤ ان حالات میں

یہ جیسی لڑکی کی کیا قدر ہوگی، جس کا باپ اور ماں دونوں ملت کے مفاد کے خلاف کام کر رہے ہوں۔

کچھ دیر خاموشی رہی، پھر شالیب نے شرینہ کو مخاطب کیا۔

ان حالات میں تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، فلورا ایک بہت اچھی لڑکی ہے، اسے جب پتا چلے گا کہ تم بھی امیر کو پسند کرتی ہو تو یار رکھنا وہ تمہارے لئے دیوار نہیں بنے گی۔ امیر فلورا کے علاوہ تمہارے ساتھ بھی شادی کر سکتے ہیں، اس سے کیا فرق پڑتا ہے، اس طرح امیر تم دونوں کو خوش رکھ سکتے ہیں، میری بہن یاد رکھنا میں تیرے مستقبل کو تاریک نہیں ہونے دوں گا، جہاں تک ماں باپ کے غدار ہونے کا تعلق ہے تو یہ ان دونوں کا ذاتی فعل ہے، اس فعل میں ہم دونوں بہن بھائی شامل نہیں ہیں۔

شرینہ شالیب کے پلنگ سے اُٹھ کھڑی ہوئی، اپنی مسہری کی طرف گئی، لیٹ گئی، چادر اوپر لی اور شالیب کو مخاطب کر کے کہنے لگی، اچھا اب رات کافی ہو چکی ہے، سو جاؤ شالیب بھی لیٹ گیا اور چادر اوڑھ لی۔

اگلے روز شرینہ اور شالیب دونوں بہن بھائی صبح کا کھانا کھانے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ حویلی کے صحن میں زور زور سے شرینہ کو کسی نے پکارا۔

شرینہ اور شالیب دونوں بھاگتے ہوئے جب باہر آئے تو انہوں نے دیکھا حویلی کے صحن میں اس وقت فلورہ، مریطہ اور جمیلہ تینوں کھڑی تھیں، فلورہ شرینہ اور شالیب کو پکار رہی تھی۔

شرینہ اور شالیب کے نکلنے کے تھوڑی دیر بعد ان کے ماں باپ بھی باہر نکل آئے شرینہ جب فلورہ کے قریب گئی تو فلورہ نے آگے بڑھ کر بڑے پیار سے اس کا ہاتھ تھاما، پھر کہنے لگی۔

آؤ فصیل کی طرف چلیں، یہ تو تمہیں خبر ہو چکی ہے کہ ہمارے بھائی محمد بن فرج الکومی ایک لشکر کے ساتھ شہر کی حفاظت کے لئے یہاں پہنچ چکے ہیں، اس لئے کہ تاتاریوں کی طرف سے حملے کا خطرہ ہے، وہ امیر عمر بن حسین کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، سب لوگ کیا مرد کیا عورتیں فصیل کی طرف جا رہے ہیں، اس لئے کہ اندیشہ ہے کہ تھوڑی دیر تک تاتاریوں کا لشکر یہاں پہنچے گا اور شہر پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا۔

اتنی دیر تک عبدلیس بن کسینہ اور اس کی بیوی لیلیانہ بھی قریب آ گئے شرینہ کے جواب دینے سے پہلے ہی اس کا باپ عبدلیس بن کسینہ بول پڑا۔

شرینہ اور شالیب میرے دونوں بچو، جاؤ جلدی کرو وقت نہ ضائع کرو ایسے مواقع پر ملت کے کام آنا سب سے بڑا ثواب ہے۔

شرینہ اور شالیب دونوں نے گھورنے کے انداز میں اپنے باپ کی طرف دیکھا، پھر وہ چپ چاپ فلورہ، مریطہ اور نائیل کے ساتھ ہو لئے تھے۔

تیز تیز چلتے ہوئے وہ سب فصیل کے اوپر آئے، ایک جگہ محمد بن فرج الکومی اور لولو بن نصر کھڑے تھے، وہ چاروں ان کے قریب گئے، تب محمد بن فرج الکومی کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر وہ فلورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میری عزیز بہنو! جس ملت میں تم جیسی بیٹیاں ہوں خدا کی قسم کوئی قوم انہیں شکست نہیں دے سکتی، ذرا فصیل کی طرف دیکھو شہر کے کیا مرد کیا عورتیں، کیا بوڑھے، کیا بچے فصیل پر چڑھ آئے ہیں اور پتھروں کے ڈھیر کے پاس بیٹھ گئے ہیں، ان کے جوش ان کے ولولے کو دیکھتے ہوئے میرے اپنے ولولے پہلے سے دوگنے ہو چکے ہیں اور میں اندازہ لگا رہا ہوں کہ ایسے پرجوش لوگوں کی موجودگی میں نارمن جس لشکر کے ساتھ ہماری طرف بڑھ رہے ہیں، اگر وہ اس سے دوگنا لشکر بھی لے آئیں تو وہ ہمارے جذبوں، ہمارے ولولوں کو مفتوح نہیں کر سکتے۔

فلورہ، مریطہ، نائیل اور شرینہ آگے بڑھیں، شالیب ان کے ساتھ تھا پھر شرینہ نے محمد بن فرج الکومی کو مخاطب کیا۔

اے ہمارے محترم بھائی پہلی جنگ کے دوران ہم سب وہ سامنے والے برج کے اندر بیٹھے تھے اور ہم نے حملہ آوروں پر پتھر برسانے کا کام سرانجام دیا تھا، ہماری خواہش ہے کہ آج بھی ہم اس برج میں بیٹھیں اور اپنی قوم اور ملت کی خدمت کا حق ادا کریں۔

لولو بن نصر بڑے فخر، بڑے پرجوش انداز میں ان کی طرف دیکھ رہا تھا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی محمد بن فرج الکومی بول پڑا۔

میری بہنو، تم اس برج میں بیٹھ جاؤ، کوئی تمہیں منع نہیں کر سکتا تم چاروں کے ساتھ شالیب بھی رہے گا، میں اور لولو بن نصر ذرا آگے جا کر فصیل کے دوسرے حصوں کا

جائزہ لیتے ہیں۔

محمد بن فرج الکومی کا جواب سن کر فلورہ اور مریطہ، نائیل، شرینہ اور شالیب خوش ہو گئے تھے پھر وہ پانچوں اس برج میں بیٹھ گئے تھے، جبکہ محمد بن فرج الکومی اور لولو بن نصر فصیل کے اوپر ہی اوپر ذرا آگے چلے گئے تھے۔

☆

سہ پہر کے قریب نارمنوں کا ایک بہت بڑا لشکر مغاقس شہر کے شمالی طرف نمودار ہوا، پہلے شمال میں نارمنوں کا سارا لشکر ایک جگہ جمع ہوا، فصیل کے اوپر شہر کے لوگ اور شہر کا فوجی لشکر بڑے غور سے حملہ آور نارمنوں کو دیکھ رہے تھے۔

نارمنوں کے لشکر کو دیکھتے ہوئے برج میں بیٹھی فلورہ نے مریطہ، شرینہ اور نائیل کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے دکھ کے اظہار میں کہا۔ اتنا بڑا لشکر۔

فلورہ یہیں تک کہنے پائی تھی کہ شرینہ نے بولتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔

فلورہ میری بہن نارمن چاہے اس سے بھی بڑا لشکر لے آئیں، لیکن میرا دل کہتا ہے خداوند قدوس کی مدد و نصرت کے بل پر ہم انہیں شکست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے۔

سب کے دیکھتے ہی دیکھتے نارمن لشکر نے اپنی حرکت درست کی، پھر لشکر کا ایک بڑا حصہ آگے بڑھا، ان کی آن میں انہوں نے رسوں کی مدد سے فصیل پر چڑھنا شروع کر دیا تھا اوپر سے مغاقس کے محافظ لشکر اور شہر کے لوگوں نے ان پر تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کر دی، پر لگتا تھا اس بار نارمن ہر صورت میں مغاقس پر قبضہ کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہوں، اس لئے کہ وہ بڑی جانفشانی سے رسوں کی مدد سے فصیل پر چڑھنے کی کوشش کر رہے تھے اگر اوپر سے ان کا آدمی مر کر نیچے گرتا تو اس کی جگہ لینے کے لئے دو مزید نارمن فصیل پر چڑھنے لگتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد نارمن لشکر میں بھی ایک تبدیلی ہوئی جو لشکری رسوں کی مدد سے فصیل پر چڑھنے کی کوشش کر رہے تھے، ان کے پیچھے جو نارمن کھڑے تھے وہ غلیلوں سے اٹھتے وہام کے بھنور متحیر اور متواتر نازل کر دینے والی بیچان انگیزیوں کی صرح جرأت میں آئے، ضبط نامہ اثناء اور سخت گیر اور تشدد و جبر کی شعلہ مزاجی کی صرح انہوں نے شہر کی

فصیل کے برجوں پر تیر اندازی شروع کردی تھی، اس طرح شہر کے اوپر جو محافظ شہری تھے انہیں برجوں اور پتھروں کی اوٹ میں رہ کر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرنا پڑی تھی، اس کوشش میں تارمنوں نے فصیل پر چڑھنے کی رفتار تیز کردی تھی۔

تارمنوں کے لشکر کا ایک بڑا حصہ ابھی شہر کی فصیل کے اُوپر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ شمال مغرب کی جانب سے اپنے لشکر کے ساتھ زمین کی تہوں میں خرابی تلاش کرتے زہر بھری اُلجھنوں کے دھویں کیطرح عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید نمودار ہوئے۔ شہر کی طرف آنے کی ان کی رفتار ایسی تھی جیسے دو زندگی کے وصل خوابوں میں ہجر راتوں کے خزانے اتارنے کے لئے پیدا ہوئے ہوں، قریب آکر انہوں نے بالکل اس انداز میں تکبیریں بلند کرنا شروع کردی تھیں جیسے تخیل سے ماورا کسی ہستی نے سقف آسمان یا پہاڑوں کی چوٹیوں سے للکارتے ہوئے دشمن کو اپنی موجودگی کا پتہ دیا ہو، ستاروں کے قافلوں کی طرح عمر بن حسین اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ قریب آیا، پھر اُفق کے دریچوں تک کو لپٹ جانے والے بے باک شعلوں اور ہر شے کو ویران مرقدوں کی طرح کردینے والی خونی نیزہ کاری کی طرح وہ تارمنوں پر حملہ آور ہوگیا تھا۔

حملہ آور ہونے کے بعد عمر بن حسین کے لشکر نے عجیب و غریب سماں پیش کیا جس طرح رات کے وقت کلی کی پتیاں ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہوئے پھول کی صورت اختیار کرتی ہیں، اس طرح عمر بن حسین کا لشکر بھی حملہ آور ہونے کے بعد علیحدہ ہوا۔ عمر بن حسین تارمنوں کے وسطی حصے پر حملہ آور ہوتا رہا، بائیں طرف کی سمت پر یحییٰ بن مطروح ٹوٹ پڑا اور وہ لشکری جو فصیل کے اُوپر چڑھنے کی کوشش کر رہے تھے، ان پر محمد بن رشید نے یلغار کردی تھی، اس طرح تین جگہوں سے تارمنوں پر عمر بن حسین کے لشکر نے زیست کے گوشوں کو ویران کرتے ستم خوردہ ادبار اور ظلمتوں کے نزول کی طرح وارد ہونا شروع کردیا تھا۔

سفاقس شہر کے باہر عذابوں کے سلگتے رازوں نے اپنا رنگ دکھانا شروع کردیا تھا۔ جوئے خون بہنے لگی تھی، عمر بن حسین اور اس کے ساتھی بڑی تیزی کے ساتھ تارمنوں کی حالت دیئے کی تھرتھراتی لو کی طرح بے قابو کرنے لگے تھے۔۔۔ شہر سے باہر خون سمیٹتی وادیاں موت کی اندھی پکار اور حزن و ملال کی شدت میں ڈوبنے لگی تھیں۔۔۔ بڑی تیزی کے

ساتھ عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید آگ و خون کے آشوب، قضا کے رقص کرتے بگولوں اور بلند ہوتے غبار کی مانند دشمنوں پر چھانے لگے تھے۔

شام سے پہلے پہلے تارمنوں کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے، عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید نے دُور تک ان کا تعاقب کیا، پھر سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے وہ سفاقس کے قریب نمودار ہوئے اور جس وقت سورج غروب ہو رہا تھا وہ شہر کے شمالی حصے سے شہر میں داخل ہوئے، شہر کے مرد کیا عورتیں کیا، بچے کیا، بوڑھے، ان کی اس کامگزاری پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ان پر پھول پتیاں نچھاور کرنے لگے تھے۔

جس وقت اپنے لشکر کو لے کر عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید، محمد بن فرج الکومی اور لولو بن نصر کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے، اچانک ایک سمت سے فلورہ، شرینہ، مریطہ، نابیل اور شالیب تقریباً بھاگتے ہوئے آئے، سب سے پہلے فلورہ اور شرینہ نے عمر بن حسین کو مبارک باد دی، پھر دوسرے لوگ بڑے پرجوش انداز میں سب کو مبارک باد دے رہے تھے، اس طرح لشکر فتح مندی کے نعرے بلند کرتا ہوا مستقر کی طرف گیا۔

اس موقع پر لولو بن نصر اور محمد بن فرج الکومی، عمر بن حسین کے قریب آئے اور اسے مخاطب کرکے محمد بن فرج کہنے لگا۔

امیر محترم میں اور لولو بن نصر لشکر کو مستقر کی طرف لے جاتے ہیں، آپ گھر جاکر آرام کریں۔۔۔ عمر بن حسین جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ محمد بن فرج الکومی پھر بول پڑا۔

امیر محترم جواب میں مجھے ٹالنے کی کوشش کیجئے گا نہ کوئی بہانہ بنایئے گا، لشکر کو میں اور لولو بن نصر لے جاتے ہیں، آپ تینوں کو آرام کی ضرورت ہے۔۔۔۔ لشکری بھی جا کر مستقر میں آرام کریں گے، میں اور لولو بن نصر ان کے کھانے اور آرام کا اہتمام کرتے ہیں۔

محمد بن فرج الکومی کے الفاظ سے لگتا تھا عمر بن حسین مطمئن ہوگیا تھا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے محمد بن فرج الکومی اور لولو بن نصر لشکر کو مستقر کی طرف لے گئے تھے، جبکہ عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید حویلی کا رخ کر رہے تھے۔

جب وہ حویلی کے قریب آئے تو اچانک فلورہ، مریطہ، نابیل اور شرینہ شالیب کے ساتھ ان کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں، وہ ایک دم سامنے آئیں، ان تینوں سے ان کے

گھوڑوں کی باگیں لینا چاہیں، پر اس موقع پر عمر بن حسین نے یحییٰ بن مطوع اور محمد بن رشید کو مخاطب کر کے کہا۔

میرے بھائیو اپنی حویلی میں گھوڑوں کو باندھ کے میرے ہاں آؤ، محمد بن فرخ الکوفی اور داؤد بن نصر کو بھی بلا لیتے ہیں اور میری حویلی میں سب مل کر کھانا کھائیں گے۔

عمر بن حسین کے ان الفاظ پر فلورہ، ثریہ نامیل اور شعیب اپنی جگہ رک گئے تھے محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطوع اپنے گھوڑوں کے ساتھ اپنی حویلی میں داخل ہو گئے تھے عمر بن حسین جب آگے بڑھنے لگا تو اچانک بھونک کر ثریہ نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہنے لگی۔

امیر محترم آج میں آپ کے گھوڑے کو حویلی کے اندر لے جاؤں گی اور اسے اصطبل میں باندھ کر اس کے دانے چارے کا انتظام کرنے کی سعادت حاصل کروں گی، عمر بن حسین نے کچھ نہ کہا۔ ہمدردی کی ایک نگاہ ثریہ پر ڈالی، چپ چاپ اسے گھوڑے کی باگ تھما دی، ثریہ عمر بن حسین کے اس رد عمل پر بہت خوش ہوئی مسکراتی ہوئی وہ گھوڑے کو حویلی کے اندر لے گئی، پھر اسے اصطبل میں باندھا، اس کی زین اتاری، پھر گھڑی کی ناند سے گھوڑے کو پانی پلایا، پھر چارے والی جگہ پر اسے باندھ دیا تھا۔

اس کے بعد زین سے بندھی ہوئی فرغینیں اس نے اتاریں، حویلی کے اندرونی حصے کی طرف آئی، اتنی دیر تک عمر بن حسین سب لوگوں کے ساتھ حویلی میں داخل ہو کر دیوان خانے کی طرف آیا اس کی ماں اور اس کا ننھا سا بیٹا اس شاندار استقبال پر ہکا بکا سے رہ گئے تھے، اتنے میں دیوان خانے میں ثریہ داخل ہوئی اور عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

امیر محترم یہ دو فرغینیں ہیں جو آپ کے گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں، گھوڑے کو باندھ کر میں اس کے چارے کا انتظام کر آئی ہوں، ساتھ ہی دونوں فرغینیں اس نے عمر بن حسین کے قریب رکھ دی تھیں۔

کچھ دیر خاموشی رہی، پھر فلورہ نے عمر بن حسین کو مخاطب کیا۔

امیر محترم آج میں نے اور ثریہ نے طے کیا ہوا ہے کہ ہم آپ کے کھانے کے لئے جو وہ چیز تیار کریں گی جس کی خواہش کا آپ اظہار کریں گے، بتائیے آپ کیا کھانا پسند کریں

گے۔

عمر بن حسین مسکرا دیا کہنے لگا۔

پہلے محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطوع کو آنے دو پھر بتاتے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد یحییٰ بن مطوع اور محمد بن رشید بھی وہاں آ گئے، سب نے اپنی اپنی پسند کے کھانے بتائے، اس پر فلورہ، مریطہ، نامیل اور ثریہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں اور مطبخ کی طرف چلی گئی تھیں تھوڑی دیر بعد عمر بن حسین نے آدمی بھیج کر محمد بن فرخ الکوفی اور داؤد بن نصر کو بھی وہاں بلا لیا تھا۔

فلورہ، مریطہ، ثریہ اور نامیل کے باورچی خانے کی طرف جانے کے بعد عمر بن حسین کی ماں صفورہ نے تھوڑی دیر تک سب کا جائزہ لیا، پھر اس کی آواز کمرے میں گونج گئی تھی۔

میرے بچو! اب جبکہ ساری لڑکیاں مطبخ میں مصروف ہیں، میں تم سب کے ساتھ ایک اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں، مجھے خوشی ہے کہ جو گفتگو میں کرنا چاہتی ہوں اس گفتگو کے موقع پر محمد بن فرخ الکوفی بھی یہاں موجود ہے، داؤد بن نصر بھی ہے، میرے بچو میں تمہاری زندگی کے اہم فیصلے سے متعلق گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔

صرف عمر بن حسین ہی میرا بیٹا نہیں ہے یحییٰ بن مطوع، محمد رشید، محمد بن فرخ الکوفی، داؤد بن نصر بھی میرے بیٹے ہیں۔

میں یہاں رہتے ہوئے بڑے غور سے حالات کا جائزہ لیتی رہی ہوں، جو کچھ میں نے جانا ہے اس کا اظہار میں تم سے کرتی ہوں، اس کے بعد آخری فیصلہ تم لوگوں کو ہی کرنا ہے۔

عمر میرے بیٹے سب سے پہلے میں تیری طرف آتی ہوں، میں فلورہ کا بڑے غور سے جائزہ لیتی رہی ہوں اور میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ وہ تمہیں پسند کرتی ہے، اس سلسلے میں اس کی ماں خیران سے بھی بات کر چکی ہوں خیران کی خوشی ہے کہ اگر فلورہ کو تمہارے ساتھ منسوب کر دیا جائے تو یہ ان کے لئے بہت بڑی سعادت ہو گی۔

بیٹے اب تم بتاؤ کیا تم اپنے لئے فلورہ کو پسند کرتے ہو، کیا تم اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کے لئے تیار ہو۔

عمر بن حسین کی عجیب سی حالت ہو گئی تھی، باری باری اس نے یحییٰ بن مطوع، داؤد بن نصر اور محمد بن رشید کا جائزہ لیا آخر میں اس کی نگاہیں محمد بن فرخ الکوفی پر جم گئی

تھیں، الکوی نے بھی تھوڑی دیر تک عمر بن حسین کا جائزہ لیا، اس کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم میری طرف آپ اس قدر غور سے کیوں دیکھ رہے ہیں، میں ٹھوس شکل و صورت کا آدمی ہوں ... بال بچے دار ہوں، میں تو آپ کو یہی مشورہ دوں گا کہ آپ کی والدہ محترمہ جو کچھ کہہ رہی ہیں اس کے سامنے آپ کو بانگل آنکھیں بند کر کے ہاں کہہ دینی چاہئے۔

اس لئے کہ فلورہ جیسی خوبصورت فلورہ جیسی حسین، اس جیسی پر خلوص، اس جیسی پر جمال لڑکی آپ کو ڈھونڈے سے بھی نہیں ملے گی، میں سمجھتا ہوں فلورہ کو جس شخص کی بھی زندگی کا ساتھی بنایا جائے گا وہ خوش قسمت ترین انسان خیال کیا جائے گا، آخری فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے، میں نے مشورہ دینا تھا سو دے دیا اس لئے کہ آپ نے میری طرف غور سے دیکھا تھا۔

محمد بن فرج الکوی کی اس گفتگو سے سارے مسکرا دیئے تھے، عمر بن حسین کے لبوں پر بھی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی، پھر وہ کہنے لگا۔

مادر محترم آپ کا فیصلہ میرے لئے آخری ہے، میں کوئی اعتراض نہیں کروں گا، پھر عمر بن حسین نے خیران کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

خاتون محترم میں آپ کا بھی شکر گزار ہوں کہ آپ فلورہ کو مجھ سے منسوب کرنے کے لئے تیار ہیں... اگر فلورہ کو مجھ سے منسوب کیا جاتا ہے تو میں سمجھوں گا یہ میری خوش بختی ہے۔

عمر بن حسین کا جواب سن کر صفورہ اور خیران بے حد خوشی کا اظہار کر رہی تھیں اس کے بعد صفورہ پھر بول پڑی، عمر بن حسین میرے بیٹے تیرا مسئلہ حل ہوا، اب دو اور مسئلے ہیں، پہلا مسئلہ یحییٰ بن مطروح کا ہے، میں چاہتی ہوں مریطہ کو اس سے منسوب کیا جائے، دوسرا مسئلہ محمد بن رشید کا ہے، اس کے لئے میں نائیل کو پسند کر چکی ہوں اس سلسلے میں میں نے نائیل کے باپ سے بھی بات کی ہے، وہ اس رشتے پر راضی ہے، خیران، مریطہ کو یحییٰ بن مطروح سے منسوب کرنے پر خوش ہے، اب تم دونوں بھائی کو کیا کہتے ہو۔

یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا کھسر پھسر کرتے ہوئے کوئی مشورہ کیا، پھر محمد بن رشید بول پڑا۔

مادر محترم سب سے پہلے تو ہم دونوں بھائی آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے عمر بن حسین کے ساتھ ہمارا بھی اس قدر خیال رکھا، اب سلسلے میں جو جواب عمر بن حسین کا ہے وہی ہمارا ہے۔

محمد بن رشید کی اس گفتگو پر سب سے پہلے خیران اور صفورہ نے اٹھ کر سب کو مبارک باد دی، پھر محمد بن فرج الکوی، لوئیو بن نصر اور شرینہ کے بھائی شالیب نے بھی اٹھ کر تینوں کو مبارک باد دی تھی۔

اس موقع پر صفورہ نے شالیب کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

شالیب میرے بیٹے ذرا اصطبل کی طرف جاؤ، وہاں سے فلورہ، مریطہ اور نائیل کو بلا کر لاؤ۔

اس کے ساتھ ہی صفورہ اپنی جگہ سے اٹھی نشست کے پیچھے سے اس نے چمڑے کی چھوٹی سی ایک تھیلی لی، اس نشست کے قریب آئی جس پر عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید بیٹھے ہوئے تھے چھوٹی چرمی خرجین سے اس نے تین سنہری انگوٹھیاں نکالیں، پھر ان تینوں کو تھماتے ہوئے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

تینوں یہ انگوٹھیاں سنبھالو، جونہی فلورہ، مریطہ اور نائیل یہاں آتی ہیں تو جب میں کہوں گی تم تینوں انہیں یہ انگوٹھیاں پہنانا، اس طرح ان تینوں کو تمہارے ساتھ منسوب کر دیا جائے گا۔

صفورہ کی گفتگو کا کوئی جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ فلورہ مریطہ اور نائیل دیوان خانے میں داخل ہوئی تھیں دوسری طرف شالیب تھوڑی دیر اپنی بہن شرینہ کے ساتھ مطبخ میں ہی رہا، شرینہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

یہ ان تینوں کو دیوان خانے میں کیوں بلایا گیا ہے، اس پر بڑے دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے شالیب کہنے لگا۔

سن میری بہن فلورہ کو امیر عمر بن حسین مریطہ کو یحییٰ بن مطروح نائیل کو محمد بن رشید کے ساتھ منسوب کیا جا رہا ہے وہ تینوں ان تینوں کو اپنانے کے لئے تیار ہیں صفورہ خاتون نے ان تینوں کو اس سلسلے میں اس کمرے میں بلایا ہے، اس کے ساتھ ہی گردن جھکائے شالیب بے چارہ وہاں سے نکل آیا تھا، شرینہ کی بھی گردن جھک گئی تھی، جیسے اس پر صدیوں کی سوچوں کا بوجھ ڈال دیا گیا ہو۔

فلورہ مریطہ اور نابیل جب نشستوں پر بیٹھ گئیں تب ان تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے صفورہ نے کہنا شروع کیا۔

میری بچیوں تمہارے مطبخ کی طرف جانے کے بعد تمہاری غیر موجودگی میں ہم نے ایک بہت بڑا فیصلہ کیا ہے، میرے خیال میں تم تینوں اس فیصلے سے اتفاق کرو گی، فلورہ سب سے پہلے میں تمہاری طرف آتی ہوں تمہیں امیر عمر بن حسین کے ساتھ منسوب کیا جا رہا ہے۔ ... مریطہ تمہیں یحییٰ بن مطروح سے اور نابیل تمہیں محمد بن رشید کا ساتھی بننے کے لئے چنا گیا ہے ... اب تم تینوں بتاؤ کہ تم تینوں میں سے اس رشتے پر اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو بولے، اگر رضامندی ہو تو پھر اپنی گردنیں جھکا دینا۔

فلورہ، مریطہ اور نابیل تینوں میں سے کسی نے کچھ نہ کہا تینوں نے ہلکی سی مسکراہٹ میں اپنی گردنیں جھکا دی تھیں۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اس رشتے پر رضامند ہیں، پھر صفورہ نے عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کو مخاطب کیا۔

اب تم تینوں اٹھو اور اپنے کام کی ابتدا کرو، اس کے ساتھ ہی وہ تینوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے، سب سے پہلے عمر بن حسین فلورہ کی طرف بڑھا فلورہ کا جسم کانپنے لگا تھا، وہ دزیدہ نگاہوں اور عجیب سے انداز میں عمر بن حسین کی طرف دیکھ رہی تھی، عمر بن حسین آگے بڑھا، فلورہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا فلورہ کانپ رہی تھی، اس کے ساتھ ہی عمر بن حسین نے وہ سنہری انگوٹھی فلورہ کو پہنا دی تھی، اتنی دیر تک یحییٰ بن مطروح اور عمر بن رشید بھی مریطہ اور نابیل کو انگوٹھیاں پہنا چکے تھے، پھر کمرے میں سب انہیں مبارک باد دینے لگے۔

صفورہ کی آواز ایک بار پھر سنائی دی، اب تم تینوں جا سکتی ہو، جا کر اپنا کام کرو، اس کے ساتھ ہی وہ تینوں اٹھیں اور مطبخ کی طرف بھاگ گئی تھیں، جونہی وہ مطبخ میں داخل ہوئیں اپنے چہرے پر مسکراہٹ بکھیرے ہوئے شرینہ انہیں مخاطب کر کے کہنے لگی۔

شالیب مجھے بتا چکا ہے کہ تم تینوں کی منگنی ہو گئی ہے، میں تم تینوں کو اس طرح منسوب کئے جانے پر مبارک باد دیتی ہوں۔

فلورہ، مریطہ، نابیل نے باری باری آگے بڑھ کر شرینہ کو گلے لگایا تھا... پھر چاروں مطبخ میں کام کرنے لگی تھیں۔

تھوڑی ہی دیر بعد کھانا تیار کر دیا گیا، پھر سب دیوان خانے ہی میں بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تھے۔

عمر بن حسین کی حویلی سے نکل کر شرینہ اور شالیب دونوں بہن بھائی جب اپنی حویلی میں داخل ہوئے تو دیوان خانے میں ان کا باپ عبدلیس بن کسینہ اور ان کی ماں یہ دونوں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔

انہیں دیکھتے ہی آواز دے کر عبدلیس بن کسینہ نے انہیں اپنے پاس بلایا شرینہ اور شالیب دونوں اداس اور افسردہ تھے۔ خاموشی سے وہ اس کمرے میں داخل ہوئے، اپنی ماں اور باپ کے سامنے بیٹھ گئے، کچھ دیر خاموشی رہی، پھر گفتگو کا آغاز عبدلیس بن کسینہ نے کیا۔

شرینہ میری بیٹی تمہاری آمد سے پہلے میں اور تمہاری ماں تمہارے متعلق ہی گفتگو کر رہے تھے، جب سے تم آئی ہو میری بیٹی یہاں تم نے کسی اچھی کارروائی کا اظہار نہیں کیا۔ یہاں آ کر میں نے وہ کام سرانجام دیئے، یا یوں جانیں کہ وہ بارنامنوں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کی، شاید اس میں عمر بن حسین کی خوش قسمتی ہے اور ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے دونوں ہی وار ناکام رہے۔

نارمنوں کو اطلاع دی کہ وہ زویلہ کے نواح میں محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کا خاتمہ کر دیں لیکن وہ انہیں ختم نہ کر سکے، وہاں سے شکست اٹھا کر گھات میں چلے گئے، نارمنوں نے حماقت یہ کی کہ ان کا تعاقب نہیں کیا، ان کے اوپر چڑھ دوڑنا چاہئے تھا اور ان کا مکمل خاتمہ کر دینا چاہئے تھا۔ اگر وہ ایسا کرتے تو ان صحراؤں کے اندر عمر بن حسین کی طاقت اور قوت ہمیشہ کے لئے ختم کر دی جاتی۔

ہماری دوسری بدبختی کہ نارمنوں کو اطلاع تھی کہ عمر بن حسین یہاں سے جا چکا ہے، لہٰذا وہ سفاقس پر حملہ آور ہو کر قبضہ کر لیں، لیکن شاید قدرت ہمارے خالف اور عمر بن حسین کے حق میں کام کر رہی ہے محمد بن فرج الکلومی یہاں پہنچ گیا، اس نے شہر کا دفاع اپنے ہاتھ میں لے لیا اور نارمنوں کی بدبختی کہ جب وہ شہر پر حملہ آور ہوئے تو وہ یہ چلی گئی، زویلہ کے نواح میں عمر بن حسین نارمنوں کو بدترین شکست دینے کے بعد لوٹ آیا اور یہاں بھی اس نے نارمنوں کو شکست دے کر مار بھگایا۔

میری بیٹی دونوں ہی بار ہمیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے، گو نارمنوں کی نگاہوں میں ہر شرمسار نہیں ہیں، کیونکہ ہم نے اپنا کام کیا، آگے شرمندگی نارمنوں کی اپنی کارروائی کی وجہ سے ہوئی، لیکن پھر بھی بیٹی ہمیں اپنی کارروائیوں کو اپنے عروج پر پہنچا دینا چاہئے۔

میری بیٹی تیرا ہر روز بچہ میں کہتا ہوں ہر وقت عمر بن حسین کے پاس اٹھنا بیٹھنا ہے۔ میری بچی تو حسین ہے، پر کشش ہے، پھر کیا بات ہے تو عمر بن حسین کو اپنی طرف مائل نہیں کر سکی۔ اگر تو اب تک ایسا کر چکی ہوتی تو عمر بن حسین کا کوئی بھی راز ہمارے لئے راز نہ ہوتا، عمر بن حسین تمہاری محبت میں مبتلا ہو کر ہر بات تمہارے سامنے اگل دیتا۔

جب تک عبدلیس بن کسینہ بولتا رہا شرینہ اور شالیب چپ چاپ خاموش رہ کر سنتے رہے، عبدلیس بن کسینہ جب خاموش ہوا تو شرینہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے میرے باپ جو کچھ آپ نے کہا ہے یہ آپ کے اپنے خیالات ہیں، میں آپ کے ان خیالات سے متفق نہیں ہوں اول یہ کہ عمر بن حسین اتنے ناتجربہ کار نہیں ہیں کہ کسی لڑکی کی محبت میں مبتلا ہو کر اپنے انتظامات کے راز اس پر اگل دیں، اگر کوئی ایسا سوچتا ہے تو یہ حماقت ہے۔

میرے باپ دوسری بات یہ ہے کہ ایک جوان لڑکی ایک اجنبی کو اور اجنبی بھی ایسا جو یہاں کا حکمران ہو اسے کس طرح زبردستی اپنی طرف مائل کر سکتی ہے، کیا میں عمر بن حسین کے سامنے ناچوں، اپنی عریانی کا ان کے سامنے مظاہرہ کروں، اے میرے باپ بتائیں وہ کون سا طریقہ ہے جسے میں استعمال کر کے عمر بن حسین کو اپنی طرف مائل کر سکتی ہوں میرے باپ جو کام کرنے کے لئے آپ مجھے کہہ رہے ہیں ایسا تو طوائفیں اور جسم فروش بھی نہیں کرتیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ جس کام کے لئے آپ مجھے اکسا رہے ہیں، اب اس کام کی ساری ہی امیدیں ختم ہو گئی ہیں اس لئے کہ تھوڑی دیر پہلے فلورو کو باقاعدہ طور پر امیر عمر بن حسین سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ مرتیط کو یحییٰ بن مطروح سے اور نائیل کو محمد بن رشید کے ساتھ منسوب کر دیا گیا ہے۔ آپ جس کام کی مجھ سے توقع رکھتے ہیں، مجھے اس کام کی کوئی تربیت نہ تھی، ہاں صقلیہ میں رہتے ہوئے اگر آپ نے مجھے اس کام کی تربیت دے دی ہوتی تو

شاید میں یہاں رہ کر یہ کام کر گزرتی، لیکن کسی مرد کو زبردستی اپنی طرف مائل کرنا ایک عیار اور گھریلو لڑکی کے لئے بڑا مشکل ہے۔ ناممکن ہے اور اب تو یہ باب ہی بند ہو چکا ہے۔

اس لئے کہ فلورو کو امیر عمر بن حسین کے ساتھ منسوب کیا جا چکا ہے، اب نہ میں کل کے عمر بن حسین کے ساتھ بات کر سکتی ہوں نہ ان کا قرب حاصل کر سکتی ہوں نہ ان پر اپنی محبت کا اظہار کر سکتی ہوں، اب میں ان کے لئے اور وہ میرے لئے اجنبی ہیں، اب جس کام کی امید مجھ سے آپ نے لگا رکھی تھی وہ ممکن نہیں رہا۔

شرینہ کے اس انکشاف پر کچھ دیر کے لئے عبدلیس بن کسینہ نے اپنی بیوی لیبانہ کی طرف دیکھا، اس کے بعد کچھ دیر تک اس کی گردن جھکی رہی، پھر شرینہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا۔

میری بیٹی یہ تو بہت برا ہوا، میں تو دل میں یہ خیال کئے ہوئے تھا کہ تم چند روز تک کوشش کر کے محمد بن حسین کو اپنی طرف مائل کر لو گی اور پھر میں باقاعدہ طور پر تمہیں ان سے منسوب کر دوں گا اور پھر جب ہمارا کام یہاں انجام کو پہنچ جائے گا تو ہم چاروں موقع دیکھ کر صقلیہ کی طرف بھاگ جائیں گے، اس لئے کہ میں تمہیں عمر بن حسین کی بیوی تو بنانا نہیں چاہتا، بہرحال اب جبکہ فلورو کو عمر بن حسین کے ساتھ منسوب کر دیا گیا ہے تو میری بیٹی واقعی تیرے لئے یہ کام مشکل ہے بہرحال میں کسی نہ کسی طرح کام کی خبریں لے کر صقلیہ پہنچاتا رہوں گا۔

شرینہ اس دوران گہری سوچوں میں غرق رہی، عبدلیس بن کسینہ جب خاموش ہوا تو اس نے کہنا شروع کیا۔

اے میرے باپ کیا ایسا ممکن نہیں کہ اس کام کو ہم ترک کر دیں، جس طرح دوسرے مسلمان یہاں بڑے خلوص کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں ایسے ہی ہم بھی یہاں دن گزارنا شروع کر دیں... اگر ہم صقلیہ کے لئے کام نہ کریں تو میرے باپ کوئی قیامت تو نہیں ٹوٹ پڑے گی اور پھر یہاں رہتے ہوئے نارمنوں کے لئے کام کرنا نمک حرامی ہے۔

شرینہ یہیں تک کہنے پائی تھی کہ اس کی ماں کرختی ہوئی آواز میں بول پڑی۔

شرینہ تم اپنے حواس میں رہو، تم کیا کہہ رہی ہو صقلیہ سے ہم آئے ہی اس مقصد کے تحت تھے کہ یہاں قیام کر کے ہم نارمنوں کے لئے کام کی خبریں حاصل کریں گے، ان کے

پہنچائیں گے، ورنہ یہاں آنے کا ہمارا کوئی مقصد ہی نہیں تھا زندان میں جو تمہارا باپ عمر بن حسین کے باپ کی خدمت کرتا ہے تو وہ کسی وجہ کے بغیر نہیں تھا یہ سب کچھ یہاں آکر بیٹھنے اور نارمنوں کے لئے کام کرنے کے لئے تھا۔

شرینہ نے گھورنے کے انداز میں اپنی ماں کی طرف دیکھا، پھر وہ کہہ اٹھی۔

میری ماں جو کچھ تم کہہ رہی ہو یہ سب جذباتی باتیں ہیں، اگر کسی کو خبر ہو گئی یہاں سقاقس شہر میں رہتے ہوئے ہم عمر بن حسین کے خلاف اور نارمنوں کے حق میں کام کر رہے ہیں تو یاد رکھنا تم دونوں کے ساتھ ہم دونوں بہن بھائیوں کی چمڑی ادھیڑنے کی طرح الٹی اتار دی جائے گی، یاد رکھنا ایسا دن جب آئے تو وہ دن ہم چاروں کے لئے قیامت کا دن ہوگا۔

لیلیانہ کچھ ترم پڑ گئی، پھر اس نے اپنی بیٹی کو مخاطب کیا۔ میری بچی میں مانتی ہوں اس کام میں خطرات ہیں لیکن کوئی بھی کام خطرہ لئے بغیر انجام نہیں دیا جا سکتا یہ کام جو ہم نے اپنے ذمے لیا ہے، بہر حال اسے ہم نے کرنا ہے اس لئے کہ اس کا ہم ولیم اور راجر سے وعدہ کئے ہوئے ہیں اور وعدہ خلافی ہم نہیں کریں گے۔

لیلیانہ جب خاموش ہوئی تو بڑی سنجیدگی میں عبدلیس بن کسینہ بول پڑا۔

شرینہ میری بیٹی یہ بھی یاد رکھنا اگر اس موقع پر ہم نارمنوں کے لئے کام کرنا بند کر دیں تو وہ لوگ جن کا تعلق صقلیہ جی قبیلے سے اور جو نارمنوں کے لئے ہم سے خبریں حاصل کرتے ہیں وہ خبریں جا کے گون سناؤ کو اور وہاں سے وہ خبریں صقلیہ پہنچتی ہیں۔ یاد رکھنا صقلیہ کے قبیلے کے وہی خونخوار جوان ہم چاروں کا خاتمہ کر دیں گے۔ اس لئے ہم جس کام کی ذمہ داری قبول کر چکے ہیں اسے کرنے پر مجبور ہیں میں جانتا ہوں اس کام کو اگر ہم کریں تب بھی اس میں خطرات ہیں اور اگر ہم اس کام کو کرنے سے انکار کر دیں تب اس سے زیادہ خطرات ہیں، ہماری جانیں جانے کے اندیشے ہمہ وقت ہمارے سروں پر منڈلاتے رہیں گے۔

شرینہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی اس کا بھائی شالیب بول پڑا۔

میرے باپ میں نہیں سمجھتا آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں۔ جہاں تک ہماری ماں کا تعلق ہے، اگر یہ اس قسم کی گفتگو کرتی ہے تو اس سے ایسی گفتگو کی امید کی جا سکتی ہے، اس لئے کہ یہ بنیادی طور پر نصرانی ہے، اب بھی یہ نصرانی ہے اور بظاہر اس نے مسلمان ہونے کا خول اپنے اوپر چڑھا رکھا ہے، یہ منافقت ہے جو کسی کو پسند نہیں۔

جہاں تک آپ کا تعلق ہے آپ اپنے باپ دادا کی طرح پیدائشی مسلمان ہیں۔ پھر آپ نے راہِ مستقیم کو چھوڑ کر یہ خطرات اور اندیشوں بھری زندگی کا انتخاب کیوں کیا، اے میرے باپ جس راستے کا تعین آپ نے ہمارے لئے کیا ہے، یاد رکھنا یہ اس منزل کی طرف جاتا ہے جہاں انسان لہولہو اور خون آلود ہو کر رہ جاتا ہے۔

جب تک شالیب بولتا رہا، عبدلیس بن کسینہ غصے میں اسے گھورنے کے انداز میں دیکھتا رہا۔ لیلیانہ کے چہرے پر بھی قہر بھرے اثرات تھے پھر عبدلیس بن کسینہ نے شالیب کو مخاطب کیا۔

شالیب میرے بیٹے تمہاری عمر ابھی ایسی نہیں کہ تم ایسے کاموں میں حصہ لو۔

شالیب فوراً بول پڑا، اپنے باپ کی بات کاٹ دی۔

اے میرے باپ میں اب اتنا چھوٹا بھی نہیں ہوں کہ ایسی باتوں کو سمجھ نہ سکوں آپ جس کام میں میری بہن کو ملوث کرنا چاہتے ہیں کیا ایسا کرنا قابلِ تحسین ہے۔ اے میرے باپ آپ یہ کیوں نہیں سوچتے، اگر امیر عمر بن حسین میری بہن شرینہ کی طرف مائل نہ ہونا چاہیں اور یہ زبردستی انہیں اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرے تو امیر کی نگاہوں میں میری بہن کی کیا عزت کیا وقار رہ جائے گا۔

اور پھر میرے باپ ایک بات اور بھی ہے اگر آپ اس کام کو ترک کرنا چاہتے ہیں اور آپ کو یہ خوف ہے کہ اگر آپ نے یہاں رہتے ہوئے نارمنوں کے لئے کام نہ کیا تو صقلیہ جی قبیلے کے جوان، جو اُن کے لئے کام کر رہے ہیں، وہ ہمارا خاتمہ کر دیں گے تو اس صورت حال کا سدباب بھی کیا جا سکتا ہے آپ اس ساری صورت حال کی اطلاع امیر عمر بن حسین کو دیں، اب موقع ہے وہ آپ کو معاف بھی کر دیں گے ساتھ ہی صقلیہ جی قبیلے کے لوگوں سے نمٹنے کے لئے وہ محمد بن رشید کو حکم دے دیں، یاد رکھئے گا محمد بن رشید ایک ایسا جوان ہے اگر اسے خبر ہو گئی کہ اس کے قبیلے کے نوجوان مسلم قوم اور اپنی ملت کے خلاف کام کر رہے ہیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں وہ ایسے سارے جوانوں کو چن چن کر چن چن کر ختم کر دے گا اور ان کی چمڑی اُدھیڑ کر رکھ دے گا۔

شالیب کی گفتگو سے عبدلیس بن کسینہ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

نہیں بیٹے اس کام کو ہم ترک نہیں کر سکتے، اس کے لئے راجر اور اس کے بیٹے ولیم نے اچھی خاصی رقم دے رکھی ہے، رہنے کے لئے ہمارے پاس صقلیہ میں بہترین گھر ہے اور ہمیں وہ سہولتیں میسر ہیں جو صقلیہ کے کسی وزیر کو حاصل ہوتی ہیں، اس کے علاوہ راجر اور ولیم دونوں ہماری ایسی عزت، ایسا احترام کرتے ہیں جس کا اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اس موقع پر شریہ بول پڑی۔

میرے باپ۔ یہی کام اگر آپ نارمنوں کے خلاف اور امیر عمر بن حسین کے حق میں کریں تو یہ وفادار رکھے گا یہاں آپ کو نارمنوں کی نسبت زیادہ وقار، زیادہ عزت حاصل ہوگی۔

لیبانہ اس ساری گفتگو کو ناپسند کر رہی تھی ... آخر بول پڑی، شریہ بند کرو یہ گفتگو جو کام ہم نے اپنے ذمے لے رکھا ہے ہر صورت میں اسے ہم نے انجام دینا ہے، بہر حال تم دونوں بہن بھائی خاموش رہو، اب جبکہ امیر عمر بن حسین کی نسبت فکورہ سے طے ہو چکی ہے تو تم اس معاملے میں اپنے آپ کو ملوث کرنے کی کوشش نہ کرو۔ اب یہ سارا کام تمہارا باپ اکیلا ہی کرے گا جو خبریں اسے حاصل ہوں گی وہ صنہاجی قبیلے کے جوانوں تک پہنچاتا رہے گا، میری بچی نہ تم نہ شالیب اس سلسلے میں اپنے آپ کو ملوث کرو بس پہلے کی طرح امیر عمر بن حسین کے ہاں آنا جانا رکھو تاکہ کسی کو کوئی شک و شبہ نہ ہو..... بہر حال تمہارا باپ اپنا فرض ادا کرتا رہے گا، میں اس کے ساتھ ہوں، یہ بھی یاد رکھنا کہ کسی بھی موقع پر اگر کسی کو ہم پر شک ہو جائے تو ہم پر اس سلسلے میں سختی کی جائے تو میرے بچو سختی برداشت کر لینا پر راز مت اگلنا جس راز کے تحت ہم صقلیہ سے آئے ہیں، اب تم جاؤ دونوں اپنے کمرے میں جا کے آرام کرو۔

شالیب اور شریہ دونوں بہن بھائی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، نگاہوں ہی نگاہوں میں دونوں بہن بھائی نے فیصلہ کیا، پھر وہ دیوان خانے سے اُٹھ کر چلے گئے۔

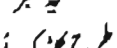

مراکش کا حکمران عبدالمومن فجر کی نماز کے بعد اپنے سپہ سالار ابو یحییٰ بن عبدالعزیز، اپنے امیر البحر ابو عمران، موسیٰ بن عسید کاتب ابوالقاسم، قاضی عبداللہ بن عبدالرحمان اپنے وزیر بیٹے عمر بن عبدالمومن اور اپنے دوسرے بیٹے یوسف سلیمان، اسماعیل، عبداللہ، یعقوب اور موسیٰ کے ساتھ مستقر کی طرف روانہ ہوا تھا۔

ابھی وہ مستقر کے قریب ہی گیا تھا کہ سامنے کی طرف سے عبدالمومن کے دو مخبر بڑی تیزی سے نمودار ہوئے، قریب آ کے اپنے گھوڑوں سے وہ اُترے۔

عبدالمومن انہیں دیکھتے ہی رک گیا تھا شاید وہ انہیں پہچان گیا تھا، دونوں مخبر قریب آئے انہیں مخاطب کر کے عبدالمومن کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ ان میں سے ایک بول پڑا۔

سلطان محترم بہت آپ کے لئے ایک انتہائی بری خبر لے کر آئے ہیں، نارمن زویلہ شہر پر حملہ آور ہوئے، زویلہ شہر کی انہوں نے اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے۔ شہر میں انہوں نے جی بھر کر قتل عام کیا ہے، کچھ بچے کھچے مسلمان انتہائی بری اور زخمی حالت میں یہاں پہنچے ہیں۔ مراکش سے باہر وہ بے چارے ایک پڑاؤ کی صورت میں بیٹھ گئے ہیں شاید اس انتظار میں کہ مراکش سے کوئی ان کی مدد کے لئے اُٹھے۔

یہ خبر سن کر عبدالمومن کا چہرہ غصے میں آتش فشاں ہو گیا تھا، آنکھیں انگاروں کی طرح بھڑک اُٹھی تھیں، کچھ دیر ہونٹ کاٹتے ہوئے ضبط کرتا رہا، پھر آنے والے مخبروں کو اس نے مخاطب کیا۔

کیا تم بتا سکتے ہو سفاقس کا حاکم عمر بن حسین اس وقت کہاں ہے۔

اس کے بعد قاصد نے زویلہ کے پاشا محمد بن رشید یحییٰ بن مطروح کی شکست پر عمر بن حسین کے شب خون مارنے، نارمنوں پر تباہی بن کر وارد ہونے اور نارمنوں سے انتقام لینے کے واقعات تفصیل سے سنانے کے بعد نارمنوں کے سفاقس پر حملہ آور ہونے اور عمر بن حسین کے واپس جا کے اپنے شہر کی حفاظت کرنے کے سارے واقعات تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔

عبدالمومن کچھ دیر سوچتا رہا، پھر اس کی غضبناک آواز سنائی دی۔

میں نے نارمنوں کو تنبیہ کی تھی کہ افریقہ میں مسلمانوں کے کسی بھی شہر میں موت کا کھیل کھیلنے کی کوشش مت کرنا، لیکن لگتا ہے یہ نارمن ساری حدود کو پھلانگ چکے ہیں۔۔۔ یہاں تک کہنے کے بعد عبدالمومن رکا، پھر اپنے بیٹے اور وزیر عمر بن عبدالمومن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

عمر میرے بیٹے تم ابھی اور اسی وقت جاؤ مستقر میں کچھ وقت اپنے ساتھ لو، وہاں سے خیموں کے علاوہ ضروریات زندگی کا سامان لے کر اس سمت کا رخ کرو جہاں زویلہ کے لٹے پٹے مسلمانوں نے پڑاؤ کیا ہے، یہ جو دو مخبر آئے ہیں ان میں سے ایک تمہارے ساتھ رہے گا، ایک کے ساتھ میں ان مسلمانوں کی احوال پرسی کے لئے جاتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی عمر بن عبدالمومن ایک مخبر کو لے کر وہاں سے ہٹ گیا تھا، جبکہ عبدالمومن اپنے باقی ساتھیوں کے ساتھ دوسرے مخبر کے ساتھ اس سمت ہو لیا تھا جہاں زویلہ سے آنے والے زخمی بدحال لوگ آ کر بیٹھ گئے تھے۔

زویلہ سے آنے والے زخمی شکست خوردہ اور بدحال لوگ مراکش کے مشرق میں آ کر بیٹھے تھے، ان کے قریب جا کر عبدالمومن رک گیا اس کے پیچھے اس کے ساتھی بھی رک گئے، اس لئے کہ زویلہ کے لوگ جس جگہ بیٹھے ہوئے تھے ان کے اندر کوئی مغنی کوئی زمزمہ نواز کوئی رامش گر دف بجاتے ہوئے گا رہا تھا عبدالمومن نے اب پہلے کی نسبت آہستہ آہستہ آگے بڑھنا شروع کیا، اس کے کان اس کی سماعت کی ساری قوتیں مغنی کے الفاظ کی طرف راغب تھیں، مغنی کہہ رہا تھا۔

میرے رفیق مایوس نہ ہو بے شک جنگ میں ایندھن ڈال دیا گیا ہے۔

موت کے سایوں کی وادیاں آباد ہونا شروع ہو گئی ہیں۔

گناہوں کے چشمے پھوٹ پڑے ہیں، شیطانی پھندے کسے جانے لگے ہیں۔

بے شک مجروح ابلیس اب اپنی پوری ہولناکی اور اہلکاری پر اتر آیا ہے، پر سن میرے رفیق ہر جنگ کے ساتھ ایک مسبب ضرور ہوتا ہے، نعرہ مار کر فتح مندی کی امید مقدر ہے۔

مایوس نہ ہو، اس میں شک نہیں وقتی طور پر کوڑیالے سانپوں اور ڈور دراز کی خونی پرچھائیوں نے ہم پر شب خون مارا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ہماری بیٹیوں کے شہد میں ڈوبے گیتوں پر آہ وزاری اور ان کے نرم و نازک ہاتھوں کو خون میں ڈبو دیا گیا ہے۔

پر سن ایسا کرنے والے دشمن ہماری عظمت اور بلندی کی معراج اور ہمارے شرف و امتیاز کو پست اور تباہ تو نہیں کر سکتا، انھ فتح مندی کا نعرہ مار کر۔ عنقریب خدائے قدوس کے فرمان پر بے تامل عمل کرنے والا کوئی اٹھے گا اور ہماری مدد اور ہمارے کھوئے ہوئے وقار کو حاصل کرنے کے لئے فضاؤں میں شاہینوں چٹانوں میں سانپ کی سرسراہٹ۔

سمندر میں جہاز کی طرح اپنا راستہ بناتا ہوا دشمن پر وارد ہو جائے گا۔

صاحبوں، ماں، بہن کا بین کرنا۔

مظلوموں کا فریاد کرنا۔

بھیڑیوں کا ممیانا۔

اونٹوں کا بلبلانا تمہیں مایوس اور افسردہ نہ کر دے۔

کہ ہم بنی اسرائیل کی طرح مایوسی میں خداوند قدوس کو فراموش کر کے بعل و عشتارات کی عبادت کرنے والے نہیں ہیں۔

نعرہ مار کہ فتح ہی ہمارا مقدر ہو گی۔

ان ندیوں کا کوئی بادشاہ نہیں ہوتا۔

پھر بھی پرنالے باندھ کر نکلتی ہے۔

اپنے دل کے قرطاس پر لکھ کر۔

مکھن دودھ بلونے سے۔

خون ناک مروڑنے سے نکلتا ہے۔

عزیزو اگر ایڑن چلانے والے ہاتھ رک جائیں
تو کتانی اور ارغوانی پوشاکیں کہاں سے بنیں۔
فتح مندی کا نعرہ مار کر ہم نے اپنی سرزمینوں کو واپس جانا ہے اور اپنے دل پر یہ جی لکھوکر۔
حسن دھوکہ جمال بے ثبات ہے۔
بے شک زمین ظلم سے بھر گئی ہے، پر تو مایوس نہ ہو اس خدائے قدوس کی ستائش کر۔
آسمان جس کا جلال
فضا جس کی رستگاری ہے۔
صاحبو! عزیزو! میری آنکھ دیکھتی ہے کہ مسلم قوم کا کوئی مجاہد قبر برساتے عصائی طرح اُٹھے گا اور ہمارے دشمن کو گوپھر کی ٹکڑی کی طرح کاٹے گا۔
یہاں تک کہنے کے بعد مغنی رُک گیا تھا، اس لئے کہ اس کی نگاہوں میں نمی اتر آئی تھی، چہرہ عجیب سی کشمکش کا اظہار کر رہا تھا مغنی کی آواز پھر اس کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔
ہمت ہمت صاحبو! ہمت۔
کوئی مجاہد کوئی سرفروش، کوئی نقیب اُٹھے گا۔
محفل لالہ رُخاں انجمن گل بدناں کا محافظ بن جائے گا۔
دشمن کی بدی کے آذر کدے میں جنون کا نقاش اور رامش گر دوران بن کر داخل ہوگا۔
تاریکیوں کے جنازے پر۔
اُجالوں بھرے تقدس کے الاؤ روشن کرے گا، اُٹھ فتح کا نعرہ مار کہ ہم اس نئی اخوت کے مبلغ۔
بلند آدرش فطرت کے سفیر ہیں۔
صاحبو! ساتھیو! رفیقو! مہربانو! سنو عنقریب بھرے بازوؤں والے سرفروش۔
آتشی چہروں والے مجاہد اُٹھیں گے، قوم کے ہونٹوں کا سرور ملت کی پیشانی کا نور واپس دلائیں گے۔
دشمن کے ہونٹوں کی لالہ کاری کو۔

اس کے سینے میں کھولتے زہر آب کی آندھیں کھڑی کریں گے۔
مایوس نہ ہو فتح کا نعرہ مارو کہ۔
ہمارا کوئی مہربان اُٹھے گا۔
برباد بستیوں کو آباد کرے گا۔
فطرت کا پاسبان بن کر۔
اپنی قوت کو مربوط کر کے بغض، عداوت اور شر انگیزی کے طوفانوں کا رُخ دشمن کی طرف کرے گا۔
پھر میرے مہربانو! میرے ساتھیو! میرے عزیزو! ہم واپس لوٹیں گے زویلہ کی ہر دیوار، ہر پرستون پر امن اور محبت کے گیت لکھیں گے۔
مغنی کے اس گیت نے عبدالمومن اور اس کے سارے ساتھیوں کو آبدیدہ کر دیا تھا۔ چونکہ وہ زویلہ کے لئے پٹے مسلمانوں کے قافلے کے بالکل قریب کھڑے تھے، لہٰذا مغنی کی آواز کے جواب میں انہیں قافلے کی عورتوں کی چیخیں، بچوں، بوڑھوں اور جوانوں کے رونے کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔
مغنی جب خاموش ہوا تب عبدالمومن آگے بڑھا، اس موقع پر عبدالمومن کے کاتب ابوالقاسم نے آگے بڑھ کر زویلہ سے آنے والوں کے قریب ہو کر سلطان عبدالمومن کے آنے کی خبر دی، لوگ عجیب سے انداز میں عبدالمومن کی طرف دیکھ رہے تھے۔
عبدالمومن جب قریب گیا تو اس نے دیکھا، اس قافلے میں تباہ حال پیلے چہروں والے بوڑھے بھی تھے، شیر مادر کو ترستے چھوٹے بچے بھی بلک رہے تھے، جوان بیٹیاں چیتھڑوں میں ہوس سر جھکائے بیٹھی تھیں بوڑھی عورتیں ننگے سر خون آلود چہروں کے ساتھ اپنی بے بسی کا اظہار کر رہی تھیں، نوجوان زخمی اور تباہ حالی میں اپنی بربادی کی کہانی کہہ رہے تھے۔
سب لوگوں کا جائزہ لیتا ہوا عبدالمومن مغنی کے پاس جا رُکا، مغنی عبدالمومن کو دیکھتے ہوئے اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا، اس کے ایک ہاتھ میں دف تھی، میلا سا ایک انگوچھا تھا جسے کندھے سے اتار کر دائیں ہاتھ میں پکڑ لیا تھا۔
امیر عبدالمومن اس کے قریب گیا اور اسے مخاطب کیا، میرے عزیز تر کون ہو۔
عبدالمومن کے اس طرح ہمدردی اور شفقت سے پوچھنے پر مغنی کی آنکھیں ڈبڈبا گئی

تھیں، ہونٹ کانپنے لگا تھا، گردن جھکا لی پھر ٹوٹتی پھوٹتی روتی آواز میں کہنے لگا۔

مغنی!

عبدالمومن خود بھی اس کے اس انداز اور کیفیت پر پگھل گیا تھا، دوبارہ اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

تمہارا نام؟

مغنی کی گردن جھکی رہی، اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے کئی قطرے موتیوں کی طرح ٹوٹ کر زمین پر جذب ہو گئے تھے، حلق میں وہ اپنی سسکیوں کو روک رہا تھا، پھر پھٹ پڑا۔

میں زویلہ کا وہ گمنام شخص ہوں جس کا کوئی نسب کوئی نام نہیں رہا۔

عبدالمومن اور اس کے ساتھیوں کی حالت مزید بری ہو گئی تھی، تاہم عبدالمومن نے پھر اسے مخاطب کیا۔

زویلہ کے مسلمانوں کی کیفیت کے متعلق کچھ تفصیل کہو۔

آنسوؤں بھری آنکھوں سے مغنی نے بڑے غور سے عبدالمومن کی طرف دیکھا، پھر ہار دو کی طرح پھٹ پڑا۔

سلطان محترم زویلہ شہر کے اندر میں نے مسلمانوں کے بڑے بڑے باعزت لوگوں کو ذلت اور پستی کے کفن میں پابہ زنجیر قیدیوں کی طرح دیکھا ہے۔ میں نے زویلہ کے جوانوں کو روح اور جسم کے رابطوں سے محروم ذلت پیشہ غلاموں کی صورت میں بھی دیکھا ہے۔

سلطان محترم زویلہ کے اندر میں نے بدحالی اور پستی کے کفن زندگی کے اجالوں میں اندھیرے جیسے بدحالی کے کاروان بھی دیکھے ہیں۔ بوجھ تلے دبی گردنوں والے بوڑھے، زنجیر پڑی کلائیوں والے جوان، خمیدہ گھٹنوں والی دھکے کھاتی بوڑھی مائیں، آہ و بکا کرتی بہنیں، اپنی جانیں، اپنی عزت آبرو، اپنی عصمت بچانے کے لئے مکاری کی کہر تلے بدنصیبی کے سایوں کی طرح بھاگتی پھرتی دیکھی ہیں۔

مغنی خاموش ہو گیا..... اس لئے کہ اس کی آواز ڈوب گئی تھی، ہچکیاں لینے لگا تھا، رو پڑا تھا، آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا تھا۔

مغنی سنبھلا پھر اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم! زویلہ شہر میں میں نے ترانوں کی صدائے بازگشت کی جگہ المناکیاں بھی

سنی ہیں..... آنسوؤں کی جھڑی کے اندر تلخ آہیں دلوں کی پامالی بھی دیکھی ہے، موت کی ہچکیوں میں بربادی کی المناک گھٹن اور اشک آلود آنکھیں بھی میرے دل، میرے جگر کو چیرتی رہی ہیں۔

بچوں کی مسکراہٹیں، ماؤں کا تبسم، خون آلود ہوتے دیکھا ہے۔ نغمہ ہائے عبودیت کی الاپ جیسی پاکیزہ اور مقدس کنواریوں کے دوپٹے سلطان محترم چیتھڑوں کی طرح میں نے ہواؤں کے اندر اڑتے بھی دیکھے ہیں۔

سلطان محترم زویلہ کے انصاف پسند قاضی کو میں نے اپنی آنکھوں سے موت کی خلیج میں اترتے دیکھا ہے، اس کے بعد تھوڑی دیر کے لئے مغنی رکا، پھر آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑا اور کانپتے جسم اور لرزتے ہونٹوں کے ساتھ اس نے عبدالمومن کو مخاطب کیا۔

"سلطان محترم خدا کے لئے اس سے آگے مجھ سے کچھ نہ پوچھیں، ورنہ میرے آنسو میری آنکھوں میں آتش ناک ہو جائیں گے..... میری روح، میرے جسم میں پگھل جائے گی۔"

عبدالمومن نے آگے بڑھ کر مغنی کو اپنے ساتھ لپٹا لیا، مغنی بے چارے نے اپنا سر عبدالمومن کے کندھے پر رکھ دیا پھر بچوں کی طرح سسک سسک کر رونے لگا تھا، ہاتھ میں پکڑی ہوئی دف اس نے غصے میں ایک طرف پھینک دی تھی، اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے زویلہ کی طرف سے آنے والے کیا مسلمان، کیا مرد، کیا عورتیں، کیا بوڑھے، کیا بچے، کیا جوان، کیا بچیاں سب آہ و زاری کرتے ہوئے رونے لگے تھے۔

مغنی کو اپنے ساتھ لپٹانے کے بعد عبدالمومن نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز مطمئن رہو جن لوگوں نے زویلہ کے دست و در کو لہولہو کیا ہے جنہوں نے بہاران وفا، دلاوران قضا کو موت کی گہری نیند سلایا ہے، میں خود خداوند نے چاہا تو انہیں خاک و خون میں نہلاؤں گا۔

ہنستے پھول سے بچوں سے ان کی مسکراہٹیں چھیننے والوں، توریاں دیتی ماؤں پر ظلم کرنے والوں، ابر نیساں سی بیٹیوں کو بے پردہ کرنے والوں، وطن کے پاسبانوں کو ذلت آمیز پستیوں میں دھکیلنے والوں کے خانہ میں خون، بارود، چیر کی آندھیوں اور رگوں میں زہر گھول

دینے والے اذیت و ظلم کے قیامت بدوش طوفانوں کی طرح حرکت میں آئیں گا اور اے مغفی، اے میرے عزیز، اے میری ملت کے غیر خواہو تو دیکھے گا دشمن میرے سامنے اطاعت پیشہ غلاموں کی طرح گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے گا۔ عبدالمومن کی اس گفتگو سے مغفی کو کچھ ڈھارس ہو گئی تھی اور اپنے آپ کو اس نے سنبھال لیا تھا، پھر وہ علیحدہ ہوا، اپنی آنکھیں خشک کرتے ہوئے وہ پیچھے ہٹ گیا تھا، اتنے میں ایک نوجوان لڑکی جس کا لباس پھٹا ہوا تھا، اپنے آنسو پونچھتی ہوئی اپنی عزیزی کو چھپاتی ہوئی عبدالمومن کے قریب آئی، اس کی حالت دیکھتے ہوئے عبدالمومن پگھل کر رہ گیا تھا ہاتھ بڑھاتے ہوئے بچی کو اس نے ساتھ لپٹا لیا تھا، شفقت بھرا ہاتھ اس کے سر پر رکھا اسے مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بچی نے سسکیوں اور ہچکیوں میں سلطان کو مخاطب کیا۔

سلطان محترم دشمن نے ہم پر جو مظالم ڈھائے ہیں، کیا آپ اس سے ان مظالم کی باز پرس کریں گے۔

عبدالمومن نے اپنی آنکھیں خشک کیں۔ اس بچی کا گال تھپتھپایا، پھٹا ہوا دوپٹا جس سے اس نے اپنے سر کو ڈھانپنے کی ناکام کوشش کی تھی وہ اس کے سر پر درست کیا، پھر اسے انتہائی نرمی اور شفقت میں مخاطب کیا۔

میری بیٹی باز پرس کا لفظ بڑا حقیر اور کمتر ہے، دشمن سے باز پرس نہیں کی جائے گی میری بچی تو اور زاویلہ کی طرف سے آنے والے سب لوگ دیکھیں گے کہ ایک یا دو دن تک میں یہاں سے نکلوں گا اور نارمنوں نے جو زاویلہ کے مسلمانوں پر مظالم کیے ہیں اس کا ان سے وہ انتقام لوں گا کہ نا صرف یہ کہ نارمنوں کو آنے والی نسلیں کانوں کو ہاتھ لگائیں گی، بلکہ تاریخ کا مورخ لکھے گا کہ میں نے مسلمانوں کی پکار پر نارمنوں کے سامنے بزدلی کا اظہار نہیں کیا۔ میری بچی میری بیٹی، میں سرکش اونٹ کی طرح ان نارمنوں کو باندھ کر وہ مار ماروں گا جو انہیں کسی قوم سے نہ پڑی ہو گی۔

اس کے بعد عبدالمومن نے بچی کو علیحدہ کیا، پھر بڑے پیار سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

میری بیٹی تم لوگوں نے کب سے کھایا پیا نہیں ہے۔

اس بچی کی گردن جھک گئی، آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، پھر سسکیوں اور ہچکیوں میں

ڈوبی ہوئی اس کی آواز سنائی دی۔

سلطان محترم ہم سب نے گزشتہ دو دن سے کچھ نہیں کھایا ہوا۔ عبدالمومن اس بچی کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ رک گیا، اس لئے کہ شہر کی جانب سے سلطان عبدالمومن کا بیٹا عمر بن عبدالمومن ایک بہت بڑے کارروان کی صورت میں آیا تھا۔

عبدالمومن پیچھے ہٹا، اتنی دیر تک وہ کارروان بھی وہاں پہنچ گیا، سلطان کے حکم پر اونٹ بڑی تیزی کے ساتھ خیمے نصب کئے جانے لگے تھے ساتھ ہی خیموں کے ایک طرف کھانا پکانے کا اہتمام کر دیا گیا تھا، اس کے بعد زاویلہ کے لٹے ہوئے مسلمانوں کے پاس عبدالمومن آیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیزو! اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہو، یہ خیمے تمہارے لئے نصب کر دیئے گئے ہیں، اب تم ان خیموں میں رہو گے، اس وقت تک جب تک میں مستقل طور پر تمہیں زاویلہ میں منتقل نہیں کرتا۔ میرے ساتھی تمہیں خیموں میں منتقل کرتے میں خیموں کے ایک طرف تمہارے کھانے کا بندوبست بھی ہونے لگا ہے جب تک تمہارا قیام یہاں ہے، تمہارے لئے عمدہ کھانے کا اہتمام کیا جائے گا، اب تم سب لوگ اٹھ کھڑے ہو۔

عبدالمومن کے ان الفاظ سے قافلے میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی، سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے، پھر سلطان کے ہمراہی انہیں خیموں کے اندر منتقل کرنے لگے تھے۔

ان سب کو خیموں میں منتقل کرنے کے بعد سلطان نے اپنی موجودگی میں سب کو کھانا کھلایا پھر اپنے ہمراہیوں کو سلطان نے ایک جگہ جمع کیا اور انہیں مخاطب کر کے سلطان کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ایک گھوڑ سوار بڑی تیزی سے اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا قریب آیا اور اپنے گھوڑے سے اترا۔

سلطان اسے مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ آنے والا قاصد بول پڑا۔

سلطان محترم میں ہسپانیہ سے آیا ہوں، شمالی ہسپانیہ کے نصرانی بادشاہ فرواندو نے مسلمان علاقوں پر حملے کرنے شروع کر دیئے ہیں مجھے اندلس کے والی اور آپ کے بیٹے سعید نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے کہ فرواندو کے حملوں کو روکنے کے لئے اس کی طرف کمک روانہ کی جائے۔

سلطان عبدالمومن کے چہرے پر لمحہ بھر کے لئے ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر

اس کے چہرے پر طوفانوں کی شدت اور آنکھوں میں خونی احوال لکھتے، لاکھوں سنہ یسے جوڑ مار گئے تھے ...اس کی حالت سے ایسے لگتا تھا جیسے زندگی کی تہوں سے ازل کے اسرار اور ابد کے رموز کوئی خونی انقلاب برپا کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں۔

کچھ دیر تک سلطان کی ایسی ہی حالت رہی، پھر اپنے سامنے کھڑے لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں جانتا ہوں فرواندہ یہ سب کچھ صقلیہ کے ولیم کے کہنے پر کر رہا ہے، ماضی میں بھی کئی بار فرواندہ نے ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی ہے، ہمارے ساتھ جنگوں کی ابتداء کی، لیکن ہم نے اس کا جو حشر کیا وہ نہ صرف یہ کہ ساری دُنیا جانتی ہے بلکہ تاریخ کے اوراق میں وہ احوال مکلوط ہیں جن میں ہم نے فرولندن کی عبرت خیزی اور ورس آمیزی کا سامان کیا۔

اگر یہ لشکر کا قاتل جذبات کا جلاد، کلیساؤں میں ڈسنے والا سانپ اپنے سینے میں مکر و فریب کا طوفان لئے کسی نہ نظر رقم نظر درگاہوں کے خادم کا روپ دھار کر ہمارے سامنے آتا ہے تو اس کی حالت ماضی سے بھی زیادہ بھیانک ہو گی، اس جیسے خود سر زہریلے سانپ جرم و جہل کے رسیا کذب و عصیان کے خوگر ہم نے بہت دیکھ رکھے ہیں۔

میرے عزیزو! اس فرواندہ نے اب تک ہماری صرف سے صرف اُجالوں کے زمزمے، قہقہوں کے چراغ دیکھے ہیں، انسانیت کی دھوپ، خاربدکاں جذبے نہیں دیکھے، ماضی میں جب ہم نے ایک سے زیادہ جنگوں میں اسے شکست دی اور اسے اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا تب یہ ظالم ہمارے سامنے ہونٹوں پر تسبیح، دل میں ابلیسوں کا کردار لئے ہم سے معافی مانگتا رہا اور ہم رحم دلی سے کام لیتے ہوئے اس کو معاف کرتے رہے، اب اگر جہل کی یہ اولاد ابولہب کا یہ فرزند پھر ہمارے خلاف خار و خس اور اوندے ہوئے ذروں کو نمرودی کی شال بنتے بگولے بنا کر لانا چاہتا ہے تو پھر اس کی حالت میرے خدا نے چاہا تو ماضی سے بھی زیادہ بھیانک اور بدتر ہو گی، اس نے اندلس میں رہتے ہوئے صرف میٹھی مے کی ٹرینیں چکھی ہیں، جب ہم اسے زیست کا تلخ سرکہ پلائیں گے تو اس کے دل کے مدوجزر میں فراق، ہجر اور انحطاط و زوال کے خونی جھکڑ اُٹھ کھڑے ہوں گے۔

کاش ہمارے خلاف جنگ کی طرح ڈالنے سے پہلے فرواندہ یہ سوچتا کہ ہم اس قوم کے

فرزند ہیں جو جبر و ظلم کی چٹانیں پگھلانے والے آگ کے تیز و تند طوفانوں کی طرح اپنے دشمن کے سامنے آتے ہیں کاش فرواندہ جانتا کہ اس کے حملوں کے جواب میں مسلم قوم کے فرزند کوہستانوں کی دراڑوں سے نکلنے والے آتش فشانی لاوے کی طرح حرکت میں آئیں گے... گھڑے کی پکی مٹی کی طرح اسے ریزہ ریزہ کریں گے، روتی آوازوں، سسکیاں لیتی اندھی صداؤں کی طرح اسے ریزہ ریزہ کرتے چلے جائیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان عبدالمومن رکا، کچھ سوچا، پھر اپنے سپہ سالار ابو یحییٰ بن عبدالعزیز کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

ابن عبدالعزیز جس قدر لشکر اس وقت ہمارے پاس مراکش میں ہے اس کے چار حصے کرو، ایک حصہ اپنے امیر البحر موسیٰ بن سعید کے حوالے کرو، پھر سلطان نے اپنے امیر البحر موسیٰ بن سعید کی طرف دیکھا۔

ابن سعید میرے عزیز جو لشکر تیرے حوالے کیا جائے گا، اس لشکر کو تم اپنے بحری بیڑے میں لے کر اندلس کا رُخ کرو، والی اندلس اور میرے بیٹے ابو سعید سے ملو، اسے کہو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے فرواندہ نے اگر ہمارے خلاف ولیم کے کہنے پر یلغار شروع کر دی ہے تو ہمارا اللہ جو ہمارا سب سے بڑا پشت بان ہے، وہ ہمیں اس فرواندہ ہی نہیں ولیم جیسے فرنگس کے مقابلے میں بھی کامران اور فوز مند رکھے گا۔

اپنے بحری بیڑے کے ساتھ اندلس کا رُخ کرو اور میرے بیٹے سعید کے ساتھ مل کر فرواندہ کے حملوں کو روک دو، مجھے امید ہے کہ تم اور ابو سعید دونوں مل کے فرواندہ کے گندے جوہڑ جیسے دل میں جو ابال آیا ہے اسے ٹھنڈا کر دو گے۔

اپنے امیر البحر موسیٰ بن سعید سے ہٹ کر سلطان پھر اپنے سپہ سالار ابو یحییٰ بن عبدالعزیز کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کیا۔

لشکر کے جو باقی تین حصے بچتے ہیں ان میں سے ایک حصہ یہاں مراکش میں حفاظت کی خاطر رہے گا، باقی دو حصے لے کر یحییٰ بن عبدالعزیز میں اور تم تارمنوں کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔

میری غیر موجودگی میں میرا بیٹا عمر بن عبدالمومن حکومت کے سارے کاروبار کی نگرانی کرے گا، اس معاملے میں قاضی عبداللہ بن عبدالرحمان بھی اس کی معاونت کریں

گے، میرا کاتب ابوالقاسم اور دوسرے بیٹے اس جنگ میں ہمارے شریک کار رہیں گے۔

یحییٰ بن عبدالعزیز اپنے لشکر کے ساتھ ہیں اور تم سب سے پہلے نارمنوں کے شہر بجایا کا رخ کرو گے۔ اس کے بعد ہمارا دوسرا ہدف بونا شہر اس کے بعد زویلہ میں جس قدر نارمن ہیں مجھے اُمید ہے ہم ان کا قتل عام کریں گے۔

عبدالمومن تھوڑی دیر کے لئے رُکا، پھر اپنے بیٹے عمر بن عبدالمومن کی طرف دیکھا۔

عمر میرے بیٹے جو قاصد نارمنوں کے علاقوں کی طرف سے آئے تھے انہیں میرے پاس لاؤ۔

عمر بن عبدالمومن چلا گیا تھوڑی دیر بعد وہ ان دونوں قاصدوں کو اپنے ساتھ لے کر آیا، دونوں قاصد سلطان عبدالمومن کے سامنے آن کھڑے ہوئے، کچھ دیر تک سلطان انہیں بڑی شفقت سے دیکھتا رہا، پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیزو! تم ابھی اور اسی وقت سفاقس کا رخ کرو، عمر بن حسین سے ملو، میری طرف سے اسے کہنا۔

"میری ملت کے مہربان فرزند! دشمن بھٹکے سرکش شیطانوں اور بصیرت سے بعید حیوانوں کی طرح ہمارے خلاف حرکت میں آچکا ہے تو فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ خدا کی قسم اگر یہ دشمن سمندر کی گہرائی اور آسمانوں کی رفعتوں تک بھی ہمارے لئے مصیبت کی گرد کھڑی کرے تو ہم انقلاب سے بھی بالاتر بیداری کا پیغام رکھنے والے ملت اور ملّت کے عظیم خادموں کی طرح حرکت میں آئیں گے اور وفا کے دستور کھڑے کرتی افق کی لالی اور ہیبت ناک سناٹوں کی قسموں کو زنجیر کرتی آفق تک کی وحشیاں اُڑاتی برہنہ شمشیروں کی طرح حرکت میں آئیں گے۔

میرے خداوند نے چاہا تو ہم سے دشمنی رکھنے والے دوران بھی دیکھیں گے جب ان کے جوان جذبوں کو ہم بوڑھی سوچوں میں تبدیل کر دیں گے۔

عمر بن حسین سے کہنا کہ اے فرزند عظیم اگر دشمن نے ہمارے خلاف عداوت کی آگ بھڑکا دی ہے تو یہ آگ اب صحرا صحرا دریا، دریا کوہ کوہ اور دمن دمن پھیلتی صدیوں کی طرح بکھرے گی، اسی آگ کے اندر میرے خداوند نے چاہا تو دشمن بننے لئے ہم تاریخ کے ورق ورق پر حقیر لفظوں کی داستانیں رقم کریں گے اور دشمن پر ایسی ضرب لگائیں گے کہ ان کی

سرزمینوں میں معطر محلوں میں انتظار کرتی ان کی شہزادیاں بین کریں گی، بیاہتا عورتیں اپنے گھر والوں کے مرنے پر اپنے گھروں سے فاحشہ عورتوں کی طرح نکل کر رسوائیوں کی گلیوں میں چیختی چلاتی پھریں گی، راہب اپنے راہب خانوں میں گور ستان کے متلاشیوں کی طرح موت کی خواہش کریں گے، سکون کو تلاش کرتے جوان نعشوں کی جستجو کرتی لڑکیاں غلامانہ زنجیروں کی کڑیوں کا شکار ہو جائیں گی۔

تم وقت ضائع کئے بغیر عمر بن حسین کی طرف روانہ ہو جاؤ، اسے کہنا کہ جس قدر لشکر اسے میسر ہو اسے لے کر بجایا کا رخ کرے، اس سے پہلے ہم بجایا پہنچ چکے ہوں گے، اس کے آنے کے بعد ہم نارمنوں کے خلاف جنگ کی ابتدا کریں گے عمر بن حسین نارمنوں کے خلاف جنگ کا تجربہ رکھتا ہے، ہم اس کے تجربے سے ہی مستفید ہوں گے۔ اب تم یہاں سے کوچ کر جاؤ۔

اس کے ساتھ ہی وہ دونوں قاصد پیچھے ہٹے، اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور وہاں سے چل دیئے۔

سلطان تھوڑی دیر تک اپنی جگہ پر خاموش کھڑا رہا، پھر وہ چپ چاپ شہر کی طرف ہو لیا، اس کے ساتھی اس کے پیچھے پیچھے تھے تیسرے روز سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ اپنے سپہ سالار اعلیٰ یحییٰ بن عبدالعزیز کو ساتھ لے کر بجایا کا رخ کیا تھا، جبکہ امیر البحر موسیٰ بن سعید ایک لشکر کے ساتھ اپنے بحری بیڑے کو لے کر ہسپانیہ کا رخ کر گیا۔

شرینہ اور شالیب دونوں بہن بھائی اپنے کمرے میں بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا ان کا باپ بیرونی دروازے سے حویلی میں داخل ہوا تھا، اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ وہ کچھ سنجیدہ تھا، اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے شرینہ اور شالیب دونوں چونکے تھے اور ایک دوسرے کی طرف ذومعنی انداز میں دیکھا تھا۔

جونہی عبدیس بن کسینہ اس کمرے میں داخل ہوا جس میں اس کی بیوی لیبانہ بیٹھی ہوئی تھی، شرینہ اور شالیب دونوں بڑی تیزی سے اٹھے تقریباً بھاگتے ہوئے اس کمرے کی طرف آئے اور دروازے کے باہر کھڑے ہو گئے تھے۔ شاید وہ اپنے ماں باپ کی گفتگو سننا چاہتے تھے۔

گردن جھکائے عبدیس بن کسینہ جب اس کمرے میں داخل ہوا تو اس کی بیوی لیبانہ نے بڑی فکرمندی سے اس کی طرف دیکھا، پھر اس نے پوچھا۔

کیا بات ہے، تم کچھ متفکر اور پریشان سے لگتے ہو۔

عبدیس بن کسینہ آگے بڑھ کر اپنی بیوی کے پہلو میں بیٹھ گیا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

بچے کہاں ہیں؟

لیبانہ نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا بچے اپنے کمرے میں ہیں، تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا عبدیس بن کسینہ نے کچھ سوچ کر کہنے لگا۔ معاملہ کچھ سنگین ہے جس نے مجھے پریشان اور فکرمند سا کر دیا ہے، دراصل تھوڑی

دیر پہلے مراکش کے سلطان عبدالمومن کا ایک لمبا چوڑا پیغام عمر بن حسین کو سنایا ہے، ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ سلطان عبدالمومن ایک لشکر کے ساتھ تارمنوں کے شہر بجایہ کی طرف کوچ کر گیا ہے۔ عمر بن حسین کو بھی اس نے کہا ہے کہ وہ ایک لشکر لے کر بجایہ میں اس سے آن ملے، اس طرح میرے خیال میں عبدالمومن اور عمر بن حسین دونوں مل کر تارمنوں کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔

آنے والے قاصدوں نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ صقلیہ کے حکمران ولیم کے کہنے پر ہسپانیہ میں ہسپانیہ کے حکمران فرواندو نے مسلمانوں کے علاقوں پر حملے شروع کر دیئے ہیں۔ ایسا کر کے ولیم چاہتا تھا کہ عبدالمومن کی توجہ وہ ہسپانیہ کی طرف کر دے اور اس طرح عبدالمومن افریقی مسلمانوں کی کوئی مدد نہ کرے، لیکن لگتا ہے حالات اس کے الٹ نمودار ہو رہے ہیں۔

آنے والے قاصدوں نے انکشاف کیا ہے کہ عبدالمومن نے اپنے امیرالبحر کو ایک لشکر دے کر ہسپانیہ کی طرف روانہ کیا ہے، تاکہ وہ ہسپانیہ کے والی اور اس کے بیٹے سعید کی مدد کرے، ایک لشکر اس نے مراکش میں وہاں کی حفاظت کے لئے چھوڑا ہے اور ایک لشکر لے کر وہ اپنے سپہ سالار اعلیٰ یحییٰ بن عبدالعزیز کے ساتھ بجایہ کا رخ کر رہا ہے امیر عمر بن حسین بھی اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کرے گا اور بجایہ میں سلطان عبدالمومن سے جا ملے گا۔

عبدیس بن کسینہ تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر اپنی بیوی لیبانہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

لیبانہ یہ ایک بری خبر ہے، میں جانتا ہوں ولیم کے یہ خیالات تھے کہ جب اس کے کہنے پر شمالی ہسپانیہ کا نصرانی حکمران فرواندو مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو گا تو عبدالمومن اپنی ساری توجہ ہسپانیہ کے حالات پر کر دے گا اور افریقہ میں مسلمانوں کی حالت زار کی طرف رجوع نہیں کرے گا، لیکن ایسا نہیں ہوا، لگتا ہے، عبدالمومن دونوں سمتوں کو سنبھالنے کا عہد کر چکا ہے۔ تاہم میں نے اپنے صنہاجی مخبروں کے ذریعے اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کر دیا ہے۔

میں نے گون سالو کو یہ پیغام بھجوا دیا ہے کہ عمر بن حسین یہاں سے کوچ کرنے والا

ہے، اس کی غیر موجودگی میں اس بار سفاقس پر حملہ آور نہ ہوا جائے، بلکہ ایک لشکر کوہستانِ متمانہ کی طرف روانہ کیا جائے، وہاں عمر بن حسین کا ایک بہت بڑا تربیتی مستقر ہے۔ وہیں سے مجاہد تربیت حاصل کر کے ہفتہ وار سفاقس میں عمر بن حسین کے پاس آتے رہتے ہیں، اگر نارمن حملہ آور ہو کر کوہستانِ متمانہ کی وادیوں میں عمر بن حسین کی تربیت گاہ کو تباہ و برباد کر دیں تو کہیں سے بھی عمر بن حسین کو کمک نہیں ملے گی، اس طرح آہستہ آہستہ عمر بن حسین کے لشکر کی تعداد جب کم ہونا شروع ہو جائے گی تو نارمنوں کے سامنے ایک روز اسے ہتھیار ڈالنے پڑیں گے۔

بہر حال میں نے اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کر دیا ہے۔ اب آگے نارمنوں کی مرضی کوہستانِ متمانہ میں امیر عمر بن حسین کی تربیت گاہ پر حملہ نہ ہوں ویسے میرا خیال ہے وہ ایسا ضرور کر گزریں گے اس لئے کہ میں نے جو صنہاجی قاصد گون سالوذ کی طرف بھجوایا ہے اس پر یہ بھی انکشاف کر دیا ہے کہ افریقہ کا سابق حکمران حسن بن علی بھی وہیں کوہستانِ متمانہ کی تربیت گاہ ہی میں پناہ لئے ہوئے ہے۔

گون سالوذ کو میں نے یہ بھی پیغام بھجوایا ہے کہ اگر وہ اس تربیت گاہ پر حملہ آور ہو کر محمد بن فرج الکومی کی کمانڈ ری میں تربیت حاصل کرنے والے مجاہدوں کا خاتمہ کرنے کے ساتھ ساتھ محمد بن فرج الکومی اور حسن بن علی کا خاتمہ بھی کر دے تو یہ امیر عمر بن حسین پر ایک ایسی ضرب ہوگی جس کی وہ کبھی بھی تلافی نہ کر سکے گا۔

بہر حال میں نے اپنا فرض ادا کرتے ہوئے یہ پیغام گون سالوذ کی طرف بھجوا دیا ہے، جو صنہاجی میرا پیغام لے کر گئے ہیں ان میں سے کچھ گون سالوذ سے مل کر آئے ہیں۔

گون سالوذ ہی نہیں افریقہ میں راجر اور ولیم کے پاس بھی یہ خبر پہنچ چکی ہے کہ عبدالمومن ان کے خلاف حرکت میں آ چکا ہے، لہٰذا راجر اور ولیم نے یہ قدم اٹھایا ہے کہ انہوں نے اپنا ایک انتہائی خونخوار جرنیل جس کا نام مایو ہے وہ بھی افریقہ کی طرف روانہ کر دیا ہے، اب افریقہ میں مسلمانوں کے خلاف چار جرنیل لڑیں گے، ایک صقلیہ کا سپہ سالار اعلیٰ، نیالوش دوسرا مایو تیسرا گون سالوذ اور چوتھا مارنیوس۔

کچھ دیر خاموشی رہی، پھر لیبانہ نے عبدلیس بن کسیمہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرا دل کہتا ہے کہ نارمنوں کو کوہستانِ متمانہ میں امیر عمر بن حسین کی تربیت گاہ پر حملہ آور ہونے کے ساتھ ساتھ ایک لشکر کو سفاقس پر حملہ آور ہونے کے لئے بھیجنا چاہئے، جب عمر بن حسین اپنے لشکر کو لے کر یہاں سے نکلے گا تو ظاہری بات ہے محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح بھی اس کے ساتھ ہوں گے۔ حسب سابق لولو بن نصر سفاقس کی حفاظت کے لئے یہاں رہے گا۔ اگر نارمن صرف کوہستانِ متمانہ کی تربیت گاہ کا رخ کرتے ہیں تو لولو بن نصر شہر سے نکل کر ان کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہوگا، جبکہ سامنے کی طرف سے محمد بن فرج الکومی ان کی راہ روکنے کی کوشش کرے گا۔

پچھلی بار بھی ایسا ہوا تھا، نارمنوں نے جب سفاقس پر حملہ کیا تھا تو محمد بن فرج الکومی فوراً شہر کی حفاظت کے لئے یہاں پہنچ گیا تھا، اس لئے گون سالوذ مایو اور نیالوش اگر عقلمندی سے کام لیں تو دو لشکر ان علاقوں کی طرف روانہ کریں۔ ایک کو کوہستانِ متمانہ کی تربیت گاہ پر حملہ آور ہو، دوسرا سفاقس پر حملہ کر دے، اس طرح میرا اندازہ ہے کہ نارمنوں کی کامیابی یقینی ہو جائے گی۔

لیبانہ جب تک بولتی رہی عبدلیس بن کسیمہ بڑے توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا۔ جب وہ خاموش ہوئی تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

لیبانہ لگتا ہے یہاں رہتے ہوئے تمہاری عقل پہلے سے زیادہ کام کرنے لگ گئی ہے۔

میرا دل کہتا ہے کہ میں نے گون سالوذ کی طرف مکمل پیغام نہیں بھجوایا، مجھے یہی پیغام دینا چاہئے تھا جس کا اظہار تم نے بھی کیا ہے، بہر حال دیکھیں نارمن کس ردعمل کا اظہار کرتے ہیں۔ گون سالوذ کو خود بھی سوچنا چاہئے کہ میں کہاں کہاں اور کتنے محاذ مسلمانوں کے لئے کھولوں گا کہ اس کی کامیابی اور کامرانی یقینی ہو جائے۔

عبدلیس بن کسیمہ جب خاموش ہوا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے لیبانہ بول پڑی۔

کیا تمہاری وہاں موجود گی میں عمر بن حسین کوچ کر گئے ہیں۔

اس پر عبدلیس کہنے لگا نہیں، عمر بن حسین محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح تینوں ہی یہاں سے کوچ کریں گے۔ حسب سابق لولو بن نصر کو شہر کی حفاظت کے لئے چھوڑا جا رہا ہے، دراصل امیر عمر بن حسین کا گھوڑا کچھ مجاہد نعل بندی کے لئے لے گئے ہیں، جونہی گھوڑے کو نعلیں لگ کر آتی ہیں امیر عمر بن حسین لشکر کے ایک حصے کے ساتھ یہاں سے

کوچ کر جائے گا۔

کمرے کے دروازے سے باہر کھڑے شرینہ اور شالیب دونوں بہن بھائی یہ ساری گفتگو بڑے غور اور فکرمندی سے سن رہے تھے، ان کے باپ عبدلیس بن کسیلہ اور ماں لیبانہ نے جب یہ گفتگو ختم کی تب دونوں بہن بھائی ذومعنی انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے واپس ہٹ گئے تھے۔

☆

دوسری جانب امیر عمر بن حسین محمد بن رشید یحییٰ بن مطروح، لولو بن نصر، امیر عمر بن حسین کے دیوان خانے میں بیٹھے ہوئے تھے ان کے ساتھ قیتان بن اسماعیل اور صفورہ بھی تھے خیران بھی بیٹھی ہوئی تھی۔

فلورہ، مریطہ اور نابیل تینوں مطبخ میں عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کے لئے زادِ راہ تیار کرنے میں مصروف تھیں، اتنے میں حویلی سے باہر کسی نے آواز لگائی۔

امیر محترم آپ کا گھوڑا آگیا ہے عمر بن حسین اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا۔

یہ آواز مطبخ میں کام کرتی فلورہ، مریطہ اور نابیل نے بھی سن لی تھی... وہ بھی بھاگتی ہوئی دیوان خانے میں داخل ہوئیں، پھر یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کی طرف دیکھتے ہوئے فلورہ کہنے لگی۔

میرے دونوں عزیز بھائیو! تم دونوں کے گھوڑوں کو نابیل اور مریطہ نے تیار کر دیا ہے۔ گھوڑوں کی زین کے ساتھ زادِ راہ بھی باندھ دیا گیا ہے امیر کازادلو میرے پاس ہے، ان کا گھوڑا آگیا ہے، میں ضروریات کی چیزیں ان کے گھوڑے کے ساتھ باندھتی ہوں۔

یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید اپنی جگہ پر اٹھے اور اصطبل کی طرف ہو لئے، مریطہ نابیل بھی ان کے ساتھ چل دی تھیں دیوان خانے سے نکل کر عمر بن حسین باہر آیا، فلورہ اس کے پیچھے پیچھے تھی، اس کے ایک ہاتھ میں پانی سے بھرا مشکیزہ تھا، دوسرے میں خاصی بڑی گٹھڑی تھی۔

حویلی سے باہر عمر بن حسین کا گھوڑا کھڑا تھا عمر بن حسین اور فلورہ آگے پیچھے باہر نکلے، ان کے پیچھے پیچھے لولو بن نصر، صفورہ، خیران اور قیتان بن اسماعیل بھی تھے۔

فلورہ نے آگے بڑھ کر زین کے ایک طرف پانی کا مشکیزہ باندھ دیا دوسری طرف

گٹھڑی باندھ دی جس میں عمر بن حسین کا زادِ راہ تھا۔

اچانک عمر بن حسین چونک پڑا، اس لئے کہ اس کے گھوڑے کے لمبے لمبے بالوں کے ساتھ ایک کپڑا بندھا ہوا تھا جسے باندھنے والے نے کافی حد تک بالوں کے اندر چھپا دیا تھا۔

تاہم اس کا ایک حصہ دکھائی دے رہا تھا، جسے عمر بن حسین نے دیکھ لیا تھا۔ عمر بن حسین آگے بڑھا، گھوڑے کی گردن تھپتھپائی، بالوں کے ساتھ بندھا ہوا کپڑا اس نے کھولا۔

کپڑے کی دو گانٹھیں تھیں، دونوں عمر بن حسین نے کھولیں، اندر تہہ کیا ہوا ایک کاغذ تھا۔

فلورہ، لولو بن نصر، صفورہ اور قیتان بن اسماعیل بھی تشویش ناک سے انداز میں عمر بن حسین کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

عمر بن حسین نے کاغذ کو کھولا، پھر وہ کاغذ کی تحریر کو پڑھ رہا تھا، لکھا تھا۔

امیر محترم چاروں طرف پیچھے ان صحراؤں کے اندر آپ کے اردگرد ایسے لوگ بھی ہیں جو سحر کے قرب کی طرح آپ کے ساتھ پرخلوص ہیں، ایسے لوگ بھی ہیں جو اندھیروں کے بے کراں سلسلوں میں اُمیدوں کی بالکونی میں کھڑے ہو کر اپنے نفس نفس پر آپ کی اطاعت کا ثبات رکھنے کے لئے تیار ہیں، اپنے خیالات کا بچپن، اپنی عقیدتوں کی جوانی تک آپ کے لئے قربان کرنے کے لئے مستعد اور رضامند ہیں ... امیر محترم یہ بات واضح اور عیاں ہے کہ آپ کے اردگرد وقت کی پکار پر آپ کے لئے لبیک کہہ کر اُٹھنے والے کریہہ بہت زیادہ ہیں۔

لیکن یہ بھی یاد رکھئے اس شہر کے اندر ایسے لوگ بھی ہیں جو انسانیت کی عریانی کے اندر فرد کی موت اور جہل سامانی کے درپے ہیں شہرت کا تکبر رکھتے ہیں، پنجرہ بن کے سکتے خوابوں کی طرح آپ کی مخالفت اور آپ کے خلاف عناد رکھتے ہیں۔

امیر محترم ان سرزمینوں کے اندر آپ چمکتے نور کی کرچیاں بکھیرتے، ایک انمول ستارے کی مانند ہیں... خدا ان لوگوں کو زندہ سلامت اور محفوظ رکھے جو آپ کے اردگرد ہیں اور آپ کے لئے حصارِ عافیت، شبنم کے قطروں، دھان کی بالیوں اور مدرز ٹیس کی دستار کی طرح بے ضرر اور مخلص ہیں پر امیر محترم اس شہر کے ان لوگوں سے چوکنا اور محتاط

رہے گا، جو جو گرسنہ ضمیر اور زہر آلود آنکھیں رکھتے ہیں اور گھنی ڈھنڈ کی طرح من کاروانوں کو ان سرزمینوں کے اندر بے جہت بے مہار گھومنا چاہتے ہیں۔

امیر محترم آپ بجایہ کی طرف کوچ کر رہے ہیں۔ خداوند قدوس سے میری دعا ہے کہ آپ جس مہم پر نکل رہے ہیں اس میں میرا اللہ، میرا رب، آپ کو کامیاب اور کامران رکھے۔ پر جانے سے پہلے ایک اہتمام کیجئے گا، آپ کی غیر موجودگی میں یہاں جو آپ کی مخالف قوت ہے انہوں نے تارمنوں کو اطلاع کر دی ہے کہ آپ اپنے لشکر کے ساتھ سفاقس سے نکل کر بجایہ میں سلطان عبدالمومن سے جا ملیں گے، آپ کی غیر موجودگی میں امیر محترم تارمن کچھ غداروں کے کہنے پر کوہستان اطلس میں آپ کی تربیت گاہ پر حملہ آور ہو کر آپ لوگوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے اللہ آپ کا حامی اور ناصر ہو۔

خط کے نیچے لکھا تھا سفاقس میں عاجزی کی زندگی بسر کرنے والا آپ کا ایک ادنیٰ عقیدت مند۔

خط پڑھنے کے بعد عمر بن حسین نے خط اپنے قریب ہی کھڑے لولو بن نصر کو تھما دیا۔ اتنی دیر تک حویلی کے اندر سے محمد بن رشید یحییٰ بن مطروح بھی باہر نکل کر لولو بن نصر کے پاس آن کھڑے ہوئے۔ مریطہ اور تابیل نے ان دونوں کے گھوڑوں کی باگیں پکڑ رکھی تھیں۔ لولو بن نصر کے علاوہ یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید جب خط پڑھ چکے تب فلورہ آہستہ آہستہ عمر بن حسین کے قریب آئی اور بڑے پیار اور بڑی محبت سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

امیر یہ خط جو آپ نے پڑھا اس کے بعد میرے بھائی محمد بن رشید یحییٰ بن مطروح اور لولو بن نصر نے پڑھا اس میں کیا ہے۔

بڑی رازداری کے ساتھ عمر بن حسین نے خط کا مضمون فلورہ، مریطہ، تابیل، پنی من اور تانا کو سمجھایا..... اس موقع پر محمد بن رشید بے پناہ غصے اور غضب ناکی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

اس کا مطلب ہے اس شہر میں ہمارے دشمن بھی رہتے ہیں، امیر ایسے لوگوں کو اس شہر میں رہنے کا کوئی حق نہیں اور ہمیں ان کے خلاف حرکت میں آنا چاہئے۔

عمر بن حسین کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے اس نے

محمد بن رشید کا شانہ تھپتھپایا، پھر کہنے لگا۔

ابن رشید میرے بھائی تمہارا غصہ درست ہے، پر ہم ابھی تک یہ اندازہ نہیں لگا سکے کہ کون لوگ ہمارے خلاف حرکت میں آئے ہوئے ہیں۔

بہرحال جس نے یہ خط لکھا ہے میں اس کا ممنون اور شکر گزار ہوں۔ یہ اس کا دوسرا خط ہے، پہلے خط میں جو اس نے ہمیں تنبیہ کی تھی وہ بالکل صحیح نکلی تھی، اس کے خط کے مطابق تارمن سفاقس پر حملہ آور ہوئے تھے۔

اس بار بھی میرا دل کہتا ہے جس نے یہ خط لکھا ہے اس نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی ہمیں اطلاع دی ہے..... بہرحال ہم محتاط رہیں گے، تارمنوں کو کوئی ایسا موقع نہیں دیں گے کہ وہ سفاقس یا کوہستان اطلس میں ہماری تربیت گاہ کو نقصان پہنچا سکیں۔

اس کے بعد ہاتھ کے اشارے سے محمد بن رشید، یحییٰ بن مطروح اور لولو بن نصر کو عمر بن حسین نے اپنے قریب بلایا، خود اس نے اپنے گھوڑے کی گردن پر ہاتھ رکھا، کچھ تھپتھپائی پھر کچھ دیر تک بڑی رازداری کے ساتھ وہ ان تینوں کے ساتھ صلاح مشورہ کرتا رہا، اس کے بعد اپنی ماں کی طرف دیکھا۔

مادر محترم ہم اب رخصت ہوتے ہیں، بس ہمیں آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

صفورہ نے آگے بڑھ کر باری باری عمر بن حسین، محمد بن رشید، یحییٰ بن مطروح کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا، پھر اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے ہوئے وہ ایک طرف چل دیئے، لولو بن نصر ان کے ساتھ تھا۔

عشاء کی نماز کے بعد عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید اپنے لشکر کو لے کر روانہ ہوئے تھے..... سفاقس شہر سے چند میل دور تک بڑی تیزی کے ساتھ وہ اکٹھے سفر کرتے رہے، پھر رات کی گہری تاریکی میں اچانک لشکر کا ایک حصہ لے کر محمد بن رشید تنہا ہو گیا تھا، جبکہ عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح تارمنوں کے شہر بجایہ کا رخ کر رہے تھے۔

✪✪✪

مہدیہ کی بندرگاہ میں نارمنوں کا جو قصر اقتدار تھا، اس میں ایک روز نارمنوں کا سپہ سالار اعلیٰ نیاغوش صقلیہ سے آنے والا خونخوار جرنیل مایو گون سالوا، رئیس اور کچھ دوسرے چھوٹے بڑے سالار بیٹھے ہوئے تھے، سب سے نمایاں جگہ پر مایو تھا اس لئے کہ موجودہ سپہ سالار نیاغوش سے پہلے مایو ہی سارے صقلیہ کے لشکروں کا سالار اعلیٰ ہوا کرتا تھا۔

کچھ دیر سب کسی موضوع پر سوچتے رہے، پھر مایو نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

عزیزو! جو لائحہ عمل میں اور نیاغوش نے مل کر تیار کیا ہے اس سے میں آپ لوگوں کو آگاہ کرتا ہوں، اس کے بعد اسی کے مطابق حرکت میں آیا جائے گا۔

سقاقس سے عبیدیین سمیت نے جو اطلاع ہمیں فراہم کی ہے وہ ہمارے لئے بڑی سود مند ہے، لشکر کا ایک حصہ رئیس کی کمانڈری میں دیا جائے گا رئیس آج رات تاریکی پھیلنے کے بعد اس لشکر کو لے کر کوچ کرے گا اور عمر بن حسین کی تربیت گاہ جو کوہستان متمتہ میں ہے تباہ و برباد کرنے کی کوشش کرے گا۔

باقی لشکر کو لے کر میں نیاغوش اور گون سالوا اپنے شہر بجایہ کا رخ کریں گے، اس لئے کہ جو اطلاعات ہمیں فراہم کی گئی ہیں ان کے مطابق مسلمانوں کا سلطان عبدالمومن اپنے لشکر کے ساتھ مراکش سے بجایہ کی طرف کوچ کر چکا ہے بجایہ پر اس کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہمیں بجایہ پہنچ جانا چاہئے۔

مایو تھوڑی دیر کے لئے رکا، پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ایسے احتیاط کے طور پر ہم نے تیز رفتار قاصد بجایہ شہر کی طرف روانہ کر دیئے ہیں۔ بجایہ میں جو اس وقت ہمارا حفاظتی لشکر ہے اس کے کمانڈر کو اطلاع کر دی گئی ہے کہ مسلمانوں کا سلطان عبدالمومن بجایہ پر حملہ آور ہونے کے لئے مراکش سے کوچ کر چکا ہے۔ اسے یہ بھی اطلاع کر دی ہے کہ عمر بن حسین بھی اپنے لشکر کے ساتھ بجایہ میں عبدالمومن سے آن ملے گا۔

میرے عزیزو! جہاں رئیس آنے والی شب کو کوہستان متمتہ کا رخ کرے گا وہیں میں، نیاغوش اور گون سالوا بھی باقی لشکر کو لے کر بجایہ کا رخ کریں گے۔ مہدیہ شہر کی حفاظت کے لئے ایک خاصا بڑا لشکر رکھا گیا ہے اور کچھ سالار بھی یہاں متعین کئے گئے ہیں، بجایہ پہنچ کر ہمیں یہ کوشش کرنی ہے کہ شہر کی فصیل کے ایسے حصے میں اپنے لشکر کا پڑاؤ کریں، جہاں ہماری پشت پر شہر پناہ کا محفوظ کوئی دروازہ ہو۔

ساتھ ہی ہمیں یہ بھی کوشش کرنی ہے کہ مسلمانوں کا سلطان عبدالمومن ہمارے سامنے کچھ اس طرح آ کے پڑاؤ کرے کہ اس کے پیچھے بھی ہمارے شہر کا کوئی دروازہ ہو اس لئے کہ ناگہانی صورت حال میں شہر کے اندر جو ہمارا لشکر ہوگا اس دروازے سے نکل کر عبدالمومن کی پشت کی طرف سے اس پر حملہ آور ہو سکے گا، اس طرح ہم بہت جلد عبدالمومن کے خلاف اپنی فتح مندی کو یقینی بنانے میں کامیاب ہوں گے۔

اب سب لوگ اٹھو مستقر کا رخ کریں اور لشکریوں کے کوچ کا سامان کریں، مایو کا یہ حکم سنتے ہی سب اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے پھر وہ مستقر کی طرف جا رہے تھے۔

☆

آنے والی شب کو لشکر کا ایک حصہ لے کر مارنیوس کوہستان متمتہ کا رخ کر رہا تھا، جبکہ مایو نیاغوش اور گون سالوا ایک بہت بڑا لشکر لے کر مہدیہ سے اپنے دوسرے بڑے شہر بجایہ کی طرف جا رہے تھے۔

مایو نیاغوش اور گون سالوا نے بڑی کوشش کی کہ وہ عبدالمومن سے پہلے بجایہ پہنچ جائیں، لیکن اس میں وہ ناکام رہے، اس لئے کہ سلطان عبدالمومن نے اپنے لشکر کے ساتھ بڑی برق رفتاری کے ساتھ سفر کیا تھا اور ان سے پہلے وہ بجایہ شہر میں پہنچ گیا تھا بجایہ شہر کے میدانوں میں اس نے اپنے لشکر کا پڑاؤ کر لیا تھا۔

مایونیا لوش اور کون ساد جب وہاں پہنچے تو انہوں نے دیکھا عبدالمومن نے بڑی محفوظ جگہ پڑاؤ کیا تھا۔۔۔ وہ شہر کے قریب نہیں ہوا تھا، اس نے ایسی جگہ پڑاؤ کیا تھا جہاں اس کی پشت بالکل محفوظ تھی، لاچار مایو نے بھی سلطان عبدالمومن کے سامنے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا، اس طرح دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کر گئے تھے۔

جس روز سلطان عبدالمومن اپنے لشکر کے ساتھ بجایہ پہنچا، اسی روز شام سے تھوڑی دیر پہلے سلطان عبدالمومن کا ایک طلایہ گر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عمر بن حسین کے آنے کی اطلاع دی۔

عبدالمومن اپنے سپہ سالار اعلیٰ یحییٰ بن عبدالعزیز کاتب ابوالقاسم دیگر سالاروں اور اپنے بیٹوں کے ساتھ اپنے پڑاؤ سے باہر نکل آیا، اتنی دیر تک عمر بن حسین بھی اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کے قریب پہنچ چکا تھا۔

عبدالمومن کے وہ قاصد جو اس نے عمر بن حسین کی طرف بھجوائے تھے، وہی بجایہ کی طرف اس کی رہنمائی کر رہے تھے۔ پڑاؤ کے قریب آ کر ایک قاصد اپنے گھوڑے کو عمر بن حسین کے قریب لایا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم سامنے جو لوگوں کے وسط میں ذرا آگے سفید عمامے میں ہیں، یہ سلطان عبدالمومن ہیں، ان کے دائیں جانب ان کے سپہ سالار اعلیٰ یحییٰ بن عبدالعزیز اور کاتب ابوالقاسم ہیں، بائیں جانب دوسرے سالار اور ان کے بیٹے آپ کے استقبال کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔

قریب آ کر عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح اپنے گھوڑوں سے اتر گئے، پھر عبدالمومن کے سامنے آ کر عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح نے بلند آواز میں سلام کیا، سلطان نے بڑے پرجوش انداز میں سلام کا جواب دیا۔ پھر عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح کو گلے لگانے کے لئے اس نے اس طرح بازو پھیلا دیئے تھے جیسے کوئی شاہین کسی چٹان کے اوپر سے پرواز کی ابتدا کرنے کے لئے اپنے پروں کو پھیلاتا ہے۔

یحییٰ بن مطروح اور عمر بن حسین نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر ایک ساتھ آگے بڑھے اور سلطان سے گلے مل گئے، اس کے بعد وہ دوسرے لوگوں سے مصافحہ کر رہے تھے۔

پہلے سلطان نے سب سے ان کا تعارف کروایا، پھر انہیں لے کر سلطان اپنے خیمے میں داخل ہوا، سب نشستوں پر بیٹھ گئے، پھر سلطان نے عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن حسین میرے بیٹے تیری کارگزاریوں کی اطلاع مراکش میں مجھے پہنچتی رہی ہے مجھے اس بات کا بھی سخت افسوس اور صدمہ ہے کہ تارمنوں نے تیرے باپ کو صقلیہ میں یرغمال بنا رکھا تھا اور اسے انہوں نے مصلوب کر دیا ہے۔۔۔ میں تیرے باپ کی عظمت کو سلام کرتا ہوں کہ اس نے مصلوب ہونا پسند کیا، پر تلافی کو قبول نہ کیا۔

عبدالمومن تھوڑی دیر کے لئے رکا کچھ سوچا، پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

بچے! تیرے نام کے ساتھ چار اور نام بھی میری سماعت میں رس گھولتے رہے ہیں، ایک تو تمہارے ساتھ ہے یحییٰ بن مطروح، دوسرا محمد بن فرج الکومی ہے، تیسرا محمد بن رشید، چوتھا نولو بن نصر ہے تیرے دوسرے سالار کہاں ہیں عمر بن حسین نے بڑے غور سے سلطان کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

سلطان محترم نولو بن نصر کو سفاقس کی حفاظت پر چھوڑ آیا ہے، شاید آپ کو بتایا گیا ہوگا کہ میری ایک تربیت گاہ وہستان متمانہ میں ہے۔۔۔ وہاں نئے آنے والے رضاکاروں کو تربیت دی جاتی ہے اور تربیت کا یہ فرض محمد بن فرج الکومی ادا کرتا ہے۔ محمد بن فرج الکومی وہیں قیام کرتا ہے، افریقہ کا سابق حکمران حسن بن علی بھی اسی کے پاس قیام کئے ہوئے ہے۔

سلطان محترم جہاں تک محمد بن رشید کا تعلق ہے وہ بڑا بے مثال سالار ہے۔۔۔ میرے کچھ مخبروں نے اطلاع دی تھی کہ میری اور میرے ساتھیوں کی غیر موجودگی میں تارمن وہستان متمانہ میں جو ہماری تربیت گاہ ہے اس پر حملہ آور ہو کر اسے تباہ و برباد کرنے کی کوشش کریں گے، لہٰذا محمد بن رشید کو میں نے اس کام کے لئے چھوڑا ہے۔ محمد بن فرج الکومی کے ساتھ مل کر وہ وہستان متمانہ کی اپنی تربیت گاہ کی حفاظت کا کام سرانجام دے گا۔ نولو بن نصر شہر کی حفاظت کے لئے سفاقس ہی میں رہے گا، باقی وہ میں اور یحییٰ بن مطروح آپ کے سامنے ہیں۔

سلطانِ محترم جنگ کی ابتدا کرنے سے متعلق کیا ارادے ہیں۔ سلطان نے کچھ سوچا پھر عمر بن حسین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

آج کی شب لشکریوں کو آرام کرنے کا موقع دیا جائے گا، لیکن آدھا شہر جاگتا رہے گا، لشکر کی باری باری آرام کریں گے، جو لشکر جائے گا اس کو بھی دو حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ ایک حصہ سائے کی طرف چوکس رہے گا تاکہ نارمن ہم پر شب خون مارنے کی کوشش نہ کریں۔۔۔ دوسرا حصہ شہر کی فصیل کی طرف خیال رکھے گا، اس لئے کہ شہر کے اندر نارمنوں کا جو حفاظتی لشکر ہے وہ بھی شہر سے نکل کر ہم پر شب خون مار کر فوائد حاصل کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

بیٹے ہم وقت ضائع نہیں کریں گے، کل صبح جنگ کے طبل بجیں گے، نارمنوں کے ساتھ ہم جنگ کی ابتدا کریں گے۔ میرا دل کہتا ہے بجائے شہر کے باہر ہم نارمنوں کو بدترین شکست دیں گے، اس شکست کے دو ردِ عمل ہوں گے۔

اول یہ کہ نارمن ہم سے شکست کھانے کے بعد اپنے مرکزی شہر کی طرف بھاگیں گے، جس کے آثار مجھے نہیں دکھائی دیتے ہیں۔

دوسرا ردِ عمل یہ ہوگا کہ ہم سے شکست کھانے کے بعد نارمن شہر کی حفاظت کے لئے شہر میں داخل ہو کر محصور ہو جائیں گے، ایسی صورت میں ہمیں شہر کی فصیل کو توڑ کر یا اس پر چڑھ کر شہر کو فتح کرنا ہوگا بجائے کو فتح کئے بغیر میں یہاں سے جاؤں گا نہیں۔

جہاں تک لشکر کی ترتیب کا سوال ہے لشکر کو تین حصوں میں رکھا جائے گا، ہمارے پاس جو لشکر ہے وہ آدھا میرے پاس آدھا یحییٰ بن عبدالعزیز کی کمانڈری میں جنگ کرے گا، جو لشکر تم لے کر آئے ہو وہ تمہاری اور یحییٰ بن مطروح کی کمانڈری میں اپنے فرائض انجام دے گا، اس کے علاوہ چند دستے علیحدہ کر دیئے جائیں گے جو میرے بیٹے کی سالاری میں اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر مامور ہوں گے۔

جنگ کے شروع ہوتے ہی جارحانہ کیفیت اختیار کی جائے گی، کوشش یہ کرنی ہے کہ جنگ کے شروع ہی میں ہمارے سامنے، دشمن کے قدم نہ جمنے پائیں اور انہیں ہم شکستہ خوردہ بساط کی طرح لپیٹتے چلے جائیں۔

سلطان مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بیچ میں عمر بن حسین نے بولتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سلطانِ محترم ہم سے شکست کھانے کے بعد دشمن اگر شہر میں محصور ہو جاتا ہے تو کیا فصیل کو توڑنے یا فصیل کے اوپر چڑھ کر حملہ آور ہونے کا سامان ہمارے پاس ہے۔

اس بار سلطان عبدالمومن اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا، تم سب میرے ساتھ آؤ۔۔۔ عمر بن حسین میرے بیٹے اگر دشمن ہم سے شکست کھانے کے بعد شہر میں محصور ہو جاتا ہے تو آؤ میں تمہیں دکھاتا ہوں شہر میں ہم کیسے داخل ہوں گے شہر کو کس طرح فتح کریں گے۔

پھر سب لوگ سلطان کے ساتھ ہو لئے۔ سلطان اس جگہ آیا جہاں پڑاؤ کے ایک طرف جنگی ساز و سامان پڑا ہوا تھا پیتل کے بنے ہوئے جنگلی بھینسے کے ایک سر کے قریب سلطان آکر رک گیا عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح پیتل کے اس جنگلی سانڈ کے سر کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے، جس کے سینگ بڑے موٹے تھے ماتھا کافی چوڑا تھا اور گردن کی طرف بڑا مضبوط خول تھا۔

جنگلی بھینسے کے اس سر کو سلطان تھوڑی دیر تک بڑے غور سے دیکھتا رہا، پھر عمر بن حسین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

بیٹے یہ جنگلی بھینسے کا جو پیتل کا مضبوط سر ہے، اگر دشمن محصور ہو جاتا ہے تو یہ ہمارے بڑے کام آئے گا۔۔۔ اس کے گردن کی جو سمت ہے تم دیکھو یہ کافی مضبوط ہے، جو خول ہے اس کے اندر لکڑی کا بہت بڑا شہتیر ڈال دیا جائے گا، پھر اس کے لئے ہم نے ایک مخصوص چھکڑا بنا رکھا ہے۔۔۔ اس شہتیر کو اس چھکڑے کے اندر پیوست کر دیا جائے گا۔۔۔ وہ حصہ جس سمت پیتل کا یہ سر لگا ہوگا اس کو خوب اونچا رکھا جائے گا، پھر اس چھکڑے کو کئی نوجوان مل کر شہر کی طرف بھگائیں گے اور پیتل کے سر کی مدد سے نا صرف یہ کہ شہر پناہ کے دروازے توڑے جا سکتے ہیں بلکہ شہر پناہ کو بھی نقصان پہنچا کر شہر کے اندر داخل ہوا جا سکتا ہے یا فصیل کے اوپر بنے برجوں کو گرا کر فصیل کے اوپر چڑھ کر شہر فتح کرنے کے دروازے کھولے جا سکتے ہیں۔

سلطان عبدالمومن خاموش ہو گیا اور بڑے انہماک سے عمر بن حسین کی طرف دیکھنے لگا، عمر بن حسین کچھ دیر مسکراتا رہا، پھر سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطانِ محترم میرا دل کہتا ہے نارمن اگر ہمارے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد شہر میں

اندر محصور ہوتے ہیں تو پیتل کے اس سر کے ذریعے ہم بڑی آسانی کے ساتھ فصیل کا کوئی حصہ توڑ کر یا برج گرا کر فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

اس کے بعد سلطان عبدالمومن عمر بن حسین کو اپنا دوسرا سامانِ حرب و ضرب دکھانے لگا۔

چند دن یہ اس کام میں مصروف رہے پھر لشکر میں مغرب کی اذان سنائی دی، باری باری لشکریوں نے نماز ادا کی، اس کے بعد لشکریوں کے کھانے کا اہتمام کیا جانے لگا۔

☆

اگلے روز صبح ہی صبح سلطان نے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے کا حکم دیا، ساتھ ہی جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے بڑے بڑے طبل اور نقارے ان کے لشکر میں بجائے گئے تھے۔

جواب میں نارمن بھی اپنی صفیں درست کرنے لگے تھے، ان کے لشکر کے اندر بھی مختلف سازوں کی دھنیں لشکریوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے بجنے لگی تھیں۔

نارمن ابھی اپنے لشکر کی صفیں درست کر رہے تھے دوسری جانب سلطان عبدالمومن بھی اپنے لشکر کے سامنے اپنے سپہ سالار اعلیٰ یحییٰ بن عبدالعزیز، عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح کے ساتھ لشکر کی ترتیب کو آخری شکل دے رہا تھا۔

سلطان نے خود وسطی حصے میں رہنے کا فیصلہ کیا دائیں جانب عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح کو رکھنے کا فیصلہ کیا گیا، جبکہ بائیں جانب اپنے سپہ سالار اعلیٰ ابن عبدالعزیز کو رکھا تھا۔

ابھی یہ فیصلہ ہوا ہی تھا کہ سلطان کا ایک طلایہ گر اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا قریب آیا، گھوڑے سے اتر سلطان کے قریب ہوا اور دیکھتے ہی سلطان اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا .. طلایہ گر نے آتے ہی سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

سلطانِ محترم میں ایک انتہائی اہم خبر لے کر آیا ہوں جو جنگ کے دوران ہمارے لئے دشواری کا باعث بن سکتی ہے۔

نارمنوں نے اپنے لشکر کا بہت بڑا حصہ اپنے پڑاؤ کی حفاظت کے لئے مقرر کیا ہے، ظاہر یہی کیا گیا ہے کہ وہ لشکر پڑاؤ کی حفاظت کرے گا، لیکن اصل میں ایسا نہیں ہے اس لئے کہ جو دوسرا کام اس لشکر نے سرانجام دینا ہے اس کی اس نے ابتدا کر دی ہے۔

جس وقت آپ نے اپنے لشکر کے اندر جنگ کے طبل بجوانے کا حکم دیا، تب اس کام کی ابتدا کی گئی جسے خفیہ رکھا گیا تھا۔

نارمنوں نے جو لشکر اپنے پڑاؤ کی حفاظت کے لئے مقرر کیا ہے وہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے..... ایک حصہ پڑاؤ کی حفاظت پر ہی رہے گا، دوسرا شہر کی فصیل کے ساتھ ساتھ دوسری سمت چلا گیا ہے اور جب جنگ شروع ہو گی تو وہ حصہ ہمارے لشکر کی پشت کی طرف سے آگے حملہ آور ہو کر ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔

سلطان عبدالمومن نے اپنے اس مخبر کی اس اطلاع پر شکر گزار انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کیا۔

میرے عزیز اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہر کے اطراف ہی نہیں دشمن کے لشکر کے چاروں طرف بھی پھیل جاؤ، دشمن کوئی بھی کارروائی کرتا ہے ہمیں اس کی بروقت اطلاع دو اس کے ساتھ ہی وہ طلایہ گر وہاں سے مڑا اور چلا گیا تھا۔

اس مخبر کے جانے کے بعد سلطان تھوڑی دیر تک خاموش رہا کچھ سوچتا رہا پھر باری باری عمر بن حسین اور اپنے سپہ سالار یحییٰ بن عبدالعزیز کی طرف دیکھا، پھر ان دونوں کو اس نے مخاطب کیا۔

ابن حسین اور ابن عبدالعزیز جو اطلاع ابھی ابھی ناظر نے دی ہے اس کی روشنی میں میں نے ایک فیصلہ کیا ہے، مجھے امید ہے کہ اگر اس فیصلے پر اگر ہم عمل کریں تو دشمن کی ہر نئی کوشش کو ہم ناکام بنا سکتے ہیں۔

میرے عزیزو! ناظر کے آنے سے پہلے یہ طے ہو چکا ہے کہ لشکر کے وسطی حصے میں رہوں گا، دائیں جانب عمر بن حسین، بائیں جانب یحییٰ بن عبدالعزیز ہو گا۔

لشکر کی ترتیب اب بھی یہی رہے گی، اس میں کوئی کمی بیشی، کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔

جس نئی بات کا اضافہ یہ جا رہا ہے، وہ کچھ یوں ہے کہ عمر بن حسین اور یحییٰ بن عبدالعزیز تم دونوں اپنے لشکر کے پیشتر حصے کے کچھ دستے مختص کر دو، عمر بن حسین ان دستوں کا کمانڈر اپنے دست راست یحییٰ بن مطروح کو بناؤ۔

ابن عبدالعزیز لشکر کے جو دستے تم مقرر کرو گے ان میں میرا بیٹا یعقوب بھی شامل

ہو گا..... وہ یحییٰ بن مطروح کے تحت کام کرے گا۔ بظاہر جنگ جب عروج پر آ جائے گی تب دشمن کے لشکر کا وہ حصہ جو مخالف سمت فصیل کی اوٹ میں ہے، وہ ہماری پشت پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا۔

یحییٰ بن مطروح اور میرا بیٹا یعقوب تم دونوں کے لشکروں کی پشت پر رہ کر جنگ کریں گے، جونہی پشت کی جانب سے دشمن کا لشکر حملہ آور ہوتا ہے یحییٰ بن مطروح اور میرا بیٹا فوراً پلٹیں گے اور دشمن پر جوابی حملہ کرتے ہوئے اس کی راہ روک دیں گے، میری خواہش ہے کہ دشمن کا جو لشکر پشت کی طرف سے حملہ آور ہو ان میں سے کسی کو بھی بچ کر نکل جانے کا موقع نہیں ملنا چاہئے۔

عمر بن حسین اور یحییٰ بن عبدالعزیز تم دونوں ابھی اپنے اپنے حصے کے لشکر کی طرف جاؤ، یحییٰ بن مطروح اور میرے بیٹے یعقوب کے لئے لشکر کے ایک ایک حصے کو مختص کر دو، لشکریوں کو بھی سمجھا دو کہ جب دشمن نے پشت کی طرف حملہ آور ہونا ہے تو کیسے اور کس طرح انہوں نے پلٹ کر یحییٰ بن مطروح اور میرے بیٹے کی سرکردگی میں دشمن پر جوابی حملہ کرنا ہے۔

سلطان عبدالمومن کا یہ حکم سن کر عمر بن حسین اور یحییٰ بن عبدالعزیز پیچھے ہٹ گئے۔ سلطان کا بیٹا یعقوب اور یحییٰ بن مطروح بھی ان کے ساتھ ہو لئے تھے، تھوڑی دیر بعد وہ پلٹے اور سلطان نے جو کام ان کے ذمے لگایا تھا اس کی تکمیل کی اطلاع انہوں نے سلطان کو سنا دی تھی۔

سلطان کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا، اتنی دیر تک شاید یہ نارمن اپنی صفیں درست کر چکے تھے، پھر سلطان کی آواز سنائی دی۔

میرے عزیزو! اب اپنے اپنے حصے کے لشکروں کی طرف چلے جاؤ، میں دیکھتا ہوں، دشمن جنگ کی ابتدا کرنے والا ہے۔

اس کے ساتھ ہی سلطان اپنے لشکر کے وسطی حصے کے سامنے آ گیا تھا۔ عمر بن حسین، یحییٰ بن عبدالعزیز بھی اپنے اپنے حصے کے لشکر کے سامنے آ گئے تھے، جبکہ سلطان کا بیٹا یعقوب اور یحییٰ بن مطروح لشکر کے پیشتر حصے کی طرف ان دستوں کی کمانڈری کے لئے چلے گئے تھے جو ان کے لئے مختص کر دیئے گئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد دشمن نے حملے کی ابتدا کی، مایو نیانوش اور گون سالوا اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر مسلمانوں کے لشکر پر اس طرح حملہ آور ہوئے تھے جیسے بعض وحشی جذبات، تعصب اور انا پرستی کے بگولوں نے چاروں طرف حصار نگاہ میں ریت ہی ریت اور قریہ جان میں دار ہی دار بھر دئے شروع کر دیئے ہوں۔ نارمن کلہلاتے سانپوں سرسراتی سرکتی صرصر کی طرح حملہ آور ہوئے تھے۔

نارمنوں کا خیال تھا کہ مسلمانوں کی تعداد ان کے مقابلے میں کم ہے، لہٰذا اپنے پہلے ہی حملے میں وہ مسلمانوں کے پاؤں اکھاڑ دیں گے اور انہیں بجایہ شہر کے نواح میں پسپا ہونے پر مجبور کر دیں گے، لیکن جو ردعمل ظاہر ہوا اس نے نارمنوں کو حواس باختہ کر دیا۔

سلطان عبدالمومن بن یحییٰ بن عبدالعزیز، عمر بن حسین نے نارمنوں کے حملوں کو اس طرح روکا تھا جیسے شفق کی سرخ کرنیں جھیل کی مضطرب لہروں کو اپنے اندر سمیٹ لیتی ہیں، جس طرح زندگی کے موسم میں دھوپ چھاؤں کے کھیل خواہشوں کی آوارگی اور اندھے شور و شر کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں..... بالکل ایسے ہی مسلمان لشکریوں نے اپنے سامنے نارمنوں کو روک دیا تھا۔

سلطان عبدالمومن نے جب دیکھا اس کے لشکریوں نے پوری طرح نارمنوں کے حملے کو روک دیا ہے، تب سلطان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آنکھوں میں تیز چمک نمودار ہوئی۔ پھر سلطان نے کوئی فیصلہ کیا، اس فیصلے کے ساتھ ہی سلطان کی پیشانی پر شکنیں گہری ہو گئی تھیں، اس کے بعد سلطان نے زوردار انداز میں تکبیر بلند کی جو شاید یحییٰ بن عبدالعزیز اور عمر بن حسین کو جوابی کارروائی کرنے کا اشارہ تھا..... اس کے بعد سب سے پہلے سلطان نے اپنی کارروائی کا آغاز کیا۔

سلطان عبدالمومن نارمنوں پر حقائق کے جہاں میں بے اماں کرتے عذابوں، دہشت کی خبائثوں میں پھیل جانے والے آتشی لاوے اور خونیوں کی ٹھوکر تک میں مصائب کے ہجوم بکھرے کر دینے والی قہرمانیوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

سلطان کے بعد اس کے لشکر کا دایاں حصہ جو عمر بن حسین کی سرکردگی میں تھا، اس نے اپنے کام کی ابتدا کی، عمر بن حسین نارمنوں پر اس طرح حملہ آور ہوا جیسے کوہستانوں کی بھاؤں سے صدیوں کے رکے ہوئے عذاب اچانک نکلے ہوں اور تہذیب کے بوسیدہ

خیموں کو لیر لیر اور گھنے پیڑوں کو ان کی چھاؤں اور چھاں تک سے محروم کرتے چلے گئے ہوں۔ عمر بن حسین اور اس کے لشکریوں کے حملوں میں سورج کی شعاعوں جیسی تیزی تھی اور اپنے سامنے آنے والے ہر نارمن کو وہ ریت کی دیواروں کی طرح شکستہ اور منہدم کرتے چلے گئے تھے۔

عمر بن حسین کے ساتھ ہی یحییٰ بن عبدالعزیز بھی اپنے کام کی ابتدا کر چکا تھا، اس نے بھی جارحیت اختیار کی بالکل ایسے جیسے کفر والحاد کو لب گور تک پہنچانے والی ریگستانی ویرانیوں نے چار سو پھیلنا شروع کر دیا ہو، یا فطرت کی جولان گاہوں میں اوہام کے بھنور میں ہر شے کو غرق کر دینے والے طلسم زاروں نے اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا ہو۔

میدانِ جنگ خاک اور خون میں لتھڑنے لگا تھا، بالکل ایسے جیسے برف شہروں کو سفید لباس پہنا دیتی ہے اور جس طرح سمندر کی گہنگو کو موجیں ساحلوں کی لطیف ہواؤں تک پہنچاتی ہیں، ایسے ہی موت اپنے سندیسے فضاؤں کے حوالے کرنے لگی تھیں۔

بجایہ شہر کے باہر مسلمانوں اور نارمنوں کے خلاف گھمسان کا رن پڑا تھا، جس وقت جنگ اپنے عروج پر آئی تھی، نارمنوں کا وہ لشکر جو مخالف سمت میں شہر کی فصیل کی اوٹ لئے ہوا تھا، وہ اچانک مسلمانوں کی پشت پر نمودار ہوا، لیکن ان کی بدقسمتی کہ یحییٰ بن مطروح اور سلطان کے بیٹے یعقوب کی ان پر نظر تھی، جونہی نارمنوں کا وہ لشکر پشت کی طرف دکھائی دیا۔ یحییٰ بن مطروح اور یعقوب نے اپنے کام کی ابتدا کی۔

جو دستے ان کی کمانڈ میں دیئے گئے تھے، ان کے ساتھ وہ حرکت میں آئے اور اچانک نمودار ہو جانے والے طوفانوں اور عذابوں کے سمندر کی تہہ سے نکلنے والے ڈنکوں کے قہر کی طرح نارمنوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

یحییٰ بن مطروح اور یعقوب بن عبدالمومن نے پشت کی طرف سے نمودار ہونے والے نارمنوں پر دو طرفہ حملہ کیا تھا۔ انہوں کے اندر ان کی صفوں کو ادھیڑ کر رکھ دیا تھا، نارمنوں نے جب صورت حال کا اندازہ لگایا ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مسلمانوں کا کوئی لشکر ان کے استقبال کے لئے پہلے سے تیار ہے، لہٰذا انہوں نے پسپائی اختیار کرنا چاہی، بھاگنا چاہا لیکن ایسا ممکن نہ تھا اس لئے کہ یحییٰ بن مطروح اپنے لشکر کو سامنے لاتا ہوا ان کی راہ روک کر کھڑا ہوا اور فصیل کے قریب ہی یحییٰ بن مطروح اور

یعقوب بن عبدالمومن نے نارمنوں کے اس لشکر کا مکمل صفایا کر کے رکھ دیا۔

اتنی دیر تک سلطان عبدالمومن عمر بن حسین اور یحییٰ بن عبدالعزیز بھی اپنا پورا دباؤ دشمن پر ڈال چکے تھے، پھر تھوڑی ہی دیر بعد مایو اور نیانوش تک یہ بھی خبر پہنچ گئی کہ جو لشکر مسلمانوں کی پشت پر حملہ آور ہونے کے لئے مختص کیا گیا تھا، مسلمانوں نے اس سارے لشکر کا صفایا کر دیا ہے..... یہ خبر عام لشکریوں میں بھی پھیلنا شروع ہو گئی تھی جو ان کی بدنظمی اور ان کی حوصلہ شکنی کا باعث بنی۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد نارمنوں کو سلطان عبدالمومن کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

سلطان نے یہ اندازہ لگا رکھا تھا کہ شاید ان کے ہاتھ شکست اٹھانے کے بعد دشمن شہر میں محصور ہو گا، لیکن مایو اور نیانوش نے ایسا نہیں کیا، بلکہ شکست کھانے کے بعد وہ اپنے دوسرے شہر بونا کی طرف بھاگے تھے۔ سلطان نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ کچھ دور تک دشمن کا تعاقب کیا، پھر سلطان جلد ہی واپس لوٹ آیا اس لئے کہ یہ خطرہ تھا کہ شہر کے اندر جو نارمنوں کا لشکر موجود ہے سلطان کی غیر موجودگی میں وہ شہر سے باہر نکل کر مایو اور نیانوش کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹ کے شہر کے اندر لے جائے گا۔

سلطان کے یہ خدشات کسی قدر درست بھی ثابت ہوئے، اس لئے کہ جس وقت سلطان اپنے لشکر کے ساتھ لوٹا تو شہر پناہ کے دروازے سے کچھ دستے نمودار ہوئے تھے تاکہ مایو اور نیانوش کے پڑاؤ کی چیزوں کو شہر میں لے جا سکیں، لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کا لشکر لوٹ آیا ہے تب وہ دستے واپس شہر میں گھس گئے اور شہر پناہ کا دروازہ انہوں نے بند کر دیا۔

واپس آ کر سلطان کے حکم پر نارمنوں کے پڑاؤ کی ہر چیز کو اٹھا کر اس سمت لے جایا گیا جہاں سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا، پھر زخمیوں کی مرہم پٹی کے علاوہ لشکریوں کے کھانے کا بھی اہتمام کیا جانے لگا تھا۔

☆

دوسری جانب نارمنوں کا جرنیل مارنیو ایک کافی بڑے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے صحرا کے اندر جنوب کا رخ کر رہا تھا، وہ کوہستانِ متیجہ کے قریب پہنچ گیا تھا، خوش تھا کہ

راستے میں کوئی بھی اس کے سامنے نہیں آیا، نہ کسی نے اس کی راہ روکنے کی کوشش کی۔ ... پر کسی نے حملہ آور ہونے کی جرات کی ہے۔

لیکن مارنیوس جب کوہستان متمانہ کے قریب پہنچا تب اس کے اوسان خطا ہوئے۔ ... لئے کہ سامنے کی طرف سے محمد بن فرج الکومی اپنی کوہستانی پناہ گاہوں سے نکلا اور پھر مارنیوس کے لشکر کی راہ روک کر کھڑا ہوا تھا۔

مارنیوس اور محمد بن فرج الکومی دونوں نے اپنے لشکروں کی صفوں کو استوار کرنا شروع کر دیا تاکہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوں، پر اسی دوران ایک اور انقلاب رونما ہوا۔

پشت کی جانب سے اچانک ریت کے بڑے بڑے ٹیلوں کی اوٹ سے محمد بن رشید اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ہر سیپ کی آغوش سے گوہر اور ہر خواب کی قسمت سے تعبیر چھین لینے والے پر عذاب طوفانوں کی طرح نمودار ہوا، پھر دو نارمنوں پر برق رعد کی کندوکاری بستیوں کو بھنور بھنور کر دینے والے بے انت کناروں کے بحر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

محمد بن رشید اور اس کے ساتھیوں کے صولت اور دبدبے سے ایسا لگتا تھا جیسے وہ صف زمین کو شق کر کے دشمن کو پاش پاش کر کے رکھ دیں گے۔

جب نارمن پشت کی جانب سے حملہ آور ہونے والے محمد بن رشید سے اُلجھے تب محمد بن فرج الکومی نے ساعتوں کے خمار کو بے خواب کر دینے والی طویل تاریک سرد جھکڑوں کی طرح اپنے کام کی ابتداء کی، سامنے کی طرف سے دو اوج افلاک اور آسمان کی فراخیوں کے اندر مرگ کی طرح گرجیں لیتے جذبوں اور زمین کے خشک چہرے کو خون آلود کر دینے والے عذاب بھرے زہر کی طرح ٹوٹ پڑا تھا، کوہستان متمانہ کے قریب گھمسان کا رن پڑا تھا، جس وقت جنگ اپنے عروج پر آئی تب اچانک محمد بن فرج الکومی نے اپنے اور محمد بن رشید کے لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے بلند آواز میں کہنا شروع کیا۔

مولا سدرہ مقام حبیب خدا اور امام انام کے ماننے والو! کثیر الکارم ہرسوں ملاحم کے پیروکارو! عبد ذی کبریا، کائنات کے کامل ترین انسان کے جانثارو، ان صحراؤں کی گل رو بیٹیوں کے محافظ شمشیر زنو اپنے کوچہ بازار کے پاسبان صولت زنو! اپنی ماؤں کی عظمت کے چوپان و جنگ آزماؤ ستاروں کے رہنماؤ! سنو میں محمد بن فرج الکومی تم سے مخاطب ہوں، یاد رکھو ہم نارمنوں پر دو طرفہ حملہ کر چکے ہیں موت کی مانند طاقتور عذاب کی طرح ان

بپھری لہروں اور وقت کے بدترین سیاہ ناگوں پر حملہ آور ہو جاؤ، عملاً فعلاً انہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دو۔

محمد بن فرج الکومی کے ان الفاظ نے گویا اپنے لشکریوں کے لئے آتشی انگیخت کا کام انجام دیا، پھر مسلمان لشکری سامنے اور پشت کی طرف سے لامحدود زمانوں کو الٹ پلٹ کر دینے والی پتھریلی یورش اور شام کے ماتمی سائے پھیلا دینے والے دائرہ عمل کی طرح دشمن کو گھیر کر ان کا قتل عام کرنے لگے تھے۔

مارنیوس نے کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح کسی نہ کسی سمت سے اپنے لشکر کو ایک طرف کروں اور مسلمانوں کے دونوں لشکریوں کو یکجا کر کے سامنے کی طرف سے ان کا مقابلہ کروں، اس لئے کہ اس کے لشکر کی تعداد مسلمانوں کے دونوں لشکروں سے زیادہ تھی، لیکن اس کی ہر کوشش اس کا ہر جتن ناکام رہا، سامنے کی طرف محمد بن فرج الکومی اور پشت کی جانب سے محمد بن رشید نے ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔

اپنے آپ کو ناقابل تسخیر سمجھنے والے نارمن اپنے آپ کو اس صحرائی حصے میں عجیب سی بے بسی اور عجیب سی لاچارگی میں محسوس کر رہے تھے، ان کی حالت اس سمے ان لومڑیوں جیسی تھی جن پر چاروں طرف سے خونخوار بھوکے بھیڑیوں نے حملہ کر دیا، لہو کو ہستان متمانہ کے دامنوں میں ایک شعور تھا جو عذابوں کی طرح اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ... مارنیوس نے کئی بار کوشش کی کہ اپنی جان بچائے اور بچے کھچے لشکر کو لے کر بھاگے لیکن وہ ناکام رہا ... محمد بن رشید اور محمد بن فرج الکومی نے نارمنوں کے پورے لشکر کا صفایا کر دیا، اس قتل عام میں خود مارنیوس بھی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔

سلطان کے آگے آگے بھاگتے ہوئے نیانوش مایو اور گون سالود نے جب دیکھا کہ ان کا تعاقب مسلمانوں نے ترک کر دیا ہے، تب جس جگہ وہ تھے وہیں مایو نے لشکر کے پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

جب لشکر پڑاؤ کر چکا تب مایو نیانوش اور گون سالود ایک جگہ جمع ہوئے، پھر مایو نے بڑی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے نیانوش اور گون سالود کو مخاطب کیا۔

میرے دونوں عزیزو! میں سمجھتا ہوں مسلمانوں کے مقابلے میں جو پسپائی کا سامنا ہمیں کرنا پڑا ہے، اسے کم از کم بھی ذلت آمیز شکست کا نام دیا جا سکتا ہے، میں اُمید تک نہیں کر سکتا تھا کہ ان صحراؤں کے اندر مسلمان تعداد میں تھوڑے ہونے کے باوجود اس قدر طاقت اور قوت کے ساتھ ہمارے مقابل آئیں گے کہ ہمارے پاؤں تلے سے بساط کی طرح زمین لپیٹ کر رکھ دیں گے۔ بہر حال یہ ایک بدترین اور ذلت آمیز شکست ہے، جس کا ہمیں سامنا کرنا پڑا ہے، اب جو لائحہ عمل ہم نے اختیار کرنا ہے اس کی بھی تفصیل میں تم دونوں سے کہتا ہوں۔

اس شکست کے بعد چاہئے تو یہ تھا کہ اپنی شکست کی خبر ہم صقلیہ میں راجر اور ولیم کو کرتے، لیکن میں ابھی یہ اطلاع صقلیہ نہیں پہنچانا چاہتا، اس طرح وہاں ایک سوگ اُٹھ کھڑا ہوگا، اپنی شکست کے اس ردعمل کے طور پر میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں اس کا میں اظہار کرتا ہوں، سنو۔

جہاں تک میرا اندازہ ہے، ہمیں شکست دینے کے بعد مسلمانوں کا سلطان عبدالمومن اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ بجایہ شہر کے باہر پڑاؤ کرے گا اس لئے کہ وہ جانتا ہے ہمیں شکست دینے کے بعد شہر کے اندر جو لشکر محصور ہے وہ اس کے لئے نقصان کا باعث نہیں ہو سکتا،

دوسری جانب شہر کے اندر جو ہمارا لشکر ہے وہ بھی اتنی ہمت اور جرات نہیں کرے گا کہ شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں سے اُلجھے اس لئے کہ ہماری شکست کے بعد وہ بھی بد دل ہو چکے ہوں گے۔

اب ہم نے یہ کرنا ہے کہ لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا میں مشرق کی طرف رہوں گا، گون سالود جنوب کی طرف جائے گا... نیانوش تم شمال کا رُخ کرنا۔

رات جب گہری ہو جائے گی تب بجایہ شہر کے قریب ہم نمودار ہوں گے، یہاں سے اکٹھے ہی مغرب کا رُخ کیا جائے گا پھر بجایہ شہر سے مناسب فاصلہ رکھ کر ہم مشرق شمال اور جنوب کی طرف جائیں گے اور چلتے ہوئے پروں کے تیر کی نشانی رکھ کر ایک ساتھ مشرق جنوب اور شمال کی طرف سے شہر سے باہر پڑاؤ کرنے والے مسلمانوں کے لشکر پر شب خون ماریں گے۔

میرے بھائیو! میں تمہیں یقین دلاتا ہوں، اگر ہم تین اطراف سے مسلمانوں کے لشکر پر شب خون مارنے میں کامیاب ہو گئے تو ہماری فتح یقینی ہو گی، اس میں شک نہیں، مسلمانوں کے لشکر کا ایک حصہ جاگ کر اپنے پڑاؤ اور اپنے لشکر کی حفاظت کا کام سرانجام دے گا۔

لیکن اس سے کچھ نہیں ہو گا، وہ زیادہ سے زیادہ ایک یا دو طرف کے حملے کو روک سکے گا، ہمارا تین اطراف کا حملہ انہیں بوکھلا کر رکھ دے گا اور جتنی دیر تک مسلمانوں کے لشکر کا وہ حصہ جو سو رہا ہو گا وہ اُٹھ کر مستعد ہو گا، اس وقت تک ہم ان کی خاصی بڑی تعداد کو تہہ و تیغ کر چکے ہوں گے۔ میرے خیال میں مسلمانوں کو اپنے سامنے زیر کرنے اور اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی چارہ کار نہیں ہے، اب تم دونوں بتاؤ کیا تم میری اس تجویز سے متفق ہو۔

قبل اس کے نیانوش یا گون سالود میں سے کوئی بولتا، دو گھوڑ سوار بڑی تیزی سے اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے ان کے قریب آئے، اپنے گھوڑوں سے اترے، انہیں دیکھتے ہی مایو نیانوش گون سالود تینوں ان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ ان کے چہروں پر ہوائیاں اُڑنے لگی تھیں، اس لئے کہ آنے والے ان کے مخبر تھے تینوں انہیں پہچان چکے تھے، آنے والوں کے چہروں پر دُور دُور تک اُداسیاں بکھری ہوئی تھیں، اپنے گھوڑوں سے اُتر کر جب وہ قریب آئے تو مایو نے انہیں مخاطب کیا۔

کیا تم دونوں کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو، دونوں قریب آئے مایو اور نیانوش کو انہوں نے تعظیم دی پھر ایک کہنے لگا۔

محترم مایو ہم کوئی اچھی خبر نہیں لے آئے، ہم اپنے اس لشکر کے ارد گرد بھاگ رہے ہوئے تھے، جو محترم مارنیوس کی قیادت میں کوہستان متمانہ کی طرف روانہ کیا گیا تھا۔

کوہستان متمانہ تک مارنیوس کو کوئی حادثہ پیش نہیں آیا، لیکن کوہستان متمانہ کے قریب جا کر مسلمانوں کا ایک لشکر سامنے کی طرف سے نمودار ہوا، ابھی اس لشکر کے ساتھ ٹکراؤ نہیں ہوا تھا کہ کوئی لشکر پشت کی طرف سے نمودار ہوا، اس طرح سامنے والے لشکر نے بھی حملہ کر دیا۔ کچھ دیر تک جنگ رہی، پھر مسلمانوں کے ان دونوں لشکروں نے ہمارے لشکر کا مکمل طور پر صفایا کر دیا، اس جنگ میں مارنیوس بھی کام آ چکا ہے۔

اس خبر سے نیانوش مایو اور گون سالود کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے کائنات کے اندر ہولناک زلزلہ نمودار ہوا ہو اور ان کے پاؤں تلے سے فطرت کے عناصر نے زمین تک کھینچنی شروع کر دی ہو، کچھ دیر تک تینوں گم سم رہے، پھر قاصدوں کو انہوں نے فارغ کر دیا تینوں میں کوئی بھی کچھ دیر تک نہ بول سکا، پھر گفتگو کا آغاز مایو نے کیا۔

میرے عزیزو! یہ دوسری خبر ہے جو ہمارے لئے ہولناک ثابت ہوئی ہے۔ مارنیوس اور اس کے لشکر کی تباہی کی تلافی ہمارے لئے بڑی مشکل ہو جائے گی۔ بہر حال قاصدوں کی آمد سے پہلے جو موضوع میں نے چھیڑا تھا اس کی طرف آتے ہیں جو تجویز میں نے تمہارے سامنے پیش کی ہے اس کے متعلق کچھ کہو۔

نیانوش اور گون سالود نے مشورہ کیا، پھر دونوں نے مایو کی پیش کردہ تجویز سے اتفاق کیا، اس کے بعد مایو پھر بول پڑا۔

میرا ذاتی ارادہ یہ ہے کہ پہلے مسلمانوں پر تین اطراف سے حملہ کر کے کوئی شاندار کامیابی حاصل کی جائے، اس کے بعد قاصد صقلیہ کی طرف بھیجے جائیں اور جو صورت حال ہو اس میں اپنی فتح مندی اور کامیابی کو نمایاں کرتے ہوئے راجر اور ولیم کو پیغام بھجوائیں۔ نیانوش اور گون سالود دونوں نے مایو سے اتفاق کیا، پھر اپنے لشکر کا نظم و نسق کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

سلطان عبدالمومن اپنے ساتھیوں، اپنے سالاروں کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوا ہی تھا کہ ان کے جاسوسوں نے خبر دی کہ مایو نیانوش اور گون سالود نے آنے والی رات کو مسلمانوں کے لشکر پر تین اطراف سے شب خون مارنے کا ارادہ کیا ہے۔

یہ خبر ملتے ہی سلطان نے اپنے سارے سالاروں کو ایک جگہ جمع کیا، شہر سے باہر زمین کا وہ ننگا حصہ تھا جہاں سلطان بیٹھا تھا، اس کے سالار بھی اس کے سامنے بیٹھ گئے پھر سلطان نے انہیں مخاطب کر کے بتانا شروع کیا۔

ہمارے مخبر جو خبر لے کر آئے ہیں تم سب بھی سن چکے ہو، تم یہ بھی جانتے ہو کہ دشمن کے پاس اب بھی جو لشکر ہے اس کی تعداد ہم سے زیادہ ہے، یہ نہ سمجھنا کہ جو دشمن نے تین اطراف سے شب خون مارنے کا ارادہ کیا ہے تو میں اس سے خوفزدہ ہو گیا ہوں ہرگز نہیں دشمن اگر ہمارے ساتھ ساری رات بھی جنگ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو میں اس کے لئے تیار ہوں، لیکن دشمن کے شب خون مارنے سے پہلے میں ایک اور کام کرنا چاہتا ہوں۔

قبل اس کے دشمن ہم پر شب خون مارے میں چاہتا ہوں بجائے کوچ کر لیا جائے اور اپنے لشکر کو بجائے شہر کے اندر آرام کرنے کا موقع فراہم کیا جائے لشکر کا ایک مناسب حصہ شہر کی فصیل کے اوپر متعین کیا جائے تاکہ کوئی خطرناک حادثہ نہ پیش آئے۔

سلطان عبدالمومن کی اس تجویز سے سب نے جب اتفاق کیا تب سلطان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، سالاروں کو اس نے حکم دیا کہ لشکر کو حرکت میں لایا جائے یہ حکم ملتے ہی آن کی آن میں سارا لشکر شہر کی فصیل کے قریب صفیں درست کرنے لگا۔

شہر کی فصیل کے اُوپر جو لشکری تھے وہ بھی مستعد ہوگئے تھے شہر کے اندر اب بھی نارمنوں کا ایک خاصا بڑا لشکر تھا، جو نارمن فصیل کے اُوپر پہرہ دے رہے تھے وہ جان گئے تھے کہ مسلمان شہر پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر چکے ہیں، چونکہ اس سے پہلے سلطان نے شہر سے باہر ان کے متحدہ لشکر کو بدترین شکست دی تھی، لہٰذا شہر کے اندر جو نارمنوں کا لشکر تھا اسے یہ جسارت نہ ہو سکی کہ شہر سے باہر نکل کر سلطان کا مقابلہ کرے۔

سلطان کے حکم پر پیتل کے بنے ہوئے بھاری اور وزنی جنگلی بھینسے کے سر کو لایا گیا، اس کے گردن والے حصے میں جو کھلا خول تھا، اس کے اندر ایک مضبوط درخت کا پورا تنا پیوست کیا گیا، پھر بڑی تیزی کے ساتھ سلطان عبدالمومن کے لشکریوں نے درخت کا تنا لگے بھینسے کے سر کو لکڑی کے بڑے بڑے اور مضبوط چار پہیوں والے ایک چھکڑے میں جوڑنا شروع کر دیا تھا۔

جس وقت یہ کام ہو رہا تھا، سلطان نے عمر بن حسین اپنے سپہ سالار اعلیٰ یحییٰ بن عبدالعزیز لشکر میں شامل اپنے بیٹوں کے علاوہ یحییٰ بن مطروح اور اپنے کاتب اغاسم کو اپنے قریب بلایا، جب وہ سلطان کے قریب بیٹھ گئے تب سلطان نے عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن حسین میرے بیٹے یحییٰ بن عبدالعزیز کو میرے ساتھ کام کرتے ہوئے ایک عرصہ ہو گیا ہے، میرے طریقہ جنگ سے خوب آگاہ اور واقف ہے، میں بجایہ شہر پر حملہ آور ہونے لگا ہوں، سب سے پہلے پیتل کے اس بھینسے کے سر سے کام لیا جائے گا، یہ کہو ہمیں شہر کی فصیل کا دروازہ توڑ کر اندر داخل ہونا چاہئے یا فصیل کو نقصان پہنچانا چاہئے۔

عمر بن حسین تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا، پھر بولا اُٹھا۔

سلطانِ محترم پہلی بات میں یہ کہوں گا کہ ہمیں دروازے کے راستے نہیں جانا چاہئے اس کی دو وجوہات ہیں۔

پہلی یہ کہ بجایہ ہمارا شہر ہے، نارمنوں کا نہیں ہمیں اپنے شہر کے دروازے کو نہیں توڑنا چاہئے، دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ہم دروازہ توڑ کر شہر میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں تو دشمن شہر کے اندر جس قدر لشکر ہے اسے دروازے کے دائیں بائیں پھیلا کر اس وقت ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کر سکتا ہے جب ہم شہر میں داخل ہو رہے ہوں،

اس طرح وہ ہمیں خاصا نقصان پہنچا سکتا ہے۔

دوسری بات آپ نے پوچھی ہے کہ شہر کی فصیل کو توڑنا چاہئے، میں اس کے حق میں بھی نہیں ہوں، اس طرح نارمنوں کا نہیں ہمارے ہی شہر کا نقصان ہوگا، میں چاہتا ہوں کہ چھکڑے پر پیوست کئے جانے والے بھینسے کے اس سر کو شہر پناہ کے دو برجوں کے درمیان کھڑا کیا جائے، پہلے ان دو برجوں کو گرایا جائے، پھر اس چھکڑے کو جس میں بھینسے کا سر شہتیر میں پیوست ہو، شہر کی فصیل کے ساتھ کھڑا کیا جائے، اس کے ذریعے شہر کی فصیل پر رسوں کی سیڑھیاں پھینکی جائیں، چونکہ دائیں بائیں کے دونوں برج گر چکے ہوں گے، لہٰذا قریب دشمن کی کوئی طاقت نہیں ہوگی اگر دوسرے برجوں کے لوگ قریب آنے کی کوشش کریں تو چھکڑے کی آڑ میں رہتے ہوئے ہمارے لشکری ان پر تیر اندازی کریں، اس طرح ہمارے حصے کے لشکر کو فصیل پر چڑھنے کا موقع مل جائے گا، اگر ایک بار ہمارے لشکر کا کچھ حصہ فصیل پر چڑھ گیا تو شہر کی فتح مندی کے دروازے اپنے آپ ہم پر کھل جائیں گے، اس لئے کہ لشکر کا وہی حصہ نیچے اترے گا شہر پناہ کا دروازہ کھولے گا، اس کے بعد پورا لشکر شہر میں داخل ہو کر اپنی فتح کو یقینی بنا سکتا ہے۔

عمر بن حسین کی اس تجویز کو سلطان نے بے حد پسند کیا تھا جواب میں وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ سلطان کے مخبر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئے اور سلطان کو خبر دی کہ کوہستان متمانہ کے پاس محمد بن رشید اور محمد بن فرج الکومی نے نارمنوں کے لشکر کو بدترین شکست دی ہے اور نارمنوں کے سالار مارتھوس کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور یہ کہ محمد بن رشید اپنے لشکر کے ساتھ تھوڑی دیر تک سلطان کے لشکر میں شامل ہونے والا ہے۔

یہ خبر سلطان اور اس کے سالاروں کے لئے بڑی حوصلہ افزا تھی، آن کی آن میں یہ خبر سلطان کے لشکر میں پھیل گئی اور لشکری خوشی میں اللہ اکبر کے نعرے بلند کرنے لگے تھے، تھوڑی دیر بعد محمد بن رشید بھی اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور اس کا لشکر بھی تکبیریں بلند کرتا ہوا سلطان کے لشکر میں آن شامل ہوا تھا۔ سلطان اپنے سالاروں کے ساتھ اپنی جگہ سے اُٹھا اس جگہ آیا جہاں محمد بن رشید اپنے گھوڑے سے اُترا تھا، عمر بن حسین نے سب کا تعارف کروایا، محمد بن رشید سب سے ملا پھر سلطان نے اسے مخاطب کیا۔

ابن رشید سب سے پہلے تو میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ صنہاجی قبیلے کا سردار ہو کر تم

نے عمر بن حسین کے ساتھ تعاون کیا، دوسرے میں تمہیں مبارک باد دیتا ہوں کہ کوہستان متماتہ کے پاس تم نے تارمنوں کے لشکر اور اس کے سالار کا خاتمہ کیا، تمہاری آمد سے پہلے تارمنوں کے لشکر کو ہم بدترین شکست دے چکے ہیں اور ان کا لشکر ہم سے شکست اٹھا کر پوری طرف بھاگ گیا ہے..... تمہاری آمد سے پہلے ہم شہر پر حملہ آور ہونے کے متعلق صلاح مشورہ کر رہے تھے، اب آؤ جو لائحہ عمل ہم نے طے کیا ہے اس سے تمہیں آگاہ کریں۔

سلطان نے شہر پر حملہ آور ہونے کی تفصیل پہلے محمد بن رشید کو بتائی، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

محمد بن رشید تمہارا لشکر کوہستان متماتہ سے سفر کر کے آیا ہے، اگر تم چاہو تو اپنے لشکر کے ساتھ آرام کر سکتے ہو، اس پر محمد بن رشید کہنے لگا نہیں سلطان محترم میں اور میرے لشکری شہر کو فتح کرنے کی جنگ میں بھرپور حصہ لیں گے۔ ہم آرام نہیں کرنا چاہتے، محمد بن رشید کے اس جواب پر سلطان خوش ہو گیا تھا، پھر اس نے شہر پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا تھا۔

طے یہ پایا تھا کہ پہلے فصیل کے دو برج گرائیں، پھر دونوں برجوں کے درمیان عمر بن حسین، محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح اپنے لشکر کے ساتھ شہر کی فصیل پر چڑھیں گے، دوسری طرف اتر کر شہر پناہ کا دروازہ کھولنے کی کوشش کریں گے، اس کے بعد سلطان اور یحییٰ بن عبدالعزیز کی سرکردگی میں پورا لشکر شہر میں داخل ہو جائے گا۔

یہ طریقہ کار طے کرنے کے بعد پورا لشکر دو حصوں میں بٹ گیا تھا..... عمر بن حسین کا سارا لشکر اس کی کمانڈری میں آ گیا تھا، یحییٰ بن مطروح محمد بن رشید اس کے نائب کی حیثیت سے لشکر میں شامل تھے، جبکہ سلطان کا لشکر شہر پناہ کے دروازے کے ذریعے شہر میں داخل ہونے کے لئے بالکل مستعد اور تیار ہو گیا تھا۔

اس صورت حال کے بعد اس چھکڑے کو اس کے اندر درخت کا تنا لگے بھینسے کے پیتل کے سر کو نصب کیا گیا تھا..... وہ شہر پناہ کے قریب لایا گیا۔

اس چھکڑے کے دائیں بائیں موٹے تختوں کی آڑیں بنائی گئی تھیں، جن کے پیچھے رہتے ہوئے چھکڑے کو دھکیلنے والوں پر سامنے کی طرف سے تیر نقصان دہ ثابت نہ ہو سکتے تھے۔ پھر سلطان کے حکم پر بہت سے نوجوان اس چھکڑے کے قریب آئے، اس پر گرفت

مضبوط کی، پھر سلطان کے کہنے پر چھکڑا بڑی تیزی سے حرکت میں آیا اور پیتل کے بھینسے کے سر نے فصیل کے اوپر بنے ہوئے ایک برج پر ضرب لگائی تو برج پہلی ضرب میں فصیل کے اندرونی حصے میں جا گرا تھا۔ فصیل کے اندر جو لوگ تھے ان کے اندر ایک چیخ و پکار اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

چھکڑے کو پیچھے ہٹایا گیا، اب اس کا رخ تبدیل کیا گیا، دوبارہ اسے بڑی تیزی سے شہر پناہ کی طرف دھکیلا گیا، اس طرح دائیں طرف کے دوسرے برج پر بھی ضرب لگائی گئی جس سے دوسرا برج بھی زمین پر آ رہا تھا۔

اس طرح جس دروازے کے سامنے سلطان عبدالمومن اور ان کا سپہ سالار اعلیٰ یحییٰ بن عبدالعزیز مستعد کھڑے تھے، اس دروازے کے دائیں جانب جو فصیل کے اوپر دو برج تھے انہیں گرا دیا گیا تھا۔

دو برجوں کے گرتے ہی بڑی تیزی کے ساتھ چھکڑے کو پھر شہر پناہ کے قریب لایا گیا، بڑی تیزی سے اس کے اندر کچھ تیر انداز بیٹھ گئے..... ساتھ ہی عمر بن حسین اور اس کے لشکریوں نے شہر کی فصیل پر رسوں کی سیڑھیاں اور کمندیں پھینکیں اور بڑی تیزی سے اوپر چڑھنا شروع کر دیا تھا۔

شہر کے اندر جو محافظ لشکر تھا انہوں نے فصیل کے دوسرے برجوں سے فصیل کے اوپر چڑھنے والے مسلمانوں پر تیر اندازی کرنا چاہی لیکن جو تیر انداز چھکڑے میں بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے ان پر ایسی تیز تیر اندازی کی کہ انہیں تیر اندازی کرنے کے بجائے خود اپنی جانیں بچانے کے لئے اتر نیچے پڑ گئی تھی۔ اس صورت حال میں عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید اپنے خاصے بڑے لشکر کے حصے کے ساتھ شہر کی فصیل پر چڑھ گئے تھے۔

اب شہر کی فصیل کے اوپر دست بدست جنگ شروع ہو گئی تھی۔ عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید نے اپنے آپ کو یکجا رکھا، ان کے لشکری ان کے گرد حصار بناتے ہوئے شہر پناہ کے نیچے اترنے کی کوشش کر رہے تھے۔ شہر کے اندر جس قدر لشکر تھا وہ بھی ایک جگہ جمع ہو گیا اور ان کی راہ روکنے کی کوشش کرنے لگا، لیکن فصیل کے اوپر مسلمان لشکری بڑی تیزی سے چڑھتے ہوئے فصیل کے نیچے تارمنوں پر دباؤ بڑھاتے جا رہے تھے۔

عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید نے دیکھا کہ ان کے لشکر کا خاصا بڑا حصہ فصیل پر چڑھنے کے بعد اندرونی حصے کی طرف اتر آیا ہے، تب بلند آواز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے انہوں نے زوردار انداز میں تارمنوں پر حملہ کیا اور انہیں کافی حد پیچھے دھکیلتے چلے گئے تھے، پھر کچھ زندہ دل اور من چلے مسلم مجاہد محافظوں کو کاٹتے ہوئے شہر پناہ کے دروازے کی طرف بڑھے، دروازہ انہوں نے کھول دیا، جس دروازہ کھلتا تھا کہ سلطان عبدالمومن اور یحییٰ بن عبدالعزیز اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اچانک بند ٹوٹنے والے سیلابی دریا کی طرح شہر میں داخل ہوئے، اب تارمنوں کی حالت عجیب و غریب تھی۔

پہلے وہ عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کے ساتھ الجھے ہوئے تھے، اب بائیں جانب سے جب سلطان عبدالمومن اور یحییٰ بن عبدالعزیز بھی اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو گئے، تب دو طرف سے حملہ آور ہوتے ہوئے مسلمانوں نے تارمنوں کا قتل عام کرنا شروع کر دیا تھا۔

تارمنوں نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کا پورا لشکر شہر میں داخل ہو گیا ہے تو وہ جی چھوڑ بیٹھے۔ ادھر ادھر بھاگتے ہوئے اپنی جانیں بچانے کی کوشش کرنے لگے، لیکن اب یہ کام مشکل تھا۔ اس لئے کہ مسلمان لشکری ان کے تعاقب میں لگ گئے، شہر کے مسلمان بھی ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے، جس گلی، جس کوچے، جس مکان، جس حویلی کا وہ رخ کرتے شہر کے لوگ مسلح ہو کر ان کے پیچھے لگتے اور ان کا قتل عام کرنے لگے تھے یوں بجایہ شہر کو تارمنوں سے صاف کر دیا گیا تھا۔

شہر کو فتح کرنے کے بعد سلطان نے سب سے پہلے جو حکم دیا وہ یہ تھا کہ تارمنوں کی لاشوں کو شہر سے باہر نکال کر گڑھوں میں دفن کر دیا جائے تاکہ شہر کے اندر وبا نہ پھیلے۔

یہ حکم ملتے ہی پورا لشکر حرکت میں آیا، آدھے لشکر نے شہر سے باہر بڑے بڑے گڑھے کھودے، پھر شہر کے اندر مرنے والے تارمنوں کی لاشوں کو گڑھوں میں دبا دیا گیا۔ لشکر دوبارہ شہر میں داخل ہوا، شہر میں جو دوسرا حکم سلطان نے دیا وہ یہ تھا کہ بھینسے کے پتل کے سر سے جو دو برج گرائے گئے تھے انہیں فوراً تعمیر کیا جائے۔

سلطان کا حکم ملتے ہی شہر کے اندر جو کاریگر تھے وہ فوراً حرکت میں آئے، برج دوبارہ انہوں نے تعمیر کر دیئے تھے۔ شہر کے گلی کوچوں میں لوگ فتح مندی کے گیت گانے

لگے اور سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں فتح کی مبارک باد بھی دینے لگے تھے سلطان نے عصر کی نماز شہر کے اندر ادا کی، یہ پہلا موقع تھا کہ کافی عرصے بعد شہر میں کسی حکمران نے نماز باجماعت ادا کی تھی۔

عصر کی نماز کے بعد عمر بن حسین، یحییٰ بن عبدالعزیز، یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید اور دیگر سالاروں کے ساتھ سلطان عبدالمومن شہر کی فصیل کے اوپر آیا، پہلے نئے تعمیر ہونے والے ان دو برجوں کا معائنہ کیا جنہیں گرا کر سلطان کا لشکر اندر داخل ہوا تھا، پھر سلطان نے پوری فصیل کا چکر لگایا۔

اس کے بعد اس نے عمر بن حسین اور یحییٰ بن عبدالعزیز کو شہر کے اوپر اپنے مسلح دستے متعین کرنے کا حکم دیا۔

یہ حکم ملتے ہی یحییٰ بن عبدالعزیز حرکت میں آیا، اپنے لشکر کا ایک قصہ نگہداری کے لئے اس نے فصیل کے برجوں کے اندر متعین کر دیا تھا، جبکہ باقی لشکر کو سلطان نے فصیل کے اندر شہر کے ایک طرف بنے لشکر کے مستقر میں آرام کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

○○○

شام ہو گئی تھی۔ ..... ویرالوں کے اندر مایو نیانوش گون سالود اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کر کھا چکے تھے، تینوں بیٹھ گئے، رات کے وقت مسلمانوں پر مارے جانے والے شب خون کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ ان کے مخبروں نے آکر اطلاع دی کہ سلطان نے بجایہ شہر کو فتح کر لیا ہے۔ شہر میں وہ داخل ہو چکا ہے اور شہر کے اندر جس قدر تارمن تھے ان کا قتل عام کر دیا گیا ہے ..... ساتھ ہی انہیں یہ بھی اطلاع کر دی گئی تھی کہ مارنیوس اور اس کے لشکر کا صفایا کرنے کے بعد عمر بن حسین کا سالار محمد بن رشید بھی سلطان کے لشکر میں آن شامل ہوا ہے۔

یہ خبر مایو نیانوش اور گون سالود کے لئے یقیناً حوصلہ شکن تھی۔ ..... بجایہ کا فتح ہونا مایو نیانوش اور گون سالود کو ایسے ہی لگا جیسے ان کو کسی نے چمڑے کی بساط کے اندر لپیٹ کر رکھ دیا ہو، کچھ دیر تک تینوں میں سے کوئی بھی نہ بول سکا، پھر گفتگو کا آغاز مایو نے کیا۔

میرے دونوں ساتھیوں ہم نے جو دشمن پر ضرب لگانے کے لئے طریقہ کار طے کیا تھا، لگتا ہے سلطان ہماری نسبت زیادہ برق رفتاری سے حرکت میں آیا ہوا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ بجایہ شہر سے باہر ہمیں بدترین شکست دینے کے بعد اس نے اپنے لشکریوں کو آرام کرنے کا موقع دیا نہ وہ خود ستایا بلکہ شہر پر حملہ آور ہوا، بڑی آسانی کے ساتھ بجایہ شہر پر اس نے قبضہ کر لیا ہے۔ بجایہ شہر کا ہمارے ہاتھوں سے نکل جانا میرے ساتھیو! رکھنا تارمن قوم کے لئے ایک بہت بڑا المیہ ہے۔ اب ہم مزید انتظار نہیں کر سکتے، مسلمانوں کے ساتھ ہماری جنگوں کا سلسلہ طویل ہو جائے گا۔ بجایہ پر جو کچھ بھی اس کی اطلاع

نی الفور ولیم اور راجر کو کرنی چاہئے۔ ..... پھر اپنے قریب بیٹھے گون سالود کی طرف دیکھتے ہوئے مایو کہنے لگا۔

گون سالود لکھنے کا سامان لاؤ، میں ولیم کے نام خط لکھتا ہوں مایو کے ان الفاظ کے ساتھ ہی گون سالود اٹھ کھڑا ہوا، تھوڑی دیر بعد وہ دولوٹا کاغذ اور لکھنے کا سامان اس نے مایو کے سامنے رکھا..... مایو کچھ دیر تک خاموش رہ کر کچھ دیر تک سوچتا رہا، پھر اس نے ولیم کے نام لکھا خط کو اس نے پانس کے خون میں ڈالا، صقلیہ اور افریقہ میں جو جاسوس رابطہ رکھے ہوئے تھے انہیں طلب کیا، پھر وہ خط اس نے ان کے ذریعے صقلیہ بھجوا دیا تھا۔

خط روانہ کرنے کے بعد مایو پھر کچھ دیر سوچتا رہا، اس کے بعد ایک گہری نگاہ اس نے اپنے سامنے بیٹھے نیانوش اور گون سالود پر ڈال دی، اس کے بعد ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے دونوں ساتھیو! حالات اب ہمارے لئے افریقہ میں مخدوش ہوتے چلے جا رہے ہیں، لیکن کچھ بھی ہو ہر صورت میں ہم نے مسلمانوں کی راہ روکنی ہے اور ان علاقوں کے اندر اپنی عزت اور عظمت کو بحال کرنا ہے۔

مایو تھوڑی دیر کے لئے رکا، کچھ سوچا پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

میرے دونوں ساتھیو! ایک بات میں تم پر واضح کر دوں کہ بجایہ شہر سے باہر ہمیں شکست دینے پھر بڑی آسانی کے ساتھ بجایہ شہر پر قبضہ کرنے کے بعد مسلمان لشکریوں کے حوصلے آسمان کی رفعتوں اور بلندیوں کو چھو رہے ہوں گے اور پھر یہ بھی یاد رکھنا کہ بجایہ شہر پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان عبدالمومن اور عمر بن حسین دونوں خاموش نہیں بیٹھیں گے۔ یاد رکھنا بجایہ شہر کا نظم و نسق درست کرنے کے بعد مسلمانوں کا لشکر بجایہ شہر سے نکلے گا اور اپنی فتوحات کا دائرہ کار بڑھانے کی کوشش کرے گا۔

بجایہ کے بعد جو قریب ترین ہمارا شہر پڑتا ہے وہ بونا ہے، میرے خیال میں مسلمانوں کا سلطان بجایہ سے نکل کر بونا شہر پر حملہ کرتے ہوئے قسمت آزمانے کی کوشش کرے گا۔

میں نے خط میں ولیم کو لکھ دیا ہے کہ اگر شمالی افریقہ کو وہ اپنی عمل داری میں رکھنا چاہتا ہے تو پھر صقلیہ سے ایک اور لشکر روانہ کرے، ساتھ ہی کچھ تربیت یافتہ اور منجھے ہوئے سالار بھی روانہ کرے، اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو پھر مسلمان شمالی افریقہ سے تارمنوں کی حکومت کی

بسلط ہمیشہ کے لئے لپیٹ دیں گے۔

میرا اندازہ یہ بھی ہے کہ عبدالمومن اور عمر بن حسین زیادہ دن بجایہ میں قیام نہیں کریں گے۔ بجایہ کا نظم و نسق درست کرنے کے بعد وہ نکلیں گے اور بونہ کا رخ کریں گے۔ جب تک صقلیہ سے ہمیں کمک نہیں مل جاتی اس وقت تک ہم سلطان عبدالمومن اور عمر بن حسین کے سامنے آکر جنگ نہیں کریں گے، بلکہ ان پر شب خون مارنے کا کھیل کھیلیں گے، اس کا مقصد یہ ہوگا کہ ان کی پیش قدمی کی رفتار کو دھیما کیا جائے، انہیں آگے بڑھنے سے روکا جائے، اتنی دیر تک مجھے امید ہے کہ صقلیہ سے لشکر کی صورت میں ہمیں مدد مل جائے گی جس کے باعث ان علاقوں میں ہم مسلمانوں پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اس کے ساتھ ہی مایو نے اپنا سلسلہ کلام ختم کر دیا تھا، پھر وہ لشکر کے نئے نظم و نسق میں لگ گئے تھے۔

☆

مایو کا قاصد ایک روز صقلیہ میں راجر اور ولیم کے سامنے کھڑا تھا۔ صقلیہ کے سرکردہ لوگ بھی وہاں موجود تھے۔ ولیم نے جب قاصد کو مخاطب کرتے ہوئے افریقہ کی صورت حال پر سوال کیا، تب قاصد نے اپنے لباس کے اندر سے مایو کا خط نکال کر اسے تھما دیا تھا۔

ولیم نے خط لیا، پڑھنے لگا تھا لکھا تھا۔

"میں مایو یہ لکھتے ہوئے شرم اور انتہائی کوفت محسوس کر رہا ہوں کہ بجایہ شہر کے نواح میں مراکش کے سلطان عبدالمومن اور عمر بن حسین کے ہاتھوں ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑا اور بجایہ شہر پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا ہے۔۔۔ بجایہ شہر کے اندر جو ہمارا لشکر تھا، اس کا کام تمام کر دیا گیا ہے۔۔۔ ہمارے اپنے لشکر کا بھی بڑا نقصان ہوا ہے جو لشکر ہم نے مارنیوس کی سرکردگی میں کوہستان متمانہ میں عمر بن حسین کی تربیت گاہ کو فنا کرنے کے لئے روانہ کیا تھا، وہ لشکر خود فنا ہو گیا ہے۔۔۔ مارنیوس جنگ میں کام آ چکا ہے۔

سمجھ نہیں آتی مسلمانوں کو ہماری نقل و حرکت اور پیش بندی کی اطلاع کیسے ہو جاتی ہے۔

جن لوگوں سے افریقہ کی سرزمین میں ہمارا پالا پڑا ہے، یہ کوئی عام لوگ اور معمولی

جنجو نہیں ہیں، بظاہر یہ شگوفوں کے سہانے سحر تاب ماہ و سال کی طرح بے ضرر لب و رخسار کی آتش ملائمہ کی جبینوں کے سجود جیسے پر امن ستاروں کی مناجات زہرہ کے سرور مہتاب سایوں کی طرح امن کے متلاشی نظر آتے ہیں، لیکن ایسا نہیں ہے، جلد ہی یہ اپنی ظاہری ہیت کو تبدیل کر لیتے ہیں۔۔۔ اپنا باطن سامنے لاتے ہیں، جھوم کے اٹھتے سحابوں، تھرکتی موج کی لو، عرفان اور دانش کے سرور اور قلب کی تطہیر کر دینے والے، جادوؤں، عذابوں، بجلیوں اور زلزلوں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

شمالی افریقہ کے اندر پہلی بار میرا ایسے لوگوں سے واسطہ پڑا ہے جن کے سامنے ملائمہ کے تجود نے غم دوراں کے اضطراب، سکوت مہ و انجم نے جنون موسموں کے طوفانوں، سینوں کی محرابوں میں مرگ و زیست کے خونی تماشوں اور نظر کے اجالوں نے شعلوں کی تپش گری کی صورت اختیار کرنے کا فن سیکھ لیا ہو۔

یہ مسلمان چاروں طرف سے سمٹ کر نعروں کی گونج شور ستعیر، بانگ رجز، شفق میں بھیگے ہول آفریں اندھیروں کی طرح سامنے آئے ہیں، جسم میں آگ بھرتے خیالوں کے عفریت، اوہام کے جال بنتے وہموں کے آسیب اور ہوس کاری کی شورش انگیزی کی طرح حملہ آور ہونے کے بعد اپنے ارادوں کے تسلسل، اپنے عمل کی صلابت سے نحوں کے اندر اپنے مقابل اپنے دشمنوں کو محرومی کے درد صحرا کی سنگلاخی، ریت کی آہوں اور اجنبی کرب کے بے کراں سلسلوں میں ڈبو کر رکھ دیتے ہیں۔

نارمنوں کے سامنے مسلمانوں کی صورت میں میں نے ایسے صحرا نشین ایسے بدو ایسے جنجو دیکھے ہیں جو بادِ مخالف کے ہزاروں طوفانوں کے اندر بھی بگولوں کا خروش بننے کا فن جانتے ہیں، جو صحرا کی اڑتی ریت کے اندر بھی صحرا کی قہرمانیت کا لبادہ اوڑھ لیتے ہیں اور جب حملہ آور ہوتے ہیں تو بلندی کو پستی کو اپنے زیر نگیں عرض و فلک کو اپنے اقتدار میں کرتے ہوئے اجل کے رازدان بن جاتے ہیں۔

مسلمانوں کو روکنے کے لئے اور ان کے خلاف کامیابی حاصل کرنے کے لئے ہمیں صقلیہ سے کمک کی ضرورت ہے۔

اس کمک کے آنے تک عبدالمومن اور عمر بن حسین کو ہم اپنے ساتھ الجھائے رکھیں گے، ان کی پیش قدمی کی رفتار سست کر دیں گے، ان کے آگے بڑھنے میں دشواریاں کھڑی

کریں گے۔ ... اگر ہمیں بروقت صقلیہ سے کمک مل گئی تو مجھے امید ہے کہ ہم نا صرف عبدالمومن اور عمر حسین کو پسپا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، بلکہ ان سے بجایہ اور سفاقس لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

یہاں مایو کا خط ختم ہو گیا تھا۔ خط پڑھنے کے بعد ولیم نے وہ خط اپنے قریب بیٹھے ہوئے اپنے باپ کو تھما دیا تھا۔ راجر نے بھی خط پڑھا، پھر راجر نے آنے والے قاصد کو مخاطب کیا۔

پورے حالات سناؤ جنگ کیسے ہوئی، کیسے مسلمانوں کو فتح اور ہمیں شکست ہوئی۔

قاصد نے سارے حالات تفصیل کے ساتھ کہہ سنائے تھے۔

کچھ دیر تک اس کمرے میں سناٹا اور کاٹ کھانے والی خاموشی رہی، پھر راجر بول اٹھا۔

ولیم میرے بیٹے لگتا ہے پانی ہمارے سر سے اونچا ہونے لگا ہے۔ اگر شمالی افریقہ میں ہم نے اپنی دفاع کو مضبوط نہ کیا تو یاد رکھنا وہاں سے ہمیں اپنی بساط لپیٹنا پڑے گی۔

ولیم کچھ دیر سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

پدر محترم دو دن تک میں ایک بہت بڑا لشکر اپنے بحری بیڑے کے ذریعے شمالی افریقہ کی طرف بھجواتا ہوں، ساتھ ہی تیز رفتار قاصد اندلس اور صقلیہ کے درمیان پڑنے والے سارے جزائر کی طرف روانہ کرتا ہوں ... اٹلی کی طرف بھی پیغام بھیجتا ہوں۔ یورپ کے دوسرے ممالک کی طرف بھی قاصد روانہ کرتا ہوں اور سب سے التماس کی جائے گی کہ افریقہ میں نارمنوں کی قوت مستحکم کرنے اور مسلمانوں کو پسپا کرنے کے لئے جس قدر رضاکار ممکن ہوں شمالی افریقہ کی طرف روانہ کریں۔

مجھے امید ہے جب ایک ہو گا اور چاروں طرف سے رضاکار صلیب کی حفاظت کی خاطر شمالی افریقہ کا رخ کریں گے تو عبدالمومن کو مراکش اور عمر بن حسین کو گمنام صحراؤں کی طرف بھاگ جانے کے علاوہ کوئی چارہ کار نظر نہ آئے گا۔

راجر اور ولیم کے سامنے بیٹھے سارے حاضرین نے اس تجویز سے اتفاق کیا تھا، ولیم کی اس تجویز پر راجر بھی خوش ہو گیا تھا۔ پھر دوسرے روز تیز رفتار قاصد چاروں سمت بھجوا دیئے گئے تھے اور اس کے دو روز بعد ایک بہت بڑا لشکر شمالی افریقہ کی طرف روانہ کیا گیا تھا، اس پر راجر دوئم کی بدقسمتی کہ بجایہ کے ہاتھ سے نکل جانے کا اس نے ایسا اثر لیا کہ یہ خبر

ملتے ہی وہ بیمار پڑ گیا اور پھر چند ہی روز بعد ہمیشہ کے لئے دنیا سے کوچ کر گیا۔

☆

عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کے جانے کے بعد لولو بن نصر نے اس حویلی میں قیام کر لیا تھا جو محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کے تصرف میں تھی۔

ایک روز جب وہ مغرب کی نماز کے بعد حویلی میں داخل ہوا تو اس کے پیچھے پیچھے ایک قاصد حویلی میں آیا..... لولو بن نصر نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور اسے پہچان لیا، اس لئے کہ وہ ایک طلایہ گر تھا جو حسن بن مالک کے تحت کام کرتا تھا، اسے دیکھتے ہی لولو بن نصر چونکا، اس کی طرف بڑھا... قریب آیا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز کیا تو کوئی اچھی خبر لے کر آیا ہے۔

جواب میں اس قاصد نے سلطان عبدالمومن اور عمر بن حسین کے ہاتھوں بجایہ شہر کی فتح پھر محمد بن رشید کے ہاتھوں نارمنوں کے لشکر کی شکست اور مارٹیوس کی موت کی تفصیل سنا ڈالی تھی۔

یہ خبر سن کر لولو بن نصر ایسا خوش ہوا کہ اس طلایہ گر کو اپنے ساتھ اس نے لپٹا لیا، اس کی پیشانی چومی، پھر کہنے لگا۔

تو نے یہ خبریں سنا کر میرا دل خوش کر دیا ہے۔ لولو بن نصر کے اس رویئے اور سلوک سے وہ ناظر خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ پھر اس نے ہاتھ آگے بڑھایا، لولو بن نصر سے مصافحہ کیا، پھر اس سے کہنے لگا۔

ابن نصر میں اب واپس جاؤں گا، میں پہلی خبر آپ سے کہنے کے لئے آیا تھا، اس کے ساتھ ہی دو ناظر مڑا اور جدھر سے آیا تھا ادھر ہی چلا گیا تھا۔

لولو بن نصر حویلی میں داخل نہیں ہوا، باہر نکلا۔ پھر اس نے عمر بن حسین کی حویلی کے دروازے پر دستک دی تھی۔

عمر بن حسین کی حویلی میں اس وقت صفورہ کے پاس فلورو، مریطہ، نابیل اور شرینہ بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ دروازے پر جب دستک ہوئی تو سب سے پہلے فلورو اپنی جگہ سے اٹھی، صدر دروازے پر آئی پھر کس قدر بلند آواز میں پوچھا۔

کون ہے۔

جواب میں خوشیوں بھری آواز سنائی دی۔

فلورہ میری بہن میں لولو بن نصر ہوں، دروازہ کھولو میں ایک اچھی خبر لے کر آیا ہوں۔

فلورہ آگے بڑھی، جھٹ سے اس نے صدر دروازہ کھول دیا لولو بن نصر اندر داخل ہوا، دروازہ لولو بن نصر نے خود بند کیا، فلورہ نے بڑی بے چینی اور بڑی بے تابی سے لولو بن نصر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

ابن نصر میرے بھائی کیا آپ بتائیں گے نہیں آپ کون سی اچھی خبر لے کر آئے ہیں، کیا اس خبر کا تعلق امیر عمر بن حسین سے ہے۔

لولو بن نصر نے ایک قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔

فلورہ میری بہن اس خبر کا تعلق یقیناً امیر عمر بن حسین ہی سے ہے، لیکن تم اس قدر بے چینی اور پریشانی کا اظہار نہ کرو، مجھے صفورہ خاتون کے پاس لے چلو سب کی موجودگی میں جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں کہوں گا۔

لولو بن نصر کو لے کر فلورہ دیوان خانے میں داخل ہوئی جہاں ایک طرف قیس بیٹھا ہوا تھا وہاں لولو بن نصر بیٹھ گیا۔ پھر فلورہ نے اسے مخاطب کیا۔

ابن نصر میرے بھائی اب جبکہ ہم سب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، کہو آپ کون سی اچھی خبر لے کر آئے ہیں۔

لولو بن نصر نے باری باری سب کی طرف دیکھا، پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

میں آپ سب کے لئے دو اچھی خبریں لے کر آیا ہوں، میں مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد حویلی میں داخل ہوا کہ حسن بن مالک کے ماتحت کام کرنے والا ایک ناظم آیا، اس نے مجھے یہ خبریں دیں، میں نے وقت ضائع نہیں کیا اسے رخصت کیا اور سیدھا آپ لوگوں کی طرف چلا آیا۔

پہلی اچھی خبر یہ ہے کہ ہرمنوں کا جو لشکر کوہستان متمانہ میں ہماری تربیت گاہ کا رخ کر رہا تھا، سامنے کی طرف سے محمد بن قرنج الکومی اس کا راستہ روک کر کھڑا ہوا۔ پشت کی طرف سے ابن رشید حملہ آور ہوا اور اس لشکر کا مکمل طور پر صفایا کر دیا۔ لشکر کا ہرمن سالار مارنیوس بھی جنگ میں مارا گیا۔

دوسری اچھی خبر یہ ہے کہ مراکش کے سلطان عبدالمومن اور امیر عمر بن حسین نے بجایہ شہر سے باہر ہرمنوں کے لشکر کو بدترین شکست دی، ہرمنوں کا لشکر پسپا ہو کر بھاگ گیا۔ محمد بن رشید بھی اتنی دیر تک مارنیوس کا صفایا کرنے کے بعد اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ امیر کے ساتھ جا ملا اس کے بعد سلطان اور امیر نے مل کے بجایہ شہر پر حملہ کیا۔ بجایہ شہر کو فتح کر لیا۔ اس وقت ہمارا لشکر بجایہ شہر میں مقیم ہے، آنے والے ناظم کا کہنا ہے کہ چند روز بعد بجایہ شہر کا نظم و نسق درست کر کے لشکر پھر نکلے گا اور دوسرے شہر پر حملہ آور ہونے کے لئے کوچ کرے گا۔

یہ دونوں خبریں سن کر سب بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے، اچانک فلورہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور لولو بن نصر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

ابن نصر میرے بھائی آپ نے یہ دونوں خبریں سنا کر ہمارا دل خوش کر دیا ہے، اب آپ جائیں گے نہیں میں مطبخ کی طرف جا رہی ہوں، اسی خوشی میں آپ کے لئے اچھی اچھی چیزیں بناتی ہوں کھانا آپ یہیں کھا کر جائیں گے، پھر فلورہ نے مریطہ، نابیل اور ثریہ کو اشارہ کیا۔ اس پر وہ تینوں اٹھ کھڑی ہوئیں اور فلورہ کے ساتھ وہ مطبخ کی طرف چلی گئی تھیں۔

☆

عبدلیس بن کسینہ مغرب کی نماز کے بعد اپنی حویلی میں داخل ہوا، حویلی کے اندرونی حصے میں اس کے بیٹے شالیب نے اسے حویلی میں آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ شالیب اس وقت اپنی ماں کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ باپ کو اندر آتے دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

عبدلیس بن کسینہ اس کمرے میں داخل ہوا جس میں اس کی بیوی لیبانہ بیٹھی ہوئی تھی اور جہاں تھوڑی دیر پہلے شالیب اس کے ساتھ بیٹھا گفتگو کر رہا تھا۔ عبدلیس بن کسینہ جب اس کمرے میں داخل ہوا تو اس کے چہرے کے تاثرات سے شالیب کو کچھ شک ہوا، مزا اسی کمرے کے دروازے کے پیچھے آن کھڑا ہوا تھا۔

عبدلیس بن کسینہ آگے بڑھ کر لیبانہ کے پاس بیٹھ گیا، پھر کسی قدر مایوسانہ سے انداز میں کہنے لگا۔

سمجھ نہیں آتی جس کام کی میں ابتدا کرتا ہوں وہ ناکام کیسے ہو جاتا ہے، لگتا ہے قسمت ہمارا ساتھ نہیں دے رہی یا وقت اور حالات ہی ہماری بدقسمتی کا جال بننے میں مصروف ہیں۔

عدیس بن کسینہ کے ان الفاظ پر لیبانہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر بولی۔

کیا ہوا؟

عدیس بن کسینہ کہنے لگا، جو لشکر کوہستان متمانہ کی طرف گیا تھا، اسے شکست ہوئی مارنیوس مارا گیا اور سب سے بڑی خبر یہ کہ بجایہ شہر سے باہر نارمنوں کو سلطان عبدالمومن اور امیر عمر بن حسین کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور بجایہ شہر پر سلطان اور امیر کا قبضہ ہو گیا ہے اب اس سے بڑھ کر بری خبر ہمارے لئے کیا ہو سکتی ہے۔

عدیس بن کسینہ کے ان الفاظ پر لیبانہ کچھ اداس اور افسردہ سی ہو گئی تھی، کچھ دیر خاموش رہی پھر عدیس بن کسینہ کہنے لگا۔

میں نے مغرب کی نماز مسجد میں نہیں پڑھی، بلکہ میں اپنے صنہاجی ساتھیوں کی طرف چلا گیا تھا، ان کے ساتھ میں نے ایک نیا منصوبہ بنایا ہے، اب دعا کرو کہ اس میں ہم کامیاب رہیں جو منصوبہ ہم نے تیار کیا ہے، اگر یہ کامیابی کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچ گیا تو یاد رکھنا ہماری ساری گزشتہ ناکامیوں کی تلافی ہو جائے گی۔

لیبانہ نے چونک کر عدیس بن کسینہ کی طرف دیکھا۔ کیسا منصوبہ؟

کچھ تیز رفتار صنہاجی نوجوان مہدیہ کی طرف گئے ہیں وہاں وہ مایونیا خوش اور گون سالوو سے ملیں گے جو منصوبہ ہم نے تیار کیا ہے، وہ کچھ اس طرح ہے کہ پرسوں شام کے قریب چھوٹا سا ایک قافلہ سفاقس شہر میں داخل ہو گا قافلے کے لوگ یہ ظاہر کریں گے کہ ان کا تعلق زویلہ کے مسلمانوں سے ہے، زویلہ کی تباہی اور بربادی کے بعد وہ بڑی مشکل سے وہاں سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوئے اور کچھ دن ادھر ادھر دھکے کھانے کے بعد بڑی مشکل سے یہاں پہنچے ہیں۔

ظاہر ہے ان کی داستان سن کر لوگ انہیں پناہ دینے پر تیار ہو جائیں گے، اس وقت شہر کا حاکم لولو بن نصر ہے، لولو بن نصر بھی انہیں پناہ دینے پر تیار ہو جائے گا۔

آنے والے وہ لوگ بہترین تیغ زن ہوں گے، اس روز رات کا کافی حصہ گزر جانے

کے بعد لشکر سفاقس کے قریب پہنچے گا اپنے آپ کو زویلہ کے لٹے پٹے ظاہر کر کے جو شہر میں داخل ہوں گے، وہ مستعد رہیں گے، جب نارمنوں کا لشکر سفاقس کے نواح میں پہنچے گا تو وہ جلتے ہوئے پروں کا ایک تیر فضا میں بلند کریں جو شہر میں داخل ہونے والے قافلے کے لئے نشانی ہو گی کہ نارمنوں لشکر پہنچ چکا ہے۔

جلتے پروں کے اس تیر کے تھوڑی ہی دیر بعد قافلے کے لوگ شہر پناہ کے شمالی دروازے کی طرف جائیں گے دروازے کے محافظوں پر حملہ آور ہو کر دروازہ کھول دیں گے..... دروازہ جونہی کھلے گا نارمن جو آڑ لیتے ہوئے اور زمین پر لیٹتے ہوئے شہر کے قریب پہنچ چکے ہوں گے، شہر میں داخل ہو کر وہ کھیل کھیلیں گے جو انہوں نے اس سے پہلے زویلہ شہر میں کھیلا تھا۔

عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید بجایہ میں دیکھتے رہ جائیں گے اور سفاقس ان کے ہاتھوں سے نکل جائے گا، کہو یہ منصوبہ کیسا ہے۔

لیبانہ تھوڑی دیر مسکراتی رہی، پھر کہنے لگی۔

منصوبہ تو بہت اچھا ہے بشرطیکہ یہ کامیابی کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچ جائے، بہرحال اگر یہ منصوبہ کامیاب ہو گیا تو سفاقس یقیناً عمر بن حسین کے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ اگر ایسا ہو گیا تو پھر ان صحراؤں کے اندر کوئی بھی قوت نارمنوں کے سامنے ٹھہر نہ سکے گی۔

عدیس بن کسینہ نے ادھر ادھر دیکھا، پھر کہنے لگا، بچے کہاں ہیں؟

لیبانہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

ثرینہ تو فلکورہ کے پاس گئی ہوئی ہے، شالیب تھوڑی دیر پہلے میرے ہی پاس بیٹھ کر باتیں کر رہا تھا، ابھی ابھی اپنے کمرے کی طرف گیا ہے۔

عدیس بن کسینہ نے زور سے پکارا۔

شالیب۔ شالیب میرے بیٹے ادھر آؤ۔

شالیب دروازے کے پاس ہی کھڑا ہوا تھا، تھوڑی دیر تک اپنی جگہ پر کھڑا رہا پھر کمرے میں داخل ہوا، کہنے لگا۔

بابا آپ نے مجھے بلایا؟

ہاتھ کے اشارے سے عدیس بن کسینہ نے شالیب کو قریب بلایا، شالیب باپ کے پاس

جا کر بیٹھ گیا، اپنے ساتھ لپٹا کر عدنیس بن کسینہ نے اسے پیار کیا پھر کہنے لگا۔

جاؤ امیر کے ہاں جاؤ، بہن کو بلا کر لاؤ پھر اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔

شالیب باہر نہیں گیا، اپنے کمرے کی طرف چلا گیا، جو تفصیل اس نے اپنے باپ عدیس بن کسینہ سے سنی تھی، بڑی تیزی اور جلدی کے ساتھ وہ اس نے ایک کاغذ پر لکھی، کاغذ کو تہہ کیا..... پھر دبے پاؤں حویلی سے نکل گیا تھا۔

امیر عمر بن حسین کی حویلی میں داخل ہونے کے بجائے شالیب آگے نکل گیا، جس حویلی میں محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطراح کا قیام تھا اور جس میں عارضی طور پر لولو بن نصر ٹھہرا ہوا تھا، اس حویلی کے سامنے آیا..... بیرونی دروازے کو زنجیر لگی ہوئی تھی جس کاغذ پر شالیب نے تحریر لکھی ہوئی تھی، وہ کاغذ اس نے زنجیر کے ساتھ باندھ دیا، پھر مڑا اور اس نے امیر عمر بن حسین کی حویلی میں دستک دی تھی۔

اندر سے لولو بن نصر کی آواز سنائی دی، کون ہے شالیب بلند آواز میں بولا۔

ابن نصر میرے بھائی میں شالیب ہوں..... دروازہ کھل گیا، سامنے ابن نصر کھڑا تھا، ابن نصر نے پیار سے شالیب کے سر پر ہاتھ رکھا پھر پوچھا، شالیب خیریت ہے؟

شالیب مسکرایا اور کہنے لگا، میں بہن کو بلانے آیا ہوں لولو بن نصر نے دروازہ بند کر دیا..... شالیب آگے بڑھا، دیوان خانے میں داخل ہوا دیوان خانے میں اس وقت قیقان بن اسماعیل اور صفورہ بیٹھی ہوئی تھی، اتنی دیر تک لولو بن نصر بھی وہاں آن بیٹھا تھا، اسی لمحے فلورہ مطبخ سے نکل کر دیوان خانے میں آئی۔ شاید اس نے حویلی کے دروازے پر ہونے والی دستک سن لی تھی، شالیب کو دیکھتے ہی وہ بول پڑی۔

شالیب میرے بھائی تم بڑے اچھے وقت پر آئے، بیٹھو اب کھانا تم ہمارے ساتھ ہی کھاؤ گے۔

شالیب کہنے لگا، مجھے تو بابا نے بھیجا ہے تاکہ شرینہ کو بلاؤں اور سب مل کر کھانا کھائیں۔

فلورہ پھر کہنے لگی۔

اچھا واپس جاؤ بابا سے کہو کہ شرینہ یہیں کھانا کھائے گی، بابا سے یہ کہہ کر تم بھی واپس آؤ اور کھانا ہمارے ساتھ ہی کھاؤ۔

شالیب کچھ کہنا چاہتا تھا کہ مطبخ سے نکل کر شرینہ بھی فلورہ کے پاس آئی، فلورہ کی بات

سنتے ہوئے شالیب نے مخصوص اشارہ شرینہ کو کیا، پھر شرینہ نے فلورہ کو مخاطب کیا۔

فلورہ میں یہیں آ کر کھانا کھاتی ہوں، میں ذرا شالیب کے ساتھ جائے بابا سے کہہ آؤں کہ فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے بجایہ کی فتح اور نارمن جرنیل مارفیوس اور اس کے لشکریوں کے مارے جانے کی خوشی میں کھانے کا اہتمام کیا جا رہا ہے، لہٰذا میں اور شالیب کھانا یہیں کھائیں گے، بس یہ کہہ کر میں اور شالیب واپس آتے ہیں۔

فلورہ نے اس سے اتفاق کیا، پھر شرینہ آگے بڑھی، شالیب کا ہاتھ اس نے پکڑا اور حویلی سے باہر نکل گئی تھی، حویلی سے باہر نکلتے ہی جو کارروائی شالیب نے کی تھی اس کی تفصیل بڑی تیزی کے ساتھ اس نے شرینہ سے کہہ دی تھی، یہ ساری تفصیل سننے کے بعد شرینہ نے رازداری میں اپنے بھائی کو مخاطب کیا۔

شالیب لگتا ہے ہمارا باپ خون اور جنگ سے کھیلنے کی کوشش کر رہا ہے..... میرے بھائی میری غیر موجودگی میں تم نے اچھا کیا، سارا پیغام لکھ کر لولو بن نصر کی حویلی کے بیرونی دروازے کی زنجیر سے باندھ دیا، میرے خیال میں کھانا کھانے کے بعد لولو بن نصر جب واپس جائے گا تو اسے وہ پیغام مل جائے گا، لہٰذا اس ساری کارروائی کا وہ سدباب کرے گا۔

گلی میں یہ ساری گفتگو کرنے کے بعد وہ دونوں بہن بھائی اپنی حویلی میں داخل ہوئے۔

اس کمرے کے دروازے پر آئے جس میں ان کے ماں باپ بیٹھے ہوئے تھے دروازے کے قریب ہی کھڑے ہوئے شرینہ نے اپنے باپ کو مخاطب کیا۔

بابا فلورہ اور گھر کے دوسرے لوگ زور دے رہے ہیں کہ میں اور شالیب کھانا ان کے ساتھ کھائیں، کھانا بھی انہوں نے تیار کر دیا ہے آپ اجازت دیں تاکہ میں اور شالیب ادھر چلے جائیں۔

عدنیس بن کسینہ مسکرایا پھر کہنے لگا۔

بیٹی اس طرح میرے پاس آ کر تمہیں اجازت لینے کی ضرورت ہی نہیں تھی بس شالیب کے ہاتھ پیغام بھیج دیتی، اگر تم وہاں رہتی ہو تو اس میں میری خوشی ہے۔ جاؤ دونوں بہن بھائی وہیں ان کے ساتھ ہی کھانا کھاؤ۔

اپنے باپ کا جواب سن کر شرینہ خوش ہو گئی تھی، مڑی شالیب کا ہاتھ پکڑا پھر بڑی

تیزی کے ساتھ وہ تقریباً بھاگتے ہوئے بہن بھائی باہر نکلے۔ امیر کی حویلی میں داخل ہوئے، شالیب دیوان خانے میں بیٹھ گیا، جبکہ شرینہ پہلے کی طرح فلورہ، مریطہ اور نابیل کے ساتھ کام کرنے لگی تھی۔

سب نے مل کر وہاں کھانا کھایا، پھر شرینہ اور شالیب اپنے گھر چلے گئے تھے۔ لولو بن نصر جب وہاں سے اُٹھ کر اپنی حویلی کی طرف آیا، دروازہ کھولنے لگا تو وہ کاغذ جو شالیب نے وہاں باندھا تھا وہ اس کے ہاتھ سے ٹکرایا۔ کاغذ اس نے زنجیر سے نکال لیا، دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا۔

حویلی کا دروازہ اس نے بند کیا، جو کمرہ دیوان خانے کے طور پر استعمال ہوتا تھا اس میں دو چھوٹی چھوٹی مشعلیں روشن تھیں۔ اس نے تہہ کیا ہوا کاغذ کھولا، پھر ان مشعلوں کی روشنی میں پڑھنے لگا۔

خط میں ساری تفصیل لکھی ہوئی تھی، جو شالیب نے اپنے باپ عبدلیس بن کسینہ اور لیبانہ کے درمیان گفتگو کے طور پر سنی تھی۔

وہ تحریر پڑھنے کے بعد لولو بن نصر کے چہرے کی شکنوں میں آوارہ غضب ناکیاں اور خونی خواہشیں نمایاں ہو گئی تھیں۔ غضب آلود نگاہوں میں عداوت و رقابت و دشمنی کی ہیجان انگیزیاں اپنا رنگ دکھانے لگی تھیں۔

تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہا، کاغذ کو تہہ کر کے اپنے لباس میں محفوظ کر لیا۔ پھر رات کے اندھیرے، گہری خاموشیوں اور تنہائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

ادب و تہذیب سے ناآشنا، رمنو! فسق و فجور میں بدمست حیوانی خواہشوں اور نفس کے شیطانو! ہم تمہیں اپنی سرزمینوں میں آگ و خون کا آشوب اور اندھے اندھیروں کا صحرائے محشر نہ بننے دیں گے۔

سنو اگر خداوند قدوس کی رضامندی ہمارے ساتھ ہے تو پھر اپنے دل کے قرطاس پر لکھ رکھو کہ مشیت کبھی فنا نہیں ہوتی اور ثبات صرف میرے اللہ ہی کی ذات کو ہے، اگر اس کی حمایت اور نصرت ہمیں حاصل رہی تو ہم تمہارے رشک و حسد تمہارے کبر و پندار تمہارے غرور اور نخوت کو میلے کپڑے کی طرح دھو کر رکھ دیں گے۔

نار منو! جو تاریخ ہمارے آباء نے اپنے خون سے لکھی اسے ہم زمانے کے تسلسل سے

مٹنے نہ ہونے دیں گے۔ ہمارا رب بڑا کریم اور رحیم ہے، وہ اپنی کبریائی کے انوار سے ہمیں نوازے گا تو ہم تمہارے ساتھ ہست و نیست کا وہ کھیل کھیلیں گے کہ تمہاری رگوں میں سلگتا زوال اور موت کا اندھا سوگ بنتے چلے جائیں گے۔

اس کے ساتھ ہی لولو بن نصر نے کچھ سوچا پھر وہ اُٹھا، تیزی کے ساتھ باہر نکلا، حویلی کے صدر دروازے کو اس نے باہر سے زنجیر لگائی، پھر وہ تقریباً بھاگنے کے انداز میں مشرق کی طرف جا رہا تھا۔

✿✿✿

بجایہ شہر میں سلطان عبدالمومن اور عمر بن حسین نے لگاتار دو ہفتوں تک قیام کیا، اس دوران انہوں نے دو اہم کام کئے۔

پہلا یہ کہ شہر کا نظم و نسق درست کیا، شہر کی پناہ گاہ کو مضبوط کیا جو برج کمزور تھے دوبارہ ان کی تعمیر کر کے انہیں مستحکم کیا۔

دوسرا کام جو اس سے بھی بڑا تھا وہ یہ کہ بجایہ شہر کے اندر جس قدر مسلمان جوان تھے، انہیں لگاتار پندرہ دن تک بہترین جنگی تربیت دی گئی، پھر سلطان نے شہر کے اندر اپنا ایک ناظم مقرر کیا اور جن ہزاروں جوانوں کو سلطان نے عمر بن حسین کی زیر قیادت عسکری تربیت دی تھی، ان جوانوں کو اس ناظم کے تحت کیا گیا تاکہ سلطان اور عمر بن حسین کی غیر موجودگی میں ان جوانوں کی مدد سے ناظم نارمنوں کے مقابلے میں شہر کی حفاظت کا فریضہ انجام دے سکے۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد سلطان بجایہ شہر سے نکلا، شہر سے نکلتے ہی سلطان اور عمر بن حسین کے طلایہ گروں نے دور دور تک یہ خبر پھیلا دی تھی کہ سلطان زاویہ کا رخ کرے گا وہاں جو نارمنوں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا ہے اس کا سلطان انتقام لے گا۔

بجایہ سے سلطان نے عمر بن حسین کے ساتھ پورے لشکر کو لے کر مغرب کے بعد کوچ کیا تھا اور کوچ بھی بڑی تیز رفتاری سے ہوا تھا، کچھ دور جا کر سلطان کے مسلح طلایہ گرد چاروں طرف پھیل گئے اور دشمن کا جو بھی نظر دکھائی دیتا انہیں موت کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا تھا۔

اس طرح رات کی گہری تاریکی میں بونہ شہر کے پاس سے گزر کر بڑی تیزی سے سلطان نے زاویہ کا رخ کیا تھا۔

مقلیہ کا خونخوار وزیر جو کبھی جرنیل ہوا کرتا تھا اور جس کا نام مایو تھا، وہ سپہ سالار اعلیٰ بیوش گون سالوا اور دیگر سالاروں کے ساتھ اپنے لشکر کو لئے بونہ شہر کے قریب پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔

اسے جب اس کے مخبروں نے اطلاع دی کہ سلطان ایک نیا کاوا کاٹتے ہوئے بڑی برق رفتاری کے ساتھ زاویہ کا رخ کئے ہوئے ہے اور زاویہ پر اچانک حملہ آور ہو کر سلطان اس پر قبضہ کر لے گا تب مایو اور بیوش کے حواس باختہ سے ہو گئے تھے، ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔ فی الفور انہوں نے اپنا پڑاؤ ختم کیا اور بڑی تیزی سے وہ زاویہ شہر کی طرف بڑھے تھے۔

مایو اور بیوش کا یہ ارادہ تھا کہ سلطان کے زاویہ پہنچنے سے پہلے زاویہ پہنچ کر اپنی پوزیشن مستحکم کر لیں گے اور سلطان کے ساتھ دو بدو جنگ نہیں کریں گے بلکہ جب سلطان زاویہ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا تو سلطان کے خلاف وہ چھاپہ مار جنگ کے علاوہ شب خون کا کھیل کھیلنا بھی شروع کر دیں گے۔

لیکن سلطان نے جو اپنا لائحہ عمل طے کیا ہوا تھا، وہ عمر بن حسین، محمد بن رشید، یحییٰ بن مطروح، یحییٰ بن عبدالعزیز کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔

رات کی گہری تاریکی میں بونہ شہر سے گزرنے کے بعد جب سلطان کو یہ خبر ہو گئی کہ دشمن کا لشکر بونہ سے زاویہ شہر کی طرف جا چکا ہے، تب سلطان نے بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ اپنے لشکر کو موڑا اور واپس بونہ شہر کی طرف آیا۔

شہر کے اندر جو نارمنوں کا لشکر تھا وہ غافل تھا، اس لئے کہ اسے بتایا گیا تھا کہ انہیں چھوڑ کر سلطان بجایہ سے زاویہ کا رخ کر چکا ہے۔

آدھی رات کے بعد سلطان اپنے لشکر کے ساتھ بونہ کے نواح میں پہنچا، عمر بن حسین نے سرکردگی میں پہلے کی طرح آن کی آن لشکریوں نے رسوں کی سیڑھیاں پھینکتے ہوئے شہر پناہ پر چڑھنا شروع کیا۔ شہر کے اوپر جو محافظ تھے انہیں جب خبر ہوئی تو نیچے سے ان پر تیر تیر اندازی کی گئی جس کے باعث مسلمانوں کا ننانوے لشکر فصیل کے اوپر پہنچ گیا فصیل کے

اوپر جس قدر محافظ تھے ان کا خاتمہ کر دیا گیا ... شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا گیا۔

دروازہ کھلتے ہی سلطان کا لشکر شہر میں ایسے داخل ہوا جیسے کسی دریا کا بند ٹوٹ گیا ہو اور سیلابی پانی ہر چیز کو بہاتا ہوا شہر میں داخل ہو گیا ہو۔

شہر کے اندر تھوڑی دیر ہی معرکہ آرائی ہوئی، پھر سلطان کے لشکر نے شہر کے اندر جس قدر نارمن تھے، ان کا خاتمہ کر دیا تھا۔ شہریوں کو جب خبر ہوئی کہ سلطان کا لشکر شہر میں گھس آیا ہے تو وہ بھی مسلح ہو کر باہر نکل آئے اور جو نارمن ان کے سامنے آتا اس کی گردن کاٹنے لگے۔

صبح کا سورج جب طلوع ہوا تو اس کی کرنوں نے بونہ شہر کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہو کر آزادی کی فضاؤں میں رقص کرتے دیکھا، شہر پر قبضہ کرنے کے ساتھ ہی سلطان نے بڑی تیزی کے ساتھ شہر کا نظم و نسق درست کرنا شروع کر دیا تھا اور ساتھ ہی شہر کے اندر جس قدر جوان تھے، ان کی تربیت کا کام بھی شروع کر دیا تھا۔

دراصل سلطان کے پاس اتنا بڑا لشکر نہیں تھا کہ ہر شہر کو فتح کرنے کے بعد اپنے لشکر کا کوئی حصہ وہاں اس کی حفاظت کے لئے چھوڑتا، اس لئے سلطان نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جس شہر کو بھی وہ فتح کرتا، شہر کے جوانوں کو وہ جنگی تربیت دیتا اور شہر چھوڑنے سے پہلے شہر کا کوئی ناظم مقرر کرتا اور اس لشکر کو ناظم کے تحت کر دیا جاتا، اس طرح سلطان نے شہریوں کی حفاظت کا ایک بہترین نظام شروع کر دیا تھا۔

☆

دوسری جانب صقلیہ کے حکمران ولیم کی پکار پر بڑے بڑے یورپی ممالک کے علاوہ جزیرہ سارڈینیا، جزیرہ کارسیکا، جزیرہ منارکا، جزیرہ مارکا، جزیرہ مالٹا، جزیرہ ایلبا اس کے علاوہ فرانس اٹلی ہسپانیہ سے بڑے بڑے سورما مانے ہوئے رضاکار، گلیڈی ایٹر بڑے بڑے جانے پہچانے تیغ زن جوق در جوق گروہ در گروہ صقلیہ کا رخ کرنے لگے تھے اور وہاں سے انہیں صقلیہ کا بحری بیڑہ شمالی افریقہ کے ساحل تک پہنچانے لگا تھا، اس طرح شمالی افریقہ میں نارمنوں کی طاقت اور قوت ہر روز ہزاروں کی تعداد میں بڑھنے لگی تھی۔

دشمن کی یہ نقل و حرکت سلطان عبدالمومن سے خفیہ نہ تھی، سلطان نے جائزہ لے لیا تھا کہ ہسپانیہ میں نصرانی حکمران فرواندہ ہسپانیہ کے والی اور سلطان کے بیٹے سعید بن

عبدالمومن کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اس لئے کہ گزشتہ معرکوں میں سعید اور سلطان کے امیر بحر ابو عمران نے فرواندہ کو لگاتار کئی مقامات پر شکستیں دے کر دور تک اس کے علاقوں میں یلغار کی تھی جس کا اثر یہ ہوا تھا کہ فرواندہ اپنے مرکزی شہر میں دبک کر بیٹھ گیا تھا ہسپانیہ میں مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کرنے کے بعد اس نے اپنی بہتری اسی میں خیال کی کہ ہسپانیہ سے صقلیہ والوں کی مدد کے طور پر رضاکار روانہ کر دیئے اور ایسا اس نے کر دکھایا۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے سلطان عبدالمومن نے بھی قدم اٹھایا، اس نے تیز رفتار قاصد ہسپانیہ کی طرف روانہ کئے اور اپنے امیر البحر ابو عمران کو اس نے اس کے بحری بیڑے سمیت شمالی افریقہ میں طلب کر لیا تھا۔ بحری بیڑہ مراکش کی حدود میں کھڑا کر دیا گیا تھا جبکہ بحری بیڑے میں جو لشکری تھے انہیں سلطان نے اپنے لشکر میں شامل کر لیا تھا۔

اس کے علاوہ تیز رفتار قاصد سلطان نے مراکش کی طرف بھی روانہ کئے تھے مراکش میں اس نے اپنے بیٹے عمر بن عبدالمومن کو پیغام بھجوایا کہ نئے لشکری بھرتی کرے جو تربیت یافتہ لشکر اس کے پاس ہے اسے فوراً سلطان عبدالمومن کی طرف روانہ کر دیا جائے۔

اس پیغام کا خاطر خواہ اثر ہوا، مراکش میں جس قدر لشکر تھا وہ سلطان کے بیٹے عمر بن عبدالمومن نے سلطان کی طرف روانہ کر دیا۔ مراکش اور گردونواح سے بھرتی شروع کر کے اس نے بڑی تیزی کے ساتھ مجاہدوں کو عسکری تربیت دینا شروع کر دی تھی۔

✿✿✿

سلطان عبدالمومن اور عمر بن حسین نے اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ ابھی تک بونا شہر ہی میں قیام کیا ہوا تھا۔ دراصل وہ قیام کر کے دشمن کے ردِ عمل کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ ایک روز سلطان عبدالمومن، عمر بن حسین، یحییٰ بن عبدالعزیز، محمد بن رشید، یحییٰ بن مطراح ایک جگہ بیٹھے تارمنوں کی بڑھتی ہوئی قوت پر تبصرہ کر رہے تھے کہ سلطان کا ایک ناظر قریب آیا، گھوڑے سے اُترا، پھر سلطان کو اس نے تعظیم دی۔ وہ سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطانِ محترم میں چند اچھی خبریں لے کر آیا ہوں، جو مستقبل میں ہمارے لئے سودمند ثابت ہو سکتی ہیں۔

اپنے قریب ہاتھ مارتے سلطان نے ناظر کو بیٹھنے کے لئے کہا، جب وہ بیٹھ گیا تب اس نے گفتگو کا آغاز کیا۔

سلطانِ محترم تین باتیں ہیں جو آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں، پہلی یہ کہ بے شمار رضاکار اور تیغ زن گھیڈی ایئر تارمنوں کے پاس جمع ہو چکے ہیں اور ان کے لشکر کی تعداد اب ایسی ہو گئی ہے جس کا شمار نہیں کیا جا سکتا، ابھی تک یورپی ممالک اور مختلف جزائر سے رضاکار ان کے پاس پہنچ رہے ہیں اور دن بدن ان کے لشکر کی انفرادی قوت زیادہ ہوتی جا رہی ہے، دوسری چند باتیں میں کہنا چاہتا ہوں اس میں پہلی یہ ہے کہ۔

تارمنوں کے وزیر مایو اور ان کے سپہ سالار اعلیٰ نیانوش کا خیال ہے کہ آپ بونا شہر سے نکل کر ضرور زویلہ شہر کا رُخ کریں گے۔ انہوں نے یہ تہیہ کر رکھا ہے کہ آپ کو زویلہ شہر بغیر کسی مزاحمت کے فتح کرنے دیا جائے، اس دوران مایو اور نیانوش اپنے لشکر کو لے کر

پیچھے ہٹ جائیں تاکہ آپ بغیر کسی مزاحمت کے زویلہ شہر میں داخل ہو جائیں، جس وقت انہیں یہ خبر ہو گی کہ آپ نے بونا شہر سے نکل کر زویلہ کا رُخ کیا ہے۔ زویلہ میں اس وقت جس قدر تارمنوں کا لشکر ہے اسے وہ نکال کر لے جائیں گے اور زویلہ خالی کر دیں گے۔

یہ ان کا پہلا قدم ہے، دوسرا قدم ان کا یہ ہو گا کہ جب آپ زویلہ شہر میں داخل ہو جائیں گے تو وہ فی الفور زویلہ کا رُخ کریں گے، زویلہ کو چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔ وہ آپ کا محاصرہ کر کے چاروں طرف سے کھانے پینے کی کوئی بھی چیز داخل نہ ہونے دیں گے، اس طرح ان کا خیال ہے کہ محاصرے کو طول دے کر وہ آپ کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیں گے اور افریقہ میں اپنی من مانی کر سکیں گے۔

سلطانِ محترم یہ ان کے ارادوں کی ایک کڑی ہے، اب دوسری کڑی بھی میں آپ سے کہتا ہوں۔

مایو اور نیانوش نے یہ بھی سوچ رکھا ہے کہ اگر آپ بونا سے نکل کر زویلہ شہر میں داخل ہونے کے بجائے کھلے میدانوں کا رُخ کرتے ہیں، تب مایو اور نیانوش اپنے پورے لشکر کو لے کر آپ کی راہ روکیں گے اور آپ کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کریں گے، ان کا خیال ہے کہ ان کے لشکر کی تعداد اب ہمارے لشکر سے کئی گنا زیادہ ہو چکی ہے، لہٰذا ان صحراؤں کے اندر بقول ان کے ہمیں شکست دینا آسان تر ہے۔

سلطانِ محترم یہ تو وہ اہم اقدامات ہیں، جو تارمن کرنا چاہتے اور جن کی میں نے آپ کو اطلاع کر دی ہے۔

اب میں ایک نئی اور انوکھی خبر بھی آپ سے کہتا ہوں جو امیر ابن حسین اور اس کے ساتھیوں سے تعلق رکھتی ہے۔

امیر عمر بن حسین کے پاس صقلیہ کے سابق امیر امیر البحر فلپ کی بیوی بنی اور بھتیجی نے قیام کر رکھا ہے جس وقت فلپ امیر البحر تھا وہ اپنے بحری بیڑے کے ساتھ اکثر و بیشتر قرطبی جزائر کی طرف جایا کرتا تھا، مالٹا میں بھی اس کا اکثر آنا جانا ہوتا تھا۔ مالٹا کا ایک گھیڈی ایئر جس کا نام حروش ہے، وہ اکثر فلپ سے ملا کرتا تھا۔ ان ملاقاتوں کے دوران حروش فلپ کی بیٹی فلورہ کو پسند کرنے لگا، اس پر حرمناس وقت فلپ اور اس کے اہل خانہ نصرانی تھے، بعد میں وہ مسلمان ہو گئے اور صقلیہ سے سفاقس آ گئے۔

اب اس خبر کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ صقلیہ کے موجودہ حکمران ولیم کو یہ خبر ہو گئی ہے کہ صقلیہ سے مسلمانوں کو صلیبی قبیلے کے نائب سردار لولو بن نصر نے نکالا ہے، مالنا کے اس گلیڈی ایٹر کو بھی خبر ہو گئی ہے کہ فلورہ کو صقلیہ سے نکالنے والا لولو بن نصر ہے، لہٰذا جس وقت ہمارے اور تاتاریوں کے لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے تو حروش انفرادی مقابلے کے لئے نکلے گا اور مقابلے کے لئے لولو بن نصر کو پکارے گا، دراصل وہ لولو بن نصر سے اس بات کا انتقام لینا چاہتا ہے کہ وہ فلورہ کو صقلیہ سے نکال کر شمالی افریقہ کیوں لے گیا۔

اس انکشاف پر عمر بن حسین کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی، لیکن دوسری جانب محمد بن رشید کا چہرہ غصے میں لال سرخ ہو گیا تھا، پھر وہ انتہائی غضبناکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

مالنا کے اس گلیڈی ایٹر کی ایسی تیسی فلورہ ہماری بہن ہے، آئندہ اگر فلورہ کا نام بھی اس کی زبان پر آیا تو قسم اس خدا کی جس نے اس زمین و آسمان کو پیدا کیا، میں اس حروش نام کے گلیڈی ایٹر کی زبان کاٹ دوں گا، رہا سوال لولو بن نصر کا تو جس وقت انفرادی مقابلے کے لئے حروش لولو بن نصر کو پکارے گا تو لولو بن نصر کے بجائے میں میدان میں اتروں گا دیکھوں گا حروش نام کا وہ گلیڈی ایٹر کس پائے کا تیغ زن ہے۔

محمد بن رشید کی اس گفتگو سے عمر بن حسین کے چہرے پر بڑی دل پسند سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ محمد بن رشید جب خاموش ہوا تب اس کی پیٹھ عمر بن حسین نے تھپتھپائی، پھر کہنے لگا۔

محمد بن رشید میں تمہارے جذبے کی قدر کرتا ہوں، پر میں تمہیں یہ پہلے ہی بتا دوں کہ اگر مالنا کے اس گلیڈی ایٹر نے انفرادی مقابلے کے لئے للکارا تو مقابلے کے لئے میں نکلوں گا اور اپنا نام لولو بن نصر ہی بتاؤں گا، اس لئے کہ وہ ہم سے فلورہ کا انتقام لے رہا ہے فلورہ کیونکہ میری منسوبہ ہے، لہٰذا مقابلے پر جانا میرا ہی حق بنتا ہے۔

عمر بن حسین جب خاموش ہوا محمد بن رشید تڑپ کر بولا۔

امیر محترم میں آپ کی تجویز سے اتفاق نہیں کرتا۔ اس وجہ سے کہ فلورہ اس وقت صرف آپ کی منسوبہ ہے، آپ کی بیوی نہیں، اگر آپ کی اس سے شادی ہو چکی ہوتی اور وہ آپ کی بیوی ہوتی تو میں کبھی آپ کو مقابلے پر جانے سے نہ روکتا، لیکن اس وقت وہ صرف

آپ کی منسوبہ ہے۔ یہ رشتہ ایسا نہیں کہ آپ، میری وہ بہن ہے، ایک بہن کا رشتہ ایسا ہے کہ بھائی تو اس پر قربان ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا امیر محترم اگر وہ گلیڈی ایٹر مقابلے کے لئے للکارا تو اس کے مقابلے پر آپ نہیں میں محمد بن رشید لولو بن نصر کے نام سے جاؤں گا، میں ابھی سے آپ کو خبردار کر رہا ہوں کہ جب ایسا موقع آئے گا تو میرے ساتھ بحث نہ کیجئے گا، مقابلے پر میں ہی جاؤں گا۔ محمد بن رشید تھوڑی دیر کے لئے رکا، پھر اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

امیر محترم میں جانتا ہوں آپ مجھ سے کہیں زیادہ تیغ زن طاقتور اور بہادر ہیں، لیکن ذرا میرا بھی میدان میں اترنا دیکھئے گا اور یہ گلیڈی ایٹر کو میں جس طرح اپنے سامنے زیر کروں گا وہ بھی میدان جنگ میں کھڑے لوگوں کی جان اور پریشان کر دے گا۔ فلورہ کا نام لے کر لولو بن نصر نے جو انتقام کی دھمکی مالنا کے لئے ایک طرح سے شمالی افریقہ کے تمام مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی ہے اور ہم ایسے بے غیرت نہیں کہ جنگ کی اس دعوت پر لبیک نہ کہیں۔ امیر محترم مالنا کے اس گلیڈی ایٹر کے میں دم خم کو اس طرح نکالوں گا کہ صقلیہ سے لے کر مالنا تک شور مچے گا کہ کوئی بھی حماقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی مسلمان کو انفرادی مقابلے کی دعوت نہ دے۔

محمد بن رشید کی اس گفتگو سے سلطان عبدالمومن، عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح، یحییٰ بن عبدالعزیز بڑی شفقت، بڑی محبت سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ محمد بن رشید جب خاموش ہوا تو عمر بن حسین اس کی باتوں کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی سلطان عبدالمومن بول پڑا۔

محمد بن رشید تو نے ایسی گفتگو کر کے قسم خدائے واحد و لاشریک کی میرا دل خوش کر دیا ہے۔ یقیناً عمر بن حسین کے بجائے میدان میں اترنا تیرا ہی بنتا ہے، بہرحال وہ وقت آنے دو پھر دیکھیں گے کہ وہ دون سا مالنا کا تیغ زن ہے جو ہمیں انفرادی مقابلے کی دعوت دیتا ہے۔

ابھی جو ناقابل خبریں ہم نے سنی ہیں اس پر گفتگو کرتے ہیں۔ اس وقت ہم سب اکٹھے بیٹھے ہیں، لہٰذا کوئی آخری فیصلہ کرنے کے بعد ہی یہاں سے اٹھیں گے۔

سلطان عبدالمومن تھوڑی دیر خاموش رہا، کچھ سوچا، پھر سارے سالاروں کو مخاطب

کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

میرے عزیزو! جو خبریں ناظر لے کر آیا ہے اس کی روشنی میں میں نے ایک فیصلہ کیا ہے، مجھے اُمید ہے کہ میرے اس فیصلے سے تم لوگ اتفاق کرو گے۔

اگر نارمن ہمیں دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ ہم زویلہ شہر سے داخل ہو جائیں اور وہ ہمارا محاصرہ کر لیں گے تو یہ ان کی غلط فہمی ہے۔

میرے عزیزو! بجایہ یا بونا دونوں شہر ہم فتح کر چکے ہیں، وہاں ہم نے مقامی جوانوں کو اس قدر تربیت دے دی ہے کہ وہ شہر کی فصیل اور برجوں پر کھڑے ہو کر چھوٹے موٹے حملہ آوروں کو مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے اور پھر بجایہ اور بونا دونوں شہروں کے اندر ہتھیار بنانے کی جو بھٹیاں ہیں وہ ہمہ وقت کام کر رہی ہیں گی، اپنے لئے ہی نہیں ہمارے لئے بھی تیر اور دوسرا سامانِ حرب و ضرب مہیا کرتی رہیں گی۔

عزیزو! جہاں تک زویلہ کا تعلق ہے تو زویلہ کی فتح کے لئے دروازے خود ہی نارمن ہمارے لئے کھول رہے ہیں۔ اگر انہوں نے زویلہ کے اندر جو نارمنوں کا لشکر ہے نکال لیا ہے اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم زویلہ میں داخل ہوں گے اور وہ محاصرہ کریں گے تو یہ ان ظالموں کی دھوکہ دہی ہے۔

سنو پورے لشکر کے ساتھ ہم اس وقت تک بونا میں قیام کریں گے جب تک ہمارا امیر البحر ابو عمران ہسپانیہ سے نہیں پہنچ جاتا اور جو لشکر مراکش سے آتا ہے وہ بھی ہمارے پاس نہیں پہنچتا، جب یہ دونوں لشکر پہنچ جاتے ہیں پھر ہم اپنے کام کی ابتدا کریں گے۔

یہ کام کچھ اس طرح ہوگا کہ بونا سے ہم زویلہ کا رُخ کریں گے، زویلہ شہر میں داخل نہیں ہوں گے اس لئے کہ ہم نارمنوں کو وقت ہی نہیں دیں گے کہ وہ ہمارے خلاف دھوکہ دہی کا جال بنیں، زویلہ کے پاس سے گزرتے ہوئے زویلہ شہر کے سرکردہ لوگوں سے رابطہ کیا جائے گا اور اپنے لشکر کے کچھ دستے زویلہ شہر میں داخل کر دیئے جائیں گے، وہ وہاں قیام کر کے مقامی لوگوں کو عسکری تربیت دیں گے اور جس طرح ہم نے بجایہ اور بونا شہر کے دفاع مقامی لوگوں کی مدد سے مضبوط اور مستحکم کیا ہے ایسا ہی زویلہ میں بھی کیا جائے گا مقامی لوگوں کو تربیت دینے کے بعد ہمارے لشکر کے دستے ہمارے ساتھ آن ملیں گے۔

سلطان عبدالمومن یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر تک خاموش رہا، کچھ سوچتا رہا

اس کے بعد اس نے بڑی رازداری کے ساتھ اپنے سالاروں کو مخاطب کیا تھا۔

سنو رفیقانِ دیرینہ میں جانتا ہوں نارمنوں کے لئے جو یورپی ممالک کے علاوہ مختلف جزیروں سے رضاکار اور جنگجو آ رہے ہیں ان کی وجہ سے ان کے لشکر کی تعداد خاصی بڑی ہو جائے گی، ان کے اندر ایک نیا جوش اور ولولہ بھی آ جائے گا، پیادہ رکھنا ایسے پرجوش لشکر کے بس کی بات نہیں ہوتی، نارمن سپاہ گری کے پیشے بہت دیکھ رکھے ہیں مجھے امید ہے کہ جب ہم زویلہ شہر میں داخل نہیں ہوں گے زویلہ کے قریب ہی پڑاؤ کر لیں، میرے خیال میں نارمن بھی چند دن انتظار کریں گے کہ ہم شاید شہر میں داخل ہو جائیں اس دوران شہر کے اندر جو ہمارے لشکری داخل ہوں گے وہ تربیت دینے کا کام بھی ختم کر لیں گے۔

چونکہ نارمنوں کی عسکری طاقت زیادہ ہو جائے گی، لہٰذا جب ہم زویلہ سے ان کی طرف پیش قدمی نہیں کریں گے تو میرا اندازہ ہے وہ خود ہم سے جنگ کرنے کے لئے زویلہ کا رُخ کریں گے۔ میں چاہتا ہوں زویلہ کی فصیل کے قریب ہمارا اور ان کا ٹکراؤ ہو، یہ ٹکراؤ ہمارے لئے سود مند رہے گا۔

اس لئے کہ جب جنگ ہو گی تو زویلہ کے لوگ بھی فصیل کے اوپر کھڑے ہو کر نہ صرف یہ کہ نارمنوں پر سنگ باری کر سکتے ہیں، بلکہ زویلہ کے جن لوگوں کو ہم عسکری تربیت دیں گے وہ بھی فصیل کے برجوں میں کھڑے ہو کر نارمنوں پر تیر اندازی کرتے ہوئے انہیں بے پناہ نقصان پہنچا سکتے ہیں پھر جب ایک جانب فصیل کی طرف سے ان پر سنگ باری یا تیر اندازی ہو گی، دوسری طرف سے ان پر حملہ آور ہوں گے تو یاد رکھنا زویلہ کے اندر میرا اندازہ ہے کہ نارمنوں کے خلاف ایک قیامت اُٹھ کھڑی ہو گی۔

عزیزو! میرا یہ بھی اندازہ ہے کہ جب نارمن ہماری طرف کوچ کریں گے تو ان کی تعداد چونکہ کافی ہو چکی ہو گی، لہٰذا وہ اپنے لشکر کو کئی حصوں میں تقسیم کریں گے ان کی تقسیم کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں بھی اپنے لشکر کے کئی حصے کرنے پڑیں گے۔

سلطان عبدالمومن کو کہتے کہتے رُک جانا پڑا، اس لئے کہ ایک گھوڑ سوار بڑی تیزی سے اپنے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے قریب آیا، گھوڑے سے اُترا پھر عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر عمر بن حسین ایک لشکر بڑی تیزی سے مسافتیں طے کرتا ہوا آپ سے آ ملنے کے

نئے ان علاقوں کا رُخ کئے ہوئے ہے۔

عمر بن حسین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی شاید آنے والا ناظر اس کا جانے والا تھا، فوراً اسے مخاطب کیا۔

یہ لشکر کہاں سے اور کس سمت سے آرہا ہے، آنے والا ناظر تھوڑی دیر کے لئے رکا، پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

امیر محترم یہ لشکر امیر محمد بن فرج الکومی کی طرف سے آرہا ہے اور یہ وہ لشکر ہے جس کی تربیت محمد بن فرج الکومی نے مکمل کر دی ہے اب تربیت حاصل کرنے کے لئے اس کے پاس اور بہت سے رضاکار پہنچ گئے ہیں۔

آنے والے اس ناظر کے انکشاف پر جہاں سب لوگوں نے خوشی کا اظہار کیا وہاں سلطان عبدالمومن کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی تھی ہاتھ کے اشارے سے سلطان نے آنے والے ناظر کو ایک طرف بیٹھنے کے لئے کہا، پھر وہ دوبارہ سلطان نے کہنا شروع کیا۔

الکومی کی طرف سے جو لشکر آرہا ہے یوں جانو یہ ہمارے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے، میں نے اپنی بات مکمل نہیں کی تھی، میری شاہ میو! سنو جو لشکر میرے ساتھ ہے یہ دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گا ... ایک میرے پاس دوسرا ایکی بن عبدالعزیز کے پاس رہے گا، جو لشکر بحر عمان کے بحری بیڑے میں ہے اور جسے لے کر وہ یہاں پہنچے گا، وہ اس کی کمانڈری میں کام کرے گا ... وہ لشکر جو مراکش سے آئے گا اسے بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا ایک حصہ محمد بن رشید کی کمانڈری میں دوسرا ایکی بن معروح کے زیر کمان ہوگا۔

عمر بن حسین میرے بیٹے جو لشکر تم نے لے کر آنا ہوا وہ لشکر جو تربیت مکمل کرنے کے بعد ہمارے پاس پہنچنے والا ہے، وہ سارا تمہاری زیر کمان رہے گا مجھے امید ہے کہ اگر دشمن نے اپنے لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے جنگ کا دائرہ وسیع کرنے کی کوشش نہ کی تو جو تقسیم اس وقت ہم نے کی ہے اس سے کام لیتے ہوئے ہم دشمن کی سازش کو ناکام بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ہمارے سالاروں نے سلطان کی اس تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کیا تھا۔ پھر سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ وہیں پڑاؤ رکھا، اس طرح وہاں پڑاؤ کئے سلطان کو تین دن گزر گئے،

ان تین دنوں میں سلطان کے مسخ دستوں نے زاویہ شہر کے اندر جس قدر نوجوان تھے ان کی عسکری تربیت کا کام بھی مکمل کر لیا تھا۔ شہر کی بھٹیاں اپنے پورے عروج پر کام کرنے لگی تھیں۔ شہر کے اندر فصیل کے اوپر اور سلطان کے لشکر میں تیروں کے ڈھیر لگے تھے۔ سلطان حرب و ضرب بجایہ اور بونہ سے بھی آنے لگا تھا۔

نارمن اس انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ سلطان اپنا پڑاؤ ختم کر کے زاویہ شہر میں داخل ہو اور وہ اس کا محاصرہ کریں۔ لیکن جب تین دن گزر گئے تب وہ بھی تنگ آ گئے، تاجار انہوں نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا، اب وہ کھلے میدانوں میں سلطان کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔

سلطان کے ناظروں نے جب خبر دی کہ جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے نارمنوں کا ایک بہت بڑا لشکر ان کی طرف بڑھ رہا ہے، تب زاویہ شہر سے باہر سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ ایک جگہ پڑاؤ کیا جہاں اس کی پشت پر بلند ٹیلے اور دور دور تک نخلستان تھے، اس طرح نارمنوں کا لشکر جب قریب آیا تو اسے سلطان کے سامنے کچھ اس طرح پڑاؤ کرنا پڑا۔ ان کے لشکر کا ایک بڑا حصہ فصیل سے اگر تیر چلایا جائے تو اس کی زد میں آتا تھا۔

زاویہ شہر سے باہر دور دور تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کئے رہے۔ شہر کے اندر جس قدر مسلمان جوان تھے اور جو تربیت حاصل کر چکے تھے، وہ فصیل کے اوپر مستعد تھے، لیکن انہوں نے وہاں اپنی موجودگی کا پتہ نارمنوں کو نہ ہونے دیا تھا، تیسرے روز نارمن جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے تھے، اس لئے کہ ان کے لشکر میں نہیں بچ رہے تھے صفیں درست کی جا رہی تھیں۔

جب ایسا ہوا تب سلطان نے پہلے عمر بن حسین کے ساتھ نارمنوں کے لشکر کا جائزہ لیا، کچھ دیر تک سلطان دشمن کے لشکر کی طرف دیکھتا رہا، پھر عمر بن حسین کی طرف دیکھا۔ عمر بن حسین کی نگاہیں بھی دشمن کے لشکر پر جمی ہوئی تھیں، پھر عمر بن حسین کو سلطان نے مخاطب کیا۔

عمر بن حسین میں سمجھتا ہوں میری طرح تم بھی دشمن کے لشکر کا جائزہ لے چکے ہو، تم کیا سمجھتے ہو ہمارے اور دشمن کے لشکر کے درمیان کس قدر تناسب ہے۔

عمر بن حسین نے کچھ سوچا، پھر انتہائی سنجیدگی میں کہنے لگا۔

سلطان محترم میرا دل کہتا ہے دشمن کا لشکر ہم سے چھ گنا بڑا ہے، میرے خدا نے منظور ہوا تو زویلہ شہر کے باہر اس چھ گنا بڑے لشکر کو ہم دلدلے ہوئے کیڑے کی طرح کچل کر رکھ دیں گے..... سلطان محترم میں سمجھتا ہوں دشمن پر کاری ضرب لگانے کے لئے اور فتح اور پیش قدمی اس کا مقدر بنانے کے لئے ہمیں اپنے لشکر کو پھیلانا ہوگا۔

سلطان عبدالمومن بڑے غور سے عمر بن حسین کی طرف دیکھتا رہا، پھر اس کی آواز سنائی دی۔

میرے عزیز کھل کر کہو کیا کہنا چاہتے ہو، عمر بن حسین کچھ دیر سوچتا رہا، اس پر کمانڈر سالار بڑے غور سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے اس کے بعد عمر بن حسین نے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم میں چاہتا ہوں جس وقت دشمن کے ساتھ جنگ کی ابتدا ہو تو ہم پہلے حملے کو ہم سب مل کر سامنے کی طرف سے روکیں، پھر لشکر کے کچھ حصے مختص کر دیئے جائیں جو دشمن سے جنگ کرتے کرتے دائیں جانب بڑھتے چلے جائیں اور دشمن کے پہلو پر اس زور سے حملہ کریں کہ دشمن کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑے، اس طرح دشمن کے لشکر کی شیرکی فصیل کے مزید قریب ہوں گے، جب ایسا ہو تو فصیل کے اوپر جو ہمارے نو آموز تیر انداز ہوں گے وہ دشمن پر ایسی تیر اندازی کریں کہ دشمن کی صفوں میں کھلبلی مچ جائے اس صورت میں دشمن پر تین طرف سے ضرب پڑ جائے گی سامنے کی طرف سے پہلو کی طرف سے اور شہر کی فصیل کی طرف سے، میرا اندازہ ہے کہ کچھ دیر تک یہ سہ طرفہ حملے جاری رہے تو دشمن کے سپاہیوں کی تعداد کو اپنے برابر نہیں تو دوگنے سے کم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

جب تک عمر بن حسین بولتا رہا سلطان عبدالمومن مسکراتا رہا، عمر بن حسین جب خاموش ہوا تو بڑے جوش، بڑے ولولے میں سلطان نے کہنا شروع کیا۔

ابن حسین فتح خدائے پاک کی تو نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے یہی بات میں نے بھی سوچ رکھی تھی، بہرحال جنگ کی ابتدا کے وقت ہم سب اکٹھے مستعد رہیں گے پہلے لشکر کی تقسیم وہی رہے گی جو ہم پہلے کر چکے ہیں، جس وقت جنگ کی بھٹی خوب گرم ہو تب میں محمد بن رشید یحییٰ بن مطروح اور امیر البحر ابو عمران سامنے کی طرف رہیں گے، تم میرا سپہ سالار یحییٰ بن عبدالعزیز آہستہ آہستہ دائیں طرف بڑھنا اور دشمن کے پہلو پر ضرب

لگانا کہ دشمن فصیل کی طرف مجبور ہو کر ہٹے، اس کے بعد جو دشمن تماشا دیکھے گا وہ اس کے لئے یقیناً ناقابل برداشت ہوگا۔

اس موقع پر عبدالمومن نے اپنے سپہ سالار اعلیٰ یحییٰ بن عبدالعزیز اور اپنے امیر البحر ابو عمران کی طرف دیکھا، سلطان کا انداز کیونکہ استفہامیہ اور سوالیہ تھا، لہٰذا یحییٰ بن عبدالعزیز اور امیر البحر ابو عمران نے آپس میں مشورہ کیا، پھر یحییٰ بن عبدالعزیز نے سلطان کو مخاطب کیا۔

سلطان محترم آپ اور عمر بن حسین نے جو طے کیا ہے، یہ آخری ہے، میں جانتا ہوں عمر بن حسین افریقہ کے دشت میں وحشیوں سے جنگ کرنے کا وسیع تجربہ رکھتا ہے اور اس کا تجربہ یقیناً ہمارے لئے سود مند ثابت ہوگا، میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ عمر بن حسین کے ساتھ دشمن کے پہلو پر ضرب لگاؤں گا، مجھے امید ہے کہ میں اور عمر بن حسین دشمن کے لشکر کو فصیل کی طرف پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیں گے سامنے کی طرف آپ ابو عمران، محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح ہوں گے یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید مراکش سے آنے والے لشکر کو اپنے ساتھ خوب مانوس کر چکے ہیں اور انہیں اپنے اندازے کے مطابق جنگ لڑنے کی تربیت بھی دے چکے ہیں مجھے امید ہے کہ زویلہ شہر کی فصیلوں سے باہر دشمن کو ایک بار پھر ہمارے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔

یحییٰ بن عبدالعزیز کی اس گفتگو کو سلطان اور عمر بن حسین نے پسند کیا تھا، پھر لشکر کی تقسیم درست ہونا شروع ہو گئی سامنے والے حصے میں سلطان عبدالمومن رہا، اس کے دائیں جانب امیر البحر ابو عمران تھا، اس سے دائیں جانب یحییٰ بن عبدالعزیز اور اس کے دائیں جانب امیر عمر بن حسین تھا سلطان عبدالمومن کے بائیں جانب محمد بن رشید اور اس کے بائیں جانب یحییٰ بن مطروح تھا، ایسا اس لئے کیا گیا تھا کہ جب جنگ کی بھٹی اپنے عروج پر آئے اور عمر بن حسین اور یحییٰ بن عبدالعزیز اپنے حصے کے لشکر کو لے کر علیحدہ ہوں اور دشمن کے پہلو پر ضرب لگائیں، تب بھی سلطان کا لشکر ابو عمران محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کے درمیان ہی رہے۔

سلطان اپنے سالاروں کے ساتھ گفتگو کر ہی رہا تھا کہ عین اسی لمحہ دشمن کے لشکر سے سرخ رنگ کے گھوڑے پر سوار ایک سپاہی تیغ بکف نکلا، اپنے گھوڑے کو ایڑ پر ایڑ لگاتے ہوئے وہ دونوں

لشکروں کے وسط میں آیا، پھر بڑے طنطنے سے اپنے گھوڑے کی باگ اس نے کھینچی۔ گھوڑا فضا کے اندر الف ہوا، اس کے ساتھ ہی اس تیغ زن نے چمکتی ہوئی تلوار فضا میں بلند کی اور اپنی پوری طاقت اور قوت سے مسلمانوں کے لشکر کی طرف منہ کر کے کہنے لگا۔

مسلمانو تمہارے اندر جو صفدر جی قبیلے کا کوئی مرد کار ہے میں اسے اپنے مقابلے کی دعوت دیتا ہوں۔

اس تیغ زن کے یہ الفاظ سنتے ہی محمد بن رشید کا چہرہ غصے اور غضبناکی میں دہکتے ہوئے انگاروں کی طرح بھڑک اٹھا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کی اور امیر حمزہ حسین کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

امیر محترم اس موقع پر کوئی اعتراض مت کیجئے گا۔ میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ انفرادی مقابلے میں آپ نہیں میں لڑوں گا۔ یہ کہتے ہی محمد بن رشید نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور میدان جنگ کے وسطی حصے کی طرف اسے سرپٹ دوڑا دیا۔

اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا محمد بن رشید انفرادی مقابلے کے لئے لڑنے والے کے قریب پہنچا جس طرح اس نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچی تھیں، اس سے بھی زیادہ پرجوش انداز میں محمد بن رشید نے اپنے گھوڑے کی لگام کو جھٹکا دیا، گھوڑا ہنہنا کر اگلی ٹانگیں چھڑا کر، بڑی تیزی سے اس نے کنوتیاں بدلیں، پھر وہ بھی فضا کے اندر الف ہو گیا۔ اس موقع پر محمد بن رشید نے اپنی تلوار فضا میں بلند کی اور پوری طاقت اور قوت کے ساتھ اس نے خداوند قدوس کی تکبیر کا نعرہ بلند کیا تھا۔

جب گھوڑے نے اپنے چاروں پاؤں زمین پر ٹکائے، تب مقابلے کے لئے آنے والے مالٹا کے تیغ زن نے محمد بن رشید کو مخاطب کیا۔

کون ہو۔

محمد بن رشید نے اپنے دائیں ہاتھ میں تلوار پکڑے ہاتھ میں دھال بھرائی، پھر اپنے مقابل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

جاہل اور انجان لگتے ہو، جب تو نے لولو بن نصر کو مقابلے کے لئے للکارا تھا تو تجھے معلوم ہونا چاہئے تھا کہ مقابلے پر لولو بن نصری آئے گا۔

مالٹا کا تیغ زن سور کی طرح بھڑک اٹھا۔

تم فلورہ کو صفلیہ سے نکال کر افریقہ کیوں لائے۔

اس سوال پر محمد بن رشید کا چہرہ غصے میں سرخ ہو گیا تھا۔ غراتی ہوئی آواز میں بول پڑا۔

کیا فلورہ تمہاری ماں لگتی ہے، جو تم اس کے متعلق ایسا سوال کر رہے ہو۔

مقابلے پر آنے والے مالٹا کے تیغ زن کے چہرے پر بے پناہ غصے کے آثار نمودار ہوئے، بھڑکتی ہوئی آواز میں بول پڑا۔

اگر وہ میری ماں لگتی ہے تو تیرا کیا لگتی ہے جو تو میرے مقابلے پر آیا ہے۔

محمد بن رشید نے طنزیہ سی مسکراہٹ میں اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا، میری وہ بہن لگتی ہے۔

کس ناطے سے۔

اس ناطے سے کہ وہ میرے امیر حمزہ بن حسین کی منگیتر ہے اور عنقریب ان کی بیوی بن جائے، اس لحاظ سے وہ میری بہن لگتی ہے۔

اس تیغ زن نے کچھ دیر سوچا، کوئی فیصلہ کیا، پھر محمد بن رشید کو مخاطب کیا۔

اگر یہ معاملہ ہے تو میں نے تجھے مقابلے کی دعوت دے کر غلطی کی ہے، اگر مجھے خبر ہوتی کہ فلورہ تمہارے امیر حمزہ حسین کے ساتھ منسوب ہو چکی ہے تو تم سے مقابلے کی نوبت ہی نہ آتی۔ میں مقابلے کے اس میدان میں انفرادی مقابلے کے لئے تمہارے بھائی محمد بن حسین کو للکارتا۔

محمد بن رشید کا چہرہ غصے میں مزید سرخ ہو گیا، بھڑکتی ہوئی آواز میں گرجنے لگا۔

کن آوارہ منش نوجوان خمار بن حسین کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے، وہ گیستانی وہ میدانوں میں رہنے والا غیب کی طبعی ترنگ کی صورت اپنے سے مقابل پر ٹوٹوں میں چھا جاتا ہے۔ جن نظر یہ کا مجرب گوشت کھانے والے نوعمر کی جس انسان، اگر وہ تیرے مقابل آتا تو ان میدانوں میں کوئی تیر انوحہ سننے والا نہ ہوتا۔ فضا سے پرندے کی آنکھ تیر اس سے ساتھ مقابلہ ہوتا تو وہ کسی ویرانے اور کوزہ گر کے مشاق ہاتھوں کی طرح تیرے خلاف حرکت میں آتا اور تیرے تن میں چبھی تمناؤں کو محبوں کے اندر کہیں گاڑ دیتی چبھتی دلدل اور تیرے سارے شوق، شیفتگی کو چپ کے کبرے بھید میں تبدیل کر دیتا اور یہ جو تیرے کندھے کی چوٹی جس سے روان برق تیزی سے حرکت میں آ رہی ہے وہ اس تک ساتھ نہ رہتی۔

سن میرے مقابلے میں آنے والے محمد بن حسین اپنی قوم کی سعادت کا زعیم ہے اور وہ اپنی ملت کا وہ شکن فرزند ہے جب وہ اپنے مدمقابل پر حملہ آور ہوتا ہے تو اس کی رگوں کے شبستانوں اور عشرت کے عنوانوں کو آتشی حروف اور قسمت کی اندھی مار میں پڑھتا چلا جاتا ہے۔

تو نے اچھا کیا اس کام نے کر اس کو مقابلے کی دعوت نہیں دی اور اپنے لئے موت کے دروازے جلد کھولنے کی پکار نہیں دی ورنہ یہ درخشاں کہ وہ تیرے سامنے آتا تو خدائی قہر و بے انت بھنور کے خونی رقص، برقیلی بجلی سفاک ہواؤں اور کوندے لپکاتی اندھی گھٹاؤں کی طرح تجھ پر ایسا چھاتا کہ تجھے خود اپنی ذات کا ہوش تک نہ رہتا، وہ ایک ایسا فرزند ہے جس کا مقابلہ کرنا میرے عزیز کسی نادان کے بس کی بات نہیں ہے۔

جب تک محمد بن رشید بولتا رہا، مقابلے پر آنے والا بڑے غور سے اسے سنتا رہا جب وہ خاموش ہوا تب اس نے کہنا شروع کیا۔

اگر عمر بن حسین ایسا ہی دلیر، شجاع اور نا قابل تسخیر ہے تو پھر اس کے ساتھ کام کرتے ہوئے تیری کیا حیثیت ہے۔

محمد بن رشید کی چھاتی تن گئی، کہنے لگا۔

یوں جانو میں اس کے بازوؤں کی قوت اس کی انگلیوں کی صناعی اس کے ولولوں کی بے باکی اور اس کے آتشی پیکر کی قہرمانی ہوں، ذرا میرے ساتھ ٹکرا کر دیکھ اس ٹکراؤ کے نتیجے میں کیسے میں قضا کے گہرے اندھیروں، موت کی اندھی پیاس اور کرب کی سسکیوں کو تیرے لئے آسان بناتا ہوں۔

مالنا کے تیغ زن نے تیز نگاہوں سے محمد بن رشید کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

سن ابن نصر اگر اس مقابلے میں تجھے اپنے سامنے زیر کرلوں تو کیا تو مانے گا کہ میں تیرے امیر عمر بن حسین کو بھی زیر کر چکا ہوں، اس لئے کہ تو اپنے آپ کو اس کے بازوؤں کی قوت اس کی انگلیوں کی صناعی اس کے ولولوں کی بے باکی اور اس کے آتشی پیکر کی قہرمانی خیال کرتا ہے۔

ان الفاظ نے محمد بن رشید کو اور غضبناک کر دیا تھا، کہنے لگا۔

اے بدبخت انسان طلسمی سیرگاہوں کے اندھے خواب دیکھنے بند کر، تیرا اور میرا

امیر کا کیا مقابلہ، قسم خدائے پاک کی وہ تو انگاروں کی طلسم گری کمزری کر کے راتوں کو فطرت کی جولان گاہوں کا بھی شکار کر دیتا ہے وہ فطرت کا ایک جلال ہے، اس میدان میں اس کا نام مت لے اس لئے کہ میں اس کے ایک نمائندے کی حیثیت سے تیرے سامنے ہوں، میں دیکھتا ہوں تیری چڑھی تیوریاں، تیری اینٹھی گردن، تیری زبان کو بلاوجہ حرکت میں لا رہی ہیں، لیکن میں تجھے یقین دلاؤں کہ جب میں جہنم سے زیادہ آتش ناک کرب اور فن کے گھمنڈ اتارتی ہوں تو کیوں کی طرح تجھ پر حملہ آور ہوں گا تو یاد رکھنا تو اپنے بچپن کی نرمی، جوانی کے ہیجلے پن کو یاد کرے گا، پختہ عمری، قوت سے نفرت کرے گا، بڑھاپے کی دانائی کا خواہش مند ہوگا۔

محمد بن رشید کی اس ساری گفتگو کا اس نے کوئی جواب نہ دیا، اپنی تلوار لہرائی، پھر وہ نیند بھرے لمحوں میں خوابوں کی اڑتی سیاہی کے اندر بدن کی چنگاریوں کی طرح محمد بن رشید پر حملہ ہو گیا تھا۔

محمد بن رشید نے بھی جوابی کارروائی کی، وہ بھی چہروں کو بے عکس کرتے آندھیوں کے غبار اور سماج کی خواہشوں سے حرف گویائی کو چھینتی عداوتوں کی بھوک کی طرح ٹوٹ پڑا تھا، دونوں ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر جان لیوا حملے کرنے لگے تھے۔

مالنا کا تیغ زن جو مالنا کا ایک عمدہ اور نایاب قسم کا گلیڈی ایٹر تھا، یہ خیال کئے ہوئے تھا کہ میدان جنگ میں مقابلے میں آنے والے کو وہ لمحوں کے اندر زیر کر لے گا، لیکن اس کے سارے خواب غبار آلود ہونے لگے تھے، اس لئے کہ اگر محمد بن رشید بڑی تیزی سے اس پر حاوی ہونا شروع ہو گیا تھا۔

محمد بن رشید کے حملوں میں ایسی تیزی، ایسی ہولناکی تھی کہ اس کی تلوار بار بار اس کے شانوں، اس کے چہرے کا رخ کرتی ہوئی اسے موت کی کئی تصویریں دکھا رہی تھی، کچھ دیر تک دونوں جم کر لڑتے رہے تھے مالنا کے تیغ زن نے اگلے پاؤں پیچھے ہٹنا شروع کیا اور یہ ایک طرح سے اس کی پسپائی اور محمد بن رشید کی فتح مندی کی ابتدا تھی۔

اچانک محمد بن رشید نے اپنے حملوں میں مزید تیزی پیدا کی جس کے جواب میں مالنا کا تیغ زن پیچھے ہٹنے لگا تھا، پھر اچانک محمد بن رشید کو کچھ سوجھا، ایک ساتھ اپنی تلوار اور ڈھال اٹھاتے اس پر برسائی، اس نے بھی بڑی مہارت سے محمد بن رشید کی تلوار کو اپنی تلوار اور ڈھال

کو اپنی ڈھال پر لیا، اس وقت محمد بن رشید نے اپنے پاؤں کی ایک ٹھوکر اس کے گھٹنے پر اس طرح ماری کہ وہ لڑکھڑا گیا، بس دوسرے ہی لمحے محمد بن رشید نے اپنی ڈھال علیحدہ کی اور اس کے چہرے پر دے ماری تھی۔

مالنا کا تیغ زن لڑکھڑایا تھا، اپنے توازن کھو بیٹھا تھا، محمد بن رشید پھر آگے بڑھا، تلوار برسائی، تلوار کو اس نے ڈھال پر لیا، محمد بن رشید نے ایک بار پھر اپنی تلوار اور ڈھال میں بڑی سادگی تھی جس پر اس کی لڑکھڑاہٹ میں مزید اضافہ ہو گیا تھا، اب محمد بن رشید ایک خچر سے اس پر سوار ہو گیا تھا یہاں تک کہ وہ لڑکھڑا کر زمین پر گرا، محمد بن رشید آگے بڑھا، اس کی تلوار اور ڈھال اس سے چھین لی، اس کے سر سے اس کا خول اتارا، گذشتہ جنگوں میں اس نے خول پہن رکھے تھے، وہ اتارے، اس کے بعد اپنی تلوار نکالی اور اسے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

انفرادی مقابلے میں مالنا کے تیغ زن کے مارے جانے کے باعث مایو اور نیانوش کے لشکر میں ایک مایوسی سی پھیل گئی تھی یورپی ممالک اور مختلف جزائر سے جو رضاکار آئے تھے وہ بڑے غم اور غصے کا اظہار کر رہے تھے انتقام لینے کے متعلق نعرے لگانے لگے تھے، یہ صورت حال دیکھتے ہوئے مایو اور نیانوش نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا، پھر وہ باطن کی گہرائیوں سے اٹھے، گمان کے اندھیرے تاریک پرچھائیوں کے غبار کھڑے کرتے صحرائی پیاس کی طرح مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

مسلمانوں نے پہلے اس حملے کو روکا پھر جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی مایو اور نیانوش کے متحد لشکر پر آوارد ہوئے تھے، دشمن کے ساتھ سب چیزوں کے وار کرتی سمندر کی ہوا کے ہولناک تھپیڑوں اور بے کنار صحرا کی بے شجر تپتی ریت کے پر عذاب بگولوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

زویلہ شہر کے نواح میں دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے پتھروں کے سینے دھڑک اٹھے تھے مسلمان لشکری تعداد میں کم ہونے کے باوجود سچائی کی عدالت میں حاضر ہو کر ستاروں پر کندہ ہیں پھینکے ہوئے فیصلوں کو دستاویز رقم کرنے نکلے تھے، بالکل ایسے ہی جیسے صورت گری کا ہنر جاننے والے کی مہربان نگاہ روح پر ہمیشہ طاری ہو گیا ہو، بڑی تیزی سے مسلمان لشکری دشمن کی اگلی صفوں پر کچھ اس طرح جھپٹنے لگے تھے جیسے جھوٹ کے آسیب پر دشت خزاں کی تاریکیاں محیط ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔

دونوں لشکر جم کر لڑتے رہے، زویلہ شہر کی فصیل کے اوپر زویلہ کے نوجوان تیروں سے مسلح بڑی بے چینی سے اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے مایو اور نیانوش نے پوری کوشش کی کہ زویلہ سے باہر وہ مسلمانوں کو پسپا کر دیں، لیکن انہیں مسلمانوں کو ایک قدم بھی پیچھے ہٹانے میں کامیابی نہ ہوئی تھی۔

مسلمانوں کا تعداد میں کم ہونے کے باوجود ان کے سامنے جم جانا مایو اور نیانوش کے لشکریوں کی ایک طرح سے حوصلہ شکنی تھی، اس میں مزید اضافہ اس وقت ہونا شروع ہوا جب سب سے پہلے عمر بن حسین اپنے لشکر کے ساتھ ذرا بائیں جانب بڑھا، تھوڑا سا پہلو پر آگے بڑھا اس کے پیچھے پیچھے سلطان عبدالرحمن کے بیٹے سالار یحییٰ بن عبدالعزیز نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ پھر دونوں نے ایک دوسرے کو باہم پیغام پہنچاتے ہوئے تکبیریں بلند کیں اور ان تکبیروں کے بعد سب سے پہلے عمر بن حسین دشمن کے لشکر کے پہلو پر زمینی فصیلوں کو اپنے سامنے سمیٹتی چلاتی شور کرتی شوریدہ ہواؤں اور منافق اندھیروں کے اندر آئینہ در آئینہ مہتاب کرنوں کا طوفان بکھیر دینے والے عناصر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

عمر بن حسین کے ساتھ ہی ساتھ یحییٰ بن عبدالعزیز نے بھی اپنے کام کی ابتدا کی وہ بھی زندگی کا لہو نچوڑتی یاسیت اور تاآسودگی اور جذبوں کے لمس سے محروم کرتی فطرت کی ہولناکیوں کی لذت کی طرح دشمن کے پہلو پر حملہ آور ہوا تھا، پہلو کے اس حملے سے دشمن پر مزید دباؤ پڑا جس کے نتیجے میں انہیں ذرا پیچھے فصیل کی طرف ہٹنا پڑا۔

اب نارمنوں کی مزید بدقسمتی کہ شہر کے اندر جو منظم اور تربیت یافتہ نوجوان تھے جو اپنی کامیابیوں کے ارمانوں، اپنے حوصلوں کی اڑانوں کو آزمانا چاہتے تھے انہوں نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے دباؤ کے سامنے نارمن اب شہر کی فصیل کے قریب آ گئے ہیں، تب انہوں نے غموں کے آشوب اور ہجر کے عذاب کی طرح اپنے کام کی ابتدا کی اس تیزی، اس ہولناکی سے انہوں نے نارمنوں پر تیر اندازی کی کہ کئی صفوں کو انہوں نے چھلنی کر کے رکھ دیا، اب ہر طرف حملے سے نارمنوں کی حالت غبار غبار صحرا اور ریتلے ویرانوں اور گرد آلود الفاظ جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

مایو اور نیانوش زیادہ دیر تک اس سہ طرفہ دباؤ کو برداشت نہ کر سکے اور پھر انہوں نے یہ بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ اپنے بھرپور حملوں کے باوجود وہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور نہیں

کر سکے، وہ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ مسلمانوں کا لشکر تعداد میں ان سے کہیں کم ہے، پھر بھی اس نے ان پر حاوی ہونے کی کوشش کی ہے۔

گوما یو اور نیانوش کو ان کے ناظروں نے اطلاع کر دی تھی کہ سلطان یا اس کے لشکری زویلہ شہر میں داخل نہیں ہوئے، لیکن مایو کو یہ اطلاع نہ دی گئی تھی کہ سلطان نے اپنے چند دستے زویلہ شہر میں بھجوائے اور وہاں کے سارے نوجوانوں کو اس نے عسکری تربیت دے کر شہر کی فصیل پر مقرر کیا ہے اور ان کی تیر اندازی سے نارمنوں کو خاصا نقصان اُٹھانا پڑا تھا۔

بہر حال مایو اور نیانوش نے جب دیکھا کہ زویلہ شہر سے باہر سلطان کے خلاف ان کی کامیابی کی دُور دُور تک کوئی جھلک دکھائی نہیں دیتی اور یہ کہ لحہ بہ لحہ ان کا نقصان بڑھتا جا رہا ہے اور مسلمان ایک صف کو ختم کرنے کے بعد دوسری کی طرف بھوکے شاہینوں کی طرح جھپٹ رہے ہیں، تب وہ پسپا ہوئے، شکست کا داغ اٹھایا اور فرار کا راستہ اختیار کیا۔

سلطان نے شکست کھا کر بھاگنے والوں کا تعاقب نہیں کیا، سب سے پہلا کام یہ کیا کہ نارمنوں کے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا گیا اور پھر اپنے زخمیوں کی مرہم پٹی کا سامان کرنا شروع کر دیا۔ لشکر کے ایک حصے کو چاق و چوبند رکھا گیا تاکہ نارمن پلٹ کر پھر حملہ آور نہ ہو جائیں۔

سلطان نے شکست اُٹھا کر بھاگنے والے نارمنوں کا تعاقب اس لئے نہیں کیا کہ سلطان کو معلوم تھا کہ بھاگنے والے نارمن تعداد میں اس کے لشکر سے کہیں زیادہ تھے اور وہ کسی بھی مناسب جگہ مسلمانوں سے جنگ کی ابتداء کر سکتے تھے، لہٰذا سلطان نے زویلہ شہر سے باہر جو نارمنوں کو بدترین شکست دی اسی پر اس نے اکتفا کر لیا تھا، اب صورت حال یہ تھی کہ بجایہ بونا اور زویلہ شہر سلطان نے نارمنوں سے واپس لے لئے تھے اور ان شہروں کے اندر سلطان نے بڑی تیزی سے اپنی طاقت اور قوت کو مضبوط اور مستحکم کرنا شروع کر دیا تھا۔

✪✪✪

ایک روز شام سے تھوڑی دیر قبل سفاقس شہر میں ایک چھوٹا سا قافلہ شمالی دروازے سے داخل ہوا، اس وقت لولو بن نصر اپنے چند سالاروں کے ساتھ شمالی دروازے کے قریب ہی کھڑا تھا، اس لئے کہ اسے بھی شاید اس کاروان کی آمد کا بڑی بے چینی سے انتظار تھا۔

کاروان کے لوگ جب شہر میں داخل ہوئے تب کچھ دیر تک وہ شہر پناہ کے محافظوں سے گفتگو کرتے رہے..... انہوں نے محافظوں کو بتایا کہ وہ زویلہ کے رہنے والے ہیں، نارمنوں نے جب زویلہ پر حملہ کیا تو وہ شہر سے بھاگے..... اِدھر اُدھر دھکے کھاتے رہے، کچھ دن صحراؤں کے اندر سرگرداں رہے، پھر سفاقس کا رُخ کیا، یہ ساری گفتگو لولو بن نصر اور اس کے سالار بھی سن رہے تھے..... آنے والے چونکہ لولو بن نصر اور اس کے سالاروں کو نہیں جانتے تھے، لہٰذا انہوں نے ان کی موجودگی کا کوئی اثر نہیں لیا تھا۔

جب وہ شہر پناہ کے محافظوں کو اپنی من گھڑت داستان سنا چکے، تب ایک محافظ نے لولو بن نصر کی طرف اشارہ کیا اور کہنے لگا۔

اس وقت شہر کے امیر یہ لولو بن نصر ہیں جو کچھ تم نے کہا ہے وہ سن چکے ہیں، اب تمہارے متعلق فیصلہ یہی کریں گے۔

اس انکشاف پر اس قافلے کا ایک معمر شخص اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ لولو بن نصر کے قریب ہوا اور بڑی عاجزی اور بڑی انکساری سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

خداوند مہربان و رحیم کا بڑا احسان ہے کہ ہم سفاقس شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے ہیں..... سفاقس کے مہربان امیر جو داستان ہم نے شہر کے محافظوں کو سنائی وہ آپ

بھی سن چکے ہیں... ہم زاویہ سے لئے پڑے ہیں اور آپ ہمیں سلاقس میں پائیں گے تو ہم آپ کے انتظار اور آپ کے محسنوں اور شکر گزار ہوں گے۔

لولو بن نصر اس بوڑھے کو بڑے غور سے دیکھتا رہا، کچھ سوچا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز تمہیں خبر ہوئی کہ شہر کا حاکم میں نہیں بلکہ امیر عمر بن حسین ہے وہ اس وقت اپنے دست راست محمد بن رشیق اور عیسیٰ بن مسروح کے ساتھ نارمنوں کے خلاف جنگوں میں مصروف ہیں، میں ان کے نائب کی حیثیت سے شہر کا قائم مقام امیر ہوں، آنے والے قافلوں کو شہر کے اندر قیام کا بندوبست کرنا امیر عمر بن حسین کا کام ہے، ان کی غیر موجودگی میں میں اتنا کر سکتا ہوں کہ شہر کے اس دروازے کے قریب شہر کی فصیل کے پاس میں تم لوگوں کے لئے خیمے نصب کرا دیتا ہوں، جب تک امیر عمر بن حسین نہیں لوٹتے تم لوگ خیموں کے اندر رہو گے اور ضروریات کی ہر شے تمہیں مہیا کی جائے گی۔

لولو بن نصر نے یہ تجویز شاید جان بوجھ کر پیش کی تھی اس لئے کہ وہ ان کے تاثرات جاننا چاہتا تھا اور ان پر قابو بھی پانا چاہتا تھا۔ لولو بن نصر کی اس تجویز کو قافلے کے سب لوگوں نے بے حد پسند کیا اور جس معمر شخص نے پہلے لولو بن نصر کو مخاطب کیا تھا، وہ پھر مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر لولو بن نصر خدا آپ نے سلاقس شہر میں عمارت کی تعمیر مقامی کاریگروں سے کرائی ہے، اس میں شک نہیں کہ مستقل رہائش مقرر کرنا سلاقس کے امیر عمر بن حسین ہی کا کام ہے، لیکن یہ جو آپ ہمارے لئے خیموں کا انتظام کر رہے ہیں اس کے لئے بھی ہم آپ کے ممنون اور شکر گزار ہیں، جب تک امیر عمر بن حسین نہیں لوٹتے ہم شہر پناہ کے اسی دروازے کے قریب فصیل کے پاس خیموں میں ہی دن گزارنا پسند کریں گے۔

وہ بوڑھا حاضرین کچھ کہتا کہ لولو بن نصر نے اپنے دو سالاروں کو بڑے راز دارانہ انداز میں کچھ مشورہ دیا، جسے سنتے ہی وہ بڑی تیزی سے ایک طرف چلے گئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد چند خچروں پر لدا ہوا سامان کچھ لوگ لے کر آئے، ان دونوں کے ساتھ وہ سالار بھی تھے... پھر دیکھتے ہی دیکھتے آنے والوں نے خچروں سے سامان اتارا، شہر پناہ کے دروازے کی فصیل کے قریب چند خیمے نصب کر دیئے گئے۔ خیموں کے اندر کھانے پینے

اور ضروریات کا سامان بھی رکھا گیا، جب یہ سارا اہتمام ہو چکا تب لولو بن نصر نے اسی بوڑھے کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیز فصیل کے قریب تمہارے لئے خیموں کی ایک چھوٹی بستی آباد کر دی گئی ہے اب تم اپنے ساتھیوں کو لے کر خیموں کی طرف جاؤ اور لوگوں کو ان کے اندر آباد کرو، یہ سب لوگ تمہارے جاننے والے ہیں۔ لہٰذا ان کی آبادکاری کا کام تم ہی بہتر طریقے سے کر سکتے ہو۔

بوڑھے نے ایک بار پھر لولو بن نصر کا شکریہ ادا کیا، پھر قافلے کے لوگوں کو لے کر شہر پناہ کے ساتھ نصب ہونے والے خیموں کی طرف چل دیا اور مختلف لوگوں کو خیموں کے اندر مقیم کرنے لگا، اس دوران لولو بن نصر نے اپنے ایک سالار کو مخصوص اشارہ کیا جس پر وہ وہاں سے ہٹ گیا... تھوڑی دیر بعد ایک سو مسلح جوان وہاں آن موجود ہوا، خیموں کے اردگرد وہ مسلح جوان کھڑے ہو کر پہرہ دینے لگے تھے۔

یہ صورت حال قافلے کے لوگوں کے لئے یقیناً ناپسندیدہ تھی، وہی بوڑھا اپنے خیمے سے باہر نکلا جس نے پہلے لولو بن نصر سے گفتگو کی تھی... لولو بن نصر ابھی تک وہیں کھڑا تھا، بوڑھا تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس کے قریب آیا، پھر لولو بن نصر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ امیر زاویہ سے آنے والے اس لئے اپنے قافلے کو مشکوک خیال کیا جا رہا ہے جو ہمارے اردگرد اس قدر مسلح جوان کھڑے کر دیئے گئے ہیں... امیر ہم نہ ہی یہاں سے بھاگنے والے ہیں نہ مشکوک لوگ ہیں، نہ آپ کے لئے نقصان دہ ہیں، پھر ہمارے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں کیا جا رہا ہے۔

لولو بن نصر کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی... ایک بار تیز نگاہیں اس نے اس بوڑھے کی نگاہوں میں ڈالیں جس پر اس بوڑھے نے خوف کے لئے اپنی نگاہیں جھکا لیں، پھر لولو بن نصر نے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیز ایسی کوئی بات نہیں ہے... یہ جو مسلح جوان تم لوگوں کے خیموں کے اردگرد کھڑے کر دیئے گئے ہیں، ایسا تم لوگوں کی حفاظت کے لئے کیا گیا ہے، تاکہ تم لوگ محفوظ رہو۔

بوڑھے نے پھر اعتراض کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

کیا سفاقس شہر میں حالات اس قدر خراب ہیں کہ ہر آنے والے کے لئے اس طرح اس کی حفاظت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

لولو بن نصر نے کچھ سوچا پھر فیصلہ کن انداز میں اس بوڑھے کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

تمہارا اندازہ درست نہیں ہے، تم لوگوں پر مسلح جوان کیوں مقرر کئے گئے ہیں۔ ہر آنے والے کے لئے سفاقس میں ایسا ہی اہتمام کیا جاتا ہے یہ بات میں تمہیں مغرب کی نماز کے بعد آ کے کہوں گا، برا مت ماننا جو کچھ ہم تمہارے ساتھ کر رہے ہیں ایسا ہم ہر آنے والے کے لئے کرتے ہیں اس سلسلے میں تمہارے ساتھ کوئی امتیاز نہیں برتا جا رہا۔ اس کے ساتھ ہی اپنے چھوٹے سالاروں کے ساتھ لولو بن نصر وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

☆

مغرب کی نماز کے بعد جب فضاؤں کے اندر گہری تاریکی اور اندھیرا پھیل گیا، تب اپنے سالاروں اور چند مسلح جوانوں کے ساتھ لولو بن نصر وہاں آیا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے لولو بن نصر کے ساتھ آنے والے مسلح جوان خیموں کے اندر گھسے اور خیموں کے اندر جس قدر لوگ تھے ان کی مشکیں باندھ کر رکھ دی تھیں، اس بوڑھے کو آزاد رکھا گیا جس نے شہر میں داخل ہونے کے بعد لولو بن نصر سے گفتگو کی تھی، جب سب کی مشکیں باندھ دی گئیں تو لولو بن نصر اس بوڑھے کے پاس آیا تب شکووں بھری آواز میں اس بوڑھے نے لولو بن نصر کو مخاطب کیا۔

سفاقس کے قائم مقام امیر کیا اس شہر میں وارد ہونے والے ہر اجنبی کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جاتا ہے۔

غصے میں لولو بن نصر کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا آنکھیں انگارہ بن گئی تھیں، بوڑھے کی طرف کھا جانے والے انداز میں دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

اے نمک حرام تم لوگ کیا سمجھتے تھے کہ ہمیں دھوکہ دے کر تم اس شہر کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر سکو گے، ہرگز نہیں، اس شہر میں آنے والے ہر امت کے مخلص اور قوم کے لئے خلوص رکھنے والوں کو ہم سلام کرتے ہیں پر تپاک انداز میں ان کا استقبال کرتے ہیں، لیکن ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو، کیا تم اور تمہارے قافلے کے لوگ اس قابل ہیں کہ تمہارا پر تپاک استقبال کیا جائے، کیا تم لوگ اس قابل ہو کہ اس شہر میں

آزاد چھوڑ دیا جائے تاکہ جب رات گہری ہو جائے تو شہر سے باہر جلتے ہوئے پروں کا ایک تیر فضا میں بلند ہو، وہ تیر دیکھتے ہی تم لوگ شہر پناہ کے محافظوں پر حملہ آور ہو اور محافظوں کا خاتمہ کرنے کے بعد تم شہر پناہ کا دروازہ کھول دو اور جس لشکر نے تمہیں جلتے پروں کے تیر کی نشاندہی کی ہو وہ شہر میں داخل ہو جائے اور مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچائے شاید تم اس شہر میں یہی کھیل کھیلنے کے لئے داخل ہوئے ہو۔

لولو بن نصر جب خاموش ہوا تو اس بوڑھے نے شکووں بھری آواز میں کہنا شروع کیا۔

امیر آپ ہماری توہین کر رہے ہیں، آپ ہم پر الزام لگا رہے ہیں، ہم ایسا کیونکر کریں گے۔

لولو بن نصر کا ہاتھ اٹھا، ایک بھرپور طمانچہ اس نے اس بوڑھے کے منہ پر مارا اور غراتی ہوئی آواز میں بول پڑا۔

نمک حرام ملت کے غدار مسلم قوم کے لئے خلوص رکھنے والوں کے لئے ہم پیار میں گھلے حروف کا عکس، کرنوں کے آبشار اور ریشمی اُجالوں کا پرتو بن جاتے ہیں، لیکن تم جیسے ملت فروش جو تشنگی اور سراب خود فریبی ذہن اور روح کے اندھے جذبوں جیسے خدا بنتے ہیں، ان کے لئے ہم آندھیاں اور زلزلے بنتے ہیں، ان کے لئے ہم تند ہری بھوک کا بدترین صحرا بن جاتے ہیں۔

یہ مت خیال کرنا کہ اس وقت امیر محمد بن حسین یہاں نہیں ہیں اور تم غداروں سے مل کر اس شہر کو نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو جاؤ گے، یاد رکھنا شہر کی حفاظت کا کام امیر محمد بن حسین نے میرے ذمے لگا رکھا ہے اور میں لولو بن نصر اس شہر کی حفاظت کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بھی اس کی گلیوں اس کی شاہراہوں پر بہانے کی ہمت اور جرات رکھتا ہے بتاؤ کس کے ایما اور کس کے اشارے پر تم لوگ یہ کالا کام کر رہے ہو یاد رکھنا اگر تم نے کسی مکر، جھوٹ اور فریب سے کام لینے کی کوشش کی تو پھر میں لولو بن نصر تیرے لئے درندہ بن جاؤں گا اور پھر تیری وہ حالت کروں گا کہ تو پورے سفاقس شہر کے لئے عبرت بنے گا۔

وہ بوڑھا کچھ خوفزدہ سے انداز میں لولو بن نصر کی طرف دیکھتا رہا، پھر بڑی عاجزی اور انکساری سے کہنے لگا۔

آپ ہمارے ساتھ ایسا سلوک اس لئے کر رہے ہیں کہ ہم زویہ کے لئے پنے اور ہیں۔ پہلے ہی نارمنوں نے ہماری حالت کیا بنائی ہے، اب اس میں کون سی کسر باقی رہ گئی تھی جو پوری کرنا چاہتے ہیں۔

لولو بن نصر نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا پھر اچانک اس کی حیرت اس کی حالت بدل گئی۔ کھا جانے والے انداز میں بوڑھے کی طرف دیکھا، پھر بری طرح وہ گھبرایا لگتا ہے تم انسان کے بچوں کی طرح سچائی اور حقیقت نہیں اگلو گے۔ قبل اس کے کہ میں اس مائول و تیرے لئے شعلوں کے آبشار دل اور آگ کے بھرے سمندر جیسا کر دوں۔ بتا کون آدمی تو توں کے جنون میں تم نے اپنے اوپر ہوس کی آگ طاری کی، کس کے کہنے پر تو نے اپنے جسم و جان کے شعور کو فراموش کر کے بے سمت ازاموں کی منزل کا انتخاب کیا تھا۔ کس کے کہنے پر تو غداری کا لبادہ اوڑھ کر تو نے خوابوں کی تعبیر کے پیچھے بھاگ پڑا، اب بھی چپ رہے گا تو یاد رکھنا تیرا بدن پارہ پارہ، تیرا چہرہ خون لہو لہو کر دوں گا۔ تیری روح کے اندھے جذبوں اور تیرے دل کے نہاں خانوں میں دفن کہ دی کے جو بھی الفاظ ہیں، انگل دے ورنہ یاد رکھنا میں تیرے لئے یہیں بیٹھے بیٹھے مشتعل وقت کی بدترین نفرت بن جاؤں گا۔

وہ بوڑھا خاموش رہا، اس کی گردن جھک گئی تھی گہری سوچوں میں کھو گیا تھا، لولو بن نصر کے چہرے پر ایک بار پھر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، اپنے ایک سالار کو اس نے اپنی کمر سے رہنے کے لئے کہا، اپنی جگہ پر وہ اٹھ کھڑا ہوا دوسرے خیمے میں داخل ہوا اس کے بعد تیسرے چوتھے یہاں تک کہ اس نے سارے خیموں کا جائزہ لیا، سب لوگوں کی مشکیں بندھی ہوئی تھیں سب کا جائزہ لینے کے بعد ایک نوجوان کے پاس وہ بیٹھ گیا، تھوڑی دیر تک تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتا رہا، لولو بن نصر کی تیز نگاہوں کا وہ نوجوان زیادہ دیر تک سامنا نہ کر سکا، اپنی نگاہیں اس نے جھکا لیں لولو بن نصر نے اسے مخاطب کیا۔

مجھ سے ذرہ برابر خوف نہ کھاؤ، شہر میں داخل ہونے کے بعد جس بوڑھے سے تم لوگ گفتگو کی تھی اس نے تم لوگوں کے ساتھ غداری کی ہے، اس نے سارے راز مجھ پر آشکار کر دیئے ہیں، کس طرح تم لوگوں کو زویہ کے لئے اپنے قافلے کے بھیس میں یہاں داخل کیا گیا ہے، جب رات گہری ہو گی تو شہر سے باہر جلتے پروں کا ایک تیر اٹھے گا اور اس کے جواب میں تم شہر پناہ کے محافظوں پر حملہ آور ہو کر شہر پناہ کا دروازہ کھول دو گے اور نارمن حملہ آور

قلعہ پر قبضہ کر لیں گے۔

لولو بن نصر سے یہ داستان سن کر وہ نوجوان نروس سا ہو گیا تھا، اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے، پھر مت کرنے کے انداز میں اس نے لولو بن نصر کو مخاطب کیا۔

مسلمانوں کے امیر مجھے اس گروہ میں دھوکے اور فریب سے کام لیتے ہوئے شامل کیا گیا ہے، جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ درست ہے، واقعی اس شہر پر قبضہ کرنے کے لئے فریب کا جال بچھایا گیا ہے۔

لولو بن نصر نے اس کا شانہ تھپتھپایا، پھر کہنے لگا۔

میں تم سے باز پرس نہیں کر رہا، میں تو تم سے یہ پوچھ رہا ہوں کہ یہ جو ہمارے خلاف غداری اور فریب کا جال بنا گیا ہے، اس کے پیچھے کس کس کا ہاتھ ہے، کیا اس غداری میں کوئی مسلمان بھی شامل ہے۔

اس نوجوان نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

یہ سارا کھیل صنبا قی قبیلے کے ایک شخص مفرج بن سالم کا رچایا ہوا ہے، اس نے سقلیہ میں قیام کیا ہوا ہے اور اس کے کارکن یہاں آپ کے شہر کے علاوہ صحرا کے اندر کام کرتے ہیں نارمن اسے بھاری معاوضہ ادا کرتے ہیں جس کے عوض مفرج بن سالم مسلمانوں سے غداری کرتا ہے آپ کے شہر کے علاوہ دیگر شہروں میں بھی اس کے نمائندے ہیں جو ہر پل کی خبریں نارمنوں تک پہنچاتے ہیں۔

اس انکشاف پر لولو بن نصر کا رنگ غصے میں سرخ ہو گیا تھا، کچھ دیر تک وہ اپنے آپ پر قابو پاتا رہا، پھر سنبھلا اور کہنے لگا۔

کیا مفرج بن سالم کے علاوہ صنبا قی قبیلے کا کوئی اور شخص بھی اس غداری میں شامل ہے۔

وہ نوجوان کہنے لگا۔

مفرج بن سالم تو سقلیہ میں رہتا ہے، اس کے قبیلے کے کئی لوگ اس کے کہنے پر یہ کام سرانجام دے رہے ہیں وہ کون لوگ ہیں میں ان کو نہیں جانتا میں صرف مفرج بن سالم کو جانتا ہوں اور اسی کا نام میں نے سن رکھا ہے، اسی سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد نارمنوں نے سقلیہ پر قبضہ کرنے کے لئے یہ کھیل کھیلا ہے میں یہ بھی بتا دوں کہ مفرج بن سالم کے کچھ خاص نمائندے سقلیہ کے اندر بھی مقیم ہیں۔

لولو بن نصر کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل گئی تھی، اس لئے کہ جو کچھ وہ حاصل کرنا چاہتا تھا اس نوجوان سے اسے مل گیا تھا، اس خیمے سے باہر نکلا، پھر اسی بوڑھے کے پاس آیا جس جگہ سے اٹھا تھا وہاں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر تک اس کی طرف غور سے دیکھتا رہا، پھر اسے مخاطب کیا۔

تم مفرج بن سالم کو کب سے جانتے ہو۔

لولو بن نصر کے اس سوال پر وہ بوڑھا چونکا تھا۔ تیز نگاہوں سے اس نے ابن نصر کی طرف دیکھا۔ لولو بن نصر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، قبل اس کے وہ بوڑھا کچھ کہتا لولو بن نصر خود ہی بول پڑا۔

مفرج بن سالم کا نام سن کر تمہارے چہرے پر ہوائیاں کیوں اڑنے لگی ہیں آنکھوں میں خوف کے زاویے کیوں بن گئے ہیں۔ سن میں لولو بن نصر صلیبی قبیلے کا نائب سردار ہوں، مفرج بن سالم کا تعلق بھی صلیبی قبیلے سے ہے، میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں، وہ بھی مجھے جانتا ہے، وہ پیدائشی غدار ہے، آدھا مسلمان، آدھا نصرانی ہے، جو کہانی تم نے ابھی میں نے تم سے بیان کی تھی اگر اب بھی تم نے اسے تسلیم نہ کیا تو پھر میں تمہارے اعضاء کاٹنے شروع کر دوں گا۔

بوڑھا خوفزدہ ہو گیا تھا، نروس اس نے بھرائی اور دھیمی سی آواز میں کہنے لگا۔

ابن نصر جو تم کہتے ہو وہ سچ ہے۔

لولو بن نصر کے چہرے پر پرسکون سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، چند لمحے سوچا پھر دوبارہ اس نے بوڑھے کو مخاطب کیا۔

مفرج بن سالم کے علاوہ یا تم صلیبی قبیلے سے تعلق رکھنے والے کسی اور شخص کو بھی جانتے ہو، جو غداری کی اس تحریک میں شامل ہو۔

بوڑھے نے اس بار خوفزدہ سے لہجے میں لولو بن نصر سے کہنا شروع کیا۔

مفرج بن صالح کے علاوہ ہم میں سے کوئی بھی کسی کو نہیں جانتا۔

لولو بن نصر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا جو مسلح جوان قافلے پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر کئے ہوئے تھے ان کے سالار کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز ان سب پر کڑی نگاہ رکھنا، ان میں سے کسی کو بھی فرار اختیار ہونے کی

بہت اور اجازت مت دینا، اگر کوئی ایسا کرنے کی کوشش کرے تو تمہیں اجازت ہے، اسے موت کے گھاٹ اتار دو۔

لولو بن نصر وہاں سے چلنے لگا تھا کہ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے شہر پناہ کا شمالی دروازہ کھلا اور گھوڑ سوار اندر داخل ہوا اور اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا وہ اس جگہ آیا جہاں لولو بن نصر تھا۔ گھوڑے سے اترا، لولو بن نصر اسے پہچان چکا تھا۔ وہ ان ناظرین میں سے ایک تھا جو حسن بن مالک کے تحت کام کرتے تھے۔ گھوڑے سے اترنے کے بعد اس آنے والے ناظر نے لولو بن نصر کو مخاطب کیا۔

ابن نصر میں آپ کے لئے ایک اچھی خبر لے کر آیا ہوں، اس کے بعد آنے والے اس قاصد نے بتایا شہر کی فتح پر زویلہ شہر سے باہر نکلے ہوئے سلطان اور عمر بن حسین کے ہاتھوں بدترین شکست اور زویلہ شہر پر مسلمانوں کے قبضے کی ساری داستان بڑی تفصیل کے ساتھ سنا ڈالی تھی۔

آنے والے اس مخبر سے تفصیل سن کر لولو بن نصر خوش ہو گیا تھا۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز تو بڑے وقت پر آیا ہے اب تو میرا ایک پیغام لے کر واپس امیر کے پاس جائے گا اور اسے میرا یہ پیغام دے گا کہ محمد بن رشید کو فوراً سفارتی بھیج جائے، اس لئے کہ ہمارے قبیلے کے کچھ لوگ غداری میں ملوث ہیں، جب تک ان سے نمٹا نہ لیا وہ ہمارے لئے نقصانات کا باعث بنیں گے اور پھر اس میں ہمارے قبیلے کی بڑی بدنامی بھی ہے، امیر عمر بن حسین کی نگاہوں میں ہم گر جائیں گے اور اگر ایسا ہوا تو میں لولو بن نصر زندہ رہنے کے بجائے مرنے کو ترجیح دوں گا۔

لولو بن نصر رکا، پھر اس نے دوبارہ قاصد کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

میرے ساتھ آؤ میں تمہیں امیر کے نام تحریری پیغام دیتا ہوں، پھر لولو بن نصر آنے والے ناظر اور اپنے چند سالاروں کے ساتھ ایک طرف چل دیا، اپنی حویلی کے پاس آیا، حویلی کا دروازہ اس نے کھولا۔ چھوٹے سالاروں اور آنے والے ناظر کو مخاطب کر کے کہنے لگا، تم لوگ ذرا حویلی میں بیٹھو۔ میں امیر عمر بن حسین اور ان کے اہل خانہ کو بونا اور زویلہ سے غدار مسلمانوں کی شکست کی خوشخبری سنا کر واپس آتا ہوں۔

آنے والا ناظر اور چھوٹے سالار لولو بن نصر کی حویلی میں داخل ہو گئے تھے لولو بن نصر آگے بڑھا، عمر بن حسین کی حویلی میں دستک دی، تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا، دروازہ کھولنے والا شالیب تھا، اس کے پیچھے اس کی بہن شرینہ کے علاوہ فلورہ، مریطہ اور ہانیلہ بھی کھڑی تھیں۔ شالیب کو مخاطب کرتے ہوئے لولو بن نصر نے پوچھا۔

شالیب میرے بھائی صفورہ خاتون اس وقت کہاں ہیں، شالیب جھٹ سے بول پڑا۔

وہ دیوان خانے میں ہیں، آپ آجائیں اجنبیوں کی طرح کھڑے کیوں ہو گئے ہیں۔

لولو بن نصر دیوان خانے میں داخل ہوا، اندر صفورہ کے علاوہ قیمان بن اسماعیل اور عبدیس بن کسینہ بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے لولو بن نصر جب دیوان خانے میں داخل ہوا تو قیمان بن اسماعیل اور عبدیس بن کسینہ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پرجوش مصافحہ کیا عبدیس بن کسینہ کے قریب ہی لولو بن نصر بیٹھ گیا، پھر صفورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

مادر محترمہ میں آپ کے لئے ایک اچھی خبر لے کر آیا ہوں۔ بجایہ شہر کی فتح کی خبر تو پہلے ہی ہمارے پاس پہنچ چکی ہے، ابھی تھوڑی دیر پہلے ایک ناظر آیا ہے، اس نے اطلاع دی ہے کہ سلطان اور امیر عمر بن حسین نے تارمنوں سے ہوا شہر بھی چھین لیا ہے۔ زویلہ شہر کے باہر تارمنوں کے متحدہ لشکر کے ساتھ ایک ہولناک جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں تارمنوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ تارمن شکست اٹھا کر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے، سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ ابھی تک وہیں قیام کر رکھا ہے اور زویلہ شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔

اس خبر پر قیمان بن اسماعیل کے علاوہ صفورہ، عبدیس بن کسینہ فلورہ، مریطہ، شرینہ اور شالیب بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد لولو بن نصر پھر بول پڑا۔

اس اچھی خبر کے علاوہ ایک بری خبر بھی ہے۔

لولو بن نصر کے ان الفاظ پر سب چونک پڑے، قبل اس کے کہ کوئی پوچھتا لولو بن نصر نے زویلہ کے جعلی لٹے پٹے قافلے کے آنے اور پھر آنے والی شب کو تارمنوں کے خیمہ گاہ پر حملہ آور ہونے کی ساری کہانی کہہ دی تھی، اس انکشاف پر سارے متفکر ہو گئے تھے، عبدیس بن کسینہ بھی مصنوعی پریشانی کا اظہار کر رہا تھا سب سے پہلے فلورہ نے لولو بن

نصر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن نصر میرے عزیز بھائی جو نقلی قافلہ شہر میں داخل ہوا ہے اس کا تو آپ نے اچھا کیا کہ اس پر پہرہ بٹھا دیا ہے، لیکن جب رات کے وقت تارمن شہر پر حملہ آور ہوں گے تو آپ اس کا کیا بندوبست کریں گے یقیناً شہر میں اتنا بڑا لشکر نہیں کہ تارمنوں کے بڑے حملے کو روک سکے۔

فلورہ کو یہاں رک جانا پڑا، اس لئے کہ لولو بن نصر نے بیچ میں بولتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

فلورہ میری بہن تم دونوں کو پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں، شہر کی حفاظت کا میں نے خوب انتظام کر رکھا ہے، تارمن رات کی تاریکی میں ایک بار حملہ آور ہوں، پھر جو ردعمل ہماری طرف سے ہوگا وہ بھی تاریخ کے صفحات میں یقیناً عبرت خیزی بن کر رہے گا..... مجھے جو سب سے بڑا افسوس ہے کہ اس غداری میں ہمارے قبیلے کے لوگ ملوث ہیں، ہمارے قبیلے کا سرکردہ آدمی جس کا نام مفرج بن سالم ہے، اس نے صقلیہ ہی میں قیام کیا ہوا ہے۔ ایک طرح سے وہ آدھا مسلمان آدھا نصرانی ہے، وہیں بیٹھ کر وہ مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتا ہے، غداری کی تدبیریں کرتا ہے، اس کے کہنے پر یہ سارا معاملہ ہو رہا ہے، آنے والوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ مفرج بن سالم کے کچھ لوگ ہمارے شہر میں بھی کام کر رہے ہیں، میں نے ان سے ان کے نام جاننے کی کوشش کی، لیکن وہ مفرج بن سالم کے علاوہ کسی کو نہیں جانتے۔

ان الفاظ نے عبدیس بن کسینہ کو پریشان کر دیا تھا لولو بن نصر جب خاموش ہوا تو وہ فوراً بول پڑا۔

ابن نصر میرے بیٹے تم ٹھیک کہتے ہو، مفرج بن سالم کو میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں، بلرمہ شہر میں میری اس سے کئی ملاقاتیں ہوئیں ابتدائی غیر ذمہ دار اور غدار قسم کا شخص ہے، مجھے وہ اکثر و بیشتر منع کرتا رہا کہ میں امیر عمر بن حسین کے باپ کی زندگی میں کیوں خدمت کرتا ہوں جب میں بازنہ آیا تو اس نے طرح طرح کے الزامات مجھ پر لگائے، لیکن میری خوش قسمتی کہ میں بچتا رہا، آخر جب مجھے صقلیہ سے بھاگنا پڑا تو اس مفرج بن سالم نے مجھ پر یہ الزام لگایا تھا کہ میں صقلیہ میں رہتے ہوئے مسلمانوں کے لئے جاسوسی کرتا

ہوں اور ان کے مفاد کے لئے کام کرتا ہوں۔

یہ بات کہہ کے عبدیس بن کسینہ نے ایک طرح سے پہلے سے ہی اپنی پوزیشن واضح کرنے کی کوشش کی تھی، عبدیس بن کسینہ جب خاموش ہوا تو ابن نصر بول پڑا۔

قافلے کے لوگ جو میں نے گرفتار کئے ہیں انہیں میں نے ابھی تک سزا نہیں دی، میں نے محمد بن رشید کو یہاں بلایا ہے صنہاجی قبیلے کا وہ سردار ہے، کیونکہ صنہاجی قبیلے کے لوگ اس غداری میں ملوث ہیں، لہٰذا اس معاملے کا تصفیہ وہی آ کے کرے گا جو ناظر امیر کی طرف سے آیا ہے۔ میں اسی کے ہاتھ امیر کے نام پیغام بھجوا رہا ہوں کہ محمد بن رشید کوئی اور سفاقس بھیجا جائے تاکہ وہ یہاں رہتے ہوئے اس معاملے کو نمٹا سکے۔

لولو بن نصر مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ قریبی مسجد میں مغرب کی اذان سنائی دی، تب لولو بن نصر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا نماز کا وقت ہو گیا ہے، میں مسجد کی طرف جاتا ہوں اس کے ساتھ ہی وہ حویلی سے باہر نکل گیا تھا، اس کے ساتھ ہی عبدیس بن کسینہ بھی اٹھا، وہ بھی حویلی سے نکلا، اس موقع پر اشارے سے ثریہ نے شالیب کو اپنے قریب بلایا، اسے بیرونی دروازے کی طرف لے گئی، اس کے کان میں کچھ کھسر پھسر کی جس کے جواب میں شالیب آہستہ آہستہ باہر نکلا۔

جب اس نے دیکھا اس کا باپ حویلی میں داخل ہو گیا ہے، تب وہ بھی بڑی تیزی سے آگے بڑھا حویلی میں داخل ہوا، دیوان خانے کے باہر دروازے کے قریب کھڑا ہو گیا تھا۔ دیوان خانے میں داخل ہونے کے بعد عبدیس بن کسینہ اپنی بیوی کے پاس بیٹھ گیا تھکا تھکا سا لہجہ اپنایا تھا، پھر بڑی مایوسی سے آواز میں اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

لگتا ہے جب سے ہم صقلیہ سے یہاں آئے ہیں بدبختی ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے، جو تدبیر میں نارمنوں کے حق میں کرتا ہوں، وہ ناکام ہی ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ اب آخری تدبیر یہ تھی کہ زویلہ کا ایک لٹا پٹا قافلہ شہر میں داخل ہو گا اور شہر پناہ کے محافظوں پر حملہ آور ہو کر شہر کا دروازہ کھولے گا اور حالت میں بیٹھے ہوئے نارمن حملہ آور ہو جائیں گے یہ تدبیر بھی ناکام ہوئی، اس کی خبر لولو بن نصر کو ہو چکی ہے، جو لوگ زویلہ کے لٹے پٹے قافلے کا بہانہ کر کے آئے انہیں گرفتار کر لیا گیا ہے، اب لولو بن نصر یہ بھی کہہ رہا تھا کہ رات کی گہری تاریکی میں جو نارمن شہر پر حملہ آور ہوں گے ان کا بھی اس نے بندوبست کر لیا ہے۔

بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے خلاف اور نارمنوں کے حق میں ہماری کوئی بھی تدبیر اب تک کامیاب نہیں ہوئی اور آئندہ بھی کامیاب ہوتی، کہتا نہیں دیتی، لگتا ہے قدرت سارے فیصلے ہی ہمارے خلاف کر رہی ہے۔

عبدیس بن کسینہ جب خاموش ہوا تو نیبانہ بول پڑی، لیکن لولو بن نصر کو کیسے خبر ہو گئی کہ زویلہ کا شہر میں داخل ہونے والا قافلہ جعلی ہے اور اس نے کس بنا پر انہیں گرفتار کر لیا۔

عبدیس بن کسینہ نے کندھے اچکائے اور کہنے لگا یہی چیز تو میرے لئے تشویش کا باعث ہے، ابھی تک یہی نہیں پتا چل رہا کہ لولو بن نصر کو کیسے خبر ہوئی کہ شہر میں داخل ہونے والے غدار ہیں، بہرحال اسے یہ بھی خبر ہو چکی ہے کہ صنہاجی قبیلے کا مفرج بن سالم ملقیہ میں بیٹھ کر یہ ساری تدبیریں کر رہا ہے، اس کے بعد لولو بن نصر کے پاس بیٹھ کر عبدیس بن کسینہ نے جو گفتگو کی تھی اس کی تفصیل بھی اس نے نیبانہ سے کہہ دی، ساتھ ہی مسلمانوں کے ہاتھوں بونہ زویلہ پر قبضے کی بھی داستان اس نے سنا ڈالی تھی۔

کچھ دیر خاموشی رہی، پھر نیبانہ مایوس سے انداز میں کہنے لگی۔

اب سفاقس پر نارمنوں کے حملہ کرنے سے کیا حاصل ہو گا، جب مسلمان ان سے تین اور شہر بجایہ بونہ اور زویلہ چھین چکے ہیں تو نارمن سفاقس پر قبضہ کر کے کیا کریں گے، مجھے نہیں لگتا کہ آنے والے دنوں میں نارمن اپنے تین چھنے ہوئے شہروں کو دوبارہ حاصل کر سکیں میں نے تو سنا تھا کہ یارپ کے بے شمار عیسائیوں کے علاوہ قریبی جزیروں سے رضاکار جوق در جوق نارمنوں کے لشکر میں شامل ہو رہے ہیں اور وہ ہر صورت میں سلطان عبدالمومن امیر عمر بن حسین کو شکست دینا چاہتے ہیں، لیکن ان کے آنے سے نارمنوں کے حق میں کوئی بھی ردعمل ظاہر نہیں ہوا۔

کچھ دیر مزید خاموشی رہی، دروازے کے باہر شالیب کان لگائے ایک ایک بات بڑے غور سے سن رہا تھا، عبدیس بن کسینہ پھر بول پڑا۔

اب میں ایک اور تیر پھینکنے لگا ہوں، سن بھلی، امیر عمر بن حسین کی طرف سے ایک قاصد آیا ہے جس نے مسلمانوں کے بونہ اور زویلہ شہر پر قبضے کی خبر دی ہے، وہی قاصد واپس جائے گا، اس کے ہاتھ لولو بن نصر یہ پیغام بھجوا رہا ہے کہ محمد بن رشید کو فی الفور سفاقس روانہ کیا جائے، اس لئے کہ لولو بن نصر کا کہنا ہے کہ اس غداری میں چونکہ صنہاجی قبیلے کے لوگ

ہوتے ہیں، لہٰذا اس معاملے کو محمد بن رشید ہی قبیلے کے سردار کی حیثیت سے بہتر طریقے سے نمٹ سکتا ہے۔

اب میں یہاں سے تھوڑی دیر تک نکلتا ہوں، اپنے آدمیوں کے پاس جاتا ہوں اور انہیں کہتا ہوں کہ نیا توش کو پیغام بھجوائیں کہ۔ جونہی زویلہ کے نواح سے محمد بن رشید سفاقس کی طرف آنے کے لئے روانہ ہوتا ہے، چھ سات جوان مقرر کئے جائیں جو راستے میں محمد بن رشید پر حملہ آور ہوں اور راستے ہی میں اس کا خاتمہ کر دیں، اس طرح میرے خیال میں صنہاجی قبیلے کے ان لوگوں کے خلاف جو غداری میں ملوث ہیں، ایک طرح سے تفتیش کچھ عرصے کے لئے رُک جائے گی۔

جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو میں اتنا فکرمند نہیں، لولو بن نصر کے سامنے میں نے پہلے ہی اپنی پوزیشن صاف کر دی ہے کہ مفرج بن سالم میرے ساتھ پرانی عداوت اور دشمنی رکھتا ہے۔۔۔ اگر کسی موقع پر مفرج بن سالم نے اس غداری میں میرا نام لے بھی دیا تو میں بچ رہوں گا، اس لئے میں کہوں گا کہ اس کی میرے ساتھ پرانی دشمنی ہے، لہٰذا اسی دشمنی کی بنا پر اس نے مجھے ملوث کرنے کی کوشش کی ہے، ویسے ایسا ہوگا نہیں، اس لئے کہ مفرج بن سالم صقلیہ میں بیٹھا ہوا ہے، وہ یہاں آئے گا ہی نہیں، جب تک وہ یہاں نہیں آتا تب تک کوئی بھید کھلے گا ہی نہیں۔

پھر عبدیس بن کسینہ اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا اور لیبانہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا، میں اب اپنے آدمیوں کی طرف جاتا ہوں اور انہیں پیغام دیتا ہوں کہ راستے ہی میں محمد بن رشید کا خاتمہ کر دیں لیبانہ نے اس تجویز پر اتفاق کیا، پھر عبدیس بن کسینہ باہر نکلنے لگا، دروازے کے پاس شالیب فوراً حرکت میں آیا تقریباً بھاگتے ہوئے وہ حویلی سے باہر نکل گیا تھا، صدر دروازے کی اوٹ میں تھوڑی دیر کھڑا رہا، جب اس نے دیکھا کہ اس کا باپ دیوان خانے سے نکل کر صدر دروازے کی طرف آ رہا ہے، تب وہ بھی صدر دروازے سے اندر داخل ہوا، اپنے باپ سے ملا، اسے دیکھتے ہوئے عبدیس بن کسینہ نے پوچھا۔

بیٹے بہن کو بھی ساتھ لے کر آئے، اس پر شالیب کہنے لگا بابا میں تھوڑی دیر تک جاتا ہوں اور بہن کو لے کر آتا ہوں، پھر عبدیس بن کسینہ باہر نکل گیا، اپنی ماں سے کچھ کہے بغیر شالیب اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔

جلدی جلدی اس نے ایک کاغذ نکالا، تیزی سے اس پر ایک تحریر لکھی، کاغذ کو تہہ کر کے اپنے لباس میں چھپا لیا، پھر اپنی ماں سے کچھ کہے بغیر وہ حویلی سے نکل گیا تھا۔

گلی میں تیزی سے بھاگتا ہوا شالیب لولو بن نصر کی حویلی کے پاس آیا، جس طرح پہلے اس نے ایک کاغذ بیرونی دروازے کی زنجیر میں ڈالا تھا، ویسے ہی لباس کے اندر سے تہہ کیا ہوا کاغذ نکال کر اس نے زنجیر میں ڈال دیا تھا پھر اِدھر اُدھر دیکھا، تاریکی میں وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔۔۔ پلٹا عمر بن حسین کی حویلی میں داخل ہوا، جونہی وہ اندر داخل ہوا شرینہ تیزی سے اس کے پاس آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

میرے عزیز بھائی کیا کر کے آئے ہو۔

شالیب نے اس سے سرگوشی کی اور کہنے لگا۔

ہمارا باپ بہت خطرناک کھیل کھیل رہا ہے، وہ پیغام بھجوا رہا ہے کہ لولو بن نصر نے محمد بن رشید کو سفاقس میں بلوایا ہے، لہٰذا محمد بن رشید جب زویلہ سے سفاقس کی طرف روانہ ہو تو راستے میں اس کا کام تمام کر دیا جائے، میری عزیز بہن یہ جو زویلہ کے لئے چند قافلے کی صورت میں غدار پکڑے گئے ہیں اور یہ جو آج رات دیر شب کو فاطمن شہر پر حملہ آور ہوں گے، یہ ساری میرے باپ کی کارستانی ہے۔

بہرحال میری بہن تم فکرمند نہ ہو، سارے حالات میں نے کاغذ پر لکھ کر لولو بن نصر کی حویلی کے بیرونی دروازے کی زنجیر میں ڈال دیئے ہیں مجھے امید ہے کہ جونہی لولو بن نصر مغرب کی نماز پڑھ کر لوٹے گا تو زنجیر سے کاغذ کو نکال کر ضرور اپنے رد عمل کا اظہار کرے گا، میں نے خط میں لکھ دیا ہے کہ لولو بن نصر زویلہ سے سفاقس کی طرف محمد بن رشید کو اکیلے مت بلائے، ساتھ ساتھ میں امیر عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح بھی آئیں اور ان کے ساتھ مسلح دستے بھی ہوں تاکہ سب لوگ یہاں آ کر غداری کے معاملے کو نمٹائیں۔

شالیب کی اس گفتگو سے شرینہ خوش ہو گئی تھی، پھر وہ دیوان خانے میں فلورہ کے پاس جا کر بیٹھ گئی اور پہلے کی طرح سب باہم گفتگو کرنے لگے تھے۔

☆

مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد لولو بن نصر لوٹا، جونہی اس نے زنجیر کے پاس ہاتھ رکھا دروازہ کھولنا چاہا تو چونکا، زنجیر میں پھنسا ہوا کاغذ اس نے نکالا، حویلی کے صحن میں جو چھوٹی

ی مشعل جل رہی تھی اس کے پاس گیا، خط کو پڑھا، اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر غلاموں میں گھومتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

یہ خط لکھنے والے خدا تجھ پر ڈھیروں مہربانیاں کرے۔ اللہ کا احسان ہے کہ اس شہر میں جہاں غدار کام کر رہے ہیں وہاں ایسے مخلص اور مہربان لوگ بھی ہیں جو اپنی ملت، اپنی قوم کا درد رکھتے ہیں اور ہر وقت ہر چیز کی اطلاع کرتے ہیں۔ پھر کاغذ کو تہہ کرکے لولو بن نصر نے اپنے لباس میں محفوظ کر لیا۔ دیوان خانے میں داخل ہوا، وہاں عمر بن حسین کی طرف سے آنے والا نظر اور چھ سات سالار بیٹھے ہوئے تھے۔

لولو بن نصر نے امیر عمر بن حسین کے نام ایک طویل خط لکھا۔

☆

دوسری جانب فلورہ کے ساتھ بیٹھی امیر عمر بن حسین کی ماں کو کچھ سوجھا، چنانچہ اس نے پکارا۔

شالیب۔۔۔ شالیب، میرے بیٹے بھاگ کر میرے پاس آؤ۔

شالیب جو باہر پشتی باغ میں تھا، بھاگتا ہوا صفورہ کے پاس آیا اور کہنے لگا، ماں آپ نے مجھے بلایا۔

ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے صفورہ نے شالیب کا بازو پکڑا اور اسے کھینچ کر اپنے پاس بٹھا اور کہنے لگی، بھاگ کے لولو بن نصر کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ اماں تمہیں بلا رہی ہے، اسے کہنا جب تک میری بات نہ سن لو اس وقت تک زویلہ کی طرف سے آنے والے ناظر کو واپس مت بھیجنا۔۔۔ چھلانگ لگاتے ہوئے شالیب اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور بھاگتے ہوئے حویلی سے باہر نکل گیا تھا، جب وہ محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کی حویلی میں داخل ہوا جس میں لولو بن نصر نے عارضی طور پر قیام کر رکھا تھا تو اس وقت تک لولو بن نصر اپنے سالاروں اور ناظر کے ساتھ کھانا کھا چکا تھا۔ شالیب کو دیکھتے ہی لولو بن نصر چونکا اور پوچھنے لگا۔

شالیب میرے بھائی خیر تو ہے۔

شالیب قریب ہوا اور کہنے لگا۔ اماں آپ کو بلا رہی ہیں، وہ کہہ رہی ہیں کہ زویلہ سے جو ناظر آیا ہے اسے واپس بھیجنے سے پہلے میری بات سنیں۔

لولو بن نصر چپ چاپ شالیب کے ساتھ ہو لیا تھا، دونوں اس دیوان خانے میں داخل

ہوئے جس میں صفورہ، قیطان بن اسماعیل، فلورہ، مریطہ، ثریہ اور نابیل بیٹھے ہوئے تھے۔

ہاتھ کے اشارے سے صفورہ نے لولو بن نصر کے قریب آنے کے لئے کہا، لولو بن نصر اس کے قریب بیٹھ گیا۔ بڑی رازداری کے ساتھ کھسر پھسر میں صفورہ تھوڑی دیر تک اس سے گفتگو کرتی رہی، جب تک صفورہ بولتی رہی دھیرے دھیرے لولو بن نصر مسکراتا رہا۔

تھوڑی دیر تک بڑی رازداری کے ساتھ صفورہ، لولو بن نصر کے ساتھ گفتگو کرتی رہی، پھر لولو بن نصر اٹھ کر چلا گیا۔ لولو بن نصر حویلی میں داخل ہوا جو پیغام اس نے عمر بن حسین کے نام لکھا تھا اس میں کچھ اضافہ کیا، اس کے بعد وہ پیغام زویلہ سے آنے والے قاصد کے حوالے کرنے کے بعد اسے زویلہ کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

لولو بن نصر کے جانے کے بعد صفورہ نے ایک بار پھر شالیب کو اپنے قریب بلایا، پھر اسے نابیل کے باپ جواس بن جوذر کو بلانے کے لئے کہا، شالیب پھر باہر نکل گیا تھا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا، اس کے ساتھ نابیل کا باپ جواس بن جوذر بھی تھا۔

دیوان خانے میں آکر جواس بن جوذر قیطان بن اسماعیل کے پاس بیٹھ گیا۔ ثریہ اور نابیل اس وقت مریطہ کے ساتھ پشتی باغ میں تھی، صرف فلورہ، صفورہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ آواز دے کر نابیل، مریطہ اور ثریہ کو صفورہ نے وہاں بلایا، جب وہ دیوان خانے میں صفورہ کے پاس بیٹھ گئی تب جواس بن جوذر کی طرف دیکھتے ہوئے صفورہ نے کہنا شروع کیا۔

ابن جوذر میرے بھائی میں آج ایک انتہائی اہم مسئلے پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں، اس مسئلے میں آپ کی بیٹی نابیل کے علاوہ فلورہ اور مریطہ بھی ملوث ہیں، خیر ان میرے پاس پہلے سے بیٹھی ہوئی ہے اس فیصلے میں اس کا مشورہ بھی شامل ہوگا، آپ کو بھی اسی لئے بلایا گیا ہے۔

عمر بن حسین کی طرف سے ایک قاصد شہر میں داخل ہوا، اس کے ہاتھ میں نے پیغام بھجوایا ہے، اپنے بیٹے سے میں نے کہا ہے کہ اس کے پاس اگر تھوڑا سا وقت ہو اور جنگ سے اسے فراغت ہو تو وہ محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کے ساتھ کچھ دن کے لئے یہاں آئے۔ ابن جوذر میرے بھائی میں چاہتی ہوں کہ عمر بن حسین اور فلورہ، یحییٰ بن مطروح اور مریطہ اور آپ کی بیٹی نابیل اور محمد بن رشید کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے، یہ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے۔

اس موقع پر فلورہ، مریطہ، نائیل نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر باہر جانا چاہا، پر صفورہ نے تیز نگاہوں سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، کوئی بھی اُٹھ کر باہر نہیں جائے گا سب اپنی نشستوں پر بیٹھے رہو، فلورہ، مریطہ اور نائیل پھر بیٹھ گئی تھیں تاہم اپنی جگہ پر بیٹھی ثرینہ بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔

خیران، قیس بن اسماعیل اور جواس بن جوذر بھی مسکرا رہے تھے، پھر جواس بن جوذر نے صفورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

محترم بہن اس سلسلے میں آپ کو مجھ سے مشورہ کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی نائیل آپ کی بیٹی ہے آپ جس وقت چاہیں اس کا ہاتھ پکڑ کر محمد بن رشید کے ہاتھ میں دے دیں، نائیل پہلے ہی محمد بن رشید سے منسوب ہو چکی ہے، رہا سوال فلورہ اور مریطہ کا تو وہ بھی میرے لئے نائیل جیسی عزیز اور پیاری بیٹیاں ہیں، ان کی سرپرست خیران یہاں بیٹھی ہوئی ہے میرے خیال میں جس طرح مجھے کوئی اعتراض نہیں، خیران کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

خیران نے پہلی بار زبان کھولی اور جواس بن جوذر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

ابن جوذر میرے بھائی میں تو پہلے ہی بوجھ سمجھ کر بیٹھی ہوں کہ سب فلورہ اور مریطہ کی شادیاں ہوتی ہیں یہ مشورہ میں نے ہی صفورہ کو دیا ہے کہ اب بچوں کی شادیاں جلد ہو جانی چاہئیں میرے خیال میں یہ پیغام ملتے ہی امیر عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید آئیں گے اور اس خوشی میں میرا اندازہ ہے کہ چند دن تک خوشیاں ناچ اُٹھیں گی۔

خیران مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ قرطبہ کی مسجد میں عشاء کی اذان سنائی دی، جواس بن جوذر اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

صفورہ میری بہن آپ کا فیصلہ میرے لئے آخری ہے، جو کچھ بھی آپ کریں گی میرے لئے قابل قبول اور آخری ہوگا، پھر وہ مسجد میں جانے کے لئے نکل گیا تھا صفورہ، خیران، فلورہ مریطہ، نائیل، ثرینہ آپس میں گفتگو کرنے لگے تھے۔

کالی سیاہ رات اپنے انجام کو صبح کے جشن کی قبل اور روشنیوں کی اُمڈتے سیلاب تک پہنچانے کے لئے بھاگتی چلی جا رہی تھی موہوم اُجالے تک اونگھ گئے تھے، تاریکیاں زمین کے رخ پر بھوکے طیور کی طرح اُتر چکی تھیں ... ہوائیں تلاشوں کو گندگدائی کسی مسافر کی طرح رواں تھی، چاروں طرف ایک سکوت تھا جیسے ہر شے آپنی حلقوں سے اُلجھ کر رو گئی ہو ... اُڑتے لمحوں میں فضا کا پراسرار سناٹا وقت کی دھول بن کر چاروں طرف پھیل گیا تھا۔

ہر سمت ہر سو خیالوں کے معبد جیسی خاموشی قفس کی اسیری جیسا سناٹا، صدیوں کی ان کہی داستانوں جیسی چپ تھی۔

لولو بن نصر اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ شمالی دروازے کے سامنے بالکل مستعد کھڑا تھا۔ لشکر کے آگے وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا، اس کے پیچھے دور تک لشکریوں کے گھوڑے پھیلے ہوئے تھے۔ لشکر کا کچھ حصہ فصیل کے اُوپر لمبی تیروں سے لیس بالکل مستعد ہو چکا تھا۔

لولو بن نصر کو شاید شہر سے باہر جلتے پروں کے تیر کے بلند ہونے کا انتظار تھا، تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ فصیل کے قریب ہی شمال کی جانب چلتے ہوئے پروں کا ایک تیر بلند ہوا۔

اس صورت حال پر لولو بن نصر کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر شہر پناہ کے محافظوں کو اس نے مخصوص اشارہ کیا۔

یہ اشارہ ملتے ہی شہر پناہ کے محافظ حرکت میں آئے، شہر پناہ کا دروازہ انہوں نے کھولا اور دروازے کے سامنے کچھ مشعلیں انہوں نے ہلا کر اشارہ دیا کہ شہر پناہ کا دروازہ کھل چکا ہے۔

اس کارروائی کے تھوڑی ہی دیر بعد رات کے گہرے اندھیرے میں ایک بہت بڑا لشکر شہر کے شمالی دروازے سے باہر نمودار ہوا، جونہی وہ لشکر فصیل کے قریب آیا محافظ طوفانوں کی طرح حرکت میں آئے اور انہوں نے شہر پناہ کا دروازہ بند کر دیا تھا۔

لولو بن نصر ابھی تک دروازے کے اندر بالکل مستعد کھڑا تھا، اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی، اب باہر بھی ایک اودھا مچا مگر خونی انقلاب نمودار ہوا، اس لئے کہ شہر پر حملہ کرنے والے تارمنوں کا لشکر جب شہر کی فصیل کے شمالی دروازے کے قریب آیا تو دائیں جانب سے تمدن کے غاروں سے انسانیت کے خیابان اور تہذیب کی گھاٹیوں سے حقیقت کے طوفان کی طرح ایک لشکر نمودار ہوا، پھر لاوے کی صورت پھیلتے عذاب فنا کے پرجوش عزائم اور چٹانوں سے ٹکرا جانے والے خونگر پاسبانوں کی طرح وہ لشکر تارمنوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

شہر سے باہر ہولناک ٹکراؤ شروع ہو گیا تھا، تھوڑی ہی دیر بعد بائیں جانب سے بھی ایسے ہی حملہ آور نمودار ہوئے، اندھیرے کی چادر کو چیرتے ہوئے وہ بھی تارمنوں پر بائیں جانب سے اس طرح حملہ آور ہوئے جیسے وہ وقت کے سمندر میں برشے کو چکی کے پاٹوں میں پیس کر رکھ دیں گے... ولولوں کے استہزا اور سموم و سراب کو اپنے حلقوں میں لئے موجوں کی طرح وہ چشمک برق و سحاب بن کر تارمنوں پر چھانے لگے تھے۔

جب شہر سے باہر جنگ کا شور ہر شے کو اپنے دامن میں سمیٹنے لگا تھا، تب لولو بن نصر نے ایک بار پھر شہر پناہ کے محافظوں کو مخصوص اشارہ دیا، یہ اشارہ ملنا تھا کہ ایک بار پھر شہر کے محافظوں نے دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی لولو بن نصر نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی، اس کے پیچھے پیچھے اس کے لشکری بھی اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا چکے تھے... شہر سے باہر نکلے، پھر نواگر کی صداؤں کی طرح لولو بن نصر کی قیادت میں انہوں نے تکبیریں بلند کیں، اس کے بعد وہ اپنے سامنے تقدیر کو مات افلاک کو تسخیر کرتے، وجدان و عرفان اور محرومی کا دلا چھیناتے ازل التیاب اور ابدی اضطراب کی طرح تارمنوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

شہر پناہ کے شمالی دروازے کے باہر تھوڑی دیر تک گھمسان کا رن پڑا جس کے نتیجے میں تارمنوں کو بدترین شکست ہوئی، تارمن اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر اپنے پیچھے لاشیں چھوڑتے ہوئے رات کی تاریکی میں ناکام اور نامراد بھاگ گئے۔

لولو بن نصر شہر پناہ کے دروازے کے پاس ہی رہا... دائیں بائیں کی طرف سے جو تارمنوں پر حملہ آور ہوئے تھے، وہ بھاگتے تارمنوں کے تعاقب میں تھوڑی دور تک گئے پھر وہ بھی لوٹ آئے، پھر دونوں لشکر شہر میں داخل ہوئے، پھر وقت کی آنکھ اور لوگوں نے دیکھا جو لشکر شہر پناہ کے باہر دائیں اور بائیں طرف سے حملہ آور ہوا تھا اس کی کمانڈری محمد بن فرج الکومی کر رہا تھا۔

شہر میں داخل ہونے کے بعد جب شہر پناہ کا دروازہ بند کر دیا گیا، تب محمد بن فرج الکومی نے لولو بن نصر کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کیا۔

ابن نصر میرے بھائی لشکریوں کو کہو مستقر کی طرف چلے جائیں اور رات کا باقی حصہ آرام کریں... جنگ کے دوران جو زخمی ہوئے ہیں ان کی مرہم پٹی کا بہترین اہتمام کیا جائے، میں بھی تمہارے ساتھ مستقر ہی میں رہوں گا اور جب تک امیر عمر بن حسین یہاں نہیں آتے میں یہیں رک کر ان کا انتظار کروں گا۔

لولو بن نصر نے اپنے قریب کھڑے ایک سالار کو لشکر مستقر کی طرف لے جانے کا حکم دے دیا تھا، وہ سالار وہاں سے ہٹ گیا محمد بن فرج الکومی اور لولو بن نصر کسی رد عمل کا اظہار کرنا ہی چاہتے تھے کہ عین اسی لمحے فلورہ، نابیل، مریطہ، ثریہ اس کا بھائی شالیب وہاں نمودار ہوئے... سب محمد بن فرج الکومی اور لولو بن نصر کے سامنے آ کھڑے ہوئے پھر فلورہ نے باری باری محمد بن فرج الکومی اور لولو بن نصر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیز بھائیو! رات کی گہری تاریکی میں جس شاندار انداز میں تم دونوں نے تارمنوں کے لشکر کو بدترین شکست دی ہے، اس پر میں فلورہ، تم دونوں کو مبارک باد پیش کرتی ہوں... اس کے بعد مریطہ شالیب، نابیل، ثریہ بھی دونوں کو مبارک باد دینے لگے تھے۔

فلورہ جب خاموش ہوئی تو محمد بن فرج الکومی اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

فلورہ میری بہن تم اس طرح ہمیں مبارک باد دے رہی ہو جیسے ہم نے کوئی بہت بڑا معرکہ سر کیا ہے، یہ ایک معمولی سا ٹکراؤ تھا جو تارمنوں کے ساتھ ہوا، بہرحال شہر کی حفاظت کرنا ہمارے فرائض میں شامل ہے اور خداوند قدوس کا شکر ہے کہ ہم اپنا فرض پورا کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

محمد بن فرج الکومی تھوڑی دیر کے لئے رکا، اس کے بعد اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

میری عزیز بہنو! تمہیں شہر پناہ کی طرف آنے کی ضرورت نہ تھی، تم سب اپنے گھروں پر آرام کرتیں، یہ تو معمولی سا ایک ٹکراؤ تھا، اس پر فلورہ فوراً بول پڑی۔

ہم سب تو فصیل پر ایک برج میں تھے، جس طرح ماضی میں ہم نے دشمن پر تیر اندازی اور پتھر پھینکنے کا کام انجام دیا تھا، اس بار بھی ہم ایسا ہی کرنا چاہتی تھیں، مگر ہمیں موقع ہی نہیں ملا۔

اس پر بارلولو بن نصر نے فلورہ کو مخاطب کیا۔ فلورہ میری بہن تم سب لوگ گھر جاؤ میں اور محمد بن فرج انگومی مشترق کی طرف جاتے ہیں، اب خطرے کی کوئی بات نہیں فصیل کے اوپر ہمارے لشکر کا ایک حصہ بالکل مستعد اور چوکس ہے، میرے خیال میں تم لوگ جاؤ جا کے آرام کرو۔

پھر فلورہ اور باقی لوگ وہاں سے ہٹ گئے تھے، جبکہ محمد بن فرج انگومی اور لولو بن نصر بھی مشترق کی طرف جا رہے تھے۔

☆

زویلہ شہر سے باہر سلطان عبدالمومن عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید، یحییٰ بن عبدالعزیز اور اپنے امیر البحر ابو عمران کے ساتھ اپنے لشکر کے پڑاؤ کے اندر گھوم پھر کر لشکریوں کے آرام اور ان کی ضروریات کا جائزہ لے رہا تھا کہ سفاقس کی طرف سے جانے والا قاصد اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا ان کے قریب گیا۔ اپنے گھوڑے سے اُتر کر عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید نے اسے دیکھ لیا تھا۔ وہ قریب آ کر اپنے گھوڑے سے اُترا، بلند آواز میں اس نے سلام کیا، پھر عمر بن حسین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر میں سفاقس سے لوٹ آیا ہوں، اہل سفاقس کو میں نے بونا اور زویلہ شہر کی فتح کی خبر سنائی ہے، ساتھ ہی میں آپ کے لئے ایک پیغام بھی لے کر آیا ہوں، اس کے ساتھ ہی اپنے لباس کے اندر سے اس نے لولو بن نصر کا خط نکالا اور عمر بن حسین کو تھما دیا تھا۔

عمر بن حسین نے جلدی جلدی وہ خط پڑھا، پھر محمد بن رشید کی طرف بڑھا دیا۔ محمد بن رشید نے جب وہ خط پڑھا، اس کا رنگ غصے میں سرخ ہو گیا تھا، اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے سلطان عبدالمومن نے ہاتھ آگے بڑھا کر خط لے لیا۔ یحییٰ بن مطروح نے بھی خط پڑھ لیا تھا۔ سلطان نے خود خط پڑھا، کچھ دیر تک سلطان گہری سوچوں میں ڈوبا رہا، پھر عمر

بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگے۔

اگر صنہاجی قبیلے کے کچھ لوگ مسلمانوں کے ساتھ غداری کرتے ہوئے تاتاریوں کے ساتھ ساز باز کر رہے ہیں تو تمہیں وقت ضائع کئے بغیر کچھ دن کے لئے سفاقس جانا چاہئے۔ عمر بن حسین خط میں تمہاری بیوی کا پیغام بھی ہے کہ تم کچھ دن کے لئے سفاقس آؤ، تمہاری بیوی تمہاری محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کی شادی کا اہتمام کرنا چاہتی ہے، میں تم لوگوں سے یہ کہوں گا کہ چند دن سفاقس میں قیام کرنے اور تینوں شادی کرانے کے بعد میرے پاس لوٹنا۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان عبدالمومن تھوڑی دیر کے لئے رکا، کچھ سوچا، پھر دوبارہ اس نے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیزو! تم وقت ضائع نہ کرو، فوراً سفاقس کی طرف روانہ ہو جاؤ، وہاں کے حالات کو تم تینوں کی ضرورت ہے۔ لولو بن نصر اور محمد بن فرج انگومی بڑی بے چینی سے تم تینوں کا انتظار کر رہے ہوں گے، جس طرح خط میں خدشات کا اظہار کیا ہے، اس کے مطابق اپنی حفاظت کا بھی خوب انتظام کرتے جانا، بلکہ یہ انتظامات میں خود ہی کروں گا، اب تم لوگ وقت ضائع مت کرو اپنی تیاری کرو اور یہاں سے کوچ کرو۔

اس کے ساتھ ہی عمر بن حسین محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، کوئی فیصلہ کیا، پھر وہ اپنے خیموں کی طرف گئے۔ جلدی جلدی اپنی تیاری کی، سلطان سے الوداعی ملاقات کی اس کے بعد وہ تینوں زویلہ سے سفاقس کی طرف کوچ کر گئے۔

عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید زویلہ سے سفاقس کی طرف جانے والی شاہراہ پر لگ بھگ ابھی چھ فرسخ کا فاصلہ ہی طے کر پائے ہوں گے کہ اچانک سامنے کی طرف سے کچھ گھوڑ سوار نمودار ہوئے، عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید چوکس ہو گئے تھے۔ سامنے آنے والے سواروں کے قریب گئے تو وہ ان کی راہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید نے اپنے گھوڑوں کی باگیں کھینچتے ہوئے انہیں روک دیا، پھر راہ روکنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے عمر بن حسین نے پوچھا۔

تم لوگ کون ہو اور کس بنا پر تم نے ہماری راہ روکی ہے۔ راہ روکنے والوں میں سے ایک نے اپنے گھوڑے کو چند قدم آگے بڑھایا، پھر ان تینوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

پہلے تم بتاؤ، تم کون ہو، کہاں سے آرہے ہو اور کدھر کا رخ کر رہے ہو۔

عمر بن حسین نے گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

پہلے سوال میں نے کیا ہے تم کہو تمہیں کس کی تلاش ہے راہ روکنے والوں کے سر خیل نے تھوڑی دیر تک بغور تینوں کا جائزہ لیا، پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ہمیں تین آدمیوں میں سے ایک کی تلاش ہے، خواہ وہ عمر بن حسین ہو، خواہ یحییٰ بن مطروح یا محمد بن رشید اب تم لوگ کہو تم کون ہو۔

راہ روکنے والے کے ان الفاظ پر عمر بن حسین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، پھر اس نے دائیں بائیں دیکھا، اس نے کہ دائیں بائیں کچھ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے دھول اڑاتے ہوئے آرہے تھے۔ عمر بن حسین کی طرح محمد بن رشید، یحییٰ بن مطروح کے چہروں پر بھی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی، پھر عمر بن حسین مخاطب کرنے والوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

اپنے دائیں بائیں دیکھ جس قدر سوار آرہے ہیں، ان میں ہر سوار عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید ہے تمہارے سارے سوالوں کا جواب یہ دونوں اطراف سے آنے والے سوار ہی دیں گے، ہم تو اجنبی ہیں اور مسافر ہیں۔

راہ روکنے والے سر خیل اور اس کے ساتھیوں نے جب دائیں بائیں سے دھول اڑاتے سواروں کو اپنے قریب آتے دیکھا تو وہ پریشان ہو گئے تھے۔ تاہم اپنی تلواریں وہ پہلے ہی بے نیام کیے ہوئے تھے، ڈھالیں انہوں نے سنبھال لی تھیں لیکن ابھی وہ کسی ردعمل کا اظہار بھی نہ کرنے پائے تھے کہ دائیں بائیں سے جو سوار آئے انہوں نے اپنی تلواریں پہلے ہی سونت رکھی تھیں۔ کچھ اس انداز میں حملہ آور ہوئے کہ آن کی آن میں انہوں نے راہ روکنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا جس وقت دائیں بائیں سے آنے والے سوار حملہ آور ہوئے تھے، عمر بن حسین نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور شعلے کی طرح لپکتے ہوئے اس نے راہ روکنے والوں کے سر خیل کو قابو کر لیا تھا، جب اس کے سارے ساتھیوں کا کام تمام ہو گیا تب اس کے ہتھیار عمر بن حسین نے چھین لئے، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں جانتا ہوں تم نارمن ہو اور کسی نے تمہیں یہ اطلاع کی ہے کہ زویلہ سے سفاقس کی طرف محمد بن رشید جائے گا، لہٰذا اس کی راہ روکو، اس کا کام تمام کر دو۔ عقل کے اندھے

اور بے وقوف انسان میں عمر بن حسین ہوں، میرے ساتھ یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید ہیں۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم تینوں یونہی تمہیں زویلہ سے سفاقس کی طرف روانہ ہو جانے دیں گے اور تم آسانی سے ہماری راہ روک کر ہمیں موت کے گھاٹ اتار دو گے، ہرگز نہیں تم نے اپنے ساتھیوں کا انجام دیکھ لیا تمہارا اپنا انجام بھی اس سے مختلف نہ ہوگا، اس کے ساتھ ہی عمر بن حسین نے اپنی تلوار بلند کر کے گرائی اور اس کا سر کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

پھر تینوں آگے بڑھے، دائیں بائیں طرف سے آنے والے سواروں کا شکریہ ادا کیا۔ وہ سوار پھر دائیں بائیں پیچھے ہٹ گئے تھے۔ شاید وہ ذرا فاصلہ رکھ کر عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کے ساتھ ہی سفاقس کی طرف سفر کر رہے تھے۔ پھر وہ تینوں اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑاتے ہوئے سفاقس کا رخ کر رہے تھے۔

خوبصورت لوگوں کی سرزمین
اردو اقبال

عشاء کی نماز کے بعد سفاقس شہر کے بازار اور کوچوں میں بے پناہ رونق رقص کرنے لگی تھی، لوگ پر سکون حالت میں نیند سے ہم آغوش ہو گئے تھے، ایسے میں لولو بن نصر اور محمد بن فرج الکومی سفاقس کے شمالی دروازے کی فصیل پر بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے۔

اس سے داستانوں کے ہمزاد صحرا کو چومتی ہوئی ریت کی سوندھی سوندھی خوشبو چاروں سمت پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔ گو شہر میں سکوت خاموشی اور اندھیرا تھا، لیکن فصیل کے اوپر ایسی رونق تھی جیسے فصیل سے اوپر پہرہ دینے والے کسی آنے والی خوشی کے انتظار میں جاگ رہے ہوں، فصیل کا ہر طاق روشن، ہر برج منور تھا، لگتا تھا رات کے جادو میں فصیل کے اوپر چاند کا فگس رقص کر رہا ہو۔۔۔ جیکتے مہتاب نے دھرتی کے شاداب سینے کو اپنی تجلی سے مرطوب و مخمور کر دیا تھا۔ صحرائی وسعتوں کی طرف سے آنے والی نمی میں ڈوبی ٹھنڈی ہوائیں ہر شے پر سکر و سرور جاری کر رہی تھیں۔

محمد بن فرج الکومی اور لولو بن نصر اسی طرح شہر پناہ کے شمالی دروازے کے اوپر بنی رازدارانہ گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک دونوں چونک پڑے، اس لئے کہ چاندنی میں انہوں نے دیکھا کچھ ہیولے بڑی تیزی سے شہر پناہ کے شمالی دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔

پھر گھوڑ سوار دکھائی دیئے، آگے تین گھوڑ سوار تھے پیچھے مسلح دستے تھے، محمد بن فرج الکومی کی طرف دیکھتے ہوئے لولو بن نصر نے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا۔

ابن فرج! دیکھو امیر عمر بن حسین، محمد بن رشید، یحییٰ بن مطروح پہنچ گئے ہیں، لگتا ہے ان کی آمد سے ہم دونوں کے کندھوں پر جو ذمہ داریوں کا بوجھ ہے وہ ہلکا ہو جائے گا، آؤ نیچے اتر کر ان کا استقبال کریں۔ محمد بن فرج الکومی نے جواب میں کچھ نہ کہا، اس دوران

تقریباً بھاگتے ہوئے سیڑھیاں اتر رہے تھے۔

دروازے کے قریب آ کر عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید رک گئے اور ان کے پیچھے جو مسلح دستے تھے وہ بھی رک گئے، پھر دیکھتے ہی دیکھتے عمر بن حسین اپنے گھوڑے سے اترا، اس کی طرف دیکھتے ہوئے محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح بھی اپنے گھوڑوں سے اتر گئے تھے۔ عمر بن حسین نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔

اندر سے کسی کی کڑکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

کون ہے؟

عمر بن حسین نے بڑی شفقت، بڑی مہربانی میں جواب دیا۔

دروازہ کھولو میں عمر بن حسین ہوں، میرے ساتھ محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح ہیں۔

دروازہ فی الفور نہیں کھلا، چھوٹی سی ایک کھڑکی کھلی، اس میں سے کسی نے مشعل باہر نکالی، پھر جونہی اس نے عمر بن حسین کا چہرہ دیکھا، اس کے فوراً بعد شہر پناہ کا دروازہ کھل گیا تھا۔

عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید اندر داخل ہوئے۔۔۔ محافظوں نے آگے بڑھ کر ان کے گھوڑوں کی باگیں پکڑ لی تھیں۔۔۔ عمر بن حسین رک گیا، پھر شہر پناہ کے محافظوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیزو! شہر پناہ کا دروازہ کھولتے ہوئے تم نے جو احتیاط برتی ہے اس کے لئے میں تم سب کا ممنون اور شکر گزار ہوں۔ یاد رکھنا میرے بھیس میں دشمن بھی دروازے پر دستک دے کر تمہیں دروازہ کھولنے پر مجبور کر سکتا ہے، جب تک تمہیں پکا یقین نہ ہو جائے دروازے پر دستک دینے والا اپنا ہے، کبھی دروازہ مت کھولنا۔

عمر بن حسین مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سامنے کی طرف سے لولو بن نصر اور محمد بن فرج الکومی تقریباً بھاگتے ہوئے آئے، باری باری دونوں تینوں سے بغلگیر ہوئے، اتنی دیر تک عمر بن حسین کے ساتھ جو مسلح دستے تھے وہ بھی شہر میں داخل ہو گئے تھے۔

لولو بن نصر اور محمد بن فرج الکومی جب سب سے بغلگیر ہو چکے تب ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے عمر بن حسین نے کہنا شروع کیا۔

میرے دونوں عزیزو! سب سے پہلے تو میں تم دونوں کا شکر گزار ہوں کہ ہماری غیر موجودگی میں تم دونوں نے شہر کا دفاع خوب کیا۔ میں تمہاری تعریف نہیں کر رہا

حقیقت بیان کر رہا ہوں، تم دونوں نے میری امید اس سے کئی بڑھ کر اپنی کارگزاری کا مظاہرہ کیا ہے، میرے پاس ایسے الفاظ نہیں جو استعمال کر کے تم دونوں کا شکریہ ادا کر سکوں۔

عمر بن حسین یہیں تک کہنے پایا تھا۔ اسے رک جانا پڑا، اس لئے محمد بن فرج الکومی آگے بڑھا اور عمر بن حسین کے شانے پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگا۔

امیر آپ کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں، جو کچھ میں اور لونو بن نصر نے کیا، یہ ہمارے فرائض میں شامل تھا شہر سے باہر رہتے ہوئے آپ جس کارگزاری کا مظاہرہ کر رہے ہیں، شہر سے باہر رہتے ہوئے جس طرح محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح قوم و ملت کی خدمت کر رہے ہیں اس کے لئے آنکھ اور لونو بن نصر کو یہاں رہتے ہوئے آپ تینوں کا شکریہ ادا کرنا چاہئے الٹا آپ ہمارا شکریہ ادا کر رہے ہیں، بہرحال چھوڑیں باقی گفتگو حویلی میں بیٹھ کر ہوگی۔

لونو بن نصر نے جو دستے محمد بن حسین کے ساتھ آئے تھے انہیں لشکر گاہ کی طرف جانے کا حکم دے دیا تھا پھر لونو بن نصر محمد بن فرج الکومی عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید آگے بڑھے تھے اپنی حویلی کے قریب آ کر یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید رک گئے عمر بن حسین نے ان کی طرف دیکھا۔

رک کیوں گئے ہو۔

یحییٰ بن مطروح کہنے لگا، امیر گھوڑے حویلی میں باندھ دیں، اس کے بعد آپ کی حویلی میں چلتے ہیں اس پر لونو بن نصر کہنے لگا، میرے خیال میں امیر کا گھوڑا بھی یہیں باندھ دیتے ہیں، پھر لونو بن نصر نے حویلی کا دروازہ کھولا، تینوں گھوڑوں کو انہوں نے اس حویلی میں باندھ دیا باہر نکلے، آگے بڑھے، پھر عمر بن حسین نے اپنی حویلی کے دروازے پر دستک دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد کسی کی دھیمی سی آواز اندر سے سنائی دی، کون ہے؟

عمر بن حسین پہچان گیا، وہ فلورہ کی آواز تھی عمر بن حسین کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔

فلورہ دروازہ کھولو میں عمر بن حسین ہوں۔

دروازہ فوراً کھل گیا فلورہ پاگل تھی اور زور زور سے پکارنے لگی تھی۔

ماں، ماں جلدی اٹھو دیکھو کون آیا ہے؟

گھر میں ایک ہلچل سی مچ گئی تھی اندر داخل ہونے کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ عمر بن حسین جب دیوان خانے کے قریب آیا تب سامنے کی طرف سے فلورہ کے ساتھ صفورہ خیران، مریطہ اور قیقان بن اسماعیل نمودار ہوئے تھے عمر بن حسین آگے بڑھ کر سب سے ملا، پھر دیوان خانے میں سب بیٹھ گئے تھے۔

اس موقع پر فلورہ عمر بن حسین کے قریب آئی، بڑی پیاری بڑی میٹھی مگر رازدارانہ سی آواز میں کہنے لگی۔

یقیناً آپ نے کھانا نہیں کھایا ہوگا۔

عمر بن حسین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

فلورہ کھانا تو نہیں کھایا پر میرے خیال میں رہنے دو، اس وقت تمہیں زحمت ہوگی، صبح کھائیں گے۔

فلورہ نے کھوئے سے انداز میں عمر بن حسین کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی یہ زحمت کا لفظ آپ نے کیسے اور کب سے استعمال کرنا شروع کر دیا بس کھانا تیار کرنے میں دیر نہیں لگے گی، پھر فلورہ نے لونو بن نصر کی طرف دیکھا کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی لونو بن نصر بول پڑا۔

فلورہ میری بہن کچھ مہمان کھانے میں اور محمد بن فرج الکومی پہلے ہی کھانا کھا چکے ہیں امیر کے علاوہ محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کے لئے کھانا تیار کرو، اس پر فلورہ نے مریطہ کا ہاتھ پکڑا پھر وہ اس دیوان خانے سے نکل کر مطبخ کی طرف چلی گئی تھی۔

اس موقع پر عمر بن حسین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، پھر خیران اور صفورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

اماں محمد بن رشید بڑا پریشان اور فکرمند ہے اس لئے کہ اس لئے کہ کچھ لوگوں نے دشمن کے ساتھ ساز باز کی ہے آپ لوگ یہیں بیٹھیں، میں اپنے ساتھیوں کو دوسرے کمرے میں لے جا کر ذرا ان سے گفتگو کرتا ہوں، پھر عمر بن حسین نے محمد بن رشید، یحییٰ بن مطروح، لونو بن نصر اور محمد بن فرج الکومی کو اپنے ساتھ آنے کو کہا اور ساتھ والے کمرے میں داخل ہوا

جب سب کمرے میں لگی ہوئی نشستوں پر بیٹھ گئے تب بڑی رازداری سے انہیں مخاطب کرتے ہوئے عمر بن حسین کہنے لگا۔

عزیزو! یہ بات طے شدہ ہے کہ اس شہر میں کچھ تو ہمیں ہمارے خلاف کام کررہی ہیں اور ان قوتوں میں محمد بن رشید کے قبیلے کے لوگ بھی شامل ہیں، وہ لوگ کون ہیں، کہاں رہتے ہیں، انہیں تلاش کرنا بعد کا مسئلہ ہے۔ فی الفور جو قدم ہم نے اٹھانا ہے وہ کچھ یوں ہے کہ آئندہ لشکر کی نقل و حرکت یا ہم سب کے کوچ کرنے کا جب بھی موقع آئے تو اس کا ذکر کسی سے بھی نہیں کیا جائے گا۔ یہ سارے معاملات ہم پانچوں کے درمیان رہا کریں گے۔ اس کا ذکر میں اپنی ماں، نانا اور خیران تک سے بھی نہیں کروں گا۔

میرے ساتھیو! یہ بھی سن لو جو کچھ میری ماں نے نوفو بن نصر سے لکھوایا تھا اس کے مطابق ماں میری محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطراح کی شادی انہی دنوں میں کرا کررہے تھے، میں ان کا کہنا نہیں ٹال سکتا، اگر انہوں نے زور دیا تو میں ہاں کردوں گا، اگر یہ معاملہ ٹل گیا تو کچھ دن تک اسے ٹالنے کی بھی کوشش کروں گا، بہرحال میری ماں نے زور دیا تو میں انکار نہیں کروں گا۔ میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ شادی کے بعد بھی شہر کے دفاع کے متعلق معمولات سے متعلق میں فکورہ سے گفتگو نہیں کروں گا۔ محمد بن رشید تم اس کا ذکر کرنا تک سے نہ کرنا، یحییٰ بن مطراح یہ معاملات تم بھی مریطہ سے کبھی مت کرنا۔

اب ہمیں پہلے سے بہت زیادہ محتاط رہنا ہوگا۔ یحییٰ بن مطراح اور محمد بن رشید زاویہ شہر سے باہر جو تمہیں ہزیمت اٹھانی پڑی اس میں بھی ان کا ہاتھ ہے جو یہاں رہتے ہوئے دشمن کے ساتھ ساز باز کررہے ہیں۔ بہرحال اس شہر میں جو ہمارے مخالف ہیں انہیں تلاش کرنا ہوگا اور انہیں عبرت ناک انجام تک پہنچانا ہوگا، اس دوران میں تم سے ایک اور بات کہوں، تم لوگ جہاں کہیں بھی جاؤ اپنے ذاتی دفاع کا خیال رکھنا، جو لوگ یہاں رہتے ہوئے غداروں کا ساتھ دے رہے ہیں وہ ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں نقصان بھی پہنچانے کی کوشش کرسکتے ہیں۔

عمر حسین تھوڑی دیر کے لئے رکا، ایک گہری نگاہ اس نے محمد بن رشید پر ڈالی، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن رشید میں جانتا ہوں تم فکرمند اور پریشان ہو، اگر تمہارے قبیلے کے لوگ غداروں

کے ساتھ ساز باز کرنے میں ملوث ہیں تو اس میں تمہاری ذات کا کیا قصور، کیا میں نے کبھی تمہیں الزام دینے کی کوشش کی ہے۔ بالکل معمول کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کرو، رہا سوال تمہارے قبیلے کے شخص مفرج بن سالم کا جو مقلیہ میں رہ کر ہمارے خلاف کام کررہا ہے تو اس کا بھی ہم بندوبست کر کے رہیں گے۔

عمر بن حسین کو رک جانا پڑا، اس لئے کہ بیچ میں لولو بن نصر بول پڑا۔

امیر محترم مفرج بن سالم کو میں اچھی طرح جانتا ہوں، وہ مجھے اور محمد بن رشید کو بھی جانتا اور پہچانتا ہے، محمد بن رشید بھی جانتا ہے کہ وہ آدھا مسلمان، آدھا نصرانی ہے بغاوت کرنا اس کی سرشت میں ہے، میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں چند روز تک مقلیہ کی طرف روانہ ہوں گا اور مفرج بن سالم سے نمٹنے کی کوشش کروں گا۔ آپ کی اجازت سے پہلے ہی میں نے اپنے قبیلے کے چند انتہائی قابل اعتماد نوجوان مقلیہ کی طرف روانہ کئے ہیں، وہ بلرم شہر میں مفرج بن سالم پر نگاہ رکھیں گے، اسے تلاش کرنے کی کوشش کریں گے، پھر میں جب یہاں سے جاؤں گا تو مفرج بن سالم تک وہ میری رہنمائی کریں گے۔ میں مفرج بن سالم کو زندہ نہیں چھوڑوں گا، وہ ہمارے قبیلے کی بدنامی کا باعث بنا ہے، اس نے مسلم قوم کی عزت اور ناموس میں خنجر گھونپنے کی کوشش کی ہے۔ امیر محترم قسم خداوند قدوس کی ایسے شخص کو حق ہی نہیں بنتا کہ وہ مسلمان کہلائے، ایسے شخص کو حق ہی نہیں پہنچتا کہ وہ صلیبی کہلوائے، میں اسے قتل کئے بغیر نہیں رہوں گا۔

نوفو بن نصر جذباتی ہوگیا، اس کی حالت پر عمر بن حسین ہی نہیں محمد بن رشید، یحییٰ بن مطراح اور محمد بن فرج الکومی بھی مسکرا رہے تھے، نوفو بن نصر جب خاموش ہوا تب ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے عمر بن حسین نے کہنا شروع کیا۔

ابن نصر تم کچھ زیادہ ہی جذباتی پن سے کام نہیں لے رہے، نوفو بن نصر پھر بے پناہ غصے کا اظہار کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم آپ بھلے مجھ سے ناراض ہوں، لیکن اس مفرج بن سالم کو میں زندہ نہیں چھوڑوں گا، اس نے جو داغ مسلم قوم کو لگایا ہے اور ہمارے قبیلے کی بدنامی کا باعث بنا ہے اس کا صرف ایک ہی حل ہے کہ میں خود جا کے اس کی گردن کاٹوں یا اسے زندہ پکڑ کر آپ کے پاس لاؤں، امیر محترم مفرج بن سالم سے ہمیں یہ بھی پتا چل سکتا ہے کہ ہمارے قبیلے کے اور کون

سے لوگ ہیں جو یہاں سفارتیں میں رہتے ہوئے ہمارے خلاف نارمنوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔

عمر بن حسین سنجیدہ ہو گیا اور لولو بن نصر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن نصر ہماری غیر موجودگی میں تم نے جو قدم اٹھایا ہے، میں اس کی تعریف کرتا ہوں، بہرحال مناسب وقت پر تم صقلیہ کی طرف روانہ ہو جانا میری دعا ہے کہ تم مظفر بن سالم سے نمٹنے میں کامیاب ہو جاؤ، تمہاری غیر موجودگی میں محمد بن فرج الکلومی شہر کی حفاظت کا کام سرانجام دے گا۔

لولو بن نصر تم نے اپنے خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ تمہارے دروازے کی زنجیر میں کوئی پیغام لکھ کر لٹکاتا رہا ہے، اس کا مطلب ہے کچھ ایسی قوتیں بھی اس شہر میں ہیں جو نارمنوں کے ساتھ ساز باز کرنے والوں کو جانتی ہیں اور ہمارے حق میں کام کر رہی ہیں، جو نئی ساز باز کرنے والے کوئی ارادہ کرتے ہیں ان کے ارادوں سے یہ قوتیں ہمیں مطلع کر دیتی ہیں، ہمیں ان قوتوں کو بھی تلاش کرنا ہوگا اور ان کی وفاداری، ان کی جانثاری کا انہیں خوب صلہ دینا ہوگا۔

عمر بن حسین تھوڑی دیر کے لئے رکا، پھر دوبارہ بولا پڑا۔

لولو بن نصر اور محمد بن فرج الکلومی ہم تینوں زیادہ دن یہاں قیام نہیں کریں گے۔ یہاں رہتے ہوئے محمد بن رشید سب سے پہلا یہ کام کرے گا کہ شہر کے اندر جو صنہاجی قبیلے کے لوگ ہیں انہیں تاکید کرے گا کہ شہر میں گھوم پھر کر پتہ کریں کہ وہ کون سی قوتیں ہیں جو ہمارے خلاف کام کر رہی ہیں، اس کے بعد ہم تینوں واپس لشکر کی طرف چلے جائیں گے، میں ایک بار پھر یہ بات دہرانا چاہتا ہوں کہ آئندہ بھی جو لائحہ عمل طے کریں اس کا ذکر کسی عورت سے نہ کرنا ورنہ یاد رکھنا ہمیں بقصلان اٹھانا پڑے گا، اب اٹھو، دیوان خانے میں چل کے بیٹھتے ہیں۔

سب اٹھ کر دیوان خانے میں آئے، اتنی دیر تک فلورہ اور مریطہ نے وہاں کھانا چن دیا، تینوں نے مل کے کھانا کھایا، پھر آرام کرنے کے لئے محمد بن فرج الکلومی اور محمد بن رشید اٹھ کر اپنی حویلی کی طرف جانے لگے تھے۔ محمد بن فرج الکلومی اور لولو بن نصر بھی ان کے ساتھ ہو لئے تھے۔

فلورہ مسکراتے ہوئے دوسرے کمرے کی طرف گئی، عمر بن حسین کا ایک ملازم آئی اور شہد برساتی ہوئی آواز میں کہنے لگی، آپ کپڑے تبدیل کریں اور پھر آرام کریں۔

عمر بن حسین نے شکر گزار سی نگاہوں سے فلورہ کی طرف دیکھا، پھر دوسرے کمرے میں جا کے اس نے لباس تبدیل کر لیا، پھر وہ بھی سب لوگ اپنے بستروں میں آرام کرنے لگے تھے۔

☆

عبدیس بن لسینہ تھکا تھکا سا جواس بن جوذر کے ساتھ حویلی میں داخل ہوا، جواس بن جوذر اوپر کی منزل پر چلا گیا، بوجھل قدموں کے ساتھ عبدیس بن لسینہ دیوان خانے میں داخل ہوا اور لیہانہ، شرینہ اور شالیب تینوں اکٹھے بیٹھے باتیں کر رہے تھے عبدیس بن لسینہ کے داخل ہونے پر شرینہ اور شالیب اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے، پھر لیہانہ نے شرینہ کو مخاطب کر کے کہا۔

بیٹے تمہارے ابو نماز پڑھ کر آ گئے ہیں کھانا لگا لو پھر سب مل کر کھانا کھاتے ہیں۔

شرینہ جب باہر نکلی تو شالیب بھی چھلانگ لگاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا، چلو آپی میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں، کھانے کے برتن میں لگاتے ہیں۔

شرینہ اور شالیب جب باہر نکل گئے تو ایک آہ اس کی نگاہ عبدیس بن لسینہ نے اپنی بیوی لیہانہ پر ڈالی، پھر دکھی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

لگتا ہے ان علاقوں میں حالات میرا اور نارمنوں کا ساتھ نہیں دے رہے۔

لیہانہ اعتراض کرنے والے انداز میں عبدیس بن لسینہ کی طرف دیکھ، پھر کہنے لگی، اب کیا مصیبت آن پڑی ہے، اس پر عبدیس بن کسینہ کہنے لگا۔

بھلی مانس منصوبہ تو یہ بنایا تھا کہ محمد بن رشید زاویہ سے ان علاقوں کا رخ کرے گا تو راستے میں نارمن اس پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دیں گے، لیکن لگتا ہے قسمت کو کچھ اور ہی منظور ہے..... گزشتہ شب محمد بن رشید ہی نہیں عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح بھی یہاں پہنچ گئے ہیں ..... معاملہ کچھ گھمبیر سا لگتا ہے، میرے خیال میں لولو بن نصر نے تینوں کو بلایا ہے، چونکہ انہیں خبر ہو گئی ہے کہ صنہاجی قبیلہ ان کے خلاف نارمنوں کے حق میں کام کر رہا ہے، اس لئے میرا دل کہتا ہے کہ تینوں صنہاجی قبیلے کے ان لوگوں کو تلاش کرنے کی

کوشش کریں گے جو تاتاریوں کے حق میں اور ان کے خلاف کام کر رہے ہیں۔

عبدلیس بن کسینہ یہاں تک کہتے کہتے رک گیا، دوسری جانب دروازے کے باہر کھڑے ہو کر شرینہ اور شالیب دونوں بہن بھائی ان کی گفتگو سن رہے تھے، تھوڑی دیر کے توقف کے بعد عبدلیس بن کسینہ پھر بول پڑا۔

لیکن یہاں حالات ہمارے لئے دن بدن خطرناک ہوتے جا رہے ہیں، کچھ عرصے کے لئے ہمیں بالکل خاموش رہنا پڑے گا۔ میں صلیبی قبیلے کے تاتاریوں کے وفاداروں اور جان نثاروں سے بھی نہیں ہوں گا جو اس شہر میں قیام کئے ہوئے ہیں، میرا دل کہتا ہے یہ جو عمر بن حسین، محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح آئے ہیں، وہ شہر کے اندر کوئی نیا کھیل کھیلیں گے۔ صلیبی قبیلے کے ان لوگوں کو جو تاتاریوں کے لئے کام کر رہے ہیں، پکڑنے کی کوشش کریں گے۔ کھانا کھانے کے بعد میں ان لوگوں کی طرف جاؤں گا اور انہیں سمجھا کر آتا ہوں کہ کچھ عرصہ بالکل خاموش رہیں، اپنی ساری کارروائیاں بند کر دیں، اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو پکڑے جائیں گے، ایک دفعہ پکڑے گئے تو ہمارے سمیت سب مارے جائیں گے۔

عبدلیس بن کسینہ کی اس گفتگو سے لیلیانہ فکرمند سی ہو گئی تھی، کچھ دیر سوچتی رہی، پھر کہنے لگی۔

اگر یہ معاملہ ہے تو ہمیں فوراً یہاں سے نکل کر مقلیہ کی طرف چلے جانا چاہئے۔

لیلیانہ کے ان الفاظ پر عبدلیس بن کسینہ نے بڑی برہمی کا اظہار کیا تھا، اپنے منہ پر انگلی رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

بے وقوف عورت خاموش رہو، اس قسم کی باتیں نہ کرو، ان دنوں اگر ہم سفاقس کو چھوڑ کر مقلیہ کا رُخ کرتے ہیں تو یاد رکھنا سب سے زیادہ ہم پر ہی شبہ کیا جائے گا کہ یہاں رہتے ہوئے ہم نے تاتاریوں کے حق میں اور مسلمانوں کے خلاف کام کیا، لہٰذا ہم دھر لئے جائیں گے۔

عبدلیس بن کسینہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے لیلیانہ بول پڑی۔

اگر مقلیہ میں کام کرنے والا صلیبی مفرج بن سالم پکڑا گیا اور اس نے اس کے ساتھ کام کرنے والے صلیبی لوگوں کے علاوہ تمہارا نام بھی عمر بن حسین کو بتا دیا تو پھر دیکھ لو اپنا انجام پہلے سے سوچ رکھو۔

عبدلیس بن کسینہ کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

مفرج بن سالم کے پکڑے جانے کے خدشات ہی نہیں ہیں، وہ مقلیہ میں ہے، نہ اس نے ان سرزمینوں پر آنا ہے نہ اس نے پکڑے جانا ہے، وہ تو وہیں بیٹھ کے اپنا کام سرانجام دے رہا ہے اور اس کے اشارے پر اس کے قبیلے کے لوگ جو یہاں ہیں اور اس کے تاتار ہیں، اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ بہرحال اتنی فکرمندی کی ضرورت بھی نہیں ہے، میں اس سے پہلے لولو بن نصر کے سامنے اپنی حالت اور کیفیت واضح کر چکا ہوں کہ کس طرح میرے خلاف مقلیہ مفرج بن سالم کام کر رہا ہے، ایک بار میں عمر بن حسین کے ذہن میں بھی یہ بات ڈال دوں گا کہ مقلیہ میں مفرج بن سالم میرا بدترین دشمن رہا ہے۔ پھر لیلیانہ بول پڑی۔

بہرحال حالات کچھ بھی ہوں ہمیں محتاط رہنا ہوگا۔

عبدلیس بن کسینہ نے بھی اثبات میں گردن ہلائی، ہاں اب محتاط تو رہنا ہوگا، ورنہ ہم دھر لئے جائیں گے۔ عبدلیس بن کسینہ سوچتا رہا پھر اس نے گفتگو کا موضوع بدلا۔

ایک نئی بات بھی تمہیں بتاتا ہوں، وہ یہ کہ آج عمر بن حسین کے علاوہ یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کی شادی کا بھی اہتمام کیا جا رہا ہے۔ یہ بات مجھے جو اس بن جوزر نے بتائی ہے، مجھ سے وہ میرے ساتھ ہی نماز پڑھ کر نکلا ہے اور حویلی تک میرے ساتھ آیا ہے۔ اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ عمر بن حسین کی ماں صفورہ نے خط لکھ کر خاص طور پر عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کو بلایا ہے اور آج ان تینوں کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔

اس انکشاف پر دروازے پر کھڑی شرینہ بے چاری کچھ اُداس اور افسردہ ہو گئی تھی۔ اس کی اس حالت اور کیفیت کا اندازہ شالیب نے بھی لگا لیا تھا۔ پھر شالیب نے شرینہ کا بازو پکڑ کر پیچھے کھینچا، اسے مطبخ کی طرف لے گیا، دونوں بہن بھائیوں نے کھانے کے برتن اُٹھائے، دیوان خانے میں آئے، پھر وہ عبدلیس بن کسینہ اور لیلیانہ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔

✿✿✿

صبح کا کھانا کھانے کے بعد عمر بن حسین اپنے اصطبل کی طرف گیا، کیونکہ اس کا گھوڑا لولو بن نصر حویلی میں باندھ گیا تھا۔ گھوڑے کے سامنے جو لکڑی کی نادند تھی اس میں چارے کے اندر اس نے ہاتھ پھیرا، پھر دو تین بار اس نے گھوڑے کی پیٹھ اور گردن تھپتھپائی اصطبل کے باہر فلورہ بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔ ...اصطبل سے نکلنے کے بعد جب عمر بن حسین نے حویلی کے صدر دروازے کا رخ کیا تب فلورہ نے اسے مخاطب کیا۔

آپ کہاں جا رہے ہیں؟

عمر بن حسین رُک گیا، مڑ کر فلورہ کی طرف دیکھا، مسکرایا، پھر کہنے لگا۔

میں پہلے محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کی طرف جاؤں گا، پھر دونوں کو ساتھ لے کر مستقر کا رخ کروں گا، وہاں محمد بن فرج الکومی اور لولو بن نصر کو بھی ساتھ لوں گا، پھر شہر کے کچھ انتظامات کو آخری شکل دوں گا، اس کے علاوہ بھی مجھے شہر میں بہت کچھ کرنا ہے، عمر بن حسین بات کو گول سا کر گیا تھا۔

فلورہ چند قدم آگے بڑھ کر عمر بن حسین کے قریب آئی، پھر بڑے پیار اور میٹھی آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

یہ سارے انتظامات دوپہر کے بعد بھی کئے جا سکتے ہیں۔

عمر بن حسین نے گھورنے کے انداز میں فلورہ کی طرف دیکھا، پھر پوچھا۔

کیا تمہیں مجھ سے کوئی کام ہے۔

فلورہ مسکرائی، پھر کہنے لگی، مجھے تو نہیں لیکن اماں نے کہا تھا کہ جب آپ باہر جائیں تو ان سے مل کر جائیں، مجھے انہوں نے تاکید کی تھی کہ آپ کو یاد دہانی کراؤں کہ باہر جانے سے پہلے ان سے ملیں۔

عمر بن حسین مسکرا دیا۔ پھر فلورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا، اگر یہ بات ہے تو آؤ دونوں ان سے مل لیتے ہیں۔۔ عمر بن حسین کے ان الفاظ پر فلورہ خوش ہو گئی تھی، چپ چاپ عمر بن حسین کے ساتھ ہولی، دونوں دیوان خانے سے ملحقہ کمرے میں آئے، وہاں صفورہ، خیران اور قحطان بن اسماعیل بیٹھے ہوئے تھے۔۔۔ اندر داخل ہونے کے بعد عمر بن حسین نے اپنی ماں صفورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ماں میں ذرا باہر جا رہا ہوں، بہت سے انتظامی امور نمٹانے ہیں، کیا آپ کو مجھ سے کوئی کام ہے۔۔۔ فلورہ کہہ رہی تھی کہ آپ نے کہا تھا کہ باہر جانے سے پہلے آپ سے ملوں۔

صفورہ نے اپنے پہلو میں ہاتھ مارا اور اسے بیٹھنے کے لئے کہا، عمر بن حسین آگے بڑھا۔۔۔ صفورہ اور خیران کے درمیان بیٹھ گیا، پھر بڑے پیار، بڑی محبت میں اسے مخاطب کر کے کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ اس نحیف مریضہ بھی کمرے میں داخل ہوئی۔۔۔ وہ شاید مطبخ میں کام میں مصروف تھی، پہلے ہاتھ کے اشارے سے صفورہ نے فلورہ اور مریضہ کو اپنے پہلو میں بیٹھنے کے لئے کہا، جب وہ بیٹھ گئی تو عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے صفورہ نے کہنا شروع کیا۔

بیٹے تم سے یہ کہنا چاہتی تھی کہ آج تمہاری یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔۔۔۔ اس سلسلے میں میں نے لولو بن نصر کو تاکید کر دی تھی کہ شام سے پہلے قاضی ابوالحسن کو ہمارے ہاں بلا کر لائے، لہٰذا سارا دن اور رات کا حصہ کام ہی میں مت گزار دینا بیٹے جو کام بھی تم نے کرنا ہے دوپہر تک نمٹا کے لوٹ آنا۔۔۔ محمد بن رشید، یحییٰ بن مطروح، محمد بن فرج الکومی، لولو بن نصر کو بھی اپنے ساتھ لے آنا اور لوگ جنہیں تم مدعو کرنا چاہتے ہو انہیں بھی بلا لینا، ہلکے پھلکے کھانے کا بھی اہتمام کیا جائے گا۔

صفورہ جب خاموش ہوئی تو عمر بن حسین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

بس اتنی سی بات ہے اب مجھے جانے کی اجازت ہے، عمر بن حسین کے کھڑے ہونے پر فلورہ بھی کھڑی ہو گئی صفورہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

بس بیٹے اب تم جاؤ، لیکن جلد لوٹ آنا، عمر بن حسین باہر نکلا، فلورہ اس کے پیچھے پیچھے تھی۔

دونوں جب صدر دروازے کے قریب آئے تو انہوں نے دیکھا، ذرا فاصلے پر ثریہ اور شالیب دونوں بہن بھائی آ رہے تھے۔ ثریہ نے سیاہ رنگ کے نقاب سے اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا، انہیں دیکھتے ہوئے عمر بن حسین رُک گیا۔ فلورہ بھی دروازے پر کھڑی ہو گئی، جب دونوں بہن بھائی عمر بن حسین کے قریب آئے تب عمر بن حسین نے دونوں کو مخاطب کیا۔

لگتا ہے آج کہیں دعوت کی تیاری ہے۔ یہ جو ثریہ نے چہرے پر نقاب ڈال رکھا ہے یا تو بازار کی تیاری ہے یا دونوں بہن بھائی کہیں اور جا رہے ہو۔

ثریہ عمر بن حسین کے قریب آن کھڑی ہوئی، چہرے سے اس نے نقاب ہٹا دیا، پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

امیر آپ کا اندازہ درست ہے، پہلے تو ہم دونوں بہن بھائی آپ کی طرف آئے ہیں، آپ اور فلورہ دونوں سے ایک کام ہے، اس کے بعد میں اور شالیب واقعی بازار کی طرف جائیں گے۔

پھر اچانک ثریہ کو کچھ سوجھا، بڑے غور اور انہماک سے عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

کیا آپ دروازے پر ہی کھڑے رہیں گے، ہمیں اندر آنے کے لئے نہیں کہیں گے۔

عمر بن حسین فوراً ایک طرف ہٹ گیا، فلورہ بھی مسکراتے ہوئے ایک طرف ہو گئی، ثریہ اور شالیب دونوں بہن بھائی اندر داخل ہوئے، اس کے بعد ثریہ رُکی دوبارہ اس نے عمر بن حسین اور فلورہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

بابا نے بتایا ہے کہ آج آپ اور فلورہ کے علاوہ یحییٰ بن مطروح، مریطہ، محمد بن رشید اور نابیل کی شادی کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ پہلے میں آپ دونوں کے پاس آئی ہوں، میں آپ دونوں کی انگلیوں کے ناپ چاہتی ہوں، اس کے بعد مریطہ بھی یہیں ہو گی، اس کی انگلی کا ناپ بھی لے لوں گی، پھر مجھے اپنے بھائی یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کی طرف جانا ہے، ان کی انگلیوں کے بھی ناپ لوں گی، مجھے آپ سب لوگوں کے لئے انگوٹھیاں بنوانی ہیں جو میں آپ

لوگوں کو شادی کے موقع پر تحفے میں دوں گی۔

ثریہ کے ان الفاظ پر عمر بن حسین سنجیدہ ہو گیا، گہری سوچوں میں کھو گیا تھا، پھر ہاتھ کے اشارے سے اس نے ثریہ اور شالیب کو رکنے کے لئے کہا۔ فلورہ کے قریب ہوا، عمر بن حسین پہلے کبھی بھی فلورہ کے اس قدر قریب نہیں ہوا تھا۔۔۔ فلورہ بے چاری کپکپا کے رہ گئی، اپنا منہ عمر بن حسین فلورہ کے کان کے قریب لے گیا، اس کے ساتھ کچھ کھسر پھسر کی جسے سن کر فلورہ مسکرا دی تھی۔ پھر فلورہ آگے بڑھی، ثریہ کا ہاتھ اس نے پکڑا اور کہنے لگی، اچھا تم دونوں بہن بھائی ہمارے ساتھ آؤ۔

چاروں اس کمرے میں داخل ہوئے جس میں مریطہ، صغورہ، خیران اور قیتان بیٹھے ہوئے تھے۔۔۔۔ ثریہ آگے بڑھ کر مریطہ کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ قیتان کے پاس شالیب بیٹھا، دوسری جانب عمر بن حسین بیٹھ گیا تھا۔ پھر عمر بن حسین کا اشارہ پا کر فلورہ دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد فلورہ لوٹی، اس کے ہاتھ میں دو تین چرمی تھیلیاں تھیں، جو لا کے اس نے عمر بن حسین کی گود میں رکھ دیں اور خود عمر بن حسین کے پاس بیٹھ گئی تھی۔

پھر عمر بن حسین نے اپنی ماں اور خیران کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میں اور فلورہ، ثریہ اور شالیب کو گلے سے پکڑ کر لائے ہیں۔۔۔۔ دراصل یہ دونوں بہن بھائی ہماری شادی کے موقع پر ہمارے اور محمد بن رشید یحییٰ بن مطروح، مریطہ اور نابیل کے لئے انگوٹھیوں کا اہتمام کرنا چاہتے تھے، لیکن میں انہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔

پھر عمر بن حسین نے ثریہ کی طرف دیکھا۔

ثریہ ذرا اپنی جگہ سے اُٹھ کر یہاں میرے پاس آ کر بیٹھو، ثریہ جھجکی کپکپائی پھر اپنی جگہ سے اُٹھی اور عمر بن حسین کے پہلو میں بیٹھ گئی تھی، اب اس کے ایک طرف فلورہ اور دوسری طرف ثریہ تھی، پھر عمر بن حسین نے ثریہ کو مخاطب کیا۔

پہلے یہ بتاؤ کہ یہ جو تم ہم سب کے لئے انگوٹھیوں کا اہتمام کرنے جا رہے ہو تو اس کے لئے تمہارے پاس نقدی ہے۔

ثریہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

کیوں نہیں اس نے اپنے لباس کے اندر سے نقدی کی ایک تھیلی نکالی اور عمر بن حسین

کو دکھاتے ہوئے کہنے لگی۔ یہ میرے پاس نقدی ہے، میرے باپ نے دی ہے۔

عمر بن حسین نے شرینہ سے وہ نقدی کی تھیلی لے لی، تھیلی کے اندر جس قدر سکے تھے وہ گنے، دوبارہ وہ سکے اس نے تھیلی میں ڈال دیئے، پھر جو تھیلیاں فلورہ نے لاکر اس کی گود میں رکھی تھیں، ان میں سے ایک تھیلی اس نے لی ... اس میں سے کچھ سکے نکالے، گنے، پھر وہ سکے اس نے شرینہ کی تھیلی میں ڈالتے ہوئے تھیلی شرینہ کی طرف بڑھائی۔

اب یہ تھیلی پکڑو، اس میں جس قدر سکے تھے اتنے ہی سکے میں نے اور ڈال دیئے ہیں۔ یوں جانو تمہاری رقم میں نے دوگنی کر دی ہے، دیکھو تم لوگ صقلیہ سے یہاں ہجرت کر کے آئے ہو اور لوگوں کی نسبت تم زیادہ ضرورت مند ہو، تمہیں ہماری شادی کے موقع پر کچھ بھی خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہے ..... پہلے یہ تھیلی سنبھالو، اس کے بعد میں تم سے جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ کہوں گا۔

شرینہ نے تھیلی نہیں لی، بڑے غور سے عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

یہ تو کوئی بات نہ ہوئی، میں تو جس کام کے لئے آئی تھی اسے آپ پس پشت ڈال رہے ہیں، الٹا آپ میری رقم کو دوگنا کر رہے ہیں۔

عمر بن حسین نے زبردستی تھیلی اسے تھمائی اور کہنے لگا، پہلے تم یہ تھیلی تو پکڑو، پھر جو کچھ میں کرنے لگا ہوں یا کہنے لگا ہوں وہ بھی سنو۔

مجبوراً شرینہ نے تھیلی سنبھال لی اس کے بعد عمر بن حسین نے ایک اور تھیلی کا منہ کھولا، اس میں سے کئی انگوٹھیاں اس نے اپنی گود میں رکھیں، پھر انتہائی قیمتی اور عمدہ انگوٹھی کا اس نے انتخاب کیا اور وہ انگوٹھی اس نے اٹھائی، الٹ پلٹ کر اسے دیکھا، پھر بڑے خوبصورت انداز میں اپنے پہلو میں بیٹھی فلورہ کا ہاتھ اس نے اپنے ہاتھ میں لیا فلورہ کپکپا کر رہ گئی تھی، باقی لوگ بھی عجیب سے انداز میں عمر بن حسین کی طرف دیکھنے لگے تھے، وہ انگوٹھی عمر بن حسین نے فلورہ کی انگلی میں پہنائی، وہ اسے پوری تھی پھر انگوٹھی اس نے اتاری اور اپنی گود میں رکھ لی، اس کے بعد اس نے ایک اور انگوٹھی لی، وہ بھی خاصی قیمتی تھی، اسے اپنی انگلی پر پہنا، جب وہ پوری آ گئی تو وہ بھی اس نے اتاری، دونوں انگوٹھیاں اس نے شرینہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

شرینہ یہ دونوں انگوٹھیاں اپنی نقدی کی تھیلی میں ڈالو ... یہ دونوں انگوٹھیاں ہماری

شادی کے موقع پر تم مجھے اور فلورہ کو پہناؤ گی۔

شرینہ نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا اور کہنے لگی۔

ہرگز نہیں، میں ایسا نہیں ہونے دوں گی، آپ تو بالکل ہی ہمیں احسان تلے دبا رہے ہیں، اس پر عمر بن حسین کہنے لگا۔

ضد نہیں کرو یہ دونوں انگوٹھیاں پکڑو، تھیلی میں ڈالو، ابھی مجھے اور بھی بہت کچھ کرنا ہے

شرینہ بھی اڑ گئی نہیں میں نہیں لوں گی۔

عمر بن حسین نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا، پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا، لے لو اگر تم نہیں لو گی تو پھر رکھنا مار بھی پڑے گی۔

شرینہ کھلکھلا کر ہنس دی ... کندھے اچکائے اور کہنے لگی۔

تو آپ مارتے بھی ہیں؟

اس کی اس ادا پر فلورہ ہی نہیں کمرے میں بیٹھے دوسرے لوگ بھی مسکرا رہے تھے۔

شرینہ نے جب انگوٹھیاں نہ لیں تو اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر نقدی کی تھیلی اس سے چھین لی، پھر اس نے وہ تھیلی اپنی گود میں رکھ لی۔

اس کے بعد اس نے زیورات کی تھیلی سے چار انگوٹھیاں اور نکالیں، پھر بعد میں اس نے مریطہ کی طرف دیکھا۔

مریطہ میرے پاس آؤ ... مریطہ چپ چاپ عمر بن حسین کے پاس کھڑی ہوئی، عمر بن حسین نے ایک انگوٹھی اس کی انگلی میں ڈال کر نکال لی ... اس کے بعد تین اور انگوٹھیاں اس نے علیحدہ کیں، اس طرح چار مزید انگوٹھیاں اس نے شرینہ کی نقدی کی تھیلی میں ڈال دیں اور کہنے لگا، اب تمہاری نقدی کی تھیلی میں چھ انگوٹھیاں ہیں اور یہ چھ انگوٹھیاں تم شادی کے موقع پر مجھے فلورہ، مریطہ، یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید اور نابل کو پہنا سکتی ہو۔ میرے خیال میں اب تمہیں انگوٹھیاں خریدنے کے لئے زرگروں کے بازار تک جانا نہیں پڑے گا رقم بھی خرچ نہیں کرنی پڑے گی، بلکہ یوں جانو کہ تمہیں انگوٹھیاں بھی مل گئیں تمہاری رقم بھی دوگنی ہو گئی، اگر کوئی میرے ساتھ ایسا کرے تو میں تو خوشی سے پھولا ہوا نہ سماؤں۔

شرینہ نے ناچار تھیلی لے لی تھی ... اس موقع پر عمر بن حسین نے زیورات والی تھیلی اپنی گود میں الٹ دی، سارے زیورات کو الٹ پلٹ کر کے دیکھتا رہا، پھر ان میں ایک انتہائی

قیمتی جواہرات جڑی انگوٹھی اس نے نکالی، وہ انگوٹھی اس نے فلورہ کو دکھائی، تھوڑی دیر تک رازداری سے فلورہ سے گفتگو کرتا رہا، جسے سن کر فلورہ مسکراتی رہی۔ پھر فلورہ حرکت میں آئی، سارے زیورات اس نے تھیلی میں ڈالے اور ساری تھیلیاں اُٹھا کر دوسرے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد فلورہ وہاں جہاں سے اُٹھی تھی وہیں بیٹھ گئی، عمر بن حسین اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا اور شرینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

اب تم دونوں بہن بھائی بیٹھنا چاہتے ہو تو بخوشی بیٹھو، اگر جانا چاہتے ہو تو گھر جاؤ اور اپنے والدین سے کہو کہ تم بازار سے ہو آئے، انہیں کہنا کہ بازار جانے کا یہ فائدہ ہوا ہے کہ رقم بھی دوگنی ہو گئی ہے اور انگوٹھیاں بھی مفت میں مل گئی ہیں..... میں اب محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کی طرف جاتا ہوں ہم سب کو مل کر کچھ انتظامات کی تکمیل کرنی ہے، میں کے ساتھ ہی عمر بن حسین وہاں سے نکل گیا تھا، اس کے جانے کے بعد شرینہ بھی کھڑی ہو گئی، اس کی طرف دیکھتے ہوئے شالیب بھی اُٹھ کھڑا ہوا، پھر سب کی طرف دیکھتے ہوئے شرینہ کہنے لگی۔

میں اب جاتی ہوں، سہ پہر کے قریب میں شادی کے انتظامات میں حصہ لینے کے لئے آؤں گی، اس پر فلورہ کہنے لگی۔

نہیں بیٹی سہ پہر کے قریب نہیں جو سامان تمہیں دیا گیا ہے، یہ چھوڑ کر فوراً آؤ، دیکھو فلورہ اور مریطہ تو دُلہن بن جائیں گی۔ میری بیٹی اس گھر کے سارے امور کی ذمہ داری میں تم پر ڈالتی ہوں۔ میں جانتی ہوں، تم ایک سلجھی اور سلیقہ شعار لڑکی ہو، بیٹی شالیب کو بھی اپنے ساتھ لے آنا۔

شرینہ نے اثبات میں گردن ہلائی، مسکرائی پھر شالیب کا ہاتھ پکڑ کر وہ باہر نکل گئی تھی۔

حویلی سے باہر گلی میں آ کر شالیب نے بڑے پیار اور مٹھاس میں شرینہ کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

میری بہن ہم بھی کسی قدر بدقسمت اور احسان فراموش لوگ ہیں ہمارے ماں باپ تو عمر بن حسین کے ساتھ ہی نہیں، یہاں کے مسلمانوں کے ساتھ بھی غداری سے کام لے رہے ہیں اور عمر بن حسین دیکھو، انہوں نے اپنی طرف سے چھ انگوٹھیاں بھی دیں، رقم

بھی ہماری دوگنی کی، اب بھی اگر ہمارے ماں باپ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں تو میری بہن اس سے بڑھ کر نمک حرامی اور احسان فراموشی کوئی نہیں ہو گی میری بہن میرا دل کہتا ہے کہ مجھے ایک نہ ایک روز اپنے ماں باپ کے خلاف بغاوت کرنا ہی پڑے گی اگر یہ باز نہ آئے تو پھر ان دونوں کے پاس پچھتانے کے علاوہ کچھ نہ ہو گا۔

شالیب رکا، پھر دوبارہ اپنی بہن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میری بہن مناسب موقع جان کر میں اپنے ماں باپ سے بات کروں گا، تم اس معاملے میں نہ آنا، میں انہیں آخری مہلت دوں گا کہ اگر وہ اپنے کاموں سے باز نہ آئے تو پھر پچھتائیں گے۔

شالیب نے چونک کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہنے لگی، شالیب میرے بھائی ایسا غضب مت کرنا، ہمارے ماں کے ساتھ بڑے دراز دست لوگ ہیں اگر انہیں خبر ہو گئی کہ ہم دونوں بہن بھائی اپنے ماں باپ کے خلاف بغاوت کر رہے ہیں تو یاد رکھنا ہمارے ماں باپ ہی نہیں وہ بھی ہمارے دشمن ہو جائیں گے، بلکہ ہمارے ماں باپ خود انہیں مشورہ دیں گے کہ ہم دونوں کا خاتمہ کر دیا جائے میرے بھائی ہمیں بہت سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانا ہو گا اور جب ہمیں ایسا کرنا ہو گا تو یاد رکھنا پہلے مجھ سے مشورہ کرنا، مجھ سے مشورہ کئے بغیر کوئی قدم مت اُٹھانا اور اس سلسلے میں امیر عمر بن حسین سے بھی مشورہ کروں گی، اس کے بعد ہم کوئی عملی قدم اٹھائیں گے۔

شالیب نے اثبات میں گردن ہلا دی، پھر دونوں بہن بھائی اپنی حویلی میں داخل ہو گئے تھے۔

☆

عبدلیس بن کسینہ اور نصیانہ دونوں میاں بیوی دیوان خانے میں ہی بیٹھے ہوئے تھے۔

شرینہ اور شالیب دونوں بہن بھائی ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر دیوان خانے میں داخل ہوئے، ان کی طرف دیکھتے ہوئے کسی قدر حیرت میں عبدلیس بن کسینہ نے پوچھ لیا۔

میرے بچو! تم اس قدر جلد لوٹ آئے ہو، تمہیں تو عمر بن حسین، فلورہ، مریطہ، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید سے مل کر زرگروں کے بازار جانا تھا اور وہاں سے خریداری کر کے لوٹنا تھا..... تا کہ انگوٹھی کا ناپ تم یہاں سے لے کر گئے تھے۔

جواب میں شرینہ اور شالیب نے کچھ نہ کہا، مسکراتے ہوئے دونوں اپنے باپ کے پاس بیٹھ گئے ..... پھر شرینہ نے اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے میرے باپ ذرا اپنی گنیش کا سامنے والا پلو درست کریں، حیرت کا اظہار کرتے ہوئے عبدیس بن کسینہ نے پلو درست کیا تو شرینہ نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھیلی کا منہ کھولا اور تھیلی اپنے باپ کی گود میں اس نے الٹ دی تھی۔

عبدیس بن کسینہ اور اس کی بیوی لیبانہ دونوں ہکے بکے رہ گئے، کچھ دیر تک وہ ان ساری چیزوں کو دیکھتے رہے، پھر لیبانہ نے شرینہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

میری بیٹی یہ کیا معاملہ ہے جو نقدی تم یہاں سے لے کر گئی تھیں، یہ نقدی تو اس سے زیادہ ہے اور اس میں سے یہ چھ انگوٹھیاں ہیں، یہ تم اتنی جلدی کہاں سے خرید لائی ہو، اس پر شرینہ نے مزے مزے سے عمر بن حسین کے روکنے، رقم واپس کرنے اور چھ انگوٹھیاں مہیا کرنے کی ساری تفصیل سنا ڈالی تھی۔

اس پر عبدیس بن کسینہ اور لیبانہ نے بڑے ذومعنی انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر عبدیس بن کسینہ کہنے لگا۔

تو کیا امیر عمر بن حسین نے یہ چھ انگوٹھیاں تم دونوں کو مفت میں دی ہیں ..... اس بار شالیب نے قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

اے میرے باپ آپ بھی سیدھے سادے اور بھولے ہی ہیں، مفت میں تو بڑی دور کی بات ہے، آپ یہ دیکھیں کہ چھ انگوٹھیوں کے علاوہ انہوں نے جس قدر رقم آپ سے لے کر گئے تھے وہ بھی امیر نے واپس کر دی ہے۔

عبدیس بن کسینہ نے اپنی گود میں پڑا ہوا نقدی اور انگوٹھیوں کا جائزہ لیا، پھر انگوٹھیاں لیبانہ نے اٹھائیں، ان کا جائزہ لیا اور کہنے لگی واقعی یہ انگوٹھیاں تو بڑی قیمتی ہیں۔

اس بار شرینہ بولی۔

اے میرے باپ یہ چھ انگوٹھیاں امیر عمر بن حسین نے دی ہیں، رضا کی ہے کہ یہی انگوٹھیاں شادی کے روز ہم نابیل، محمد بن رشید، عمر بن حسین، فضورہ، مریطہ اور یحییٰ بن مطروح کو پہنا دیں ..... یہ ان کی شادی کے موقع پر ہماری طرف سے تحفہ ہوگا۔ نقدی اس لئے انہوں نے واپس کی ہے کہ وہ کہہ رہے تھے کہ تم لوگ کیونکہ صقلیہ سے ہجرت کر کے

آئے ہو، تمہارا اور لوگوں کی نسبت تم لوگ زیادہ ضرورت مند ہو۔

شرینہ رکی، پھر اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

آپ یہ ساری چیزیں سنبھال لیں، میں اور شالیب امیر کی حویلی میں جاتے ہیں۔ امیر کی بیوی صفورہ نے کہا تھا کہ آج چونکہ فضورہ مریطہ، نابیل کی شادی ہے، لہٰذا وہ کہہ رہی تھیں کہ شادی کے سارے امور مجھے نبھانے ہوں گے ..... ساری ذمہ داری مجھ پر ڈالی ہے اور میں یہ ذمہ داری اپنے لئے ایک سعادت سمجھ کر پوری کروں گی ..... عبدیس بن کسینہ نے اپنی بیٹی شرینہ کی طرف دیکھا، پھر بڑی محبت میں کہنے لگا۔

میری بیٹی ہم تمہیں منع تو نہیں کر رہے، تم بڑی خوشی کے ساتھ جاؤ، اگر شادی کے یہ سارے امور صفورہ خاتون تمہارے ذمہ ڈال رہی ہیں تو یہ ہمارے لئے خوشی کی بات ہے، اس کے ساتھ ہی شرینہ اور شالیب دونوں بہن بھائی اٹھ کھڑے ہوئے اور عمر بن حسین کی حویلی کی طرف چلے گئے تھے۔

دوپہر کے بعد عمر بن حسین کی حویلی میں چہل پہل اور رونق سی آگئی تھی، ہر کوئی بھاگ دوڑ کر کام کر رہا تھا ..... شام سے پہلے قاضی ابوالحسن کو بلا لیا گیا اور پھر بڑی سادگی سے عمر بن حسین اور فضورہ، یحییٰ بن مطروح اور مریطہ، محمد بن رشید اور نابیل کا نکاح پڑھا دیا گیا تھا، اس کے بعد شہر کے سرکردہ لوگ جنہیں دعوت دی گئی تھی، ان کی تواضع بھی بڑی سادگی سے کی گئی، جب سب مہمان چلے گئے تب صفورہ کے کہنے پر سب لوگ دیوان خانے میں آکر بیٹھ گئے تھے ..... سامنے والی نشست پر عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید، لولو بن نصر اور محمد بن فرج الکومی، بیٹھ گئے تھے ..... ان کے سامنے والی نشست پر فضورہ، مریطہ، نابیل بیٹھی تھیں ..... دائیں جانب صفورہ اور خیران تھیں، ایک طرف نابیل کا باپ اور قیتان بن اسمٰعیل بیٹھا ہوا تھا ..... جب سب لوگ نشستوں پر بیٹھ گئے تب صفورہ نے عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

عمر میرے بیٹے جو میں چاہتی تھی جو میری خواہش تھی، وہ بڑے احسن طریقے سے اپنے انجام کو پہنچ گئی ہے ..... بس یوں جانو میرے تین بیٹے اور تین بیٹیاں رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے ہیں اور اس سے بڑھ کر اور خوشی میرے لئے نہیں ہو سکتی۔

بیٹے اس موقع پر جو بات میں تم سے کہنا چاہتی ہوں، وہ کچھ یوں ہے کہ میرا اندازہ ہے

کہ تم زیادہ دن یہاں قیام نہیں کرو گے، میرے بچے کتنے دن یہاں رُکو گے، عمر بن حسین نے غور سے اپنی ماں کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

میں یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید زیادہ سے زیادہ دو تین دن تک یہاں مزید قیام کر سکتے ہیں ..اس کے بعد ہمیں واپس جانا ہوگا، سلطان عبدالمومن بڑی بے چینی سے ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے میری ماں جس کام سے ہم لوٹے ہیں وہ ایسا کام ہے جسے ہر شے، ہر فعل پر ترجیح دی جا سکتی ہے۔

عمر بن حسین جب تک بولتا رہا سب اسے خاموشی سے سنتے رہے، اس کے خاموش ہونے پر صفورہ پھر بول پڑی۔

بیٹے دراصل میں چاہتی تھی کہ اب جبکہ تم تینوں کی شادیاں ہو گئی ہیں تو تم اپنی بیویوں کو بھی ساتھ لے جاؤ، اس طرح جہاں یہ تمہاری حفاظت میں رہیں گی وہاں تم تینوں کی خدمت بھی کریں گی، میرے خیال میں میں نے جو تجویز پیش کی ہے وہ بڑی مناسب ہے۔

عمر بن حسین نے پھر اپنی ماں کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

اماں آپ درست کہتی ہیں، لیکن ان حالات میں ہم ان تینوں کو کیسے اپنے ساتھ لے جائیں، وہاں ان کے لئے رہائش کا کوئی اہتمام نہیں ہے ہم لوگوں نے ہنگامی طور پر واپسی کا رخ کیا تھا، اگر یہ معاملہ پہلے سے طے ہوتا تو کم از کم ہم ان کی رہائش کا بندوبست کرنے کے بعد تینوں ادھر کا رخ کرتے اور پھر میری ماں ایک اور الجھن بھی ہے، تاتاریوں کے یورپ کے ممالک کے علاوہ آس پاس کے بے شمار جزائر سے کمک پہنچ رہی ہے دن بدن ان کی عسکری قوت میں اضافہ ہو رہا ہے، اس میں شک نہیں ہم نے ان سے بڑا اور زرخیز شہر لے لئے ہیں، لیکن ان کے ساتھ ابھی معرکوں کا طویل سلسلہ شروع ہوگا اس لئے ہم ان تینوں کو کسی ایک جگہ نہیں رکھ سکتے اور نہ ہی اپنے ساتھ لئے پھر سکتے ہیں میری ماں اس میں شک نہیں کہ سلطان عبدالمومن کے لشکر میں عورتیں شامل ہیں بہت سے سالاروں، لشکریوں نے اپنی بیویوں کو ساتھ رکھا ہوا ہے اور وہ لشکر میں رہ کر بہترین کارکردگی کا مظاہرہ بھی کرتی ہیں مرہم پٹی کا سامان کرتی ہیں، پیاسوں کو پانی پلاتی ہیں، بہرحال یہاں سے جانے کے بعد مناسب موقع دیکھ کر ان تینوں کو وہاں بلا لوں گا مجھے امید ہے کہ میری ماں میری تجویز سے اتفاق کرے گی۔

عمر بن حسین کی اس گفتگو کے جواب میں صفورہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی محمد بن رشید بول پڑا۔

محترم ایک مسئلہ تو حل ہوا بلکہ میں کہتا ہوں دوسرا مسئلہ حل ہوا، پہلا مسئلہ یہ کہ آپ کی مہربانی کہ آپ نے ہم تینوں کی شادیوں کا اہتمام کیا دوسرا مسئلہ ان تینوں کو ساتھ لے جانے کا بھی حل ہوا، اب میری آپ سے ایک گزارش ہے۔

محمد بن رشید کے ان الفاظ پر سب چونکنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگے تھے، محمد بن رشید نے ایک بار دائیں بائیں سامنے دیکھتے ہوئے سب کا جائزہ لیا اور کہنے لگا۔

محترم میری گزارش یہ ہے کہ کل میری طرف سے ایک شاندار ضیافت کا اہتمام ہماری حویلی میں کیا جائے گا، اس میں سب قریبی رشتہ دار شامل ہوں گے، بلکہ عبدالنبی بن سعید کی بیٹی شریفہ اور شالیب دونوں مہمان خصوصی کے طور پر شامل ہوں گے، اس لئے کہ انہوں نے ہم سب کو بڑی قیمتی انگوٹھیاں ہماری شادی کے موقع پر پیش کی ہیں مجھے امید ہے آپ سب لوگ میری اس تجویز سے اتفاق کریں گے۔

صفورہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بیٹے اگر تم کل ضیافت کا اہتمام کرنا چاہتے ہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں، محمد بن رشید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی یحییٰ بن مطروح بول پڑا۔

ہاں محمد بن رشید کا مسئلہ تو حل ہوا، میرا بھی ایک مسئلہ حل کریں، ظاہر ہے میں امیر اور محمد بن رشید دو تین دن تک یہاں سے کوچ کر جائیں گے، جس حویلی میں میں نے اور محمد بن رشید نے قیام کیا ہوا وہ آدھی ہمارے تصرف میں رہے گی نائلہ کے پاس اس کے باپ جواس بن جوذر رہیں گے، میرے بعد میری بیوی مریطہ اکیلی رہ جائے گی میری خواہش ہے کہ خیران خاتون یہاں رہنے کے بجائے ہماری حویلی میں قیام کریں، اس لئے کہ کوئی غیر موجودگی میں مریطہ ان کی موجودگی میں اکیلی نہیں رہے گی۔

یحییٰ بن مطروح جب خاموش ہوا تب صفورہ نے کہنا شروع کیا خیران اگر وہاں جانا پسند کرتی ہے تو مجھے کوئی اعتراض تو نہیں ہے، لیکن میں تمہیں ایک تجویز پیش کرتی ہوں، وہ اس طرح کہ جب تک تم یہاں رہو گے مریطہ تمہارے پاس رہا کرے گی اور جب تم خراسان میں حصہ لینے کے لئے کوچ کر جاؤ گے تب مریطہ ہمارے پاس آ کر ٹھہر جایا کرے گی،

میرے خیال میں اس سلسلے میں تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

صفورہ خاموش ہوئی تو خیران بول پڑی۔

ابن مطروح میرے لئے تمہاری تجویز بھی رد نہیں کی جائے گی، جب تک تم یہاں ہو میں تمہاری حویلی میں قیام کروں گی، جب تم چلے جاؤ گے تو ہم مریطہ کو یہیں لے آئیں گے، ویسے میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتی ہوں کہ اکثر و بیشتر تمہاری حویلی میں قیام کیا کروں گی، لیکن ایک بات میں کہوں کہ صفورہ بہن کے ہاں سے جانے کو دل نہیں کرتا ہے... دل چاہتا ہے ساری زندگی یہیں گزار دوں، بہر حال بیٹے تم مطمئن رہو، میں تمہارے اور مریطہ کے پاس بھی آکر رہا کروں گی۔

اس موقع پر صفورہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ عمر بن حسین اس کی طرف دیکھتے ہوئے بول پڑا۔

اماں آپ تھوڑی دیر رکیں، میں ایک موضوع پر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرلوں، پھر آپ کی بات سنتا ہوں۔

صفورہ خاموش رہی، ہاتھ کے اشارے سے عمر بن حسین نے سب کو کان قریب کرنے کے لئے کہا جس پر یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید، محمد بن فرج الکومی اور لولو بن نصر نے اپنے کان عمر بن حسین کے قریب کر دیئے تھے... عمر بن حسین بڑی رازداری میں انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز ساتھیو! میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا ہے کہ آئندہ جو بھی لائحہ عمل تیار کریں گے اس کی خبر ہمارے علاوہ کسی اور کو ہرگز نہیں ہونی چاہئے، اب جو لائحہ عمل تیار ہو رہا ہے وہ بڑے غور سے سنو اور اس کا ذکر کسی سے مت کرنا، اپنی بیویوں سے بھی اس کا ذکر نہیں کرنا۔

اب منصوبہ یہ ہے کہ لولو بن نصر صقلیہ کی طرف کوچ کرے گا، یہ وہاں صنہاجی قبیلے کے غدار مطرح بن سالم سے نپٹنے کی کوشش کرے گا۔

ابن فرج اب تمہاری ذمہ داریاں بڑھ جائیں گی، کوہستان متمانہ میں جو تمہاری تربیت گاہ ہے اسے بالکل بند کر دو۔ سارا سامان اور اپنے سارے آدمی سفاقس شہر میں لے آؤ حسن بن علی بھی سفاقس آجائے گا، یہاں مستقر کے اندر جو کھلا میدان ہے تربیت کا کام تو

یہاں انجام دے سکتے ہو۔

محمد بن فرج لولو بن نصر کے صقلیہ جانے کے بعد شہر کے دفاع کی ذمہ داری تمہارے ذمہ ہوگی۔ لولو بن نصر اس وقت صقلیہ کی طرف کوچ کرے گا، جب تم مستقل طور پر کوہستان متمانہ سے سفاقس منتقل ہو جاؤ گے۔

یہ ایک معاملہ تو طے ہوا دوسرا یہ کہ شادی کے بعد نابیل اور اس کا باپ جواس بن جوذر دونوں ہی محمد بن رشید کی حویلی میں منتقل ہو جائیں گے، اس طرح وہ حویلی جس میں ان کا قیام ہے، اوپر کا حصہ خالی ہو جائے گا ابن فرج جب تم کوہستان متمانہ سے یہاں منتقل ہو جاؤ تو حویلی کے اس حصے میں حسن بن علی کا قیام رکھنا اور ان کی دیکھ بھال ایک معزز مہمان کی حیثیت سے کرنا۔

عمر بن حسین خاموش ہوا، تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے محمد بن رشید نے بڑی عاجزانہ سی سرگوشی کی۔

میرے محترم اگر آپ اجازت دیں تو ایک بات میں بھی اپنے بھائی محمد بن فرج الکومی سے کہنا پسند کروں گا۔

عمر بن حسین نے تیز نگاہوں سے محمد بن رشید کی طرف دیکھنے لگا اور کہنے لگا۔

ابن رشید اس سلسلے میں تمہیں مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو مجھ سے اجازت لئے بغیر ابن فرج سے کہہ سکتے ہو۔

محمد بن رشید نے اس بار بڑے غور سے محمد بن فرج الکومی کی طرف دیکھا، پھر رازداری میں کہنے لگا۔

میرے عزیز بھائی میرے محترم ساتھی، میرے لئے یہ بڑے افسوس اور صدمے کا مقام ہے کہ میری غیر موجودگی میں کچھ صنہاجی لوگ مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں ملوث پائے گئے ہیں..... ان کا جو سب سے بڑا سرکردہ ہے، وہ اس وقت صقلیہ میں مقیم ہوا ہے، میں جانتا ہوں وہ میرے اور لولو بن نصر کے بدترین دشمنوں میں خیال کیا جاتا ہے برائے نام مسلمان ہے، بہر حال اس سے لولو بن نصر خوب نپٹے گا، عزیز بھائی میری اور لولو بن نصر کی غیر موجودگی میں یہاں سفاقس میں بڑا محتاط رہنا، لولو بن نصر اپنے قبیلے کے جان نثاروں سے تمہارا تعارف کروا کے جائے گا، ان کے ذریعے تم شہر کے اندر صنہاجی قبیلے کے لوگوں پر نگاہ

رکھنا، جسے تم مشکوک پاؤ یا یہ خیال کرو کہ وہ قوم وملت کے خلاف سرگرمیوں میں ملوث ہے۔ تمہیں اجازت ہے اس کی گردن کاٹ سکتے ہو۔

اس موقع پر عمر بن حسین نے دلچسپ انداز کی اور الکوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن فرج میں میرے بھائی! ابن رشید یہ ساری گفتگو جذبات میں آکر کر رہا ہے، جو کچھ یہ کہنا چاہتا ہے میں سمجھ گیا ہوں ... ہماری غیر موجودگی میں بس تم ان جاں نثاروں کے ساتھ جن کا تعارف لولو بن نصر تم سے کروائے گا ... سفاقس شہر میں بس صلیبی قبیلے کے مشکوک لوگوں پر نگاہ رکھنا، اگر تم دیکھو کہ کوئی ایسی سرگرمیوں میں ملوث ہے تو صرف ان سرگرمیوں کا توڑ کرنا ایسے لوگوں کے خلاف تم حرکت میں مت آنا، بس ان لوگوں کی ایک فہرست دیتے رہنا، ہاں اگر یہ لوگ اپنے حدود سے بڑھ کر کوئی کام کرنا چاہیں تو فی الفور ہمیں اطلاع کرنا، میں محمد بن رشید کو بھیج دوں گا ... یہ ان سے خود نمٹے گا، اگر یہ معاملہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہے تو تم جب دیکھو کہ فلاں فلاں آدمی ایسے کاموں میں ملوث ہے تو تمہارا کام یہ ہوگا کہ ایسے لوگوں کی فہرست مرتب کرتے چلے جانا، اس کے بعد جب کبھی بھی مجھے یا یحییٰ بن مطروح کو موقع ملا اور ہم یہاں آئے تو ان لوگوں کے ساتھ بڑے طریقے اور بڑی احتیاط کے ساتھ نمٹا جائے گا۔

عمر بن حسین تھوڑی دیر تک خاموش رہا، اس کے بعد اس نے محمد بن رشید کی طرف دیکھتے ہوئے سرگوشی کی۔

محمد بن رشید ایک بات یاد رکھنا، ایسے لوگوں کی جڑیں بہت دور تک ہوتی ہیں، ان دنوں ہم سلطان عبدالمومن کے ساتھ جنگوں میں بری طرح مصروف ہیں ... اگر ہم سلطان عبدالمومن کی مدد سے نارمنوں کو افریقہ سے اکھاڑ پھینکتے ہیں تو یاد رکھنا وہ صلیبی لوگ جو نارمنوں کے حق میں کارفرما ہیں، ان کی قوت خود بخود ختم ہو جائے گی اور وہ میرے خیال میں راہ راست پر آجائیں گے، اس طرح ان کے خلاف ہمیں کوئی بڑی کارروائی کرنی ہی نہیں پڑے گی۔

ہاں اگر نارمنوں کے افریقہ نکالے جانے سے پہلے ہی وہ کوئی بڑی کارروائی کرتے ہیں تو پھر ہم ضرور ان کے سامنے آئیں گے اور ان سے اپنا نمٹیں گے کہ وہ نارمن تک یاد رکھیں گے۔

عمر بن حسین تھوڑی دیر تک خاموش رہا، اس کے بعد لولو بن نصر کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے سرگوشی کرنا شروع کی۔

ابن نصر جب محمد بن فرج الکوی کو ہسپان متمات سے یہاں منتقل ہو جائے تو تم صقلیہ کا رخ کرنا ... صقلیہ میں جب تم اپنے کام کو سرانجام دے لو تو سفاقس کی طرف آتے ہوئے راستے میں مجھ سے ملتے آنا تاکہ میں تمہاری کارگزاری سے آگاہ ہو سکوں۔

عمر بن حسین کی اس بات کا جواب لولو بن نصر دینا ہی چاہتا تھا کہ صفورہ بول پڑی، عمر میرے بیٹے اب بس بھی کرو، کافی تم لوگوں نے آپس میں رازدارانہ گفتگو کر لی ہے اب مجھے بھی کچھ کہنے دو، میں نے ایک اور موضوع پر بھی گفتگو کرنی ہے اور وہ موضوع بڑا اہم ہے۔

عمر بن حسین نے مسکراتے ہوئے اپنی ماں کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا ... کہیں ماں آپ کیا کہنا چاہتی ہیں، پھر صفورہ نے لولو بن نصر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن نصر میرے بیٹے میں تمہارے متعلق بھی بڑی فکرمند ہوں، عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کے گھر آباد ہو گئے ہیں، اسی طرح میں چاہتی ہوں تمہارا بھی گھر آباد ہو، تمہاری نگاہ میں کوئی لڑکی ہو جسے تم پسند کرتے ہو تو مجھے اس کا نام پتا بتاؤ ... میں اس کے گھر والوں سے ملوں اور تمہاری شادی کا بھی معاملہ طے کروں۔

لولو بن نصر کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی، پھر وہ صفورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

مادر محترم آپ کا کہنا درست ہے، میری نگاہ میں ایک لڑکی ضرور ہے، پر ابھی میں اس کا نام اور محل وقوع نہیں بتاؤں گا، اس لئے کہ میرے ذمے ایک انتہائی اہم مہم ہے، اس مہم کو سر کرنے کے بعد اپنا گھر آباد کرنے کی کوشش کروں گا اور آپ کو اس لڑکی کا نام پتا بھی بتاؤں گا تاکہ آپ اس کے اہل خانہ سے بات کریں، بلکہ بات کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے ... اس کے اہل خانہ جانتے ہیں کہ میں اسے اپنانا چاہتا ہوں، لہٰذا جب یہ بات چھڑے گی تو معاملہ اپنے آپ حل ہو جائے گا۔

صفورہ جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ کمرے کے دروازے پر شرینہ اور ثمالیب دونوں بہن بھائی نمودار ہوئے، انہیں دیکھ کر سب چونکے تھے، کوئی کچھ کہنا ہی چاہتا تھا

کہ شرینہ اندر آئی اور صفورہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

اماں آپ کے پاس پھکی کی صورت میں جو پیٹ کی دوائی ہے، وہ چاہئے ماں کے پیٹ میں سخت درد ہے، اس سے پہلے بھی ان کے پیٹ میں درد اُٹھا تھا تو آپ نے جو دوائی دی تھی اس سے آرام آگیا تھا۔

صفورہ اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ شرینہ کو بیٹھنے کے لئے کہا، شرینہ اور شالیب بیٹھ گئے تو صفورہ اُٹھ کر دوسرے کمرے کی طرف گئی، تھوڑی دیر تک وہ لوٹی، کاغذ کی ایک پڑیا اس کے ہاتھ میں تھی جو اس نے شرینہ کو تھمائی اور کہنے لگی۔

بیٹے یہ جو دوائی ہے، اس کا چوتھا حصہ پانی کے ساتھ ماں کو کھلا دینا، باقی اپنے پاس رکھ لینا، پھر تمہارے کام آئے گی پر سنو یہ دوائی شالیب کو دیئے لے جاتا ہے، تم بیٹھو مجھے تم سے کام ہے .... شالیب دوائی دے کر لوٹا اور بہن کو ساتھ لے جانا۔

شالیب نے دوائی لی، پھر وہ نکل گیا تھا، اس کے جانے کے بعد شرینہ صفورہ کی طرف دیکھا، کچھ کہنا چاہتی تھی کہ صفورہ اس سے پہلے ہی بول پڑی۔

شرینہ میری بیٹی تم سوچتی ہو گی کہ میں نے تمہیں کیوں روکا ہے۔ بیٹے شادی سے پہلے میں اس موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتی تھی۔ لیکن تم کام کاج میں اس قدر مصروف رہی کہ میں وقت نہ نکال سکی، بیٹے میں جانتی ہوں کہ تمہارے دل میں ضرور یہ گلے شکوے اُٹھ رہے ہوں گے کہ فلورہ، مریطہ اور ناہیل کی شادی کا اہتمام کیا گیا اور تمہیں کسی نے نہیں پوچھا۔

شرینہ مسکرادی اور صفورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

اماں ایسی تو کوئی بات نہیں، کیا کبھی میں نے اس موضوع پر آپ سے کوئی گلہ شکوہ کیا ہے۔

صفورہ آگے بڑھی، شرینہ کو اپنے ساتھ لپٹالیا، اس کی پیشانی چومی اور کہنے لگی۔

نہیں میری بچی، ایسی کوئی بات نہیں، لیکن مجھے خود بھی احساس ہے۔ فلورہ، مریطہ اور ناہیل کی شادی کے ساتھ تمہاری شادی کا بھی اہتمام کیا جانا چاہئے تھا۔۔۔ بہر حال میری نگاہ میں تمہارے لئے ایک رشتہ ہے، وقت آنے پر میں بڑے شاندار طریقے سے تمہاری شادی کا اہتمام کروں گی۔

صفورہ کے ان الفاظ پر شرینہ چونکی اور کہنے لگی۔

نہیں اماں میرے لئے کوئی ایسا ویسا رشتہ تلاش مت کیجئے گا، فی الحال میرا شادی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

ابھی یہیں تک گفتگو ہو پائی تھی کہ فلورہ اپنی جگہ سے اُٹھی، شرینہ کے پاس آئی اور اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہنے لگی۔

اماں نے جو رشتہ تمہارے لئے تلاش کیا ہے، جب تمہیں اس کا علم ہو گا تو تم اپنے آپ شادی کرنے کے لئے ہاں کہہ دو گی، یوں جانو تمہارے لئے اماں نے جو رشتہ تلاش کیا ہے، اس پر تم زندگی بھر فخر کرو گی۔

شرینہ نے گھورنے کے انداز میں فلورہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

فلورہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو، کیا اماں اور تم نے میرے رشتے کے متعلق پہلے ہی کوئی سازباز کر رکھی ہے۔ بہر حال میں آپ دونوں سے کہتی ہوں کہ میرا رشتہ طے کرنے سے پہلے میرے ساتھ مشورہ ضرور کیجئے گا۔ میں آنکھیں بند کر کے کسی اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگانا پسند نہیں کرو گی۔

فلورہ نے ہلکی سی ایک چپت شرینہ کے گال پر لگائی، پھر کہنے لگی کیا تم سمجھتی ہو کہ میں اور اماں تمہیں اندھے کنوئیں میں دھکیلیں گی، میں تمہیں کہہ رہی ہوں کہ جو رشتہ ہم نے تمہارے لئے تلاش کیا ہے وہ جاننے کے بعد تم یہ محسوس کرو گی کہ تم انتہائی بلندیوں اور اعلیٰ ترین معراج پر اپنے آپ کو کھڑی محسوس کرو گی۔

اتنی دیر تک شالیب پھر دیوان خانے میں آیا تھا، اسے دیکھتے ہی صفورہ نے فیصلہ کن انداز میں شرینہ کو مخاطب کیا۔

شرینہ بہر حال اپنے ذہن میں یہ بات بٹھا کر رکھنا کہ میں تمہیں بھولی نہیں، فلورہ، ناہیل اور مریطہ کی طرح تم بھی مجھے عزیز ہو اور میں تمہاری شادی کا بہترین اہتمام کروں گی۔۔۔ بہر حال جو کچھ بھی ہو گا تمہاری مرضی، تمہارے صلاح مشورے سے ہو گا۔ اب تم جاؤ، شالیب تمہیں لینے آگیا ہے، اس پر شرینہ اُٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے بھائی کے ساتھ چلی گئی تھی۔۔۔ ان دونوں کے جانے کے بعد صفورہ نے عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے بچو! تم لوگ بھی اُٹھو اور اپنی خواب گاہ کی طرف جاؤ ۔ اس پر محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح اُٹھ کھڑے ہوئے، ان کی طرف دیکھتے ہوئے مریطہ اور نابیل بھی کھڑی ہو گئی تھیں..... پھر وہ چاروں اپنی حویلی کی طرف چلے گئے تھے، جبکہ عمر بن حسین اور فلورہ دیوان خانے سے اُٹھ کر اپنی خواب گاہ کی طرف چلے گئے تھے۔

تیسرے روز عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید انہی دستوں کے ساتھ جن کے ساتھ وہ سلاقس کی طرف آئے تھے۔ سلطان عبدالمومن کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

✿✿✿

ایک روز مغرب کی نماز سے تھوڑی دیر پہلے سلطان عبدالمومن اپنے لشکر میں اپنے سالار اعلیٰ یحییٰ بن عبدالعزیز، امیر البحر ابو عمران اور دیگر سالاروں کے ساتھ لشکر کے ایک سمت بیٹھا آنے والے حالات کے متعلق گفتگو کر رہا تھا کہ عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کچھ دستوں کے ساتھ لشکر میں داخل ہوئے۔

تینوں اس سمت آئے جہاں سلطان اپنے سالاروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، اپنے گھوڑوں سے وہ تینوں اُترے جو محافظ دستے ان کے ساتھ تھے وہ ان کے گھوڑوں کو ایک سمت لے گئے تھے، تینوں نے آگے بڑھ کر بلند آواز میں سلطان اور دیگر سالاروں کو سلام کہا سلطان نے اپنے دائیں جانب ہاتھ مارتے ہوئے انہیں اپنے قریب بیٹھنے کو کہا ۔ تینوں نے سب سے مصافحہ کیا، پھر وہ سلطان کے پہلو میں بیٹھ گئے تھے۔ پھر سلطان نے عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن حسین میرے بیٹے تم بڑے وقت پر آئے ہو، میں اپنے سالاروں کے ساتھ آئندہ کے لائحہ عمل پر گفتگو کر رہا تھا اور بڑی بے چینی سے منتظر تھا کہ تم کب لوٹتے ہو بیٹے جو فیصلے میں کرنے والا ہوں ان میں تم تینوں کی شرکت بڑی لازمی تھی، میں خداوند قدوس کا انتہائی شکر گزار اور ممنون ہوں کہ تم بروقت یہاں پہنچ گئے ہو۔

قبل اس کے میں اس موضوع پر گفتگو کروں جس کا میں آغاز کرنا چاہتا ہوں، پہلے مجھے سلاقس کے حالات سے آگاہ کرو۔

جواب میں عمر بن حسین نے جو وہاں انتظام کئے تھے اور پھر تینوں کی شادی کے متعلق

بھی تفصیل اس نے بتادی تھی۔

سلطان اور دیگر سالاروں نے پہلے انہیں مبارک باد دی تھی، پھر خاموشی رہی، اس کے بعد سلطان اصل موضوع کی طرف آتے ہوئے بولے پڑا۔

ابن حسین میرے بیٹے تمہارا جاسوسی کا نظام بڑا عمدہ اور بہترین ہے، اس کے لئے میں تمہارا بڑا ممنون ہوں، خاص کر تمہارے دو آدمی حرب حماس اور حسن بن مالک ہیں، ان کی کارکردگی قابل ستائش ہے اور ان کے ماتحت جو مسلح جوان کام کر رہے ہیں، وہ بڑی تگ و دو کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہیں بہر حال تمہارے بھیجے ہوئے پہلا کام جو رونما ہوا ہے وہ یہ کہ زویلہ شہر سے لئے پڑے لوگ جو مراکش کی طرف گئے تھے انہیں واپس بلا لیا گیا ہے اور وہ زویلہ شہر میں اپنے اپنے گھروں میں آباد ہو گئے ہیں۔

دوسری بات جو میں تم سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ ہمارے ناظروں نے یہ اطلاع دی ہے کہ نارمنوں کا لشکر ابھی تک مہدیہ کی بندرگاہ کے نواح میں پڑاؤ کئے ہوئے ہے، یورپی ممالک اور مختلف جزائر سے انہیں کمک پہنچ رہی ہے اور میرے خیال میں وہ اپنے لشکر اور اپنی عسکری قوت کو مزید بہتر اور مستحکم کرنے کے بعد پھر ہمارا رخ کریں گے۔ مخبروں نے جو مزید خبر دی ہے وہ بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

حسن بن مالک نے دشمن کے پڑاؤ میں گھس کر بڑی قیمتی اور بڑی اہم اطلاعات فراہم کی ہیں، اس کا کہنا ہے کہ مایو اور نیانوش دونوں نے زویلہ شہر سے باہر اپنی بدترین شکست کی خبر بڑی فراخدلی سے صقلیہ میں ونیم کو پہنچائی اور اس سے مشورہ طلب کیا کہ ہمیں مسلمانوں کے ساتھ کس طرح نمٹنا چاہئے۔

دراصل زویلہ شہر کے نواح میں ہمارے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد مایو اور نیانوش دونوں کسی قدر بد حوصلہ سے ہو گئے تھے، جس قدر وہ لشکر لے کر آئے تھے انہیں یقین تھا کہ زویلہ کے نواح میں وہ ہمیں بدترین شکست دے کر بھگا دیں گے لیکن ان کی بدقسمتی کہ انہیں ہمارے ہاتھوں شکست اٹھانا پڑی بہر حال ولیم نے جو مشورہ دیا ہے وہ کچھ یوں ہے۔

ولیم نے پیغام بھجوایا ہے کہ وہ صقلیہ سے مزید ایک لشکر بحری بیڑے کے ذریعے مہدیہ پہنچ رہا ہے، ساتھ ہی اس نے یہ بھی مشورہ دیا ہے کہ یورپی ممالک اور آس پاس کے جزائر سے جو نصرانی رضاکار شمالی افریقہ کا رخ کر رہے ہیں انہیں وہاں چند دن پہلے تربیت دی

جائے، مسلمانوں کے جنگی طریقوں سے انہیں آگاہ کیا جائے۔ اس کے بعد ولیم نے یہ مشورہ دیا ہے کہ لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

ولیم نے یہ پیغام بھجوایا ہے، مزید لشکر بجایہ پر حملہ آور ہو، دوسرا بونا پر، تیسرا زویلہ پر اور چوتھا براہ راست ہم سے ٹکرائے، اس طرح گویا نارمن اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد ہمیں بھی اس بات پر مجبور کرنا چاہتے ہیں کہ ہم اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کریں، اس طرح وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے لشکر کی اس تقسیم کے باعث ہماری عسکری قوت کمزور ہو جائے گی۔

تمہارے آنے سے پہلے میں اپنے سالاروں کے ساتھ اسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا۔ نارمنوں کی اس تقسیم کے جواب میں جو طریقہ کار ہم نے تمہاری آمد سے پہلے طے کیا ہے، وہ بھی میں تم سے کہتا ہوں میرے خیال میں اس پر عمل کرتے ہوئے ہم نارمنوں کو کسی بھی محاذ پر پاؤں جمانے کی مہلت نہ دیں گے۔

میرے بیٹے یہ بات تو طے شدہ ہے کہ بجایہ بونا اور زویلہ میں مقامی لوگوں کی مدد سے ہم نے ہر شہر میں ایک لشکر تیار کر دیا ہے جو حملہ آوروں کو روک سکتا ہے اور اگر حملہ آور شہر میں داخل ہونے کی کوشش کریں تو ان کے سامنے بہت بڑی رکاوٹ بن سکتا ہے، شہر کے لوگوں کا حملہ آوروں کو روک دینا ہی کافی ہے، اس لئے کہ اتنی دیر تک ہر شہر کی مدد کے لئے ہم پہنچ سکتے ہیں۔ تم جانتے ہو شہر کے لوگوں کو مسلح کرنے کے لئے بجایہ اور بونا میں ہمیں کسی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑا، ہاں زویلہ میں ہمیں کافی دقت پیش آئی، اس لئے کہ یہاں کے اکثر مسلمان شہر چھوڑ کر بھاگ چکے تھے۔ نارمنوں نے جب یہاں سے اپنا لشکر نکالا تو کچھ لوگ واپس لوٹے، انہی کو ہم نے مسلح کیا، اب جو لوگ مراکش کی طرف گئے تھے وہ بھی لوٹ آئے ہیں اور تمہاری غیر موجودگی میں ان کی تربیت کا کام بھی شروع کر دیا گیا ہے۔ میرے خیال میں زویلہ کے لوگ بھی خود اپنے شہر کو خود مستحکم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اب میں جو اگلا قدم اٹھانا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ ہمیں اپنے آپ کو بجایہ بونا اور زویلہ تک ہی محدود نہیں رکھنا چاہئے۔ اگر دشمن ہمارے لشکر کو تقسیم کر کے ہمیں کمزور کرنا چاہتا ہے تو ہم بھی اس کے لشکر کو مزید تقسیم کریں گے اور ان کی کمزوری کا باعث بنیں گے، میں نے

جو طے کیا ہے وہ یہ کہ یہاں سے طوفانی انداز میں دو حملے کئے جائیں، ایک طرابلس شہر پر اور دوسرا قابس پر، یہ دو بڑے شہر ہیں، اس کے بعد جو باقی ان سے بڑے شہر ہیں ان کی باری بعد میں آئے گی..... بہر حال ہمیں فی الفور طرابلس اور قابس دونوں پر حملہ آور ہو کر ان پر قبضہ کر کے وہاں جس قدر مسلمان جوان ہیں ان کی عسکری تربیت کا کام شروع کر دینا چاہئے اور ان دونوں شہروں میں جو نارمنوں کے لشکر ہیں انہیں تہہ تیغ کر دینا چاہئے۔

اب صورت حال کچھ یوں ہو گی... اگر نارمن اپنے لشکر کو تقسیم کرتے ہیں تو واضح ہے کہ ہم بھی تقسیم ہوں گے... تمہاری آمد سے پہلے جو فیصلہ میں نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر نارمن مختلف شہروں پر حملہ آور ہوتے ہیں تو ان کا سدباب کرنے کے لئے ہماری تقسیم کچھ یوں ہو گی۔

محمد بن رشید اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ قابس کا دفاع کرے گا... طرابلس یحییٰ بن مطروح کی ذمہ داری ہو گی... بنغازیہ امیر البحر ابو عمران کے حصے آئے گا، بونہ کی حفاظت سپہ سالار یحییٰ بن عبدالعزیز کرے گا... عمر بن حسین میرے بیٹے میں اور تم یہیں رہیں گے جہاں اس وقت پڑاؤ کیا ہوا ہے، اب ہمارا اگلا قدم کچھ اس طرح ہو گا۔

اگر دشمن زویلہ پر بھی حملہ آور ہوتا ہے تو زویلہ کا دفاع میں خود کروں گا، باقی رہ گئے تم میرے بیٹے تمہارا کام یہ ہو گا کہ جس شہر میں بھی ہمارے لشکریوں کے اندر کمزوری کے آثار نمودار ہوں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ تم وہاں پہنچو گے اور دشمن کو مار بھگاؤ گے۔

بیٹے اس کام کے لئے ہمیں اپنے مخبری کے نظام کو مستعد کرنا ہو گا... خصوصیت کے ساتھ حسن بن ملک اور حرب بن حباس سے کہنا ہو گا کہ وہ اپنے ماتحت کام کرنے والے جوانوں کے ساتھ ان سارے شہروں پر نگاہ رکھیں اور تیز رفتار سواروں کے ذریعے جس شہر میں بھی کمزوری کے آثار پیدا ہوں اس کی ہمیں اطلاع دیں... مجھے امید ہے کہ اس لائحہ عمل کو عمل کر ہم کامیاب کریں تو نارمن اگر ایڑی چوٹی کا بھی زور لگائیں تو وہ ہمارے لشکر کو تقسیم کرنے کے باوجود کوئی بھی شہر ہم سے واپس لینے میں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان عبدالمومن رکا، کچھ سوچا، اس کے بعد عمر بن حسین کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔

عمر بن حسین میرے بیٹے اور محمد بن رشید یحییٰ بن مطروح کیا تم تینوں ہماری اس تجویز

سے متفق ہو۔

اس موقع پر محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح دونوں عمر بن حسین کی طرف دیکھنے لگے تھے..... شاید وہ چاہتے تھے اس کا جواب عمر بن حسین ہی دے، اس پر عمر بن حسین فوراً بول پڑا۔

سلطان محترم جو تجویز آپ نے پیش کی ہے میں اس سے پوری طرح متفق ہوں۔

سلطان کے چہرے پر اطمینان کے سائے نمودار ہوئے، اس کے بعد دوبارہ سلطان نے کہنا شروع کیا۔

یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہم ایک تجویز پر سب متفق ہوئے ہیں، اب فی الفور جو ہمارے سامنے اہم مرحلہ ہے وہ یہ کہ طرابلس اور قابس پر فی الفور قبضہ کیا جائے... عمر بن حسین میرے بیٹے آنے والی شب کی گہری تاریکی میں لشکر یہاں سے کوچ کرے گا، اپنی روانگی کو راز میں رکھا جائے گا... روانگی سے پہلے اپنے چاروں طرف مسلح مخبر پھیلا دیئے جائیں گے، تاکہ دشمن اگر ہماری نقل و حرکت پر نگاہ رکھنا چاہتا ہے تو ان کے مخبر ہماری نقل و حرکت سے انہیں اس وقت آگاہ کر سکیں جب تک ہم طرابلس اور قابس کے قریب پہنچ چکے ہوں، میرے عزیز اگر ہم طرابلس اور قابس جیسے دو اہم شہروں کو نارمنوں سے چھین لیں تو یاد رکھنا ایک طرح سے ہم نارمنوں کی پیٹھ پر خنجر گھونپنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

عشاء کی نماز کے بعد یہاں سے کوچ کیا جائے گا، بڑی برق رفتاری اور بڑی تیزی کے ساتھ طرابلس کی طرف کوچ کیا جائے گا... پورا لشکر طرابلس کی طرف جائے گا۔

میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ بنغازیہ شہر میں مقامی جوانوں کے خاصے بڑے دستے ہیں جو بڑی آسانی کے ساتھ حملہ آوروں کا دفاع کر سکتے ہیں، جہاں تک زویلہ کا تعلق ہے یہاں کچھ کمزوری کے آثار ہیں... اس لئے کہ یہاں مسلمانوں کا نارمنوں نے قتل عام کیا، جب ہمارے خوف سے نارمنوں نے اپنا لشکر نکال لیا تب ادھر ادھر بھٹکتے ہوئے کچھ مسلمان واپس آئے تھے، انہیں بھی ہم نے تربیت دی اور جو لوگ ہجرت کی طرف آئے تھے وہ بھی لوٹ آئے ہیں، انہیں بھی تربیت دی جا رہی ہے، جو دستے تربیت پر مقرر ہیں وہ زویلہ شہر ہی میں رہیں گے تاکہ ہماری غیر موجودگی میں نارمنوں کے لشکر کا کوئی حصہ زویلہ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتا ہے تو مقامی تربیت یافتہ جوانوں کے ساتھ مل کر جو دستے ہم یہاں چھوڑ

کر جائیں گے وہ بڑی عمدگی سے شہر کا دفاع کر سکیں گے۔

طرابلس پر حملہ آور ہونے کے بعد لشکر کا ایک حصہ طرابلس میں چھوڑا جائے گا، اس کے بعد ہم قابس کا رُخ کریں گے، میرا ارادہ ہے کہ آنے والا سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے ہم طرابلس اور قابس شہروں پر قابض ہو چکے ہوں ۔ اگر ہم ایسا کر دکھائیں تو یاد رکھنا ہماری اس کارگزاری سے نارمنوں کے پاؤں تلے سے زمین نکل کر رہ جائے گی اور ان پر ہمارا خوف اور زیادہ طاری ہو کر رہ جائے گا۔

سلطان عبدالمومن کی اس تجویز سے بھی سب نے اتفاق کیا، پھر سب اُٹھ کھڑے ہوئے، لشکر گاہ میں مغرب کی اذان ہونا شروع ہو گئی تھی ۔ مغرب کی نماز کے بعد لشکر نے کھانا کھایا، اس کے بعد عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد لشکر بڑی تیزی کے ساتھ طرابلس کا رُخ کر رہا تھا۔

☆

سلطان عبدالمومن اور عمر بن حسین نے چونکہ میلوں دُور دُور تک اپنے مسلح جوان پھیلا دیئے تھے، لہٰذا ان کی نقل و حرکت کی اطلاع بروقت مایو اور نیانوش تک نہ پہنچ سکی، وہ اپنے پورے لشکر کے ساتھ مہدیہ کی بندرگاہ کے نواح میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔

رات کی گہری تاریکی میں آندھی اور طوفان کی طرح سلطان اپنے پورے لشکر کے ساتھ طرابلس پہنچا اور طرابلس کے مشرقی حصے میں اپنے لشکر کا پڑاؤ کیا تھا۔

سلطان نے وقت ضائع نہیں کیا، بلکہ شہر پر حملہ آور ہونے کی اس نے تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ شہر کے اندر جو نارمنوں کا لشکر تھا، انہیں جب خبر ہوئی کہ رات کی تاریکی میں مسلمان شہر پر حملہ آور ہونے لگے ہیں وہ بڑے پریشان اور فکرمند ہوئے، وہ امید بھی نہیں کر سکتے تھے کہ نارمنوں کے اتنے بڑے لشکر کو فراموش کرتے ہوئے مسلمان طرابلس کا رُخ کریں گے۔ بہرحال طرابلس شہر کے اندر جو نارمنوں کا لشکر تھا اسے فصیل کے اُوپر بالکل چوکس کر دیا گیا تھا۔

سلطان نے طرابلس کو ختم کرنے کا وہی طریقہ استعمال کرنے کا ارادہ کیا جو طریقہ اس نے بجایہ میں استعمال کیا تھا ۔ رات کی تاریکی میں بڑی تیزی کے ساتھ پیتل کا جو سانڈھ نما سر تھا اس کی گردن والے خول میں آگ کی آنچ میں حرارت کا ایک تناؤ لا گیا، اسے لکڑی کے

بڑے بڑے پہیوں والے چھکڑے میں اسی طرح پیوست کیا گیا جیسے بجایہ میں کیا گیا تھا، اس کا اگلا حصہ خوب اُونچا رکھا گیا تھا۔ جب یہ کام ہو چکا تب سلطان کچھ وزیر اپنے سالاروں کے ساتھ صلاح مشورہ کرتا رہا۔۔۔ فیصلہ یہ ہوا کہ پیتل کے اس بھیلے کے سر سے مشرقی دروازے کے دائیں جانب جو تین برج تھے، انہیں گرایا جائے، اس کے بعد تیز تیر اندازی کر کے فصیل کے اُوپر جو محافظ ہیں انہیں پیچھے ہٹایا جائے اور ایسا ہوتے ہی فصیل پر چڑھنے کی کوشش کی جائے۔

یہ فیصلہ ہوتے ہی لشکر کی بڑی تیزی سے چھکڑے کو حرکت میں لایا، بھیلے کے پیتل کے سر کی پہلی ہی ضرب سے ایک برج نیچے آیا ۔۔۔ پھر دوسرے اور تیسرے برج کی بھی یہی حالت ہوئی، اس کے بعد مسلمانوں کی طرف سے موسلا دھار بارش کی طرح جب تیر اندازی کی گئی تو اس جگہ جو محافظ تھے وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے تھے ۔ بس ان کا پیچھے ہٹنا تھا کہ تن کی آن میں شہر کی فصیل پر رسوں کی سیڑھیاں پھینک دی گئیں اور پھر عمر بن حسین، یحییٰ بن عبدالعزیز، یحییٰ بن مطروح، امیر البحر ابو عمران، محمد بن رشید اور دیگر سالار بڑی تیزی کے ساتھ اپنے اپنے لشکریوں کو لے کر اُوپر چڑھنے لگے تھے۔

مسلمان اس قدر تیزی کے ساتھ فصیل کے اُوپر گئے کہ فصیل کی دوسری سمت جو لشکر تھا اسے موقع ہی نہ ملا کہ سمت کر مسلمانوں کی راہ روک سکیں، جب تک انہیں خبر ہوئی کہ مسلمان فصیل پر چڑھ آئے ہیں، اس وقت تک پانی ان کے سر سے اُوپر جا چکا تھا، اس لئے کہ مسلمان کافی تعداد میں اُوپر چڑھ چکے تھے اور جس جگہ سے وہ اُوپر چڑھے تھے اس جگہ جس قدر نارمن محافظ تھے ان کا انہوں نے خاتمہ کر دیا تھا، سلطان عبدالمومن ابھی تک لشکر کے ایک حصے کے ساتھ نیچے ہی کھڑا تھا۔

بجایہ شہر کی طرح مسلمانوں نے لڑتے بھڑتے نیچے اتر کر طرابلس کا شرقی دروازہ کھول لیا، دروازہ کھلتے ہی سلطان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اندر داخل ہوا، شہر کے اندر جس قدر نارمنوں کا لشکر تھا، لمحوں کے اندر اس کا خاتمہ کر دیا گیا اور طرابلس پر سلطان قابض ہو گیا تھا۔

طرابلس کو فتح کر کے سلطان نے وہاں قیام کر کے وقت ضائع نہیں کیا، لشکر کا ایک حصہ اس نے اپنے سپہ سالار اسی یحییٰ بن عبدالعزیز اور ابو عمران کے حوالے کیا اور ان دونوں

کو طرابلس میں چھوڑا، خود سلطان عمر بن حسین، محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کے ساتھ باقی لشکر کے ساتھ رات کی گہری تاریکی میں قابس شہر کا رُخ کر گیا تھا۔

یہ ساری کارروائی اس قدر تیزی کے ساتھ ہوئی تھی کہ قابس شہر والوں کو ابھی تک یہ خبر نہ ہو پائی تھی کہ مسلمانوں نے بجایہ بونا اور زویلہ کے بعد طرابلس پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔ مسلمان جب آدھی رات کے کافی بعد قابس کے شمالی دروازے کے سامنے نمودار ہوئے تب قابس کے اندر جو نامن لشکر تھا اس کے حواس اُڑ گئے، انہیں احساس ہو گیا تھا کہ بجایہ بونا زویلہ اور طرابلس کو بھی فتح کرتا ہوا سلطان ان کی طرف آیا ہے۔ سلطان اور امیر عمر بن حسین کا نام پہلے ہی نارمنوں کے لئے خوف اور دہشت کا باعث بنا ہوا تھا..... رات کی گہری تاریکی میں جب سلطان قابس کے سامنے نمودار ہوا تو نارمن لرز کانپ گئے تھے، انہیں یہ بھی امید نہ تھی کہ مایو یا نیانوش سلطان کے خلاف ان کی مدد کو نہ پہنچ پائیں گے، جبکہ مایو اور نیانوش ابھی تک مہدیہ ہی میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔ ان کی بدقسمتی کہ انہیں ابھی تک خبر نہ ہو پائی تھی کہ سلطان نے طرابلس پر قبضہ کر لیا ہے۔ سلطان جب قابس کے شمالی دروازے کے قریب پہنچا تو اس نے دیکھا، قابس کی فصیل پر برج چھوٹے اس کے علاوہ دُور دُور فاصلے پر تھے۔ چھوٹے برج تک اندھیرے میں سلطان نے فصیل کا جائزہ لیا، پھر اپنے پہلو میں کھڑے عمر بن حسین، محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کی طرف دیکھا، اس کے بعد انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیزو! میرا اول کہنا ہے کہ ہمیں یہاں پتنگ کے بھیلے کا سر استعمال کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، ایک تو فصیل کے اُوپر جو خلال بنے ہوئے ہیں ان کی اُونچائی کم ہے، برجوں کے درمیان فاصلہ ضرورت سے زیادہ ہے۔ یہاں ہم صرف تیز تیر اندازی کر کے فصیل کے اُوپر پہرہ دینے والے محافظوں کو اگر مصروف کار کر دیں تو اس آڑ میں فصیل پر چڑھ کر ہم اپنی کامیابی کا دروازہ کھول سکتے ہیں۔

سلطان کی اس تجویز پر فوراً عمل کیا گیا، کچھ تیر انداز شہر کی فصیل کے قریب گئے، ان کے سامنے کچھ جوان اس طرح ڈھالیں تان کر بیٹھ گئے تھے کہ ان کی آڑ میں رہتے ہوئے تیر انداز شہر پر تیر اندازی کر سکیں۔

کچھ دیر تک موسلا دھار بارش کی طرح فصیل کے اس حصے پر تیر برسائے گئے، فصیل کی طرف سے بھی تیروں کی بارش کی جاتی رہی۔ سلطان نے جب دیکھا کہ فصیل کی

طرف سے تیروں کے آنے کی رفتار کم اور سست ہو گئی ہے، تب اس نے اپنے لشکریوں کو فصیل کے اُوپر چڑھنے کا حکم دے دیا تھا۔

طرابلس ہی کی طرح رسوں کی سیڑھیوں سے لشکریوں نے اُوپر چڑھنا شروع کیا، حیرت کی بات کہ اس بار سلطان بھی اپنے لشکر کے ساتھ رسوں کی سیڑھیوں سے فصیل پر چڑھ گیا تھا، وہ تیر انداز جو نیچے بیٹھ کر فصیل پر تیر اندازی کر رہے تھے، وہ نیچے ہی رہے۔ بہرحال سلطان کے علاوہ عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے تھے..... فصیل کے اُوپر جو محافظ لشکر تھا انہوں کے اندر اس کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اس کے بعد نیچے جو مسلمان تیر انداز بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے جو جوان ڈھالیں سنبھالے ان کی آڑ بنے ہوئے تھے، وہ بھی فصیل پر چڑھ گئے۔

فصیل پر نارمنوں کا خاتمہ کرنے کے بعد سلطان اپنے لشکر کے ساتھ نیچے اُترا، شہر کے اندر ایک بار گھمسان کا رن پڑا، نارمن زیادہ دیر تک سلطان کے حملوں کا دباؤ برداشت نہ کر سکے۔ بھاگ کھڑے ہوئے، سلطان نے شہر کے محافظوں کا خاتمہ کر دیا اور گلی کوچوں میں نارمنوں کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔

شہر کے لوگوں کو جب خبر ہوئی کہ سلطان عبدالمومن اور سفاقس کے امیر عمر بن حسین شہر پر حملہ آور ہو گئے ہیں اور نارمنوں کو شکست دے کر انہوں نے گلی کوچوں میں ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کا قتل عام شروع کیا ہے تو شہر کے اندر خوشیوں کا ایک سماں برپا ہو گیا تھا۔ لوگ مسلح ہو کر اپنے گھروں سے باہر نکل آئے، مسلمانوں کا بہترین استقبال کرنے کے ساتھ ساتھ وہ گلی کوچوں میں بھاگتے ہوئے نارمنوں کا قتل عام بھی کرنے لگے تھے۔

صبح کا سورج جب طلوع ہوا تو شہر کے لوگوں نے دیکھا، نارمنوں کے بجائے اب مسلمانوں کا شہر پر قبضہ تھا، سلطان نے بڑی تیزی کے ساتھ شہر کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لینا شروع کر دیا تھا۔ سلطان نے وقت ضائع نہیں کیا، جس رات سلطان نے شہر کو فتح کیا اس سے اگلے روز شہر کے جوانوں کو ایک جگہ جمع کیا گیا، ان کی فہرستیں تیار کی گئیں، ان کے اندر ہی ان میں سے کمانڈر اور سالار مقرر کئے گئے اور ان کی عسکری تربیت کا کام شروع کر دیا گیا تھا۔ دوسری جانب یہی کام طرابلس شہر میں یحییٰ بن عبدالعزیز اور امیر ابوالحرا ابو عمران بھی شروع کر چکے تھے۔

✪✪✪

جس رات سلطان نے طرابلس اور قابس شہر پر قبضہ کیا اس سے اگلے روز مایو اور نیانوش کو اطلاع ملی کہ رات کی تاریکی میں سلطان نے طرابلس اور قابس دونوں شہروں پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ صورت تارمنوں کے لئے ناگہانی تھی، مایو نے سپہ سالار اعلیٰ نیانوش کے علاوہ سارے سالاروں کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب سب لوگ اس کے پاس پہنچ گئے تب ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے مایو کہنے لگا۔

حیرت اور افسوس کی بات ہے کہ رات کی تاریکی میں مسلمانوں کا سلطان بڑی آسانی کے ساتھ دو شہروں طرابلس اور قابس پر قابض ہو گیا اور ہمارے ناظروں نے اطلاع تک نہ دی کہ سلطان زویلہ سے کوچ کر چکا ہے تھوڑی دیر پہلے کچھ ناظر یہ خبر لے کر آئے ہیں کہ مسلمان دونوں شہروں پر قابض ہو چکے ہیں، میں سمجھتا ہوں یہ ہماری بدقسمتی ہے ہمارا جاسوسی کا نظام مسلمانوں کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے۔

قبل اس کے مایو کی گفتگو کا کوئی جواب دیتا جو ناظر یہ اطلاع لے کر آئے تھے ان میں سے ایک مایو کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

دراصل مسلمانوں نے طرابلس اور قابس کا رُخ کرنے سے پہلے دُور دُور تک اپنے مسلح جوان پھیلا دیئے تھے اور جو بھی مشکوک شخص یا تارمن انہیں ملا اس کو انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا، اس بنا پر مسلمانوں کے طرابلس اور قابس پر قبضہ ہونے کی اطلاع بروقت یہاں نہ پہنچ سکی۔

اس گفتگو سے مایو کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ نیانوش کے ساتھ

بڑی رازدارانہ سی گفتگو کرتا رہا، پھر سارے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیزو! پہلے میرا ارادہ تھا کہ ولیم کی ہدایات کے مطابق اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے، ایک زویلہ پر دوسرا یونا، تیسرا بجایہ شہر پر حملہ آور ہوگا، نیز ایک مزید لشکر تیار کیا جائے جو سفاقس پر حملہ آور ہو کر اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دے، لیکن اب ایسا کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں رہا، اس لئے کہ مسلمانوں نے ہمارے دو مزید شہروں پر قبضہ کر لیا ہے، اب تین کے بجائے لشکر کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

اس طرح یہ پانچ حصے اپنے اپنے کمانڈروں کی سرکردگی میں زویلہ، یونا، بجایہ، طرابلس اور قابس پر حملہ آور ہوں گے۔

اب جبکہ مسلمان طرابلس اور قابس پر قبضہ کر چکے ہیں تو ظاہری بات ہے اس وقت مسلمانوں کی ساری قوت طرابلس یا قابس میں سے ایک شہر میں ہو گی یا یہ کہ زیادہ سے زیادہ وہ اپنی قوت کو دو حصوں میں تقسیم کر کے طرابلس اور قابس میں قیام کئے ہوں گے۔

یہ صورتِ حال ہمارے حق میں جاتی ہے، آج پورا لشکر آرام کرے گا، کل بھی یہ خبر پھیلنے نہ دی جائے گی کہ ہم اپنے لشکر کو پانچ حصوں میں تقسیم کر کے مسلمانوں کے خلاف نئی یلغار کرنے لگے ہیں ... شام کا سورج جب غروب ہو جائے گا تو مہدیہ کی حفاظت کے لئے ایک لشکر چھوڑا جائے گا، اس کے بعد لشکر کو پانچ حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصہ اپنے اپنے ہدف کی طرف بڑھے گا۔

ہمارے اس منصوبے کے دو ردِ عمل ظاہر ہو سکتے ہیں، اول یہ کہ جب مسلمانوں کو یہ خبر پہنچے گی کہ ہم ان کے لئے پانچ محاذ کھول رہے ہیں، اول تو وہ ہمارے مقابلے میں پانچ محاذ کھولنے کی کوشش کریں گے، اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو یہ ان کی طرف سے ایک بھیانک غلطی ہو گی ... اس وقت بھی ہمارے لشکر کی تعداد ان سے کئی گنا زیادہ ہے، ان کے لشکر کی تعداد چونکہ کم ہے، لہٰذا جب وہ اپنے حصے کے لشکر کو پانچ حصوں میں تقسیم کریں گے تو میرا دل کہتا ہے وہ ہمارے سامنے پانچوں شہروں کا دفاع نہیں کر سکیں گے۔

اور اگر وہ اپنے آپ کو تقسیم کر کے کمزور نہیں کرتے، طرابلس اور قابس ہی میں رہتے ہیں یا یہ کہ ان دونوں شہروں میں سے ایک میں اپنی قوت کو مجتمع کرتے ہیں، تب بھی ہمارے لئے بڑی آسانیاں ہو جائیں گی، اس لئے کہ رات کی گہری تاریکی میں زویلہ یونا اور بجایہ پر

قبضہ کرنا ہمارے لئے کوئی مشکل نہیں، جب یہاں کوئی عسکری قوت ہی نہیں ہوگی تو کون دفاع کرے گا جو تین حصے زویلہ، بوتا اور بجایہ کی طرف جائیں گے، ان شہروں پر قبضہ کرنے کے بعد بڑی برق رفتاری سے طرابلس اور قابس کا رخ کریں گے مسلمان ان دو شہروں میں یا ان میں سے ایک شہر میں ہوں گے، لہٰذا متحد ہو کر ان سے نمٹنا ہمارے لئے مشکل نہیں رہے گا۔

اگر مسلمان ایک شہر میں ہوں تو یہ ہمارے لئے زیادہ آسانی ہے، ظاہر ہے مسلمان شہر کے اندر ہوں گے ہم محاصرہ کریں گے محاصرے کو طول دیں گے اور جب مسلمانوں کے پاس خوراک اور رسد کا دوسرا سامان ختم ہو جائے گا تو یا در کھنا ان کے سامنے ایک ہی راستہ ہوگا اور وہ یہ کہ ہمارے سامنے ہتھیار ڈال دیں اور اگر مسلمان قابس اور طرابلس دونوں شہروں میں تقسیم ہو کر پڑے ہوئے ہوں تب بھی دونوں شہروں کا محاصرہ کر لیا جائے گا اور یہ محاصرہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک مسلمان ہمارے سامنے اپنی بے بسی کا اظہار نہیں کرتے۔

یہاں تک کہنے کے بعد یوزکا اس کے بعد اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا، اب تم سب لوگ اٹھو اور آنے والی شب کو یہاں سے کوچ کرنے کی تیاری کو آخری شکل دو اس کے ساتھ ہی سارے سالار اٹھ کر لشکر کی طرف چلے گئے تھے۔

☆

عبدیس بن کسینہ اس کی بیوی لیلیانہ، بیٹی شرینہ اور بیٹا شالیب چاروں اپنی حویلی کے دیوان خانے میں بیٹھے گھریلو موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ حویلی کے صدر دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

شالیب دیوان خانے سے نکلا، بھاگتے ہوئے اس نے صحن عبور کیا، پھر حویلی کے صدر دروازے کی طرف بڑھا تھا اس نے دروازہ کھولا تو سامنے کوئی اجنبی کھڑا تھا شالیب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اگر میں غلطی پر نہیں تو تم عبدیس بن کسینہ کے بیٹے شالیب ہو کیا، اس وقت عبدیس بن کسینہ گھر پر ہیں۔

شالیب ایک طرف ہٹ گیا اور کہنے لگا ہاں میں ان کا بیٹا ہوں اور وہ اس وقت گھر پر

ہی ہیں۔

اجنبی اندر داخل ہوا اور کہنے لگا میں ان سے ملنا چاہتا ہوں، شالیب نے حویلی کا دروازہ بند کر دیا اجنبی حویلی کا صحن عبور کرتا ہوا شالیب کے ساتھ آگے بڑھا حویلی کی اوپر والی جو منزل تھی کئی کھڑکیاں بالکونی سے کچھ مسلح جوان بھی نیچے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے اجنبی کو شالیب کے ساتھ دیوان خانے کی طرف جاتے دیکھا اور آپس میں گفتگو کرنے لگے تھے، ان میں سے ایک دوسرے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یہ شخص یہاں کیا کرنے آیا ہے، دوسرے نے کندھے اچکائے اور کہنے لگا ہو سکتا ہے یہ عبدیس بن کسینہ کا پرانا جاننے والا ہو، پھر وہ بالکونی سے ہٹ گئے تھے۔

اجنبی کو لے کر شالیب دیوان خانے میں داخل ہوا، اسے دیکھتے ہی شرینہ اپنی جگہ سے اٹھی، دیوان خانے سے باہر نکل گئی تھی اس کے پیچھے پیچھے شالیب بھی چلا گیا تھا اجنبی عبدیس بن کسینہ کے پاس آیا۔

عبدیس بن کسینہ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس سے مصافحہ کیا اور اپنے قریب ہی بیٹھنے کے لئے اس سے کہا وہ عبدیس بن کسینہ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

شرینہ اور شالیب دیوان خانے کے دروازے کے قریب ہی کھڑے ہو گئے تھے۔

اجنبی جب بیٹھ گیا تو عبدیس بن کسینہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے رازداری میں کہنے لگا۔

کس سلسلے میں آئے ہو علی بن عبدالعزیز!

اجنبی نے اپنے لباس کے اندر سے ایک خط نکالا اور وہ عبدیس بن کسینہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

محترم عبدیس بن کسینہ یہ خط پڑھیں، اس کے بعد مجھے جواب دیں اس لئے کہ یہ خط بڑا اہم ہے۔

عبدیس بن کسینہ نے وہ خط لے لیا لرزتے کانپتے ہاتھوں سے اس نے خط کی تہیں کھولیں اور خط کو پڑھنے لگا خط کو پڑھنے کے بعد وہ کچھ اداس اور افسردہ ہو گیا تھا۔

اس کی یہ کیفیت دیکھتے ہوئے اس کی بیوی لیلیانہ نے جھٹ سے پوچھ لیا۔

کس کا خط ہے اور اس میں کیا لکھا ہے۔

اس پر اداس سی آواز میں عبدیس بن کسینہ کہنے لگا خط تو مانو کی طرف سے ہے،

اس میں لکھا ہے کہ میں اپنی بیٹی شرینہ کی شادی قاسم بن اسحاق سے کر دوں۔

لیلیانہ تھوڑی دیر خاموش رہی، پھر اپنے شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

قاسم بن اسحاق کون ہے۔

عبدلیس بن کسیمہ نے کچھ سوچا دائیں بائیں دیکھا، پھر کہنے لگا یہ قاسم بن اسحاق سلاقس کے نواح میں مصمودہ نام کی بستی میں رہتا ہے، اس کا تعلق صنہاجی قبیلے ہے، یوں جانو یہ صنہاجی قبیلے کے سرکردہ لوگوں میں سے ہے، جس طرح مفرج بن سالم صقلیہ میں رہ کر تارمنوں کے لئے کام کرتا ہے، اسی طرح قاسم بن اسحاق یہاں افریقہ میں تارمنوں کے حق میں کام کرنے والے سب لوگوں کا سردار ہے۔ یہاں کے سب فیصلے اس کی مرضی کے مطابق کئے جاتے ہیں ..... مایو نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ میں شرینہ کی شادی قاسم بن اسحاق سے کر دوں۔

عبدلیس بن کسیمہ خاموش ہو گیا، تھوڑی دیر خاموشی رہی اس کے بعد آنے والے اجنبی نے جس نے اپنا نام علی بن عبدالعزیز بتایا تھا عبدلیس بن کسیمہ کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیز اب آپ اس خط کے جواب میں کیا کہتے ہیں، اس لئے کہ یہ خط مجھے قاسم بن اسحاق نے دے کے بھیجا ہے اور میں مصمودہ سے آیا ہوں اور میرے کچھ ساتھی جوان باہر گلی میں بھی کھڑے ہوئے ہیں، ایسا ہم احتیاط کے طور پر کرتے ہیں شہر کے اندر جو ہمارے آدمی ہیں میں رات ان کے پاس ہی بسر کروں گا اور اگلے روز اپنے ساتھیوں کے ساتھ مصمودہ کی طرف چلا جاؤں گا۔

عبدلیس بن کسیمہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور آنے والے علی بن عبدالعزیز کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن عبدالعزیز تم تھوڑی دیر ٹھہرو اس سلسلے میں میں اپنی بیٹی سے بات کرتا ہوں، دیکھو یہ شادی کا معاملہ ہے، اس میں اس کی رضامندی بڑی لازمی ہے پھر لیلیانہ کی طرف دیکھتے ہوئے عبدلیس بن کسیمہ کہنے لگا، لیلیانہ تم بھی میرے ساتھ آؤ۔

شرینہ اور شالیب دونوں بھاگتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چلے گئے تھے اور اپنی مسہریوں پر جا کر بیٹھ گئے تھے عبدلیس بن کسیمہ اور لیلیانہ دیوان خانے سے نکلے، شرینہ

اور شالیب کی طرف گئے، ان دونوں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر دونوں بہن بھائی کھڑے ہو گئے تھے۔

آگے بڑھ کر جب عبدلیس بن کسیمہ اور لیلیانہ بیٹھ گئے، تب وہ دونوں بہن بھائی جہاں سے اٹھے تھے وہیں بیٹھ گئے تھے، تھوڑی دیر تک خاموشی رہی، پھر عبدلیس بن کسیمہ نے اپنی بیٹی شرینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

یہ جو اجنبی گھر میں داخل ہوا ہے، یہ ایک نئی اقتدار لے کر وارد ہوا ہے، مجھے امید ہے میری بیٹی تم اس سلسلے میں ہم دونوں میاں بیوی کا ساتھ دو گے، میں پہلے تمہیں پوری صورت حال سے آگاہ کر دوں، اس کے بعد اپنے مطلب کی طرف آتا ہوں۔

بنی محمد بن رشید اور لولو بن نصر کے بعد صنہاجی قبیلے کی دو بڑی اہم شخصیتیں ہیں، ایک مفرج بن سالم، دوسرا قاسم بن اسحاق، مفرج بن سالم صقلیہ میں رہتے ہوئے تارمنوں کے حق میں کام کر رہا ہے وہاں سے وہ جو کام کرنا ہوتا ہے، اس کے احکامات وہیں سے لے کر جاری کرتا ہے، اس کے ساتھ اس کے کچھ کارندے ہیں جو پیغام رسانی کا کام کرتے ہیں۔

یہ پیغام یہاں ایک شخص قاسم بن اسحاق کے پاس آتے ہیں، یوں جانو جس طرح مفرج بن سالم معتز ہے، ایسے ہی قاسم بن اسحاق بھی ہے جس طرح مفرج بن سالم صقلیہ میں تارمنوں کے حق میں کام کر رہا ہے، اسی طرح قاسم بن اسحاق افریقہ میں رہتے ہوئے تارمنوں کا جانثار ہے یہ شخص سلاقس کے نواح میں مصمودہ نام کی بستی میں رہتا ہے یوں جانو وہاں کا یہ سردار ہے، بیٹی یہ جو اجنبی گھر میں آیا ہے اس کا نام علی بن عبدالعزیز ہے۔ یہ مایو کا خط لے کر آیا ہے مایو نے اس خط میں لکھا ہے کہ میں تمہاری شادی قاسم بن اسحاق کے ساتھ کر دوں، میری بچی بولو اس سلسلے میں تم کیا کہتی ہو دیکھو سوچ کر جواب دینا جو حالات ہیں وہ تمہارے سامنے ہیں، ہمیں مایوس مت کرنا۔

جو تفصیل عبدلیس بن کسیمہ نے کہی، وہ شرینہ اور شالیب دونوں بہن بھائی پہلے ہی سن چکے تھے اور شاید کوئی فیصلہ بھی کر چکے تھے عبدلیس بن کسیمہ جب خاموش ہوا تو شرینہ بول پڑی۔

اے میرے باپ آپ برا مت مانئے گا، جس شخص کا آپ نے ذکر کیا ہے میں کسی بھی صورت اس سے شادی نہیں کروں گی اور پھر میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ امیر عمر

بن حسین کی محترم ماں صفورہ نے پہلے ہی کہیں میرے لئے رشتے کا انتخاب کر رکھا ہے، میں نے ان کے آگے بھی ابھی ہاں نہیں کی، میں نے انہیں صرف یہ بتایا ہے کہ جہاں وہ میرا رشتہ طے کر رہی ہیں یا جہاں وہ منسوب کرنے کا ارادہ کر چکی ہیں میں جائزہ لوں گی، اگر جس سے منسوب کیا جا رہا ہے وہ پسند کا شخص ہوا تو ہاں کروں گی، ورنہ میں انکار کر دوں گی۔

اس لئے میرے باپ پہلے میں یہ دیکھوں گی کہ صفورہ خاتون مجھے کہاں بیاہنا چاہتی ہیں، اس کے بعد میں آپ کو جواب دوں گی، بہرحال یہ میں آپ کو پہلے سے بتا دوں کہ اس قاسم بن اسحاق نام کے شخص سے میں کسی بھی صورت شادی نہیں کروں گی۔

شرینہ جب خاموش ہوئی تو تھوڑی دیر تک عبدیس بن کسینہ اور لیلیانہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے، پھر لیلیانہ کو عبدیس بن کسینہ نے مخصوص اشارہ کیا۔ اس پر لیلیانہ نے شرینہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا، اس کا منہ اس کے گال، اس کی پیشانی چومی، پھر انتہائی شفقت میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

میری بیٹی تمہاری شادی کہیں نہ کہیں تو ہونی ہے اور صفورہ خاتون کون ہوتی ہے، تمہاری شادی کا اہتمام کرنے والی کیا ہم دونوں میاں بیوی مر گئے ہیں۔ اگر اسے کچھ کرنا ہے تو اسے پہلے ہم سے مشورہ کرنا چاہئے تھا اور پھر میری بیٹی قاسم بن اسحاق سے شادی کرنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔ وہ صنہاجی قبیلے کے سرکردہ لوگوں میں سے ہے، ایسے ہی جیسے محمد بن رشید اور لولو بن نصر ہیں، پھر معصورہ نام کی بستی کا سردار بھی ہے۔ بیٹے اگر اس کے ساتھ تمہاری شادی ہوتی ہے تو میرے خیال میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ اس میں ہماری عزت افزائی ہے اور ہم پہلے سے زیادہ فوائد حاصل کر سکیں گے۔

شرینہ نے لمحہ بھر کے لئے بڑی بے زاری سے اپنے باپ کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

اے میرے باپ صرف فوائد ہی کو نہیں دیکھا جاتا، سب سے پہلے انسان کو اپنی عزت اپنے ناموس کو نگاہ میں رکھنا چاہئے، اے میرے باپ میں کسی بھی صورت اس شخص کے ساتھ شادی نہیں کروں گی۔ یہاں تک کہنے کے بعد شرینہ لمحہ بھر کے لئے رکی، اس کے بعد انتہائی بے بسی اور عاجزی میں اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

میرے باپ بیٹیاں تو ماں باپ کے لئے گوہر کی آب سجاتی، چاند کی کرنوں بدلتی رتوں کے سنگھار اور مسکراتے سنورتے چہروں کی مانند ہوتی ہیں۔ آپ دونوں نجانے کس

دنیا کے باسی ہیں کہ مجھے اداس رتوں، موت کے سمندر نالہ آہ و بکا کے گریہ شبنم سی رائیگاں اور قصہ الم جان کر اپنے کندھوں سے اتار پھینکنا چاہتے ہیں۔

بیٹیاں ماں باپ کے دل نامطمئن کی تسکین ہوتی ہیں، جہاں بیٹے کا معتبر لفظ سن کر رشتوں کی حرمت کے تحفظ کا احساس ہوتا ہے، وہاں بیٹیاں بھی ماں باپ کے گھر میں گلشن کی خوشبو اور وقت کی دہلیز کی حرمت ہوتی ہیں، اے میرے باپ جب میں نے آپ کے ناموس کی حفاظت بھی کی ہے۔ آپ کی عزت پر کوئی دھبہ بھی نہیں آنے دیا، آپ کے اعتبار کو بھی کوئی فریب نہیں دیا، پھر میرے کس جرم میرے کس گناہ کی وجہ سے آپ مجھے شیشے کو میلی آنکھ سے دیکھنے والوں، دوشیزاؤں کے شانے سے شانہ مار کر چلنے والوں، سروں کو بے رو کرنے والوں اور چہروں کو مقدس حیا سے محروم کرنے والوں کے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔

شرینہ تھوڑی دیر کے لئے رکی پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

اگر آپ دونوں عدل کے اس سورج تلے مجھے خود فریب زیست کا بوجھ، تاریکیوں کا ایک حرف سمجھتے ہیں..... اگر آپ اپنے نیتوں کی فتور کے لئے یہ سمجھتے ہیں کہ میں زیاں گرفتہ ہو گئی ہوں تو آپ مطمئن رہیں۔ میں بخارات میں ڈھلتی بوندوں، فضاؤں میں گھلتے گیتوں اور بادلوں کے پیاسے ٹکڑوں کی طرح آپ کے ہاں سے چلی جاؤں گی اور آپ پر کوئی حرف گیری نہیں آنے دوں گی، لیکن شادی وہاں نہیں کروں گی جہاں آپ کہہ رہے ہیں۔

شرینہ کی اس گفتگو کا جواب عبدیس بن کسینہ یا لیلیانہ دونوں میں سے کوئی دینا ہی چاہتا تھا کہ شالیب جواب تک سارے معاملے میں خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے بول پڑا۔

میں آپ دونوں کا بیٹا اور شرینہ کا بھائی ہوں، بہنوں کے اجلے چہرے تو ٹھنڈی چاند کی کومل کرنوں کی مانند ہوتے ہیں۔ بہنیں تو نور و سعادت کا چشمہ اور وقت کے تھمکتے اندھیروں میں اوس میں رچی خوشبو اور پرسکون ماں سی حیات ہوتی ہیں۔ آپ کیوں میری بہن پر ظلم اور جبر کرنا چاہتے ہیں۔

جو راستہ آپ دونوں نے اپنے لئے اپنایا ہے اس راستے میں اگر میں اور میری بہن دونوں آپ کے لئے بند گلیوں کی تاریکی، اندھیروں کا بھنور، بکھرا منتشر خواب اور برگ زرد بن گئے ہیں تو پھر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ دونوں کے لئے ہم دونوں بہن بھائی

ڈگ بھرتا گلیوں کا خوف اور سرطان زدہ آفت جان بنے بغیر یہاں سے دھوپ کی تمازت کی طرح چلے جائیں گے، لیکن میرے باپ ایک بات کان کھول کر سن لیں، اگر شادی کے معاملے میں میری بہن پر جبر کیا گیا، اس کے ساتھ زیادتی کی گئی، کوئی بھی قدم اس کی مرضی کے بغیر اٹھایا گیا یا جو اجنبی آیا ہے انہوں نے اگر میری بہن کو زبردستی لے جانا چاہا تو خدا کی قسم میں شالیب، سفاقس شہر میں آپ لوگوں کے لئے ایک طوفان کھڑا کروں گا کہ آپ اس میں تنکے کی طرح اڑتے دکھائی دیں گے۔

اپنے بھائی کی گفتگو پر ثریہ تھوڑی دیر تک اسے فخر اور توصیفی انداز میں دیکھتی رہی، پھر ہاتھ آگے بڑھایا شالیب کو اپنی طرف کھینچا، اسے اپنے ساتھ لپٹایا، اس کا سر اس کا منہ چوم لیا تھا۔ شالیب کی گفتگو سے عبدلیس بن کسینہ اور لیلیانہ دونوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں کچھ دیر ایسی ہی سماں رہا، پھر عبدلیس بن کسینہ نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کہنے لگا۔

اچھا بیٹی تم دونوں بہن بھائی زیادہ جذباتی مت ہو، اتنی دور کی مت سوچو، تم ہماری اولاد ہو، ہم دونوں نہ تم پر جبر کر سکتے ہیں، نہ زیادتی، یہ تو ایک مانگ تھی، مانگ بھی اچھی تھی اگر تم اسے ناپسند کرتی ہو تو میں اس کو ٹالنے کی کوشش کروں گا بہرحال میں فی الوقت اسے یہ نہیں کہوں گا کہ میری بیٹی شادی کرنے سے صاف انکار کرتی ہے، اس لئے کہ ایسا کرنے سے ہمارے لئے خدشات کھڑے ہو سکتے ہیں میں اسے یہ بتاتا ہوں کہ فی الوقت میری بیٹی کا شادی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے، اس لئے کہ صفورہ خاتون نے اس کے لئے ایک رشتہ تلاش کر رکھا ہے۔

میں اس سے یہ بھی کہوں گا کہ اس سلسلے میں صفورہ خاتون سے بات کروں گا۔ جو رشتہ اس نے تلاش کیا ہے اسے ٹال دے تاکہ میں اپنی بیٹی کو قاسم بن اسحاق سے شادی پر تیار کر سکوں۔

بیٹے اس طرح معاملہ کچھ دنوں کے لئے ٹل جائے گا، اس کے بعد دیکھیں کہ حالات کیا کروٹ لیتے ہیں۔

ثریہ اور شالیب دونوں نے عبدلیس بن کسینہ کی گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا، پھر عبدلیس بن کسینہ اور لیلیانہ دونوں وہاں سے اٹھ کر دیوان خانے کی طرف چلے گئے تھے۔

عبدلیس بن کسینہ پھر دیوان خانے میں داخل ہونے کے بعد علی بن عبدالعزیز کے پاس آکر بیٹھ گیا تو اس نے عبدلیس بن کسینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

عبدلیس بن کسینہ اس معاملے میں آپ کی بیٹی کا کیا جواب ہے۔

عبدلیس کسینہ تھوڑی دیر تک اسے گھورتا رہا پھر کہنے لگا۔

میرے عزیز معاملہ کچھ ٹیڑھا ہے، اس لئے کہ امیر عمر بن حسین کی ماں صفورہ خاتون نے میری بیٹی کے لئے ایک رشتہ تلاش کر رکھا ہے اور یہ بات میری بیٹی کے ذہن میں بھی ہے، اگر تم قاسم بن اسحاق کے لئے رشتہ کچھ عرصہ پہلے لے کر آتے تو اب تک یہ معاملہ طے ہو چکا ہوتا اور میں بخوشی اپنی بیٹی کا ہاتھ قاسم بن اسحاق کے ہاتھ میں دے دیتا۔

اب معاملہ کچھ پیچیدہ ہے، بہرحال واپس جا کر قاسم بن اسحاق سے کہنا کہ وہ مطمئن رہے، سب سے پہلے تو میں صفورہ خاتون سے بات کروں گا اور اس سے کہوں گا کہ جو رشتہ اس نے میری بیٹی کے لئے تلاش کیا ہے اسے ٹال دے، اس کے بعد میں اپنی بیٹی کو سمجھا کر قاسم بن اسحاق کے ساتھ شادی کرنے پر تیار کر لوں گا۔

عبدلیس بن کسینہ کا جواب سنکر علی بن عبدالعزیز کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا، اس کے بعد اس کی طرف دیکھتے ہوئے عبدلیس بن کسینہ نے پھر کہنا شروع کیا۔

آخر مایو نے کس بنا پر میری بیٹی کی شادی قاسم بن اسحاق کے ساتھ طے کرنے کا فیصلہ کیا، اس پر علی بن عبدالعزیز بول پڑا۔

دراصل معاملہ کچھ یوں ہے کہ آپ کی بیٹی کو قاسم بن اسحاق نے کہیں دیکھا تھا اس شہر میں عمر بن حسین کے گھر کی طرف آتے جاتے تب سے وہ اسے پسند کرنے لگا ہے یہ معاملہ اس نے براہ راست آپ کی طرف نہیں اٹھایا بلکہ مایو کو اطلاع دی، اسے خدشہ تھا کہ اگر اس نے براہ راست آپ سے رشتے کی بات کی تو آپ انکار کر دیں گے، لہٰذا وہ مایو کو بیچ میں لایا، اب مایو کا حکم ہے کہ آپ اپنی بیٹی کی شادی قاسم بن اسحاق سے کر دیں اور مجھے امید ہے کہ مایو کا حکم آپ ٹالنے کی کوشش نہیں کریں گے۔

عبدلیس بن کسینہ لور اُبل پڑا۔

میں مایو کا حکم تو نہیں ٹال رہا، بہرحال جو صورت حال ہے میں نے تمہارے سامنے بیان کر دی ہے، میں اپنی بیٹی کو سمجھاؤں گا مجھے امید ہے کہ میں اسے قاسم بن اسحاق سے

شادی کرنے پر آمادہ کرلوں گا۔

علی بن عبدالعزیز کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا، پھر عبدیس بن کسینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن کسینہ ایک معاملہ تو طے ہوا، بہر حال اچھا ہوا تم نے انکار نہیں کیا، بلکہ وعدہ کیا کہ تم اپنی بیٹی کو شادی پر آمادہ کرلو گے اب میں دوسرے موضوع پر آتا ہوں۔

ابن کسینہ مایو کے علاوہ صقلیہ میں ولیم کو بھی خبر ہو چکی ہے کہ افریقہ کے سابق حکمران حسن بن علی نے اسی شہر میں اور اسی عمارت کے اوپر والے حصے میں قیام کیا ہوا ہے، جس میں تم رہتے ہو، حسن بن علی ایک عرصے سے نارمنوں کا ہدف رہا ہے، وہ اسے تلاش کرتے رہے ہیں لیکن وہ نہیں ملا... عمر بن حسین نے اسے کہیں روپوش کر دیا تھا، اب جبکہ وہ اس شہر میں آگیا ہے تو میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ اگر حسن بن علی کو مناسب موقع جان کر قتل کر دیا جائے تو اس سلسلے میں کوئی خطرے کا معاملہ تو نہیں اٹھے گا۔

اور ہاں یہ بھی سوچ کر بتاؤ کہ اگر ہم حسن بن علی کو قتل کرتے ہیں تو تم پر تو کوئی حرف گیری نہیں آئے گی، اس لئے کہ نیچے تم رہتے ہو اور اوپر حسن بن علی یہ معاملہ بھی ولیم اور مایو تک پہنچ چکا ہے اور ان دونوں کا فیصلہ ہے کہ ہر صورت میں حسن بن علی کو قتل کر دینا چاہئے، اب بتاؤ حسن بن علی کو قتل کرنے میں تمہارے ملوث ہونے کا کوئی خطرہ تو نہیں ہے۔

علی بن عبدالعزیز کے ان الفاظ پر چونکنے کے انداز میں عبدیس بن کسینہ نے اس کی طرف دیکھا اور اس کے چہرے پر خوف کے سائے لہرا گئے تھے پھر وہ علی بن عبدالعزیز کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن عزیز تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو، علی بن حسن کو قتل کرنا کوئی مذاق اور آسان کام نہیں ہے..... بے شک اسی عمارت کی اوپر والی منزل میں رہتا ہے، پر یاد رکھنا ہر وقت اس کے ساتھ ایک محافظ دستہ رہتا ہے، جس کی تعداد میرے خیال میں پندرہ سے بیس کے درمیان ہے جو بھی شخص حسن بن علی کی جان کا درپے ہو کر اوپر کی منزل کا رخ کرے گا یاد رکھنا اسے واپس جانا نصیب نہیں ہوگا، لہٰذا اتنا بڑا قدم اٹھانے سے پہلے کئی بار سوچنا اگر تم لوگوں میں سے کسی نے بھی حسن بن علی پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو یاد رکھنا نقصان اٹھائے گا، علی بن حسن کے جو محافظ ہیں وہ اس حویلی میں آتے جاتے لوگوں پر بھی نظر رکھتے

ہیں..... تم اس حویلی میں داخل ہوئے ہو، انہوں نے تمہیں بھی دیکھا ہوگا اور آئندہ بھی وہ تمہارا چہرہ یاد رکھیں گے کہ تم اگر اس حویلی میں آتے جاتے ہو تو یہاں تمہارے آنے کا کیا مقصد ہے۔

عبدیس بن کسینہ تھوڑی دیر کے لئے رکا، پھر اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

ابن عبدالعزیز یہ بھی ہو سکتا ہے تمہارے جانے کے بعد وہ محافظ نیچے آئیں اور مجھ سے پوچھیں کہ تم یہاں کیا کرنے آئے تھے، اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو یاد رکھنا میں ان سے یہ کہہ دوں گا کہ تم یہاں میری بیٹی کے رشتے کے حوالے سے آئے تھے، لیکن میں نے رشتہ دینے سے انکار کر دیا ہے، اس طرح معاملہ دبا رہے گا اور بات آگے نہیں بڑھے گی۔

علی بن عبدالعزیز کا چہرہ کچھ اداس اور افسردہ ہو گیا تھا، پھر وہ عبدیس بن کسینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

تو اس کا مطلب ہے کہ علی بن حسن پر ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا پھر وہ کھڑا ہو گیا، عبدیس بن کسینہ سے مصافحہ کیا اور کہنے لگا... اچھا میں جاتا ہوں، میرے ساتھی باہر گلی میں کھڑے بڑی بے چینی سے میرا انتظار کر رہے ہوں گے، اس کے ساتھ ہی وہ وہاں سے نکل گیا تھا۔

اس کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد حویلی کی اوپر کی منزل سے دو مسلح جوان نیچے اترے وہ ان محافظوں میں سے تھے، جو افریقہ کے سابق حکمران حسن بن علی کی حفاظت پر مقرر تھے اور جن کا تعلق صنہاجی قبیلے سے تھا، جو شخص عبدیس بن کسینہ سے مل کر گیا تھا اور جس نے اپنا نام علی بن عبدالعزیز بتایا تھا اس کا تعلق بھی چونکہ صنہاجی قبیلے سے تھا، لہٰذا وہ محافظ شاید اسے پہچان گئے تھے۔

نیچے آکر ان دونوں میں سے ایک نے بلند آواز میں عبدیس بن کسینہ کو آواز دی عبدیس بن کسینہ اس وقت دیوان خانے میں بیٹھا ہوا تھا، سخن میں آیا... اس نے دیکھا دو مسلح جوان باہر کھڑے تھے، وہ انہیں پہچان گیا کہ وہ حسن بن علی کے محافظ تھے۔ انہیں مخاطب کرتے ہوئے بڑی خوش طبعی میں کہنے لگا۔

میرے عزیزو! تم باہر کیوں کھڑے ہو، اندر دیوان خانے میں آجاؤ۔

پھر عبدیس بن کسینہ آگے بڑھا اور ان دونوں کو لے کر دیوان خانے میں آیا۔

دوسری جانب ثریہ اور شایب بھی چونکے تھے، اپنے کمرے سے تقریباً بھاگتے ہوئے وہ بھی دیوان خانے کے باہر آن کھڑے ہوئے تھے۔

عبدلیس بن کسینہ دونوں کو لے کر دیوان خانے میں داخل ہوا، انہیں ایک نشست پر بٹھایا، پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیزو! تم کیا کہنا چاہتے ہو، کیا تمہیں مجھ سے کوئی کام ہے، اس لئے کہ صحن میں کھڑے ہو کر تم نے مجھے آواز دی تھی۔

ان دونوں کی آمد پر لیبت پریشان تھی عبدلیس بن کسینہ بھی خوفزدہ تھا تاہم اس نے اپنے چہرے کے تاثرات کو قائم رکھا اور اپنے خوف کو ظاہر نہ ہونے دیا دیوان خانے سے باہر کھڑے ثریہ اور شایب خوش تھے پھر ان دونوں میں سے ایک نے عبدلیس بن کسینہ کو مخاطب کیا۔

عبدلیس بن کسینہ تھوڑی دیر پہلے ایک شخص تمہارے ہاں ملنے کے لئے آیا، اس کا تعلق صنہاجی قبیلے سے ہے، ہم اسے اچھی طرح جانتے ہیں اس کا نام علی بن عبدالعزیز ہے، یہ کوئی اچھا آدمی نہیں ہے اخلاق اور کردار دونوں کے لحاظ سے پست ہے ہم نے چونکہ اوپر سے اسے اندر آتے دیکھ لیا تھا اور جب وہ نکلا ہے تب ہم آپ کے پاس آئے ہیں اور ہم آپ سے یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ کے پاس وہ کس غرض کے تحت آیا تھا۔

عبدلیس بن کسینہ نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، چہرے پر مسکراہٹ لایا، پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے دونوں عزیزو! میں خوش ہوں کہ تم نے مجھ سے یہ سوال کیا دراصل یہ علی بن عبدالعزیز میری بیٹی کا رشتہ لینے کے لئے آیا تھا، لیکن میں نے صاف انکار کر دیا ہے۔

عبدلیس بن کسینہ کے اس انکشاف پر وہ دونوں چونکے تھے، دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر ایک دو بار عبدلیس بن کسینہ کو مخاطب کیا۔

لیکن یہ تو شادی شدہ ہے، اس کے بچے ہیں، اس نے آپ کی بیٹی ثریہ کا رشتہ مانگنے کی جرات کیسے کی، ثریہ بہت اچھی بہن ہے، ہرگز اس کا رشتہ علی بن عبدالعزیز سے مت کیجئے گا۔ اس معاملے میں اگر اس نے کوئی زیادتی کرنے کی کوشش کی یا دھونس، دھمکی سے کام لیا تو ہمیں بتایئے گا، مار مار کر اسے ایسے سیدھا کر دیں گے کہ زندگی بھر یاد رکھے گا، اس کا شمار

نہیں آتی کہ پہلے سے بیوی بچے ہوتے ہوئے ہماری بہن ثریہ کا رشتہ مانگنے چلا آیا۔

عبدلیس بن کسینہ فکرمند ہو گیا تھا، باہر کھڑے ثریہ اور شایب خوش تھے، مسکرا رہے تھے عبدلیس بن کسینہ نے پھر بات کو آگے بڑھایا۔

میرے عزیزو! وہ اپنے لئے نہیں ایک اور شخص کے لئے رشتہ مانگنے آیا ہے، میں اس شخص کو جانتا نہیں، اس بنا پر میں نے انکار کر دیا ہے۔

اگر اپنے لئے نہیں تو پھر کس کے لئے رشتہ مانگنے کے لئے آیا تھا، ان دونوں میں سے ایک نے پھر سوال داغ دیا۔

وہ ایک شخص قاسم بن اسحاق کے لئے رشتہ مانگنے آیا تھا، اس کا کہنا ہے کہ وہ صنہاجی قبیلے کا بڑا معزز آدمی ہے اور سفاقس کی ایک نواحی بستی معصومہ میں رہتا ہے اور اس بستی کا سردار ہے۔

عبدلیس بن کسینہ کے اس انکشاف پر ان دونوں کے چہروں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر دوبارہ ایک بول پڑا۔

محترم عبدلیس بن کسینہ یہ قاسم بن اسحاق تو اس علی بن عبدالعزیز سے بھی بدمعاش اور اوباش شخص ہے، اس کی پہلے سے ایک نہیں کئی بیویاں ہیں، اس ظالم کے بچے نے ثریہ کا رشتہ مانگنے کی کیسے جسارت کی۔

عبدلیس بن کسینہ نے پھر وضاحت کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے خیال میں آپ جانتے ہیں کہ میری بیٹی اکثر امیر عمر بن حسین کے ہاں آتی جاتی رہتی ہے، فلورہ نے اسے اپنی بہن بنایا ہوا ہے، میرے خیال میں اسے کل میں گزرتے ہوئے کہیں قاسم بن اسحاق نے دیکھ لیا، اسے پسند کرنے لگا اور اس علی بن عبدالعزیز کو بھیج کر رشتہ مانگ لیا۔

ان دونوں میں سے ایک نے پھر کہنا شروع کیا۔

اس قاسم بن اسحاق کی ایسی تیسی آپ اپنی معصوم بیٹی کا رشتہ ہرگز اس کے ساتھ نہ کیجئے گا، اگر آپ ایسا کریں گے تو یاد رکھئے گا زندگی بھر پچھتائیں گے یہ دونوں بدمعاش قسم کے لوگ ہیں اور ہمارا سردار اور لولو بن نصر ایسے ہی ان دونوں کو پسند نہیں کرتے، ایک طرح سے یہ محمد بن رشید اور لولو بن نصر کے مخالف اور باغی ہیں، اس سلسلے میں ہو سکتا

ہے قاسم بن اسحاق ہماری بہن شرینہ کا رشتہ لینے کے لئے دھونس دھمکی سے بھی کام لے، اگر ایسا کوئی موقع آئے، ایسا کوئی لمحہ آئے تو پھر آپ خود فرد ہوں، اگر ایسے موقع پر امیر عمر بن حسین، محمد بن رشید، یحییٰ بن مطروح یا محمد بن فرج الکومی اور لولو بن نصر یہاں ہوئے پھر تو فکر کی کوئی بات نہیں ... اگر ان لوگوں کی غیر موجودگی میں وہ کوئی موقع جان کر آتا ہے اور آپ کو دھمکی دیتا ہے اور زبردستی رشتہ لینے کی کوشش کرتا ہے تو بس آپ ہمیں اشارہ کر دیجئے گا، اس کے بعد ہم جانیں اور قاسم بن اسحاق یا علی بن عبدالعزیز ان سے ایسے نمٹیں گے کہ زندگی بھر یاد رکھیں گے بہرحال ہم اب جاتے ہیں، جاتے ہوئے پھر آپ سے کہتے ہیں کہ اپنی معصوم بچی کا رشتہ ان کو مت دیجئے گا، اس کے ساتھ ہی جب وہ باہر نکلنے لگے تو شرینہ اور شالیب بھاگ کر اپنے کمرے کی طرف چلے گئے تھے، وہ دونوں بھی باہر نکلے اور پھر حویلی کے اُوپر والے حصے کی طرف چلے گئے تھے۔

ان دونوں کے جانے کے بعد دیوان خانے میں تھوڑی دیر کے لئے خاموشی رہی، پھر لیانہ نے عبدلیس بن کسینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

شالیب کے باپ لگتا ہے ان سرزمینوں میں ہمارے لئے اُلجھنیں ہی اُلجھنیں کھڑی ہو رہی ہیں، اس سے پہلے شرینہ نے اس رشتے سے انکار کیا تو میرا دل بڑا دکھا ہوا تھا، یہ دونوں جب آئے تو میں خوفزدہ تھی اور انہوں نے جو گفتگو کی ہے اس سے میں مزید پریشان ہو گئی ہوں، اس کے بعد لیانہ اپنی جگہ سے اُٹھی اور عبدلیس بن کسینہ کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے دوبارہ رازداری کے انداز میں کہنے لگی۔

لگتا ہے ان سرزمینوں میں ہمارے لئے مزید اُلجھن کھڑی ہونے کے دن آ گئے ہیں، اب تک تارمنوں کو لئے جو ہم نے کیا اس میں کہیں بھی تارمنوں کو کامیابی نہیں ہوئی۔ گو آپ نے بہترین انداز میں کام کیا اور کئی مواقع پر بہترین اطلاعات تارمنوں کو مہیا کیں، لیکن تارمنوں کی بدقسمتی کہ وہ کسی بھی ایسے موقع سے اپنے لئے فوائد حاصل نہ کر سکے، اب ہمارے لئے سب سے بڑا خطرہ ہمارے اُوپر رہنے والے علی بن حسن کے ساتھ رہنے والے محافظ ہیں۔

شالیب کے باپ ہم جو تارمنوں کے لئے کام کرتے ہیں تو صباحی قبیلے کے لوگوں کے توسط سے کرتے ہیں، اُوپر رہنے والے محافظ بھی صباحی قبیلے کے ہیں، یہ سب ایک دوسرے

کو جانتے پہچانتے ہیں، لہٰذا اب آپ کو مزید محتاط رہنے کی ضرورت ہے، صباحی قبیلے کے جن لوگوں سے آپ رابطہ قائم کرتے ہیں انہیں صاف بتا دیں کہ آئندہ وہ کبھی بھی ہماری حویلی میں نہ آئیں جو بھی پیغام ہوگا ان کے ٹھکانے تک پہنچا آئیے گا، رہا سوال اس علی بن عبدالعزیز کا تو میرا دل کہتا ہے کہ یہ ایک بار پھر آئے گا اور شرینہ کا رشتہ طلب کرے گا، اس لئے کہ ہم نے اس سے وعدہ کیا ہے ہم شرینہ کو اس رشتے کے لئے رضامند کر لیں گے، بہرحال یہ معاملہ ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ آپ کبھی موقع نکال کر مصمودہ نام کی بستی کی طرف جائیں، وہاں قاسم بن اسحاق سے ملیں جو حالات رونما ہو رہے ہیں ان سے اسے آگاہ کریں اور اس سے التجا کریں کہ وہ شرینہ کے رشتے کی خواہش کو ترک کر دے۔

لیانہ یہیں تک کہہ پائی تھی کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے عبدلیس بن کسینہ بول پڑا۔

تم پاگل تو نہیں ہو گئی ہو، میں اگر مصمودہ جا کر قاسم بن اسحاق سے ملتا ہوں تو یاد رکھنا ہاں میں یہ خبر عمر بن حسین، محمد بن رشید، یحییٰ بن مطروح، محمد بن فرج الکومی اور لولو بن نصر تک پہنچ جائے گی، جیسا کہ یہ دونوں محافظ کہہ کر گئے ہیں کہ قاسم بن اسحاق کوئی اچھا آدمی نہیں، محمد بن رشید کا باغی اور مخالف ہے، پھر جب یہ بات کھلے گی کہ میں اس سے ملنے کے لئے گیا ہوں تو یاد رکھنا عمر بن حسین اگر مجھ پر نگرانی نہ کرے تب بھی محمد بن رشید اور لولو بن نصر کی نگاہوں میں میں مشکوک ہو جاؤں گا اور میرا اندازہ ہے کہ وہ مجھ پر اپنے نگران مقرر کر دیں گے اور پھر ایک نہ ایک روز ہمارا یہ راز کھل جائے گا کہ یہاں رہتے ہوئے ہم تارمنوں کے لئے کام کر رہے ہیں۔

لہٰذا میں بدلتے وقت اور حالات کا انتظار کروں گا، قاسم بن اسحاق سے نہیں ملوں گا، قاسم بن اسحاق سے ملنا خود اپنی موت کے پروانے پر دستخط کرنے کے مترادف ہے۔

پھر عبدلیس بن کسینہ اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا، میری طبیعت کچھ ناساز ہے، میں اس موضوع پر مزید گفتگو کرنے کی حالت میں نہیں ہوں، اب میں اپنے کمرے میں جا کر آرام کروں گا، اس کے ساتھ ہی عبدلیس بن کسینہ دیوان خانے سے نکل گیا تھا۔

✪✪✪

دوسرے روز شرینہ اور شالیب دونوں بہن بھائی عمر بن حسین کی حویلی میں داخل ہوئے، سیدھے دیوان خانے کی طرف آئے، دیوان خانے میں اس وقت قیقان بن اسماعیل، صفورہ، فلورہ، مریطہ اور خیران بیٹھے ہوئے تھے، دونوں بہن بھائی آگے بڑھے، دونوں بہن بھائی اُداس اور افسردہ تھے، ان کی حالت کو سب نے بھانپ لیا تھا... فلورہ نے اشارے سے شرینہ کو اپنے پاس بلایا، شرینہ آگے بڑھ کر فلورہ کے پاس ہو بیٹھی، شالیب چپ چاپ قیقان بن اسماعیل کے پہلو میں بیٹھ گیا تھا۔ کچھ دیر خاموشی رہی، پھر شرینہ نے صفورہ کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی عاجزی اور انکساری میں کہنا شروع کیا۔

اماں آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ نے میرے لئے ایک رشتہ دیکھ رکھا ہے اور اس وقت میں نے توجہ نہیں دی تھی اور کہہ دیا تھا کہ میں شادی نہیں کروں گی، کیا جس سے آپ میرا رشتہ طے کر رہی ہیں، میں اسے دیکھ سکتی ہوں۔

شرینہ کے اس سوال پر فلورہ، خیران چونک پڑی تھیں ... صفورہ بڑی حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی، پھر کہنے لگی۔

کیا ہوا میری بچی، تم دونوں بہن بھائی جب دیوان خانے میں داخل ہوئے تو میں نے تمہارا اجاڑ سا لیا، تم دونوں اُداس اور افسردہ تھے، جس شخص کے ساتھ میں تمہاری شادی کرنا چاہتی ہوں، فی الحال تو تم اسے نہیں دیکھ سکتیں، اس لئے کہ وہ سفاقس کے اس لشکر میں شامل ہے جو سلطان عبدالمومن کے ساتھ تاتاریوں کے خلاف جنگ کر رہا ہے۔ میری بچی بہت اچھا انسان ہے، اس کی ماں بھی تمہیں دیکھ چکی ہے، کو اس سے پہلے تمہاری اس کی

کے ساتھ گفتگو نہیں ہوئی، بہر حال وہ تمہیں پسند کرتی ہے، اب جس وقت بھی وہ جنگ سے لوٹا میں مناسب موقع دیکھ کر اس کی ماں سے بات کروں گی، دونوں ماں بیٹے کو یہاں بلاؤں گی، پھر تم اسے دیکھ لینا میری بچی اگر تو پسند کرے تو اس سے شادی کے لئے ہاں کر دینا ورنہ میں تیرے لئے کہیں اور رشتہ تلاش کر لوں گی ... یہاں شہر میں رشتوں کی کمی نہیں، میں چاہتی ہوں تو اچھے گھر جائے، خوش رہے۔ فلورہ، مریطہ، نابیل کی طرح تیری حیثیت بھی میرے ہاں بیٹیوں کی سی ہے، بس میں تجھے صدا خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔

صفورہ رُکی، کچھ سوچا پھر اس نے دوبارہ شرینہ کو مخاطب کیا۔

پر میری بچی یہ تو بتاؤ کہ اس روز تو تم شادی کے لئے تیار ہی نہیں ہو رہی تھیں، اب کیا معاملہ ہو گیا کہ تم خود چل کر میرے پاس آئی ہو اور اس شخص کو دیکھنا چاہتی ہو جس شخص کے ساتھ میں تمہاری شادی کرنا چاہتی ہوں، دیکھ میری بچی مجھے ٹالنے کی کوشش مت کرنا کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہے، اس لئے کہ تم دونوں بہن بھائیوں کے اترے ہوئے چہرے بھی ہمیں بہت کچھ بتا رہے تھے۔

شرینہ کی گردن جھک گئی، بیچاری رو دینے والی ہو رہی تھی، دوسری جانب شالیب کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی، پھر شرینہ نے صفورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

خاتونِ محترم میں کیا کہوں ہمارے گھر کے حالات کیسے ہیں... میرے ماں باپ سخت خراج کے ہیں، وہ زبردستی ایک جگہ میری شادی کرنا چاہتے ہیں، ایسے شخص کے ساتھ جسے میں پسند نہیں کرتی، مجھ سے انہوں نے میری رضامندی پوچھی، میں نے انکار کر دیا، پر میرے انکار کے باوجود لگتا ہے وہ ہر حال میں وہاں میری شادی کر کے رہیں گے، لیکن میں وہاں شادی نہیں کرنا چاہتی... میری آپ سے گزارش ہے کہ میرے ماں باپ زبردستی میری شادی کرنا چاہیں تو آپ اس شادی کو رکوا دیجئے گا، اگر آپ ایسا کر سکیں تو میں ہمیشہ کے لئے آپ کی احسان مند رہوں گی... اس کے بعد شرینہ نے سارے حالات تفصیل سے کہہ سنائے تھے۔

شرینہ کی اس گفتگو سے پاس بیٹھی فلورہ پگھل کر رہ گئی تھی، ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے شرینہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا، اس کی پیشانی اس کے گال چومے پھر کہنے لگی۔

شرینہ تم میری بہن ہو، تم کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو، کس کی مجال ہے کہ سفاقس شہر

میں زبردستی تمہاری اس شخص سے شادی کردے، جسے تم ناپسند کرتی ہو ایسا نہیں ہو سکتا، اگر کسی نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو طوفان کھڑا ہو جائے گا، میں امیر کو یہاں بلالوں گی، پھر دیکھوں گی کون تمہیں زبردستی کسی کے ساتھ بیاہنے کی کوشش کرتا ہے۔

فلورہ کی گفتگو سے شرینہ کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی، فلورہ نے اس کا گال تھپتھپایا پھر کہنے لگی۔

شرینہ تم میری بہن اور شالیب میرا بھائی ہے، تم دونوں بہن بھائی کی حفاظت ہم خوب کریں گے..... اگر تمہارے ساتھ کسی نے زیادتی کرنے کی کوشش کی تو پھر وہ زندہ نہیں رہے گا، اگر ایسا معاملہ تمہارے گھر میں ہو رہا تھا تو اس کی اطلاع تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں کر دی۔

شرینہ کی گردن جھک گئی اور کہنے لگی۔

پہلے یہ معاملہ نہیں تھا، بس کل ہی اس معاملے نے جنم لیا ہے، اس لئے میں نے اس کی اطلاع آپ لوگوں کو کر دی ہے۔

فلورہ جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ بیرونی دروازے پر دستک ہوئی، فلورہ نے شالیب کی طرف دیکھا۔

بھائی ذرا دیکھنا دروازے پر کون ہے۔

شالیب باہر گیا، دروازے پر محمد بن فرج الکومی کھڑا تھا ... اسے دیکھتے ہی شالیب کہنے لگا، بھائی! باہر کیوں کھڑے ہیں اندر آئیں۔

اتنی دیر تک دیوان خانے سے فلورہ کی آواز سنائی دی، شالیب کون ہے۔

شالیب کہنے لگا ... بھائی! ابن فرج آئے ہیں، فلورہ کی آواز پھر سنائی دی۔

باہر کیوں کھڑے ہو گئے ہو، انہیں لے کر اندر آؤ۔

شالیب اور محمد بن فرج الکومی دونوں دیوان خانے میں داخل ہوئے۔ دونوں اس نشست پر بیٹھ گئے جہاں قحطان بن اسماعیل بیٹھا ہوا تھا ... پھر صفورہ نے شرینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

شرینہ میری بیٹی اچھا ہوا، محمد بن فرج الکومی بھی وقت پر آیا ہے عمر بن حسین کے بعد یہاں اب یہی میرا بیٹا ہے، میری بچی تمہارا معاملہ میں اس کے سامنے پیش کرتی ہوں، مجھے امید ہے یہ اچھا مشورہ دے گا۔

صفورہ خاتون کے ان الفاظ سے محمد بن فرج الکومی چونک سا پڑا تھا ... صفورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

مادر محترم کیا معاملہ ہے۔

جواب میں صفورہ نے شرینہ کے سارے حالات کہہ سنائے تھے۔

اس پر محمد بن فرج الکومی کا چہرہ غصے میں سرخ ہو گیا تھا ... پھر شرینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

شرینہ میری بہن ایک بات اپنے ذہن میں رکھنا، گو میں اس شہر میں اکیلا ہوں لولو بن نصر بھی ایک مہم پر گیا ہوا ہے، لیکن کسی کی مجال نہیں ہے کہ تمہاری خوشی تمہاری رضامندی کے بغیر کوئی تمہاری زبردستی شادی کردے یاد رکھنا تمہارے ماں باپ کو چھوڑ کر اگر کسی اور نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو اپنی گردن سے محروم ہو جائے گا، جہاں تک تمہارے ماں باپ کا تعلق ہے تو ان دونوں کو بھی میں سمجھاؤں گا، مجھے امید ہے کہ میں انہیں رضامند کر لوں گا کہ کوئی قدم تمہاری رضامندی کے بغیر نہ اٹھائیں، اب بولو میری بہن تم کیا کہتی ہو۔

فرج الکومی کے الفاظ سے شرینہ کسی قدر مطمئن ہو گئی تھی، پھر کہنے لگی۔

میرے بھائی آپ کے الفاظ نے میرا دل خوش کر دیا ہے، اب میں سمجھتی ہوں کہ میں اپنوں کے اندر ہوں اور محفوظ ہوں صفورہ خاتون نے مجھے تسلی دی، پھر فلورہ نے مجھے ڈھارس کے بہترین الفاظ سے نوازا، اب جو کچھ آپ نے کہا ہے میرے بھائی میں سمجھتی ہوں کہ اب میرے ماں باپ نے اس معاملے میں زیادتی کرنے کی کوشش کی تو وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔

شرینہ جب خاموش ہوئی محمد بن فرج الکومی کہنے لگا۔

شرینہ میری بہن تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، میں جانتا ہوں جو لوگ تمہارا رشتہ لینا چاہتے ہیں، وہ اچھے لوگ نہیں ہیں میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ بہر حال کوئی تمہیں زک نہیں پہنچا سکتا کوئی تمہارے ساتھ اس معاملے میں زبردستی نہیں کر سکتا، تمہاری شادی وہیں ہوگی جہاں تم چاہو گی۔

محمد بن فرج الکومی کے خاموش ہونے پر فلورہ نے بڑی محبت سے شرینہ کی طرف

دیکھا، پھر کہنے لگی۔

شرینہ میری بہن اب تو مطمئن ہے .... شرینہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور کہنے لگی۔

میری بہن جو معاملہ میں لے کر آئی تھی، میں سمجھتی ہوں وہ حل ہو گیا ہے... اب میں اور میرا بھائی دونوں ہی مطمئن ہیں۔

فلورہ جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ محمد بن فرج الکومی بول پڑا۔

شرینہ میری بہن اگر تمہارا حل ہو گیا ہے تب میں اپنی بہن مریطہ سے ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

محمد بن فرج الکومی کے ان الفاظ پر مریطہ چونکی اور کہنے لگی۔

بھائی آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں .... آپ مجھ سے بڑے ہیں، آپ مجھ سے کیوں گزارش کریں گے، آپ مجھے حکم دیں کیا معاملہ ہے۔

الکومی پھر بول پڑا۔

مریطہ میری بہن تم جانتی ہو، جس حویلی میں تم بیاہ کے آئی ہو اس کے دو حصے ہیں، ایک حصہ تمہارے اور یحییٰ بن مطراح کے تصرف میں ہے، دوسرا نابیل محمد بن رشید اور جواس بن جوزر کی رہائش گاہ ہے۔

نابیل اور اس کا باپ کئی دن سے میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں کہ محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطراح چونکہ جنگ پر گئے ہوئے ہیں، لہٰذا وہ دونوں باپ بیٹی حویلی میں اکیلے ہیں اور نابیل اکثر خوفزدہ رہتی ہے.... اتنی بڑی حویلی میں وہ اکیلے رہتے ہیں، یحییٰ بن مطراح کے جانے کے بعد تم یہاں آ گئی ہو، ان کا کہنا ہے کہ حویلی کے دوسرے حصے میں جب تک یحییٰ بن مطراح نہیں لوٹتا اس وقت تک میں اور لولو بن نصر رہیں۔

میری بہن میں نے ان سے کہا کہ میں اس سلسلے میں بہن مریطہ سے بات کرتا ہوں.... اگر اس نے وہاں رہنے کی اجازت دے دی تب میں اور لولو بن نصر وہاں رہیں گے، فی الحال تو میں اکیلا ہی وہاں رہوں گا۔ لولو بن نصر جب اپنی مہم سے لوٹ آئے گا تو وہ بھی وہیں میرے پاس ہی رہے گا، اب بولو کیا تمہیں اس پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔

مریطہ نے گھورنے کے انداز میں محمد بن فرج الکومی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

میرے بھائی آپ کی گفتگو سے مجھے بڑا دکھ بڑا افسوس ہوا ہے، کس نے آپ سے کہا کہ اس کام کے لئے آپ مجھ سے اجازت لیں، پھر یہ کہ آپ ہم سب سے بڑے ہیں... باپ کی مانند ہیں، جس وقت نابیل اور اس کے باپ نے ایسا کیا تھا اسی وقت آپ کو چاہئے تھا انہیں جواب میں کہتے.... میں آج ہی حویلی کے دوسرے حصے میں منتقل ہو جاؤں گا، میرے عزیز بھائی کو قطعاً مجھ سے اجازت نہیں لینی چاہئے تھی، آپ ایسا کر کے مجھے گناہ گار کر رہے ہیں، آپ جب اور جس وقت چاہیں حویلی کے دوسرے حصے میں منتقل ہو سکتے ہیں، لولو بن نصر کو بھی اپنے ساتھ رکھیں، بلکہ اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو اس میں ہم سب کی عزت افزائی ہے۔

محمد بن فرج الکومی کہنے لگا، بس میں یہی اجازت لینے آیا تھا، اب میں جاتا ہوں میری بہن تمہارے جواب نے میرا دل خوش کر دیا ہے، اس پر فلورہ بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور محمد بن فرج الکومی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

نہیں میرے بھائی آپ جائیں گے نہیں، دوپہر کا کھانا ہمارے ساتھ کھائیں گے، آپ جس جگہ سے اٹھے ہیں اسی جگہ بیٹھ جائیں۔

محمد بن فرج الکومی وہاں بیٹھ گیا، پھر فلورہ، شرینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

شرینہ تم اور شالیب بھی دوپہر کا کھانا کھا جاؤ گے، اب تم اور مریطہ دونوں میرے ساتھ آؤ۔

مریطہ اور شرینہ دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں، پھر فلورہ ان دونوں کو لے کر کھانا تیار کرنے کے لئے مطبخ کی طرف چلی گئی تھی۔

✪✪✪

مایو اور نیاوش نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ مسلمانوں کے لئے پانچ مختلف اور بڑے بڑے محاذ کھول کر ان کی عسکری قوت کو کمزور کرتے ہوئے اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

اس سلسلے میں مایو اور نیاوش کو مکمل طور پر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا سلطان عبدالمومن اور محمد بن حسین نے طلایہ گرد اور ناظر بڑی تیزی اور بڑی برق رفتاری کے ساتھ دشمن سے ایک ایک لمحے کی خبر ان تک پہنچا رہے تھے۔

جب ناظروں نے خبر دی کہ مایو اور نیاوش نے اپنے لشکر کو پانچ حصوں میں تقسیم کر لیا ہے، ایک حصہ ایک طرف جس کو اقابلس، تیسرا حصہ جابیہ، چوتھا حصہ بوغا اور پانچواں حصہ زویلہ کی طرف بھجوا دیا ہے تب سلطان نے بھی اپنے بہترین ردعمل کا اظہار کیا۔

پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق اقابلس میں محمد بن رشید، رباط حرا میں یحییٰ بن مطروح، جابیہ میں ابو عمران بوغا میں یحییٰ بن عبدالعزیز، جبکہ خود سلطان عبدالمومن اور محمد بن حسین بڑی برق رفتاری سے سفر کرتے ہوئے زویلہ کے نواح میں مناسب جگہ گھات لگا کے تھے۔

اپنے سارے سالاروں کو مختلف شہروں کی طرف روانہ کرتے وقت سلطان نے یہ احکامات جاری کئے تھے کہ دشمن سے پہلے اپنے اپنے ہدف تک پہنچ جائیں اور اپنے شہروں سے کچھ فاصلے پر گھات لگا لیں سارے سالار ایسا کرنے میں بڑی مہارت سے کامیاب رہے تھے اور کیس اس نے نارمن آگے بڑھ کر ان پانچ شہروں کا محاصرہ کرتے مسلمانوں کے

پانچوں لشکر اپنی اپنی منزل تک پہنچ کر گھات لگا چکے تھے۔

سب سے پہلے اقابلس کی باری آئی اقابلس پر ایک نارمن سپہ سالار کی سرکردگی میں بڑا لشکر حملہ آور ہوا، تین نارمنوں کی بدقسمتی کہ سلطان عبدالمومن اور محمد بن حسین نے اپنے لشکریوں اور سالاروں کو پہلے سے یہ ہدایات جاری کر دی تھیں کہ دشمن کو شہر کی فصیل کے بالکل قریب آنے دیا جائے اس کے بعد اپنی گھات سے نکلا جائے تاکہ ایک طرف سے گھات میں رہنے والا مسلمانوں کا لشکر حملہ آور ہو دوسری طرف سے فصیل کے اوپر شہر کا محافظ لشکر دشمن پر تیر برسائے، اس طرح دو طرفہ حملے سے دشمن کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑے۔ یہی حال اقابلس میں بھی ہوا۔

محمد بن رشید گھات میں چلا گیا تھا نارمنوں کا لشکر جب شہر کی فصیل کے قریب گیا، تب شہر کے اندر سلطان اور محمد بن حسین نے شہر کے جوانوں پر مشتمل جو لشکر ترتیب دیا ہوا تھا اس نے فصیل کے اوپر سے حملہ آور نارمنوں پر بڑی تیزی سے تیر اندازی کی اور انہیں فصیل پر چڑھنے کا موقع نہ دیا، اتنی دیر تک محمد بن رشید اپنی گھات سے نکل اور زوردار انداز میں تکبیریں بلند کرتا ہوا وہ نارمنوں پر حملہ آور اپنے حفاظتی لشکر مقرر کئے ہوئے تھے، نارمن زیادہ دیر تک اقابلس کی فصیل کے باہر اپنا دفاع نہ کر سکے۔ محمد بن رشید نے باقیوں انہیں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ ادھر ادھر بھاگ گئے جدھر سے آئے تھے۔

جو حالت اقابلس شہر میں محمد بن رشید نے دشمن کی کی تھی، اس سے بھی بدترین حالت طرابلس میں یحییٰ بن مطروح نے جابیہ میں ابو عمران نے بوغا میں یحییٰ بن عبدالعزیز نے اور زویلہ شہر کے باہر نارمنوں کے حملہ آور لشکر کو سلطان اور محمد بن حسین نے پیس کر رکھ دیا تھا۔

شکست اٹھانے کے بعد نارمن پھر ایک جگہ جمع ہونے لگے تھے، ان کے سالاروں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ ہر صورت میں افریقہ میں مسلمانوں کو پسپا کرنا ہے، ان کے حوصلے ان کی ہمت ابھی جواں تھی، اس لئے کہ ابھی تک یورپی ممالک کے علاوہ آس پاس کے مختلف جزائر سے انہیں رضاکاروں کی صورت میں کمک مل رہی تھی سامان حرب کے علاوہ خوراک کے وسیع ذخائر بھی بھیجے جا رہے تھے لہٰذا وہ اس حالت میں تھے کہ جنگ کو طول دے سکیں۔

○○○

اُدھر مقلیہ میں بلرم کی بندرگاہ پر ایک کشتی ساحل پر لگی، اس میں تین مسافر سوار تھے، ایک لولو بن نصر اور دو اس کے ساتھی۔

تینوں کشتی سے نکل کر ساحل پر آئے، ساحل پر کھونٹا ٹھونک کر کشتی کو انہوں نے وہاں باندھ دیا تھا..... دائیں بائیں ساحل کے ساتھ ملاحوں اور ماہی گیروں کی بے شمار کشتیاں کھڑی تھیں۔

تینوں نے اپنے حلئے مقلیہ کے لوگوں جیسے بنا رکھے تھے، بالکل ایسے ہی جیسے مقلیہ کے ملاح لباس پہنتے ہیں..... گلے میں انہوں نے بڑی بڑی اور نمایاں صلیبیں ڈال رکھی تھیں، کشتی سے اُتر کر تینوں ساحل پر آئے، سورج اس وقت غروب ہونے کے لئے مغرب کی طرف جھک گیا تھا..... تینوں کچھ دیر صلاح مشورہ کرتے رہے، پھر ساحل کی ریت پر بیٹھ گئے تھے۔

جس وقت سورج غروب ہو رہا تھا اور فضاؤں کے اندر تاریکیاں پھیل رہی تھیں، شہر کی جانب سے دو جوان مسکراتے ہوئے ان کے قریب آئے۔

لولو بن نصر انہیں پہچان گیا یہ وہی جوان تھے جنہیں پہلے سے اس نے مقلیہ روانہ کیا تھا تاکہ وہ مقلیہ میں مفرج بن سالم کی رہائش کے علاوہ اس کی نقل و حرکت پر بھی نگاہ رکھیں اور جب لولو بن نصر وہاں پہنچے تو پوری تفصیل اسے فراہم کریں۔

شہر کی طرف سے آنے والے دونوں جوان قریب آئے تو وہ تینوں بھی کھڑے ہو گئے۔ آنے والوں نے مصافحہ کیا، آنے والے بھی ان کے ساتھ ریت پر بیٹھ گئے، پھر انہیں مخاطب کر کے لولو بن نصر نے پوچھ لیا۔

میرے عزیزو! کیا تم نے مفرج بن سالم کا کچھ پتا لگایا، ان دونوں میں سے ایک نے لولو بن نصر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن نصر آپ کی آمد سے پہلے ہم اپنے کام کی تکمیل کر چکے ہیں۔ مفرج بن سالم کی رہائش بھی ہم نے تلاش کر لی ہے، دن کے وقت جہاں جہاں وہ جاتا ہے وہ بھی ہم نے معلوم کر لیا ہے اکثر و بیشتر دن کا حصہ وہ مقلیہ کے قصر میں گزارتا ہے، اس کی رہائش یہودیوں کے محلے میں ہے اور اس کی رہائش کے باہر ہر وقت دو مسلح جوان پہرہ دیتے رہتے ہیں۔

اپنے ان دو ساتھیوں کے انکشاف پر لولو بن نصر خوش ہو گیا تھا، پھر انہیں مخاطب

کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز بھائیو! تم دونوں نے یہ انکشاف کر کے میرا دل خوش کر دیا ہے، میرا دل کہتا ہے کہ مفرج بن سالم سے نمٹنا ہمارے لئے کوئی مشکل نہیں رہے گا، اس کے بعد پانچوں بڑی رازداری کے ساتھ مفرج بن سالم کو ٹھکانے لگانے کے لئے صلاح مشورہ کرنے لگے تھے۔ عشاء کے بعد تک وہ وہیں ریت پر بیٹھے رہے..... پھر لولو بن نصر کے کہنے پر ان کا ایک ساتھی کشتی میں گیا، کھانے پینے کا سامان اس نے کشتی سے نکالا، ریت پر بیٹھ کر ہی انہوں نے کھانا کھایا، ساحل بالکل ویران ہو چکا تھا، نہ کوئی وہاں ملاح تھا نہ کوئی پہرے دار، بس وہ پانچوں تھے۔

عشاء کے بعد وقت گزارنے کے لئے وہ وہیں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے چاند پوری آب و تاب سے طلوع ہوتے ہوئے سمندر اور زمین کے سینے کو تابناک کرنے لگا تھا، جب انہوں نے اندازہ لگایا کہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں سو چکے ہیں، تب اپنے طے شدہ منصوبے کے مطابق پانچوں اُٹھ کھڑے ہوئے اور جو دو ساتھی پہلے سے وہاں آئے تھے ان کی رہنمائی میں وہ شہر کے اندر داخل ہوئے۔

یہودیوں کے محلے میں داخل ہونے کے بعد ایک حویلی کے سامنے وہ رُک گئے۔

لولو بن نصر کے پہلے آنے والے دو ساتھیوں میں سے ایک نے لولو بن نصر سے سرگوشی کی۔

ابن نصر اسی حویلی میں مفرج بن سالم رہتا ہے، رات کے وقت جو کچھ ہم نے دیکھا ہے یہاں دو محافظ ہمہ وقت اس کی حفاظت کے لئے رہتے ہیں۔

لولو بن نصر آگے بڑھا اور حویلی کے دروازے پر اس نے دستک دی تھی۔

پہلی دستک پر کوئی ردِ عمل نہ ہوا تب اس نے پہلے کی نسبت زوردار دستک دی، تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا، سامنے ایک مسلح جوان تھا لولو بن نصر کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔

لولو بن نصر نے بڑی عاجزی اور انکساری میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیز ہم صنہاجی شہر سے آئے ہیں مفرج بن سالم سے ملنا چاہتے ہیں، وہ

ہمارا پتا جاننے والا ہے۔

اس محافظ نے گھورنے کے انداز میں لولو بن نصر کی طرف دیکھا، اس کا ایک ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر جا چکا تھا۔ پھر وہ لولو بن نصر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم یہیں رکو میں تمہاری آمد کی اطلاع مفرج بن سالم کو کرتا ہوں اور ہاں پہلے اپنا نام کہو تمہارا کیا نام ہے، اگر مفرج بن سالم نے تم سے ملنا چاہا تو میں تمہیں اندر آنے دوں گا، ورنہ نہیں۔

لولو بن نصر نے عجیب سے انداز میں اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا، پھر بجلی کے کوندے کی طرح وہ حرکت میں آیا۔ دروازے کا پٹ تھوڑا سا کھولا، پھر اس کا ہاتھ محافظ کی گردن پر تھا اور اس نے اسے اس طرح اچکا جیسے بچہ چھوٹے چوزے کو اچک لیتا ہے، اسے ہوا میں خوب بلند کر کے بری طرح زمین پر پٹخ دیا تھا۔

اب لولو بن نصر کا ایک پاؤں اس کی گردن پر، دوسرا پاؤں اس کے اس ہاتھ پر تھا جو وہ تلوار کے دستے پر لے گیا تھا۔

جب اسے زمین پر پٹخا گیا تو حویلی میں کھنکا ہوا اتنی دیر تک دوسرے محافظوں کے بھاگنے کی آواز سنائی دی۔ لولو بن نصر کے ساتھی آگے بڑھ کر ذرا دائیں بائیں کھڑے ہو گئے تھے، جونہی دونوں محافظ بیرونی دروازے کے قریب آئے وہ چاروں ان پر جھپٹے اور انہیں زمین پر گرا لیا تھا۔

لولو بن نصر کے کہنے پر ان تینوں کو غیر مسلح کر دیا گیا تھا۔ تینوں کے سروں سے کپڑے اتار کر ان کے منہ باندھ دیئے گئے، پھر ایک ساتھی اندر گیا۔ صحن میں پڑے کچھ کپڑے اٹھا لایا، پھر ان تینوں کے ہاتھ بھی پشت پر باندھ دیئے گئے تھے۔

ایسا کرنے کے بعد لولو بن نصر نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

اندر جا کر کوئی مرد دیکھو، ان تینوں کو وہاں بند کرتے ہیں، اس کے بعد اپنی کارروائی کا ابتدا کرتے ہیں۔

دو ساتھی بڑی تیزی سے حویلی کے اندرونی حصے کی طرف گئے، پھر ایک کمرے کی کنڈی کی گئی..... لولو بن نصر کے کہنے پر تینوں کو اس کمرے میں بند کر کے باہر سے زنجیر لگا دی گئی، پھر لولو بن نصر اور اس کے ساتھی سارے کمروں کا جائزہ لینے لگے تھے۔

ایک کمرے کے دروازے پر لولو بن نصر رک گیا، اندر ایک چھوٹی سی مشعل روشن تھی جس کی روشنی پورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ ایک مسہری بچھی ہوئی تھی جس پر کوئی لیٹا ہوا تھا، اس نے اپنا چہرہ دوسری جانب کر رکھا تھا۔

لولو بن نصر کے کہنے پر اس کے ساتھی دروازے کے دائیں بائیں ہی کھڑے رہے، خود لولو بن نصر اندر داخل ہوا۔ مسہری کے قریب گیا، سونے والے کے چہرے سے جب اس نے کپڑا ہٹایا تو لولو بن نصر کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی، اس لئے کہ وہ مفرج بن سالم ہی تھا..... لولو بن نصر اسے پہچان گیا تھا۔

تلوار اس نے بے نیام کر لی، پیٹھ پر بندھی ہوئی ڈھال بھی اس نے بائیں ہاتھ میں لے لی۔ پھر مفرج بن سالم کا شانہ پکڑ کر اسے جھنجھوڑا۔

مفرج بن سالم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا، وہ چونکہ گہری نیند میں تھا، اس کی آنکھیں خواب آلود تھیں۔ لہٰذا لولو بن نصر کو وہ پہچان نہیں سکا، بڑے غصے اور بڑی حیرانی میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

تم کون ہو اور مجھے نیند سے تم نے کیوں جگایا ہے۔ میرے محافظ کہاں ہیں، انہوں نے تمہیں کیوں اندر آنے دیا۔ یاد رکھو اگر تم نے مجھے بلا کسی وجہ یا بغیر کسی اہم کام کے جگایا ہے تو پھر یاد رکھنا میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

لولو بن نصر نے اندازہ لگا لیا کہ وہ نشے میں ہے اس لئے کہ پشت پر دیوار کے ساتھ اس کی تلوار اور ڈھال لٹک رہی تھی۔ لولو بن نصر مسہری پر بیٹھ گیا، پھر اس نے مفرج بن سالم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن سالم اپنی انا کے گنبد سے باہر نکلو، یہ بھی سن رکھو تیرے کالے لفظوں کے خنجر مجھے خوفزدہ نہیں کر سکتے۔ سن تو میری مسلم قوم کے گلے میں طوق گراں اور میری ملت کے سینے پر پتھر کی بھاری چٹان کی مانند ہے۔ ابن سالم تو مسیح قوم کے لئے جیتے خاموش دشت اور صحرائی خزانوں میں پل کھاتا ہوا ایک انتہائی زہریلا ناگ ہے۔ تیری زبان کے ہر لفظ کو بے صوت اور بے صدا ہو جانا چاہئے۔

مفرج بن سالم ابھی تک لولو بن نصر کو پہچانا نہیں تھا، اس لئے کہ لولو بن نصر نے اپنا چہرہ جھکا رکھا تھا اور گلے میں بڑی مسہری صلیب لٹک رہی تھی۔ ابن سالم چونکا چاہتا تھا

کہ لولو بن نصر نے پھر اسے مخاطب کیا۔

لگتا ہے تو مجھے ابھی تک پہچانا نہیں، ذرا اپنی یادوں کے چھلکتے جام میں جھانک کے دیکھ، میرا چہرہ یقیناً تیرے لئے شناسا ہوگا۔ پھر لولو بن نصر نے اپنا چہرہ اُوپر اُٹھایا اور کہنے لگا، میں صلاحی قبیلے کا نائب سردار لولو بن نصر ہوں اور یہ نام یقیناً تیرے لئے شناسا ہوگا۔

مفرج بن سالم کا چہرہ غصے میں سرخ ہو گیا اور کہنے لگا۔

تو یہ تم ہو لولو بن نصر لگتا ہے قضا اور موت تمہیں کھینچ کے افریقہ کے ساحل سے صقلیہ لے آئی ہے، اس لئے کہ صقلیہ میں تو پہلے ہی بڑا بدنام ہے، اس لئے کہ یہاں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ تو ہی یہاں سے مسلمانوں کو نکال کر افریقہ لے گیا۔ یاد رکھنا شہر کے لوگوں کو جب پتا چلے گا کہ لولو بن نصر صقلیہ میں داخل ہو چکا ہے تو وہ تیرے جسم کی تکہ بوٹی کر کے رکھ دیں گے۔

لولو بن نصر نے پھر اسے مخاطب کیا۔

سن خواہشوں کے کنوارے کھیتوں کو آگ لگانے والے، بت خانہ اوہام کے نقوش کھرچنے والے اور چشمہ تخلیق کے دھاروں کو گدلا کرنے والے خدا کی قسم میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا تو یہی خیال کر رہا ہوگا کہ صقلیہ پہنچ کر تو محفوظ ہو گیا ہے۔ ہرگز نہیں، اگر تو شہر قسطنطنیہ میں بھی چلا گیا ہوتا تو خدا کی قسم میں ماضی کے حسین ایام کا لمحہ بن کر تیرے دل کے تاروں پر ضرب لگانے کے لئے طوفانوں کی طرح تیرے سر پر پہنچ جاتا، سن اگر تو سمندر کی تہوں میں بھی اتر جاتا تو میں تیرا خاتمہ کرنے کے لئے زوحانی تشنگی کی طرح تجھ پر وارد ہوتا۔

مفرج بن سالم نے پھر دھیمی آمیز لہجے میں کہنا شروع کیا۔

لولو بن نصر کیوں بچوں والی باتیں کرتے ہو، یہ افریقہ نہیں صقلیہ ہے۔ یہاں میری ایک آواز پر مسلح جوان آئیں گے اور تجھے خون کا غسل دیتے چلے جائیں گے۔ پھر تو جانے گا یہاں میری کیا حیثیت ہے۔

لولو بن نصر نے کھا جانے والے انداز میں اس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

ظالم کے بچے میں اکیلا نہیں، میرا خدا میرے ساتھ ہے سن باہر آسمان خاموش ہے، دُور دُور تک وادیوں میں بالکل چپ کا عالم ہے قافلہ آدھی گہری نیند سو چکا ہے۔

خوابوں کو گرد آلود کرنے والے، محبت کا لہو اور ظلمتوں کا زوال کرنے والے تو نے اپنے ہی نہیں دوسروں کے بھی مقدر کا خدا بننے کی کوشش کی تھی، لیکن من صقلیہ میں تیری ہر سعی کو رائیگاں کرنے کے بعد یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔

مفرج بن سالم نے بھی کھا جانے والے انداز میں لولو بن نصر کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

کسی وہ کسی دھوکے، کسی فریب میں مت رہنا تو یہاں صقلیہ میں سرد تہوں کی خوب بھری تاریکی میں کھڑا ہے، کیوں تو یہاں اپنی حیات کی مشعل بجھانے اور مرگ کے جشن میں اپنا خاتمہ کرنے کے لئے آ گیا ہے، کسی فریب میں مت رہنا یہاں تیرے آباد راستے سنسان، تیرے جوان جذبے ٹھنڈے، تیرے سارے ارادے دیو لاخوں میں بدل جائیں گے یہاں تو قضا کو آواز دینے آیا ہے اور قضا تجھ پر خوب وارد ہوگی۔

لولو بن نصر نے انتہائی غصے میں اسے کہنا شروع کیا۔

قیام ازل کی قسم تو بکتا ہے، جب تک میں تیری زیست کی کھیتی ویران نہیں کرتا، جب تک میں تیری قوت کے سارے کرشموں کو بند نہیں کرتا، جب تک میں تیرے فکر کی اُڑان کو نہیں کاٹتا، اس وقت تک صقلیہ سے جاؤں گا نہیں۔ سن مفرج بن سالم وقت خود ایک داستان ہے اور اس داستان میں تیرا نام ہی کانٹے صقلیہ میں وارد ہوا ہوں یاد رکھنا تیری زندگی کی طغیانیوں کے سارے ولولے تیرے سینے میں زکے ہوئے سبھی جواں طوفانوں پر برف گر جائے گی..... سن غداری کے گہوارے سن گناہوں کے کفیل تجھے ایک لمحہ بھی زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

اس کے ساتھ ہی سانپ کی طرح بل کھاتے ہوئے لولو بن نصر اپنی جگہ اُٹھ کھڑا ہوا، جو کچھ میں پوچھنے لگا ہوں اس کا صحیح صحیح جواب دینا، اگر تم نے کوئی چیز چھپانے یا مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کی تو تیری گردن کچھ اس انداز میں کاٹوں گا کہ تو دوسروں کے لئے عبرت بن جائے گا۔

افریقہ میں تیرے کون کون سے ساتھی ہیں جو نارمنوں کے حق میں اور مسلمانوں کے خلاف کام کر رہے ہیں۔

مفرج بن سالم نے ہنکاس قہقہہ لگایا، پھر لولو بن نصر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تو بھی کیسا نادان ہے بچوں جیسی باتیں کرتا ہے، قسم خدا کی اگر تو میرے جسم کا ایک

ایک عضو بھی علیحدہ کر دے تب بھی میں تجھے یہ نہیں بتاؤں گا کہ میرے کون کون سے ساتھی افریقہ میں میری طرح فرائض انجام دے رہے ہیں۔

لولو بن نصر کے چہرے پر خوفناک جذبے پھیل گئے، کہنے لگا۔

مفرج بن سالم یہ تو کوئی بات نہ ہوئی، تو تو ایک طرف رہا، تیرا باپ بھی قبر سے باہر نکل کر بھی گا یہاں آ کر بتانے گا کہ افریقہ میں کون لوگ ہیں جو تیرے تحت تیرے جیسا ہی کردار ادا کر رہے ہیں۔

لولو بن نصر اپنی کارروائی کا آغاز کرنا ہی چاہتا تھا کہ باہر دروازے پر زوردار دستک ہوئی تھی، لولو بن نصر چونکا تھا۔

عین اسی لمحہ مفرج بن سالم حرکت میں آیا، اپنے دونوں ہاتھوں سے چادر اس نے لولو بن نصر کی طرف اچھال دی، وہ چاہتا تھا کہ چادر پوری طرح لولو بن نصر کے اوپر پھیل جائے، اس کے بعد اپنے آپ کو مسلح کر کے لولو بن نصر کے سامنے آئے۔

لیکن مفرج بن سالم کو مایوسی ہوئی، لولو بن نصر مستعد اور چوکنا تھا۔ ڈھال آگے کرتے ہوئے چادر کو اس نے ڈور بنا دیا۔ مفرج بن سالم ابھی بستر سے اٹھا ہی تھا کہ لولو بن نصر کی تلوار بلند ہو کر گری، مفرج بن سالم کے دو حصوں میں کاٹتی چلی گئی تھی، لہو میں نہاتا ہوا مفرج بن سالم بستر سے نیچے گرا تھا۔

لولو بن نصر نے جلدی جلدی اس کے بستر سے اپنی تلوار صاف کی، پھر دروازے سے باہر آیا، دائیں بائیں جو اس کے ساتھی کھڑے تھے انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیزو! دروازے کے صدر دروازے پر دستک تم تینوں نے بھی سنی ہوگی، فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں مفرج بن سالم سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا، میں چاہتا تھا کہ اس سے یہ جان سکوں کہ افریقہ میں کون کون سے لوگ اس کے ساتھ کام کر رہے ہیں، لیکن بدقسمتی سے میں ایسا نہیں کر سکا، اس لئے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

دروازے پر دستک دینے والے ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو رات کے وقت اس کے پاس ہوتے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے اس کے کچھ اور محافظ بھی ہوں جو کھانا کھانے گئے ہوں، بہرحال فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

تم چاروں میرے پیچھے پیچھے آؤ، صدر دروازے کے دائیں بائیں اندھیرے کی آڑ لیتے

ہوئے تم چاروں کھڑے ہو جانا۔ میں دروازہ کھولوں گا، پھر دیکھتے ہیں کون ہے جو بھی ہوگا اس سے نمٹ لیں گے۔ بہرحال مفرج بن سالم کا ہم نے خاتمہ کر دیا ہے، اب ہم نے یہاں سے سیدھا بندرگاہ پر کھڑی اپنی کشتی کی طرف جانا ہے اور یہاں سے افریقہ کی طرف چلے جانا، اس کے علاوہ اب ہمارے ذمہ کوئی کارروائی نہیں ہے۔

لولو بن نصر نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو ایک مسلح جوان دروازے کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ لولو بن نصر کے وہاں دیکھتے ہوئے اس نے رات کی تاریکی میں بڑے مشکوک انداز میں اس کی طرف دیکھا اور پوچھنے لگا۔

تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو اور مفرج بن سالم کہاں ہے۔

لولو بن نصر نے اپنے چہرے پر کسی قسم کی گھبراہٹ اور پریشانی کے آثار ظاہر نہ ہونے دیئے، اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ہم لوگ مفرج بن سالم کے پرانے جاننے والے ہیں۔ صنعا سے اسے ملنے آئے ہیں، وہ اس وقت گھر پر ہی ہے، کہو تم کون ہو اور کس سلسلے میں اس سے ملنا چاہتے ہو۔

آنے والے نے طنزیہ سے انداز میں لولو بن نصر کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

مفرج بن سالم اگر خود دروازہ کھولتا تو ایسا بے وقوفانہ سوال مجھ سے نہ کرتا، بہرحال تمہارے اطمینان اور تمہاری تسلی کے لئے یہ کہوں کہ میں شہر کے امن دستوں کا سالار ہوں، ہم لوگ رات کے وقت امن کی خاطر شہر میں گشت کرتے ہیں اور ہر روز گشت کرتے ہوئے مفرج بن سالم کی خیریت بھی دریافت کرنے آتے ہیں۔

لولو بن نصر جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ آنے والا پھر بول پڑا، اب پیچھے ہٹو مجھے راستہ دو تم تو گھر کے مالک ہی بن کر کھڑے ہو گئے۔ ہٹو کہ میں مفرج بن سالم سے اس کی خیریت دریافت کروں اور واپس اپنے ساتھیوں کی طرف جاؤں۔

اتنے میں کچھ اور مسلح جوان بھی جو کچھ فاصلے پر تھے قریب آ کر کھڑے ہو گئے تھے، حالات مخدوش ہونے لگے تھے۔ لولو بن تفکرات میں ڈوب گیا تھا، اس مسلح جوان کو اس نے اندر آنے دیا، جب وہ اندر داخل ہوا تو لولو بن نصر اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔

مفرج بن سالم کے کمرے تک جانے کے لئے اس نے ابھی تو خاصا فاصلہ طے کیا ہوگا کہ پیچھے سے لولو بن نصر نے اسے دبوچ لیا، اس کے منہ پر ہاتھ رکھا، زمین پر گرا لیا، پھر

اس کے کپڑوں سے اس کا منہ باندھا، پشت پر ہاتھ باندھے اور اسے بھی اسی کمرے میں ڈال دیا تھا، جس میں پہلے سے چار آدمیوں کے منہ اور ہاتھ باندھ کر ڈالے گئے تھے، باہر سے اس نے دروازے کو زنجیر لگا دی تھی، پھر وہ صدر دروازے کی طرف آیا اور اپنے ساتھیوں سے اس نے سرگوشی کی۔

صدر دروازے سے ادھر میری طرف آجاؤ جو مسلح جوان اندر داخل ہوا اس کے ساتھی باہر کھڑے ہیں ..... یہ شہر کے اندر گشت کرنے والے لوگ ہیں، میں نے اس کا منہ اور ہاتھ باندھ کر اسی کمرے میں ڈال دیا جس میں پہلے چار کو ڈالا تھا، اب آؤ مفرح بن سالم کا جو کمرہ ہے اس کا ایک دروازہ پشتی گلی کی طرف کھلتا ہے، اس کے کمرے میں داخل ہوتے وقت میں نے اس دروازے کا جائزہ لیا تھا، آؤ اس دروازے کو کھولیں اور دوسری گلی کی طرف نکل جائیں یاد رکھنا اگر ہم نے یہاں سے نکلنے میں دیر کی تو باہر گلی میں کھڑے شہر کے اندر گشت کرنے والے دستے جب یہ اندازہ لگائیں گے کہ ان کا مسلح جوان جو مفرح بن سالم سے ملنے گیا تھا اس نے کافی دیر لگا دی ہے تو وہ بھی عمارت میں داخل ہوں گے اور جب حقیقت ان پر کھلے گی تو یاد رکھنا ہمیں پکڑنے کے لئے ہمارے پیچھے لگ جائیں گے، اب آؤ وقت ضائع مت کرو جلدی کرو، یہاں سے بھاگ نکلیں۔

لولو بن نصر کے چاروں ساتھی بڑی خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لئے، سب اس کمرے میں داخل ہوئے جس میں لولو بن نصر نے مفرح بن سالم کو خون میں نہلایا تھا پشتی دروازے کی طرف گئے، اندر کی طرف سے اس دروازے کو زنجیر لگی ہوئی تھی۔ لولو بن نصر نے آواز پیدا کئے بغیر زنجیر ہٹائی، دروازہ اس نے کھولا، باہر چھوٹی سی ایک گلی تھی، اپنے ساتھیوں کے ساتھ لولو بن نصر باہر نکلا، دروازہ اس نے پہلے کی طرح بند کر دیا۔ پھر گلی میں تھوڑا سا آگے جانے کے بعد لولو بن نصر نے پھر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کیا۔

سنو گشت کرنے والے اس گلی میں کھڑے ہوئے ہیں جس میں سے ہو کر ہم نے بندرگاہ کی طرف جانا ہے ..... دیواروں کے ساتھ چپک کر آگے بڑھنا یاد رکھنا اگر ہم دیکھے گئے تو دھر لئے جائیں گے اور انجام بہت برا ہو گا۔

مفرح بن سالم کی حویلی کی طرف آتے ہوئے میں نے دائیں بائیں مکانوں کا جائزہ لیا تھا، جس گلی میں ہم کھڑے ہوئے ہیں، اس گلی میں آ کے جا کر یہ گلی جب اس گلی میں کھلتی ہے

جس میں مسلح جوان کھڑے ہیں تو زمین پر لیٹ جانا رینگتے ہوئے گلی کی دوسری سمت جانا اس لئے کہ اس سمت کچھ بوسیدہ مکان ہیں جن کی آڑ لیتے ہوئے ہم آگے بڑھ سکتے ہیں ..... یاد رکھنا ہمارے لئے بڑے اہم لمحات ہیں اور ہماری معمولی سی غیر محتاطی ہمیں کہیں سے کہیں پہنچا سکتی ہے۔

لولو بن نصر کے چاروں ساتھیوں نے اسے بڑے غور سے سنا، لولو بن نصر جب خاموش ہوا تو ان میں سے ایک نے سرگوشی کی۔

ابن نصر آپ بالکل بے فکر رہیں، ہم آپ کی پیروی کریں گے اور کوشش کریں گے کہ دشمن کو ہمارا کھوج لگانے کا موقع ہی نہ ملے۔

پھر سب آگے بڑھے جہاں چھوٹی گلی بڑی گلی میں ختم ہوتی تھی وہاں آ کر وہ پانچوں زمین پر لیٹ گئے، پھر رینگتے ہوئے بڑی گلی کے دوسری سمت گئے جو مسلح جوان مفرح بن سالم کو دیکھنے کے لئے اندر گیا تھا اس کے ساتھی جو باہر کھڑے ہوئے تھے وہ ابھی تک گلی ہی میں کھڑے ہوئے تھے۔

رینگتے ہوئے انہوں نے گلی کو عبور کیا، دوسری سمت گئے پھر جو سامنے والے مکان تھے ان کے ساتھ ہی ساتھ رینگتے ہوئے وہ ذرا آگے جا کر اٹھے اور ایک بوسیدہ سی دیوار کے ساتھ چپکے ہوئے آگے بڑھنے لگے تھے۔

ابھی وہ تھوڑا سا آگے ہی گئے تھے کہ لوگوں نے شور کرنا شروع کر دیا۔

مفرح بن سالم کو کسی نے قتل کر دیا ہے اور قاتل بھاگ نکلے ہیں۔ ساتھ ہی گلی میں وہ ادھر اُدھر بھاگنے لگے تھے۔

لولو بن نصر اور اس کے ساتھیوں نے آگے بڑھنے کی رفتار تیز کر دی تھی، لیکن اچانک وہ رک گئے، اس لئے کہ سامنے کی طرف سے بھی کچھ مسلح جوان شور کرتے ہوئے آ رہے تھے۔

حالات ان کے لئے پریشان صورت حال اختیار کر چکے تھے، اچانک جس دیوار کے ساتھ لولو بن نصر چپکا ہوا تھا اس نے دیکھا، وہ ایک کھلا احاطہ تھا جس کے اندر بے شمار بھیڑیں بند تھیں اور ان کے ایک طرف پرال کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔

لولو بن نصر نے فوراً اپنے ساتھیوں کو مخاطب کیا۔

فوراً میرے ساتھ آؤ یاد رکھنا ہمارے پیچھے بھی لوگ لگے ہوئے ہیں اور سامنے کی

طرف سے بھی شہر میں پہرہ دینے والے آ رہے ہیں۔ ہم نہ پیچھے بھاگ سکتے ہیں نہ آگے جان بچانے کا یہی ایک راستہ ہے جو میں اختیار کر رہا ہوں۔

لولو بن نصر کے چاروں ساتھی اس کے ساتھ ہو لئے، پھر بڑی تیزی کے ساتھ لولو بن نصر کے کہنے کے مطابق وہ پرال کے اندر گھس کر بالکل ساکن ہو گئے تھے۔

جب پہرے دار ان کے قریب آئے تب پیچھے سے آنے والے شور کرتے آ گئے مفرج بن سالم کو قتل کر دیا گیا ہے قاتل ہمارے خیال میں بندرگاہ کی طرف بھاگے ہیں، انہیں بھاگنے کا موقع نہیں ملنا چاہئے۔

اس کے ساتھ ہی سارے بندرگاہ کی طرف بھاگے پھر ایک نے چلا کر کہا۔

ہمیں زیادہ دور نہیں جانا چاہئے، وہ ابھی بندرگاہ نہیں پہنچے ہوں گے گو بندرگاہ یہاں سے دور نہیں ہے، لیکن ابھی تک وہ یہیں کہیں ہیں، اتنی تیزی سے وہ بندرگاہ نہیں پہنچ سکتے۔ ہمیں یہیں رک کر انتظار کرنا چاہئے جہاں کہیں سے بھی کوئی مشکوک آدمی دکھائی دیتا ہے اسے پکڑ لینا چاہئے۔

سارے مل کر ایک جگہ کھڑے ہو گئے تھے، جب خاموشی ہو گئی تب لولو بن نصر نے پرال کے نیچے ہی نیچے اپنے ساتھیوں سے رازداری کے ساتھ سرگوشی کی۔

میرے ساتھیو یاد رکھنا موت ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے، بالکل ایسے جیسے چیل مردار کے اوپر منڈلاتی ہے اگر ہم نے دانش مندی اور سمجھداری سے کام نہ لیا تو یاد رکھنا ہمارے لئے بچنا مشکل ہو جائے گا تم چاروں یہیں رہو میں ایک کام کرنے لگا ہوں جو کچھ میں کرنے لگا ہوں وہ بھی سن لو تاکہ اس کے مطابق تم حرکت میں آؤ۔

میں واپس یہاں سے رینگتے ہوئے مفرج بن سالم کی حویلی میں داخل ہوں گا، میں جانتا ہوں اس وقت حویلی میں کوئی بھی نہیں ہو گا۔ میں اس کمرے میں جاؤں گا جس میں پانچ آدمیوں کے ہاتھ باندھ کر اور منہ میں کپڑے ٹھونس کر ہم نے پھینکا ہوا ہے، ان میں سے ایک کو میں کھولوں گا اور اس سے کہوں گا۔ اگر وہ اپنی جان عزیز رکھتا ہے، زندہ رہنا چاہتا ہے تو ہماری مخالف سمت شور کرتے ہوئے بھاگے کہ قاتل شہر کے اندرونی حصے کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

جب وہ ایسا کرے گا تو میں واپس تمہارے پاس آ جاؤں گا۔ اس کے ایسا کرنے سے

بندرگاہ کی طرف جتنے بھی لوگ گئے ہیں، وہ سمت کر اندرونی شہر کی طرف آئیں گے، ان کے ایسا کرنے سے ہمیں بندرگاہ کی طرف جانے کا موقع مل جائے گا شہر کی طرف بھاگ بھاگ کر وہ دور جا کر اگر اپنے ساتھیوں پر حقیقت کھول بھی دیتا ہے تب بھی ہم اپنی کشتی پر بیٹھ کر دور جا چکے ہوں گے۔

لولو بن نصر جب خاموش ہوا تو ان میں سے ایک کہنے لگا۔

ابن نصر آپ کو جانے کی ضرورت نہیں، آپ ہمارے امیر ہیں ..... یہ کام میں خود کروں گا۔

پرال کے نیچے ہی نیچے بڑے پیار سے لولو بن نصر نے اس کا گال تھپتھپایا، پھر کہنے لگا۔

میرے عزیز میں تیرے جذبے کی قدر کرتا ہوں، پر امیر کی حیثیت سے یہ کام مجھے ہی کرنا ہے، تم چاروں یہیں رہو یوں جانو یہ میرا حکم ہے اور جونہی ایک شخص شور کرتا ہوا شہر کے اندرونی حصے کی طرف جائے اور تم دیکھو بندرگاہ کی طرف جو مسلح جوان گئے تھے وہ بھی یہاں سے گزر کر شہر کی طرف چلے گئے ہیں تو تم فوراً بھاگ کر بندرگاہ کی طرف اپنی کشتی پر پہنچنے کی کوشش کرنا، اس شخص کو بھگانے کے بعد میں جو پیچھے ہم گلی چھوڑ کر آئے ہیں جو دائیں جانب ہے اس میں گھستے ہوئے میں اس احاطے کے دائیں جانب چکر لگاتے ہوئے بندرگاہ کی طرف پہنچوں گا۔

اس کے ساتھ ہی لولو بن نصر محتاط ہو کر آہستگی کے ساتھ پرال سے نکل باہر آیا، وہ احاطہ جس میں بھیڑیں بند کی ہوئی تھیں، بالکل خاموش تھا زمین پر رینگتے ہوئے اس احاطے کے دروازے کے قریب آیا، لیٹے لیٹے باہر جھانکا، گلی میں کوئی بھی نہیں تھا خاموشی اور سکوت تھا۔

لیٹے ہی لیٹے لولو بن نصر نے دائیں بائیں دیکھا، اطمینان کرنے کے بعد رینگتے ہوئے وہ گلی میں آیا، پھر کہنیوں کے بل بڑی تیزی کے ساتھ اس نے بڑی گلی کا فاصلہ طے کیا، اس چھوٹی گلی میں داخل ہوا جس میں مفرج بن سالم کی حویلی کا پشتی دروازہ کھلتا تھا۔

مفرج بن سالم کے کمرے کا جو دروازہ کھول کر وہ باہر آیا تھا، اسی کمرے کے پاس جا کھڑا ہوا۔ آہستہ آہستہ دروازہ اس نے کھولا جس میں مفرج بن سالم کی لاش پڑی ہوئی تھی وہاں کوئی بھی نہیں تھا، لاش اس طرح پڑی ہوئی تھی لولو بن نصر کمرے میں داخل ہوا وہ

پاؤں صحن میں آیا صحن بھی خالی تھا۔

ایک دیوار کے ساتھ چپکتے ہوئے وہ اس کمرے کے پاس آیا جس میں اس نے پانچ مسیحی جوانوں کے منہ اور ہاتھ باندھ کر کمرے میں پھینکا تھا، اس کمرے کو باہر سے زنجیر لگی ہوئی تھی زنجیر اس نے کھولی، اس کمرے میں داخل ہوا، بچے پانچوں میں سے ایک کا انتخاب اس نے کیا۔

اس کے پاس بیٹھ گیا، پھینکے نیام میں سے اس نے چمکتا ہوا بھاری خنجر نکالا، اس شخص کے منہ سے کپڑا ہٹایا، پھر خنجر کی نوک اس کی ران پر رکھ کر زور سے دباؤ ڈالتے ہوئے کہنے لگا۔

زندگی چاہتے ہو یا موت؟

وہ شخص گڑگڑانے لگا، بڑی عاجزی میں کہنے لگا، میں مرنا نہیں چاہتا تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔

لولو بن نصر اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے گیا اور کہنے لگا۔

میں تمہارے پشت پر بندھے ہوئے ہاتھ کھولتے لگا ہوں، صدر دروازے سے نکل کر تر شہر کی طرف بھاگنا اور زور زور سے چلانا شروع کر دینا کہ مشرق بن سالم کے قاتل شہر کی طرف بھاگ گئے ہیں، اپنی پوری آواز کے ساتھ یہ الفاظ ادا کرنا اور خود بھی شہر کی طرف بھاگنا۔

اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں تمہارے پیچھے گھر آؤں گا، میرا نشانہ بڑا بے خطا ہے میں تاک کر خنجر ماروں گا کہ میرا خنجر تمہارے دل کو چیرتا ہوا نکل جائے گا اور تم اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے، کہو جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو۔

اس پر اس شخص نے قسم اٹھائی کہ جیسا وہ کہے گا ویسا ہی کرے گا۔

اس پر لولو بن نصر نے اس کے ہاتھ کھولے، اس کے منہ پر ہاتھ رکھا اور پھر اس کی پشت پر اپنا خنجر لگاتے ہوئے وہ صدر دروازے کے پاس لایا، دائیں بائیں دیکھا گلی میں کوئی بھی نہیں تھا لولو بن نصر اسے گلی میں لایا، اس جگہ جہاں گلی دائیں طرف جاتی تھی، پھر اسے کہنے لگا میں یہیں کھڑا ہوتا ہوں اور تجھ پر نگاہ رکھتا ہوں اب تو شور کرتا ہوا شہر کی طرف بھاگ جو الفاظ میں نے کہے ہیں وہی ادا کرنا ورنہ یاد رکھنا میرا خنجر اڑتا ہوا تیرے پیچھے آئے گا اور تجھے خون میں نہلا دے گا اب تو جا اپنے کام کی ابتدا کر، ساتھ ہی لولو بن

نصر دائیں گلی کی نکڑ پر کھڑا ہو گیا تھا۔

اس شخص نے شاید غنیمت جانا کہ اس کی جان بچ رہی ہے، وہ پوری قوت سے وہی الفاظ ادا کرنے لگا تھا جو لولو بن نصر نے کہے تھے بار بار وہ یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے شہر کی طرف بھاگنے لگا تھا، ساتھ میں لولو بن نصر نے جس دوسری گلی میں بھاگنا شروع کر دیا تھا۔

جو لوگ بندرگاہ کی طرف گئے تھے جب انہوں نے یہ آواز سنی تو وہ شور کرنے لگے اور ایک دوسرے کو کہنے لگے یہاں کھڑے ہونا بے کار ہے، قاتل شہر کی طرف بھاگ گئے ہیں، آؤ ان کا تعاقب کریں ورنہ انہیں بھاگ جانے کا موقع مل جائے گا، اس کے ساتھ ہی جتنے لوگ بندرگاہ کی طرف گئے تھے وہ اپنی تلواریں سونتے بڑی تیزی سے گلی سے گزرتے ہوئے اس سمت جانے لگے تھے جس سمت شور کرنے والا گیا تھا۔

جب وہ گزر گئے تب پرال کے نیچے سے لولو بن نصر کے چار ساتھی نکلے، وہ بھی اس احاطے کی مخالف سمت پھلانگ کر اس گلی کی طرف کودے جس کی طرف لولو بن نصر گیا تھا پھر لولو بن نصر کے پیچھے پیچھے وہ بھی بڑی تیزی سے بندرگاہ کا رخ کر رہے تھے۔

جلد ہی انہوں نے یہ لوگ کی صورت میں سامنے دیکھا، لولو بن نصر بندرگاہ کی طرف بھاگ رہا تھا انہوں نے اپنے بھاگنے کی رفتار تیز کر دی اور لولو بن نصر کے ساتھ جا ملے پانچوں جلدی جلدی اپنی کشتی میں بیٹھے، ایک نے کمان میں سے اکھاڑہ کھولنے کو کشتی میں پھینکا، کشتی کو پانی کے اندر تھوڑا سا دھکیلا، خود بھی کشتی میں بیٹھ گیا، پھر چپو چلاتے ہوئے بڑی تیزی سے وہ کشتی کو کھلے سمندر کی طرف لے جانے لگے تھے۔

وہ کھلے سمندر میں کافی آگے چلے گئے تھے، ان کے پیچھے بندرگاہ پر شور سنائی دیا، لیکن وہ اتنی دور جا چکے تھے کہ شور کرنے والوں کی آوازیں ان کی سماعت سے ٹکرا تو رہی تھیں، لیکن یہ نہ سنا جا سکتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں ساتھ ہی وہ اس لئے بھی مطمئن تھے کہ اگر اب کوئی کنارے پر کھڑے ہو کر ان کی کشتی کو دیکھے تو ان کی کشتی دکھائی نہ دیتی تھی، چیخ چلانے کی آواز بھی ساحل تک نہ پہنچ سکتی تھی، اس لئے کہ کشتی سمندر میں کافی آگے جا چکی تھی۔

سلطان عبدالمومن نے ایک بار پھر اپنے لشکر کے سارے حصوں کو زاویہ شہر کے نواح میں جمع کر لیا تھا، دوسری جانب نارمنوں کو چونکہ ہر محاذ پر شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا، لہٰذا وہ پیچھے ہٹے اور تیونس کے نواح میں انہوں نے اپنے لشکر کے سارے حصوں کو جمع کرنا شروع کر دیا تھا۔

ایک روز عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید، یحییٰ بن عبدالعزیز، امیر الحمراء ابو عمران اور کچھ دیگر سالار سلطان کے خیمے میں بیٹھے اپنے آئندہ کے لائحہ عمل پر گفتگو کر رہے تھے کہ ایک محافظ دروازے پر نمودار ہوا اور سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم! امیر عمر بن حسین سے صنہاجی قبیلے کا نائب سردار اولو بن نصر ملنا چاہتا ہے، اس وقت وہ خیمے سے باہر کھڑا ہے۔

اولو بن نصر کا نام سن کر عمر بن حسین، محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح چونکے تھے۔ سلطان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر خیمے کے دروازے پر کھڑے ہونے والے مسلح جوان کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان کہنے لگا۔

میرے عزیز تمہیں یہ پیغام پہنچانے کی ضرورت ہی نہ تھی، کیا اولو بن نصر کو کسی نے اندر آنے سے روکا ہے۔

مسلح جوان کہنے لگا نہیں، سلطان محترم کسی نے اسے روکا تو نہیں لیکن اس نے مجھے خود ہی آپ سے اندر آنے کی اجازت طلب کرنے کے لئے کہا ہے۔

سلطان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے دوسرے لوگ بھی کھڑے ہو گئے تھے۔ سلطان دروازے پر آیا، ایک طرف اولو بن نصر کھڑا ہوا تھا، سلطان

نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا، پھر اسے مخاطب کرتے کہنے لگا۔

میرے عزیز اگر تم اولو بن نصر ہو تو تم نے اندر آنے کی اجازت طلب کر کے بڑی زیادتی کی ہے۔ تمہارا نام ہمارے ہر لشکری کے لئے شناسا ہے۔ تم نے اجنبیوں کی طرح باہر کھڑے ہو کر اجازت کیوں طلب کی۔

اتنی دیر تک عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید اور دیگر سالار بھی باہر نکل آئے تھے۔ عبدالمومن آگے بڑھا اور اولو بن نصر کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا، پھر اسے مخاطب کرتے کہنے لگا۔

اولو بن نصر میرے عزیز تمہارا صرف نام ہی ہم لوگوں کے لئے شناسا نہیں ہے بلکہ تمہارے کارنامے بھی ان سرزمینوں کے اندر کرنوں کے لمس، آگہی کے حصار انجم و ثریا کی گفتگو اور اجالوں کی نیت کی طرح جانے پہچانے ہیں۔ میرے عزیز تو نے کیا خوب روشنی کا ضمیر بن کر بے نام و نمک نارمنوں کے اندر گھس کر اپنے کارہائے سولی کی پروقار تجلی سے ان کی حالت نوحے برتنوں جیسی کی۔ تیری ہمت، تیری جرات کی داستانیں میرے پاس اس وقت سے پہنچتی رہی ہیں، جب تو اپنی کشتیوں کے ذریعے صقلیہ سے بے بس مسلمانوں کو نکالتا رہا ہے، میں عبدالمومن ملت اسلامیہ کے لئے تیرے سارے کارناموں کو سلام کرتا ہوں۔

سلطان عبدالمومن کے بعد عمر بن حسین، محمد بن رشید، یحییٰ بن مطروح آگے بڑھ کر اولو بن نصر سے گلے ملے، اس کے بعد دوسرے سالار اولو بن نصر سے مل رہے تھے، پھر جہاں سب بیٹھے ہوئے تھے وہیں بیٹھ گئے، پھر سلطان نے اولو بن نصر کو اپنے قریب بٹھایا اور اسے مخاطب کرتے پوچھا۔

میرے عزیز صقلیہ میں جس مہم پر تم گئے تھے، اس کا کیا بنا۔

جواب میں اولو بن نصر نے صفرج بن سالم کو قتل کرنے کی ساری داستان تفصیل کے ساتھ سنا ڈالی تھی۔

اولو بن نصر جب خاموش ہوا تو سلطان نے اولو بن نصر کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہوئے اسے شاباش دی، پھر سلطان نے اسے مخاطب کیا۔

سن میرے عزیز فتنہ قتل سے بھی بدتر ہے۔ صفرج بن سالم مسلم قوم کے لئے فتنہ بن رہا تھا، اس کا خاتمہ کر کے تو نے نیکی کا وہ کارنامہ سرانجام دیا ہے، میرے عزیز جس کا صلہ

تجھے سیر ارب خبر ہو دے گا۔ لولو بن نصر کو مخاطب کرتے ہوئے سلطان مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایک نوجوان جس کے کندھے پر صاف ستھرا انگوچھا اور ہاتھ میں دف تھی، سلطان کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ وہ زویلہ شہر کی طرف سے آیا تھا۔ یہ وہی مفتی تھا جو زویلہ کے لئے اپنے مسلمانوں کے ساتھ زویلہ کی طرف گیا تھا جس نے دف بجاتے ہوئے پر سوز نغمہ گایا تھا۔ جسے سن کر سلطان آبدیدہ ہو گیا تھا۔ سلطان کے سامنے آنے کے بعد اس مفتی نے بڑی نرم اور پر سوز آواز میں سلطان کو مخاطب کیا۔

سلطانِ محترم آپ نے مجھے پہچانا۔

سلطان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر سلطان کہنے لگا۔

تیرے جیسے محبت کے پر سوز نغمے اور ملت کا درد رکھنے والے مفتی کو میں کیسے نہیں پہچانوں گا۔

مفتی کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

سلطانِ محترم میرا نام اسماعیل ہے۔ میں آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ میں آپ کے لشکر میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں شہر میں رہتے ہوئے میری زندگی بالکل بے کار ہے۔ آپ کے لشکر میں رہتے ہوئے اگر میں تلوار چلا کر دشمن کے خلاف جنگ نہ کر سکوں گا تو کم از کم اپنے گیتوں سے آپ کے لشکریوں کا حوصلہ تو بڑھا سکوں گا۔

سلطان مسکرایا، مفتی اسماعیل کی طرف دیکھا، پھر اپنے سپہ سالار علی بن یحییٰ کو اس نے مخاطب کیا۔

ابن عبدالعزیز اسماعیل نامی اس مفتی کو باقاعدہ طور پر اپنے لشکر میں شامل کر لو۔ میں اس کے جذبے کی قدر کرتا ہوں، ساتھ ہی سلطان نے مفتی کی طرف دیکھا۔

اسماعیل بیٹھ جاؤ، مفتی چپ چاپ وہاں بیٹھ گیا تھا۔

سلطان پھر لولو بن نصر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے عزیز اب جبکہ تو سقلیہ کی مہم سے فارغ ہو چکا ہے تو میں چاہتا ہوں تو ایک روز ہمارے ہاں قیام کرے۔ اس کے بعد تم سفاقس کی طرف کوچ کر جانا۔

لولو بن نصر نے اس سے اتفاق کیا، ایک رات اس نے زویلہ کے نواح میں لشکر کے ساتھ قیام کیا، دوسرے روز وہ سفاقس کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

سلطان عبدالمومن کے ہاتھوں رسوائن شکست اٹھانے کے بعد نارمنوں نے اب اپنی ساری عسکری قوت کو تیونس میں جمع کرنا شروع کر دیا تھا۔ ان کی نقل و حرکت کی ساری خبریں سلطان کو بھی پہنچ رہی تھیں۔ سلطان نے صرف چند روز اپنے لشکر کے ساتھ زویلہ کے نواح میں قیام کیا، پھر سلطان اپنے لشکر کے ساتھ کو بستانوں کی بنیادیں تک ہلا دینے والے خراب الٰہی اور خوفناک انرحی قوت کی طرح حرکت میں آیا۔ اور دراز داڑھیوں کی صدائے بازگشت اور ہائت و ذلت کی دلولان گاہوں کو روندتی لاتعداد اور غیر متحرک قہرمانیوں کی طرح سلطان نے اپنے کام کا آغاز کیا۔

تیونس کی طرف جانے کے بجائے سلطان نے زویلہ سے کوچ کرنے کے بعد بجایا کا رخ کیا۔ آندھی اور طوفانوں کی طرح بجایا پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان جندویہ گیا۔ جندویہ شہر کو بھی اس نے پامال کیا، اسے بھی فتح کرتے ہوئے سلطان نے قیصر شہر لیکف کا رخ کیا، اسے بھی اپنے سامنے زیر کیا۔ پھر سلطان برق رفتاری سے آگے بڑھتا ہوا سکلار کی طرف آیا۔ سکلار بھی سلطان کی قوت کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ سکلار سے نکل کر سلطان نے صحرائی حصے کو پامال کرتے ہوئے انجیم کا رخ کیا تھا۔ پھر ایک دن کی یلغار کے بعد سلطان نے انجیم کو بھی فتح کر لیا تھا۔

یہ ایک لمبا چکر اور کاوائی تھی جو سلطان نے زویلہ سے بجایا، جندویہ، لیکف اور سکلار سے ہوتے ہوئے انجیم تک لگایا تھا۔ انجیم چونکہ نارمنوں کی سب سے بڑی بندرگاہ اور مرکزی شہر مہدیہ سے قریب تھا۔ لہٰذا نارمنوں کو جب خبر ہوئی کہ سلطان انجیم تک پہنچ گیا ہے تو

ان کے خیالات کی دُنیا پامال ہو کر رہ گئی تھی۔ لگتا تھا قسمت خود ولوبان سے معطر ہو کر ان کے تصورات اور مقاصد میں المناک تھکن کی طرح آ کھڑی ہوئی ہو، وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ صحرائی حصے میں اس قدر لمبا کاواکا ٹنے کے بعد سلطان ان کے مرکزی شہر کی طرف جا پہنچے گا، انہیں تو چند دن پہلے ہی خبریں دی جا رہی تھیں کہ اپنے لشکر کو چند دن ستانے کا موقع دینے کے بعد سلطان بڑی برق رفتاری سے زویلے سے کوچ کرے گا اور تیونس کا رخ کرے گا اور نارمنوں سے ٹکرانے کی کوشش کرے گا، اب جو سلطان اتنا بڑا کاواکاٹتے ہوئے انجیم پہنچا تو نارمن حواس باختہ ہو گئے تھے۔

اپنے لشکر کے ساتھ نارمنوں نے تیونس سے کوچ کیا، بڑی تیزی سے منزلیں پے منزل مارتے ہوئے وہ تینات پہنچے تمامات سے وہ سوس آئے، سوس سے نکل کر وہ سوتا تر پہنچے تھے کہ ایک بار پھر ان کے پاؤں تلے نئی آنے والی خبروں نے زمین کو بساط کی طرح کھینچ کر رکھ دیا تھا۔

سلطان نے پہلے کی طرح ایک اور خونی یلغار کی انجیم سے سلطان مہدیہ کی طرف جا سکتا تھا، لیکن سلطان نے ایسا نہیں کیا سلطان نے انجیم میں صرف ایک دن قیام کیا پھر اس نے لشکر کے ساتھ کوچ کیا فراق رتوں کی الم خیز ہواؤں کی طرح اس نے اپنا سفر شروع کیا تھا، پھر زہر در زہر لمحہ در لمحہ صدف در صدف گہر در گہر، یم در یم گونجتی ندائے قضا، اُن میں زہر اور آنکھوں میں نوکیلے کانٹے کھڑے کرتی بدترین تقدیر کی طرح سلطان اپنا رُخ تبدیل کرتے ہوئے انجیم شہر سے نکلا، انجیم سے اس نے تیروان کا رُخ کیا تیروان میں سلطان رُکا نہیں، یہاں سے سیدھا سیبانہ پہنچا سیبانہ سے اس نے بجایا کا رُخ کیا، بجایا سے اس نے اپنا رُخ تھوڑا سا دائیں جانب بدلا اور پھر سلطان آندھی اور طوفان کی طرح تیونس جا پہنچا تھا۔

تیونس کے مسلمانوں کو جب خبر ہوئی کہ سلطان عبدالمومن اور عمر بن حسین اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ مختلف مقامات پر نارمنوں کو بدترین شکست دینے کے بعد تیونس پہنچ گئے ہیں تو ان کے اندر ایک نیا ولولہ اور جوش پیدا ہو گیا تھا پھر سلطان نے اپنے کچھ لشکر شہر کے اندر داخل کر دیئے جنہوں نے گلے گلے، کوچے کوچے گھوم کر مسلمان جوانوں کو مسلح ہو کر نارمنوں کے خلاف اُٹھ کھڑا ہونے کا پیغام دے دیا تھا۔

یہ پیغام ملتے ہی شہر کے اندر جو مسلح جوان تھے، وہ اپنے آپ کو مسلح کرتے ہوئے نارمنوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے، گویا شہر میں سلطان نے بغاوت کروا دی تھی شہر کے اندر جو نارمنوں کا لشکر تھا، اس نے جب اس بغاوت کو فرو کرنا چاہا تب ان کے لئے ایک اور عذاب اور قہرمانیت اُٹھ کھڑی ہوئی۔

اس لئے کہ اسی لمحہ شہر کے جنوبی حصے کے برج سلطان نے پیتل کے مینڈھے کے سر کی ضربوں سے گرا دیئے، پھر دیکھتے ہی دیکھتے سلطان کے لشکر کا ایک حصہ فصیل میں چڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔

نارمن شہر کے اندر مسلمان جوانوں کی کھڑی کردہ بغاوت فرو کرنے میں مصروف تھے، انہیں جب خبر ہوئی کہ مسلمان شہر کی فصیل پر چڑھ آئے ہیں تو ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔ وہ پلٹے لیکن ان کا پلٹنا ان کے لئے نقصان دہ ثابت ہوا اس لئے کہ شہر کے اندر جو مسلح مسلمان جوان تھے انہوں نے ان کا تعاقب کیا اور انہیں قتل کرنا شروع کر دیا تھا۔ اتنی دیر تک سلطان کے لشکر کا بڑا حصہ تیونس کی فصیل پر چڑھ چکا تھا فصیل کے محافظوں کی انہوں نے قتل کر دیا شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا گیا سلطان کا سارا لشکر شہر میں داخل ہو گیا تھا۔

شہر کے اندر نارمنوں کا جو لشکر تھا، وہ زیادہ دیر تک مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکا۔ ایک طرف سے شہر کے مسلح جوان دوسری طرف سے سلطان عبدالمومن ان پر حملہ آور ہوا اور شہر کے اندر ان کا قتل عام کر کے ان کا صفایا کر دیا گیا تھا، اتنی دیر تک فصیل کے اوپر اپنی کارروائی کرتے ہوئے عمر بن حسین، یحییٰ بن عطاش اور محمد بن رشید نے بھی نارمنوں کا مکمل طور پر صفایا کر دیا تھا، اس طرح تیونس پر سلطان عبدالمومن کا قبضہ ہو گیا تھا۔

یہاں بھی سلطان نے وقت ضائع نہیں کیا۔ شہر کو فتح کرنے کے ساتھ ہی فوراً سلطان نے شہر کا نظم و نسق درست کیا نارمنوں کی لاشوں کو اٹھا کر شہر کو صاف کر دیا گیا چند دنوں سلطان نے شہر کے اندر مقرر کئے جنہوں نے شہر کے اندر موجود مسلمان جوانوں کو لشکری تربیت دینا شروع کر دی تھی، جبکہ سلطان اپنے پورے لشکر کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر پڑاؤ کر گیا تھا۔ سلطان جانتا تھا کہ نارمنوں کو جب خبر ہو گی کہ اس نے تیونس پر حملہ کر دیا ہے تو وہ پلٹیں گے اور تیونس کا دفاع کریں گے۔ لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ہی چونکہ

سلطان تیونس پر قابض ہو گیا۔ بعد ازاں وہ شہر سے نکلا اور پڑاؤ کر لیا تھا تاکہ نارمن جب یہاں پہنچیں تو شہر سے باہر ان کے ساتھ ایک بار پھر معرکہ آرائی کی جائے۔

نارمن پہلے بھی سلطان عبدالمومن اور امیر عمر بن حسین کے سامنے پریشان حال اور بوکھلائے ہوئے تھے، انکا تاراج کرتے ہوئے وہ تیونس پہنچے، انہیں ان کے طلایہ گردوں نے خبر دی کہ تیونس پر سلطان عبدالمومن اور عمر بن حسین نے قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ اپنے لشکر کے ساتھ تیونس سے باہر پڑاؤ کئے ہوئے ہیں، تب ایک بار پھر نارمنوں کے پاؤں تلے سے زمین لرز کر رہ گئی تھی۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ طوفانی انداز میں یلغار کرتے ہوئے سلطان پہلے انجیم کی جنوب کی طرف جائے گا پھر آندھی اور طوفان کی طرح انجیم شہر سے سیدھا تیونس کا رخ کرے گا اور شہر پر حملہ آور ہو کر شہر پر قبضہ کرے گا۔

وہ تو یہ اندازہ لگائے ہوئے تھے کہ سلطان انجیم شہر میں قیام کرے گا، اس لئے کہ انجیم شہر سے دو بڑی بڑی شاہراہیں دو بڑے بڑے شہروں کو جاتی تھیں، ایک سیدھی مہدیہ کی طرف اور دوسری سفاقس اور کوہستان متماتہ کی طرف جاتی تھی۔

لیکن سلطان نے مہدیہ کا رخ کیا نہ سفاقس جا کر اپنے لشکر کو ستانے کا موقع فراہم کیا بلکہ آرام کئے بغیر انجیم سے اس نے کوچ کیا اور تیونس آ کر دم لیا اور آتے ہی شہر پر حملہ آور ہوا اور شہر پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔

نارمنوں کے لشکر میں جب یہ خبر پہنچی کہ انجیم سے تیونس پہنچ کر مسلمانوں نے تیونس پر قبضہ کر لیا ہے اور اب مسلمانوں کا لشکر تیونس کے نواح میں پڑاؤ کئے ہوئے ان کا انتظار کر رہا ہے، تب ان کی صفوں میں ایک طرح سے بددلی پھیل گئی تھی تاہم بیلوتی اپنے لشکر کو لے کر تیونس پہنچے اور ایک بار پھر سلطان سے ٹکرانے کے لئے انہوں نے تیونس کے نواح میں سلطان کے سامنے پڑاؤ کر لیا تھا۔

نارمن مسلمانوں کے خلاف ایسے غضبناک ہو رہے تھے کہ پڑاؤ کرنے کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دیں اور مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ کرنے کا تہیہ کر لیا تھا ساتھ ہی ان کے لشکر میں زور دار انداز میں لشکریوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے نعرے اور دوسرے سازینے بجنے لگے تھے۔

دوسری جانب سلطان اور عمر بن حسین نے بھی اپنے سالاروں کے ساتھ صفیں درست کر لی تھیں، پھر دیکھتے ہی دیکھتے نارمن بوکھلاہٹ اور گھبراہٹ میں زلزلوں کے ارتعاش کی طرح بڑھتے تھے آفق تا آفق تیرگی کی دھجیاں بکھیرتے ہواؤں کے دلسوز نوحوں اور آدمیت کو شرف خانی کرتے کردش دہر کے طوفانوں کی طرح مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

مسلمانوں نے پہلے نارمنوں کے حملوں کو روکا، پھر دھیرے دھیرے بلند ہوتے نعرہ ربانی کی طرح انہوں نے اپنے رب کی عظمت کی تکبیریں بلند کیں، پھر وہ جن زبانوں میں خوف کے آبشار گھڑے کرتے تھے میر نیابات نے طنطنہ اور نصیب کی سحر میں تاریکیاں بکھیرتے یکتائی کی تلاش و جستجو کرتے لب کراں بادبانی طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے کوئی بلند و بالا پہاڑ شاید الست اپنے کف دست پر قوت کی ہر شے سے وہاں جن موجود ہو، نارمنوں نے بار بار کوشش کی کہ مسلمانوں کو پیچھے دھکیلنے میں کامیاب ہو جائیں، لیکن وہ ناکام رہے اس لئے کہ مسلمان لشکر ان کے سامنے سنگ خارا کی دیوار اور جزو لاینجزی ثابت ہو رہے تھے۔

نارمن اپنے مانوس اور آشنا نعرے بلند کرتے ہوئے بڑے مغلوب الغضب ہو کر ایک ساتھ حملہ آور ہوئے تاکہ کم از کم تھوڑی دیر کے لئے بھی مسلمانوں کو پیچھے دھکیلیں لیکن جری اور نڈر مسلمان مجاہد اپنے بام و در کے محافظ اور قوم کا سہاگ بن کر نارمنوں کے سامنے جم گئے تھے اور پھر جب انہوں نے اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ جوابی حملے شروع کئے تو یوں محسوس ہونے لگا جیسے اندھیروں میں چھپے سینکڑوں خورشید روشن ہو گئے ہوں، جیسے سناٹوں میں پنہاں بے شمار آوازیں نکل آئی ہوں، جیسے نوائے راز میں گم مرگ کے افسانے اٹھ کھڑے ہوں، جیسے فضاؤں میں رنگ رنگ میں پرچھائیاں کھڑی کرتی ہر اساسیوں نے اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا ہو، جیسے تاریکیوں میں چھپے سیلاب بند توڑ کر چیخنے ہوں، جیسے ایک تنکے میں پنہاں ہزاروں خوفناک اشکال تڑپ کر اپنا وجود دکھانے لگی ہوں، جیسے پستی کی پنہائیوں میں بلندیوں کی رفعتیں شاہینوں کی طرح پھیلائے چھانے لگی ہوں۔

مسلمانوں کے ان خوفناک حملوں کو نارمن زیادہ دیر برداشت نہ کر سکے۔ ان کی حالت اب بڑی تیزی کے ساتھ شام تجر ہوں کے انسانوں، زندان میں مظلوموں فریاد اور دکھتے دل

کی جلن کی طرح ہونے لگی تھی۔ تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد نارمنوں کی صفوں کے اندر افراتفری اور بد نظمی پھیلنا شروع ہو گئی تھی، اس لئے کہ مسلمان لشکر کی ان کی اگلی صفوں کو چیرتے ہوئے پچھلی صفوں میں گھسنے لگے تھے، پھر دیکھتے ہی دیکھتے نارمن لشکر کے اندر پسپائی کے بگل بج اٹھے اور نارمن شکست کھا کر بھاگنے اٹھے۔

سلطان اور عمر بن حسین نے دور تک بھاگتے ہوئے نارمنوں کا تعاقب کیا، پھر وہ واپس تیونس شہر سے باہر اپنے پڑاؤ میں آئے تھے، تیونس شہر کے باہر سلطان اور عمر بن حسین کے ہاتھوں نارمنوں کی یہ بدترین اور ذلت آمیز شکست تھی۔

✿✿✿

عبدلیس بن کسینہ مغرب کی نماز پڑھنے کے لئے جب مسجد میں داخل ہوا تو پیچھے سے کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا، اس نے جب چونکتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اس کے پیچھے علی بن عبدالعزیز تھا، وہی علی بن عبدالعزیز جو منصورہ نامی بستی کا رہنے والا تھا اور جو اس بستی کے سردار قاسم بن اسحاق کے لئے شریر کار شتہ مانگنے آیا تھا۔

علی بن عبدالعزیز کی طرف دیکھتے ہوئے عبدلیس بن کسینہ چونکا، کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ علی بن عبدالعزیز نے اس سے سرگوشی کی۔

ابن کسینہ مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھے رہنا، میں تم سے ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

اس کے علاوہ علی بن عبدالعزیز نے کچھ بھی نہ کہا، دونوں مسجد میں داخل ہوئے، باجماعت دونوں نے نماز ادا کی، نماز کے بعد عبدلیس بن کسینہ اپنی جگہ پر بیٹھا رہا، دوسرے کونے میں علی بن عبدالعزیز بھی بیٹھا ہوا تھا، جب سب نمازی چلے گئے تب وہ سب سے آخر میں مسجد سے نکلے، مسجد سے نکلنے کے بعد بڑی رازداری میں علی بن عبدالعزیز نے عبدلیس بن کسینہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن کسینہ حالات دن بدن ہمارے لئے ابتر اور غیر محفوظ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ شاید تمہارے لئے یہ خبر نئی اور ناقابل برداشت ہو کہ امیر طہر بن حسین اور سلطان المؤمن نے نارمنوں کے خلاف ایک نہیں لگاتار کئی کامیابیاں حاصل کی ہیں، نارمنوں نے مختلف لشکر مختلف شہروں کی طرف بھجوائے، پر انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

پھر تارمنوں نے اپنے لشکریوں کو تیونس میں متحد کیا۔ پھر ان کی بدقسمتی کہ سلطان عبدالرحمن جو اس وقت زویلہ میں قیام کئے ہوئے تھا، اس نے الواثق پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا کہ وہ تیونس پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ لہٰذا تارمن تیونس کا دفاع کرنے لگے، لیکن سلطان نے ایسا نہیں کیا وہ جنوب کی طرف گیا اور لگاتار کئی شہر فتح کرتا چلا گیا۔ پھر اس نے اپنا رخ مشرق کی طرف موڑا اور سفاقس نے رخ بدلا اور تیونس میں نمودار ہوا۔ تیونس پر حملہ آور ہوا اور شہر پر اس نے قبضہ کر لیا۔ تارمن پلٹ کر جب تیونس پہنچے تو شہر کے باہر سلطان کے ہاتھوں تارمنوں کو بدترین شکست ہوئی۔ اب تارمن شکست کھا کر پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ اب دیکھو حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں۔

عبدلیس بن کسیلہ جہاں تک میری سوچ کام کرتی ہے، سلطان عبدالرحمن اور امیر بن حسین نے تارمنوں سے بڑے بڑے شہر تو چھین لئے ہیں، اب تارمنوں کے پاس تین بڑے شہر اور چار پانچ چھوٹے شہر بچتے ہیں۔ میرا خیال ہے تارمن اب زیادہ عرصہ تک افریقہ میں اپنے مقبوضات کا دفاع نہ کر سکیں گے۔

جو حالات اس وقت ہمارے سامنے ہیں، ان کو دیکھتے ہوئے میں بلاشک و شبہ کہہ سکتا ہوں کہ ان سرزمینوں میں اب تارمنوں کی بساط ہمیشہ کے لئے لپیٹ دی جانے والی ہے۔

عبدلیس بن کسیلہ یہ تو وہ حالات ہیں جو پیش آ چکے ہیں اور جن کو مدنظر رکھنا تمہارا اور تمہارے کام ہے، اس لئے کہ اگر تارمنوں کی بساط افریقہ میں لپیٹ دی جاتی ہے تو پھر یہ رکھنا ہمارے لئے بھی خطرات اٹھ کھڑے ہوں گے۔ ہمیں بڑی رازداری کے ساتھ اپنی تنظیم کے سارے افراد کو اس کے تانوں کو راز میں رکھنا ہوگا۔ ایک اور بات بھی یاد رکھنا اور یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ افسوس کے ساتھ تمہیں تنبیہ کر رہا ہوں کہ کبھی بھی غلطی سے کام لیتے ہوئے یہاں کے بہتر حالات کو دیکھتے ہوئے صقلیہ کی طرف مت بھاگ جانا۔

بات دراصل یہ ہے کہ صقلیہ میں تارمنوں کے لئے مشرح بن سالم کام کر رہا تھا، وہ سلسلہ اب ختم ہو گیا ہے۔ مشرح بن سالم کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ ایک بات اور بھی یاد رکھنا میرا اپنا اندازہ ہے کہ یہ کام ہمارے قبیلے کے نائب سردار الواد بن نصر نے کیا ہے، اس لئے کہ تو نے دیکھا ہوگا گزشتہ کئی دنوں سے الواد بن نصر سفاقس سے غائب تھا۔ وہ کہاں گیا ہوا

تھا، کسی کو کوئی خبر نہیں، جونہی وہ سفاقس لوٹ کر آیا ہے ہمارے پاس یہ خبر بھی پہنچ گئی ہے کہ رات کی گہری تاریکی میں صقلیہ کے مرکزی شہر بلرم میں مشرح بن سالم کو اس کی حویلی میں کسی نے قتل کر دیا۔

اگر الواد بن نصر کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مشرح بن سالم غدار تھا اور وہ مسلمان ہوتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف تارمنوں کے حق میں کام کر رہا تھا تو پھر عمر بن حسین، محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کو بھی یہ خبر پہنچ چکی ہوگی کہ ان سرزمینوں میں کچھ قوتیں ایسی ہیں جو مسلمانوں کے خلاف اور تارمنوں کے حق میں کام کر رہی ہیں۔

میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ مشرح بن سالم نے ہمارے نام نہیں لئے کہ ہم بھی تارمنوں کے حق میں کام کر رہے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو یاور کفہ صقلیہ سے الواد بن نصر کو گرفتار کر چکے ہوتے۔ اگر مشرح بن سالم سے اسے یہ خبر ہوتی کہ یہاں فلاں فلاں اشخاص تارمنوں کے حق میں کام کر رہے ہیں تو الواد بن نصر آتے ہی سب کو گرفتار کر لیتا۔ لیکن چونکہ ایسا نہیں ہوا، لہٰذا یہ بات اب واضح ہے کہ مشرح بن سالم نے کسی کا نام نہیں لیا۔ ہو سکتا ہے مشرح بن سالم کو ٹھکانے لگاتے وقت الواد بن نصر کو اس کے ساتھیوں کے نام پوچھنے کا موقع ہی نہیں ملا ہو۔ بہرحال جو کچھ بھی ہوا اور جو کچھ ہو رہا ہے ہمارے حق میں انتہائی برا ہے۔

علی بن عبدالعزیز ہونقوں کی طرح عبدلیس بن کسیلہ کا منہ تکتا رہا۔ عبدلیس بن کسیلہ کا رنگ پیلا ہو کر رہ گیا تھا۔ علی بن عبدالعزیز جب خاموش ہوا تو عبدلیس بن کسیلہ نے اسے مخاطب کیا۔

ابن عبدالعزیز تم نے انتہائی بری خبریں سنائی ہیں۔ علی بن عبدالعزیز نے کچھ کہنا شروع کیا۔

جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو بعد میں کہنا ابھی میں نے اپنی بات مکمل نہیں کی۔ میں تم سے یہ بھی کہنا چاہتا تھا چونکہ صقلیہ میں مشرح بن سالم کو قتل کر دیا گیا ہے، لہٰذا یہاں کے ابتر حالات کو دیکھتے ہوئے تم کہیں افریقہ سے صقلیہ کی طرف بھاگنے کی غلطی مت کرنا اس لئے کہ ولیم نے نیاپولس اور پوپ کے نام واضح احکام جاری کر دیئے ہیں کہ شمالی افریقہ کے ابتر حالات کو دیکھتے ہوئے عبدلیس بن کسیلہ اس کے ساتھ کام کرنے والے صقلیہ کے لوگوں میں سے تمہارے پاس کوئی آئے تو جو بھی اپیل کرے اس کا سر قلم کرتے چلے جانا

ولیم نے یہ بھی کہا ہے کہ جو لوگ مسلمان ہوتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف کام کر سکتے ہیں وہ اگر صقلیہ میں آتے ہیں تو یہاں رہتے ہوئے وہ ہمارے خلاف اور مسلمانوں کے حق میں بھی کام کرنے کے لئے تیار ہو سکتے ہیں، لہٰذا کسی بھی صورت اپنی بیوی اور اہل خانہ کے ساتھ صقلیہ کا رخ نہ کرنا ورنہ اپنے گھر کے سارے افراد کے ساتھ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔

علی بن عبدالعزیز جب خاموش ہوا تب عبدلیس بن کسینہ انتہائی غصے اور خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

یہ ولیم بڑا بے غیرت ثابت ہوا ہے، میں نے یہاں رہتے ہوئے اپنے آپ کو اپنے اہل خانہ کو خطرات میں ڈالتے ہوئے اس کے لئے کام کیا، کئی مواقع پر اسے بہترین خبریں پہنچائیں، اگر کسی قاعدے اور طریقے کے مطابق ولیم کے سابقہ میری مہیا کردہ خبروں کے مطابق کام کرتے تو یقیناً کامیابیاں نصیب ہوتیں، لیکن نارمنوں کی بدقسمتی کہ انہوں نے کسی بھی موقع پر دانش مندی اور سوجھ بوجھ سے کام نہیں لیا، جو خبریں میں نے انہیں پہنچائیں وہ ان کے لئے سود مند ثابت نہیں ہوئیں اور ہر موقع پر انہیں ناکامی کا ہی منہ دیکھنا پڑا۔

علی بن عبدالعزیز اگر ولیم نے یہ احکامات جاری ہی کر دیئے ہیں کہ میں اور میرے ساتھیوں میں سے جو بھی یہاں کے ابتر حالات کو دیکھتے ہوئے صقلیہ کا رخ کرے گا اس کی گردن کاٹ دی جائے تو پھر میں کس بنا پر اب نارمنوں کے لئے کام کروں، آج سے میں یہ کام ترک کرتا ہوں اگر یہاں اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو خطرے میں ڈالنے کے باوجود میرے قدم نہ یہاں اور نہ صقلیہ میں جم سکتے ہیں تو پھر میں کیوں خطرات سے کھیلنے کی کوشش کروں ابن عبدالعزیز تمہارا تعلق صنہاجی قبیلے سے ہے، اب یہ کہو جو لوگ میرے ساتھ نارمنوں کے حق میں کام کرتے رہے ہیں ان کے کیا ارادے ہیں۔

علی بن عبدالعزیز تھوڑی دیر تک خاموش رہا، چند قدم خاموشی میں دونوں چلتے رہے پھر علی بن عبدالعزیز کہنے لگا۔

ابن کسینہ اس موضوع پر ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا کہ نارمنوں کے لئے یہاں رہتے ہوئے کام کرنا چاہئے کہ نہیں، جب بھی فیصلہ ہوا تمہیں بروقت اس کی اطلاع دی جائے گی ایک موضوع تو ختم ہوا اب میں دوسرے موضوع کی طرف آتا ہوں، جو اس سے بھی زیادہ اہم اور ضروری ہے۔

ابن کسینہ جب میں پچھلی بار تمہارے گھر میں گیا تو میں نے تمہاری بیٹی ثریہ کا رشتہ اپنی بستی کے سردار قاسم بن اسحاق کے لئے مانگا تھا، تم نے وعدہ کیا تھا کہ فی الحال تمہاری بیٹی اس رشتے پر آمادہ نہیں، تاہم تم اسے اس کے لئے تیار کر لو گے میں یہ پوچھنے آیا ہوں کہ کیا اب تمہاری بیٹی اس رشتے پر آمادہ ہو چکی ہے۔

یہ پوچھنے کے لئے عبدلیس بن کسینہ یقیناً میں تمہارے گھر آتا، پھر اب میں ایسا نہیں کر سکتا اس لئے کہ تمہاری حویلی کے اوپر والی منزل میں حسن بن علی کی رہائش ہے اس کے جس قدر محافظ ہیں ان کا تعلق صنہاجی قبیلے سے ہے اور وہ مجھے جانتے ہیں، میں اگر اس حویلی میں آتا جاتا ہوں تو یاد رکھنا وہ مسلح جوان مجھ سے باز پرس کریں گے کہ میں یہاں کیوں آتا ہوں۔۔۔ اس پر عبدلیس بن کسینہ فوراً بول پڑا۔

اس روز جب تم مجھ سے مل کر گئے تھے تو دو مسلح جوان نیچے آئے تھے اور مجھ سے انہوں نے پوچھا تھا کہ علی بن عبدالعزیز یہاں کیوں آیا ہے، تو میں نے ان سے کہا تھا کہ وہ مصورہ نامی بستی کے سردار قاسم بن اسحاق کے لئے میری بیٹی ثریہ کا رشتہ مانگنے آیا ہے۔

اس پر ان دونوں نے بڑی برہمی اور غصے کا اظہار کیا، وہ کہنے لگے کہ قاسم بن اسحاق ایک برا شخص ہے اور میں اسے ہرگز اپنی بیٹی کا رشتہ نہ دوں عبدلیس بن کسینہ کی اس گفتگو کو علی بن عبدالعزیز نے ناپسند کیا تھا، کہنے لگا۔

ابن کسینہ یہ بات تمہیں نہیں کہنی چاہئے تھی، ابن کسینہ بھی اس کی بات کاٹتے ہوئے فوراً بول پڑا۔

اگر میں یہ بات نہ کہتا تو یاد رکھنا حسن بن علی کے محافظ مجھے مشکوک خیال کرنے لگتے اور ایک بار میں یہاں مشکوک ہو گیا تو یاد رکھنا میرا یہاں زندہ رہنا ممکن ہو جائے گا۔

علی بن عبدالعزیز کچھ دیر سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

عبدلیس بن کسینہ ایسا ہے کہ کچھ دن کا وقفہ ڈال کر میں اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ آؤں گا، میں کچھ اس انداز میں تمہاری حویلی میں داخل ہوں گا کہ اوپر حسن بن علی کے محافظوں کو خبر نہیں ہوگی اس دوران تم ثریہ کو قاسم بن اسحاق سے شادی پر آمادہ کرتے رہنا، اگر وہ آمادہ ہو گئی تو ہم اسے اپنے ساتھ اپنی بستی مصورہ لے جائیں گے، تم دونوں میاں بیوی بھی ہمارے ساتھ چلنا اور یہاں کے بجائے مستقل وہاں رہائش اختیار کر لینا۔

اگر شریف قاسم بن اسحاق سے شادی کرنے پر آمادہ ہوئی، تب ہم اسے زبردستی اٹھا کر اپنی بستی میں لے جائیں گے اور قاسم بن اسحاق سے اس کی شادی کا اہتمام کریں گے۔ کچھ دن کا وقفہ ڈال کر اپنی بیوی اور بچے کو لے کر وہاں پہنچ جانا اس طرح زندگی کے آنے والے دن تم محفوظ رہ کر گزار سکو گے۔

عبدلیس بن کسینہ گہری سوچوں میں ڈوب گیا تھا۔ تب علی بن عبدالعزیز کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یہ ناممکن جب تم میری بیٹی شریف کو زبردستی اغوا کر لے جاؤ گے تو یاد رکھنا اس کا بھائی شایب تمہاری اس حرکت کو برداشت نہیں کرے گا۔

علی بن عبدالعزیز نے فوراً عبدلیس بن کسینہ کی بات کاٹ دی۔

تو تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ دونوں بہن بھائی کے نظریات ایک ہیں۔ عبدلیس بن کسینہ منہ سے کچھ نہ بولا، اس نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ اس پر علی بن عبدالعزیز فیصلہ کن انداز میں بول پڑا۔

اگر یہ بات ہے تو مجھے چند خرخشات بھی اٹھتے دکھائی دے رہے ہیں۔ بہرحال جس روز ہم شریف کو زبردستی لینے آئیں گے اس روز تمہارے بیٹے شایب کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ پر ایک بات تو کہو اگر کوئی برا وقت تم پر آئے تو کیا تمہاری بیٹی اور تمہارا بیٹا عمر بن حسین کے مقابلے میں تمہارا ساتھ دیں گے۔

عبدلیس بن کسینہ کچھ افسردہ سا ہو گیا تھا۔ اور اس کی آواز میں کہنے لگا۔

ایسا لگتا تو نہیں اس لئے کہ میرا دل کہتا ہے کہ باطنی طور پر میری بیٹی شریف اور بیٹے شایب کی ہمدردیاں مکمل طور پر عمر بن حسین کے ساتھ ہیں، وہ میرے اس کام کو بھی ناپسند کرتے ہیں کہ میں یہاں رہتے ہوئے غلاموں کے لئے کام کر رہا ہوں۔ میرا دل یہ بھی کہتا ہے کہ اگر کوئی برا وقت آیا تو میری بیٹی اور میرا بیٹا میرا اور میری بیوی کا ساتھ نہیں دیں گے۔

عبدلیس بن کسینہ کے ان الفاظ پر علی بن عبدالعزیز چونک پڑا تھا اور کہنے لگا۔

تو پھر ان دونوں بہن بھائی کا جلد بندوبست ہونا چاہئے جس قدر جلد شریف اور شایب دونوں بہن بھائی یہاں سے ہماری بستی منصورہ میں پہنچ جائیں، اتنا ہی تمہارے حق میں بھی بہتر ہے یاد رکھنا اگر کسی موقع پر تمہارے یا تمہاری بیوی کے اختلافات شریف یا شایب سے

بڑھ گئے تو وہ عمر بن حسین کے پاس جا کر انکشاف بھی کر سکتے ہیں کہ تم دونوں میاں بیوی یہاں رہتے ہوئے غلاموں کے لئے کام کر رہے ہو، اگر ایسا ہو گیا تو یاد رکھنا تمہارے ساتھ ہم سب لوگ بھی مارے جائیں گے، اس لئے کہ عمر بن حسین کے کہنے پر تم دونوں میاں بیوی کو گرفت میں لے لیا جائے گا اور پھر تم پر جب سختی کی جائے گی تو تم اپنے آپ سارے راز اگل دو گے اور جس راز کو تم نے سارے راز اگل دیئے سمجھ لو وہ دن ہماری زندگی کا بھی آخری دن ہو گا، لہٰذا یہ بات فیصلہ کن اور طے شدہ ہے کہ تمہاری بیٹی اور جس روز وہ یہاں سے چلے گئے اس کے چند دن بعد تم دونوں میاں بیوی بھی یہاں سے ہماری بستی میں منتقل ہو جانا۔

عبدلیس بن کسینہ کچھ دیر خاموش رہا پھر علی بن عبدالعزیز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

یہ تو کہو میری بیٹی اور بیٹے کو یہاں سے کیسے زبردستی نکال کر لے جاؤ گے اول تو حویلی کی اوپر والی منزل میں حسن بن علی کے دس بارہ محافظ ہیں، وہ تمہارے آڑے آ سکتے ہیں اور پھر تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کی نظر بچا کر حویلی میں داخل ہو بھی جاؤ اور میرے بیٹے اور بیٹی کو حویلی سے نکال لو تب بھی تم شہر سے باہر کیسے نکلو گے، اس پر کند سے اٹکاتے ہوئے علی بن عبدالعزیز کہنے لگا۔

تمہیں ان سارے امور کے متعلق فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے، جب وقت آئے گا تو دیکھنا ہم کیسے صفائی کے ساتھ تمہاری بیٹی کو نکال کر منصورہ کی طرف لے جاتے ہیں، اب تم اپنی حویلی کی طرف جاؤ میں چند دن کا وقفہ ڈال کر تمہارے ہاں آؤں گا، میرے ساتھ میرے کچھ ساتھی بھی ہوں گے۔ پھر اس لائحہ عمل کو ہم آخری شکل دیں گے، اس سلسلے میں جا کے اپنی بیوی سے بھی بات کر لینا تاکہ وہ بھی اس سلسلے میں تمہارا ساتھ دے اور آنے والے وقت کے لئے اپنے آپ کو تیار کرے، اس پر علی بن عبدالعزیز ایک طرف چلا گیا تھا۔ عبدلیس بن کسینہ اپنی حویلی کا رخ کر رہا تھا۔

عبدلیس بن کسینہ اپنی حویلی میں داخل ہوا، دیوان خانے میں اس کی بیوی نبیہہ آئینہ بچھی ہوئی تھی۔ عبدلیس بن کسینہ جا کر بیٹھ گیا، پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

بچے کہاں ہیں، نبیہہ بڑے غور سے اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ کہنے لگی بچے تو فلورہ کے پاس کئے ہوئے ہیں۔

عبدالیس بن کسینہ کچھ دیر سوچتا رہا لیبانہ نے فوراً پوچھ لیا۔

کیا بات ہے لگتا ہے تم کچھ کہنا چاہتے ہو، عبدالیس بن کسینہ نے جواب میں اپنی گردن ہلائی، پھر اس نے وہ سارے واقعات تفصیل کے ساتھ لیبانہ سے کہہ دیئے تھے جو اسے علی بن عبدالعزیز نے سنائے تھے۔

یہ ساری تفصیل سن کر لیبانہ کی گردن لمحہ بھر کے لئے جھک گئی تھی، بڑے دکھ اور افسوس میں وہ عبدالیس بن کسینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

یہ تو بہت برا ہوا اگر طوفانی یلغار کرتے ہوئے سلطان عبدالمومن اور عمر بن حسین نے نارمنوں سے اتنے شہر چھین لئے ہیں تو اب نارمنوں کے پاس رہ ہی کیا گیا ہے تین بڑے شہر اور چار پانچ چھوٹے شہر، میرے خیال میں سلطان عبدالمومن اور عمر بن حسین نے اسی ہی ایک دو یلغاریں کیں تو صاف ظاہر ہے نارمنوں کو افریقہ سے اپنا بوریہ بستر لپیٹ کر شکست اور ذلت آمیز داغ اٹھاتے ہوئے صقلیہ کی طرف بھاگنا پڑے گا۔

عبدالیس بن کسینہ درد بھری سی آواز میں بول پڑا، لیبانہ تمہارا کہنا درست ہے، اس سلسلے میں بن علی بن عبدالعزیز کے ساتھ میری تفصیل کے ساتھ بات ہوئی ہے، میں نے اسے بتادیا ہے کہ اب یہاں رہتے ہوئے نارمنوں کے لئے کام کرنا بے کار ہے، میں نے کئی سو اقع پر نارمنوں کو بڑی اہم خبریں پہنچائیں، انہیں بہترین مشورے دیئے، اگر وہ اپنی قوت کو منظم کر کے میرے مشوروں پر عمل کرتے تو اب تک ان سے کوئی شہر بھی نہ چھنتا اور وہ سسلی پر قابض ہو چکے ہوتے، لیکن لگتا ہے خداوند قدوس کو ایسا منظور نہیں کہ نارمن ان سرزمینوں میں پھلے پھولیں، اب میں نے علی بن عبدالعزیز کو بتادیا ہے کہ میں نارمنوں کے لئے مزید کوئی کام نہیں کروں گا، اس لئے کہ اب کام کرنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے تیونس جیسا بڑا شہر نارمنوں سے چھن گیا ہے، اگر وہ تیونس کا دفاع نہیں کر سکتے تو میرا دل کہتا ہے اسی طرح ایک روز عبدالمومن اور عمر بن حسین ان سے ان کا مرکزی شہر مہدیہ بھی چھین لیں گے، اس کے بعد نارمن ہوں گے اور سمندر کا سفر، اس کے علاوہ کچھ نہ بچے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد عبدالیس بن کسینہ تھوڑی دیر کے لئے رکا، پھر خدشات کا اظہار کرتے ہوئے لیبانہ سے کہنے لگا۔

لیبانہ علی بن عبدالعزیز یہ بھی کہہ رہا تھا کہ ہم دونوں برے حالات میں بھاگ کر

صقلیہ کا رخ نہ کریں اس لئے کہ اس کا کہنا ہے کہ ولیم نے نیاؤش کو واضح احکامات بھجوا دیئے ہیں کہ میرا اور تمہارا یہاں رہنا ان کے لئے سود مند ثابت نہیں ہوا، اگر نارمنوں کے حالات افریقہ میں مزید بدتر ہو جاتے ہیں اور ہم یہاں سے بھاگ کر صقلیہ کی طرف جانے کی کوشش کرتے ہیں تو ہماری گردنیں اڑا دی جائیں، اس کا کہنا ہے کہ اگر میں مسلمان ہو کر مسلمانوں کے علاقے میں رہتے ہوئے نارمنوں کے لئے کام کر سکتا ہوں تو نارمنوں کے علاقے میں رہتے ہوئے میں مسلمانوں کے لئے بھی کام کر سکتا ہوں، لہٰذا میرا تمہارے لئے یہی مخلصانہ مشورہ ہے کہ ہمیں برا وقت آنے سے پہلے ہی مصورہ نامی بستی کی طرف چلے جانا چاہئے میں علی بن عبدالعزیز کے مشورے پر عمل کرنے کا تہیہ کر چکا ہوں، اس سلسلے میں ہمارے سامنے سب سے بڑی رکاوٹ شرینہ اور شالیب دونوں بہن بھائی ہیں تم بھی جانتی ہو اور میں بھی باخبر ہوں کہ ان دونوں کی ہمدردیاں مسلمانوں کے ساتھ ہیں، ٹھیک ہے وہ کسی سے ہماری شکایت نہیں کرتے، لیکن مسلمانوں کے خلاف اور نارمنوں کے حق میں کام کرنے کے وہ ہمارے شریک بھی نہیں ہیں۔

لیبانہ گہری سوچوں میں کھو گئی تھی، کہنے لگی۔

ابن کسینہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اپنی جگہ درست ہے، لیکن تم نے یہ جو بات کہی ہے کہ کچھ دن کا وقفہ ڈال کر علی بن عبدالعزیز اپنے ساتھیوں کے ساتھ آئے گا اور میری بیٹی اور میرے بیٹے کو زبردستی یہاں سے لے جانے کی کوشش کرے گا، یہ بات مجھے پسند نہیں آئی، کیا کوئی زبردستی ہماری بیٹی کو اٹھا کے یہاں سے لے جائے تو تم برداشت کر لو گے، عبدالیس بن کسینہ کچھ دیر تک گہری سوچوں میں کھویا رہا، پھر بڑے دکھ بڑے تاسف میں ایک آہ بھرتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے جیسا برا شخص بھی کوئی نہ ہوگا، میں مسلمان ہو کر مسلمانوں کے خلاف اور نارمنوں کے حق میں کام کرنے کی بے غیرتی برداشت کر سکتا ہوں تو اگر وہ میری بیٹی کو زبردستی اٹھا کر محفوظ مقام کی طرف لے جانا چاہتے ہیں تو یہ اس بے غیرتی سے جس میں اس وقت میں اور تم مبتلا ہیں کافی کم ہے۔

عبدالیس بن کسینہ کی اس گفتگو کا جواب لیبانہ دینا ہی چاہتی تھی کہ باہر کھٹکا ہوا، پھر عبدالیس بن کسینہ کہنے لگا شاید بچے آ گئے ہیں، ساتھ ہی اس نے بلند آواز میں پکارا۔

شرینہ اور شالیب میرے دونوں بچو یہیں آ جاؤ۔

تھوڑی دیر بعد شالیب اور شرینہ دونوں بہن بھائی اس کمرے میں داخل ہوئے اپنے پہلو میں ہاتھ مارتے ہوئے عبدالرحمن بن کاسینہ نے انہیں بیٹھنے کے لئے کہا، دونوں بہن بھائی اپنے باپ کے قریب بیٹھ گئے تھے عبدالرحمن بن کاسینہ نے انہیں وہ تفصیل بتائی جو اس سے قبل بن عبدالعزیز نے کہی، لیکن اس میں سے شرینہ کو زبردستی اٹھا لینے والے حالات وہ کہاں گیا تھا۔

عبدالرحمن بن کاسینہ خاموش ہوا تو بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے شرینہ کہنے لگی۔

اے میرے باپ آپ نے یہاں رہتے ہوئے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی طرح ہارمن ان سرزمینوں میں کامیاب ہوں، لیکن ایسا نہیں ہو سکا اور آپ دیکھتے ہیں کہ سلطان عبدالمومن اور عمر بن حسین شہر پر شہر ان سے چھینتے چلے جاتے ہیں اے میرے باپ میرا دل کہتا ہے کہ ان سرزمینوں میں ہارمنوں کے دن اب گنتی کے ہی رہ گئے ہیں اب بھی اگر آپ ان کے لئے کام کرتے ہیں تو میرا خیال ہے یہ ہم چاروں کی بہتری ہے۔

عبدالرحمن بن کاسینہ دکھ اور تاسف میں ڈوب گیا۔

بیٹی اب میں نے ان کے لئے کام کرنا بند کر دیا ہے، اب کام کرنے کا فائدہ بھی کوئی نہیں، اس لئے کہ جب تیوس ان سے چھن چکا ہے تو اسی طرح میرا دل کہتا ہے ایک روز وہ مصر سے بھی محروم ہو جائیں گے اور یہاں سے انہیں سقلیہ کی طرف بھاگنا پڑے گا، پھر بیٹی ایک بات ہے اگر تم دونوں بہن بھائی مجھ سے اتفاق کرو تو ہم چاروں محفوظ ہو سکتے ہیں۔

اس لئے کہ یہاں رہتے ہوئے کسی نہ کسی طرح یہ پتا چل جائے گا کہ ہم چاروں کا مقصد سقلیہ سے یہاں آنے تھے، جس روز یہ خبر پھیل گئی کہ ہم یہاں رہتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف اور ہارمنوں کے حق میں جاسوسی کرتے رہے ہیں تو میرے بچو تم چاروں کے سر قلم کر دیئے جائیں گے بیٹی میرا تمہارے لئے مخلصانہ مشورہ ہے کہ تم قاسم بن اسحاق کے ساتھ شادی کرنے پر آمادہ ہو جاؤ وہ مصور و مجسمہ کی بہتی کا سردار ہے صنہاجی قبیلے کے چند چوٹی کے سرکردہ لوگوں میں سے ہے اگر تم اس کے ساتھ شادی کرنے پر آمادہ ہو جاؤ اور جب تم اس کی بیوی بن جاؤ تو یاد رکھنا میں تمہاری ماں اور شالیب بھی یہاں سے اس کی بستی مصور و مجسمہ میں منتقل ہو سکتے ہیں اور وہاں اپنی زندگی کے آنے والے دن

ہم محفوظ رہ کر گزار سکتے ہیں۔

طنزیہ سے انداز میں شرینہ نے اپنے باپ اور ماں کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

تم نے اپنے اس آقا کا فیصلہ سن لیا جس کے لئے تم یہاں رہتے ہوئے کام کر رہے ہو کہ جونہی تم سقلیہ کا رخ کرو دنیا خوش تم دونوں کی گردنیں کاٹ دے، بس یہی وہ صلہ ہے تمہارے اس کام کا جو تم نے سقلیہ سے یہاں آ کر سرانجام دیا۔

شرینہ رکی پھر دوبارہ کہتی چلی گئی تھی۔

اے میرے باپ اور میری ماں غداری ایک ایسا فعل ہے جسے ہر قوم کافر نفرت کی نگاہ سے دیکھے گا ایک قوم کے خلاف آپ غداری کرتے ہیں تو جس کے حق میں کام کر رہے ہیں اس کے ذہن میں ضرور یہ خیال ابھرے گا کہ آنے والے دنوں میں اس کے خلاف بھی غداری کی جا سکتی ہے۔

شرینہ رکی، کچھ سوچا پھر اس نے دوبارہ اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے میرے باپ آپ نے یہ کام مایوس ہو کر چھوڑا ہے، میرے اور شالیب کے کہنے پر نہیں چھوڑا، حالانکہ اس سے پہلے میں اور شالیب کئی بار آپ دونوں کی منت سماجت بھی کر چکے ہیں کہ اس کام میں کوئی فائدہ نہیں، اس کو ترک کر دیں لیکن آپ دونوں نے ہمیں جھڑک دیا بلکہ بہت سے مواقع پر میری ماں نے میری بے عزتی بھی کی، لیکن ہم دونوں بہن بھائی چپ اور خاموش ہو گئے کہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی اپنے غدار ماں باپ کے سامنے صرف رہتے وقت نظر رکھتے ہوئے اپنی زبانیں بند رکھنے پر مجبور تھے۔

لیبانہ نے کھا جانے والے انداز میں شرینہ کی طرف دیکھا، پھر شعلوں کی طرح لپکتی آواز میں بول اٹھی۔

شرینہ تمہیں شرم نہیں آتی تم اپنے ماں باپ کو غدار کہہ رہی ہو۔

لیبانہ کے ان الفاظ پر شرینہ اور شالیب دونوں کے چہروں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی، دونوں بہن بھائی نے معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر شرینہ کے بجائے شالیب بول پڑا۔

کہ میری ماں اس میں بھڑکنے اور ناراض ہونے کی کون سی بات ہے، میری ماں یہ بتاؤ کہ سقاقس میں ہم مسلمانوں میں رہ رہے ہیں یا ہارمنوں میں۔

لیلیانہ خاموش رہی شالیب پھر بول پڑا، ماں تم نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

لیلیانہ خفگی اور غصے میں منہ دوسری طرف کرتے ہوئے کہنے لگی۔

میں تمہاری کسی بات کا جواب دینے کے لئے تیار نہیں، تم دونوں بہن بھائی بے غیرت ہو، شالیب کے چہرے پر بھی غصے کے آثار پھیل گئے، پھر کہنے لگا۔

ماں حقیقت سے فرار حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو ہم مسلمانوں کے اندر رہتے ہوئے مسلمانوں سے دغا داری کرتے ہیں مسلمان ہیں اور اپنی قوم اور ملت کے خلاف حرکت میں نہیں آنا چاہتے، اس لئے ہم بے غیرت ہیں، تم دونوں میاں بیوی مسلمانوں کے اندر رہتے ہو اور انہی کا نمک کھاتے ہو اور نارمنوں کے لئے کام کرتے ہو، اس لئے تم دونوں بغیرت ہو۔

عبدلیس بن کسیلہ کی گردن جھک گئی تھی، لگتا تھا اپنے بیٹے کی گفتگو پر شرمندہ اور خجل سا ہو گیا تھا، کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ لیلیانہ مڑی اور شعلے برساتی آنکھوں سے شالیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

شالیب اس قسم کی باتیں کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی، میں تمہاری ماں ہوں، میرے ساتھ تمہارا باپ بیٹھا ہوا ہے، کیا ماں باپ کے ساتھ ایسی گفتگو کرتے ہیں۔

شالیب نے بھی شاید تہیہ کر رکھا تھا کہ ماں کی باتوں کا ترکی بہ ترکی جواب دے گا، لہٰذا فوراً بول اٹھا۔

ماں آپ ہم پر تو اعتراض کرتی ہیں کیا کوئی ماں باپ اپنے بچوں کو غلط راستے پر بھی ڈالتا ہے، تم دونوں میاں بیوی مسلمانوں کے اندر رہتے ہوئے نارمنوں کے لئے کام کر رہے ہو، اس طرح تم دونوں ہم دونوں بہن بھائی کو یہ سبق دینا چاہتے ہو کہ نمک حرامی اس طرح کی جاتی ہے، میری ماں میری باتوں کا برا مت ماننا، پر جو کچھ تم دونوں میاں بیوی کر رہے ہو اس کے سارے ہی راستے موت کی بھڑکتی آگ میں جا کے ختم ہو جاتے ہیں۔

لیلیانہ کے پاس شالیب کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ تھا، لہٰذا خاموش رہی، شالیب نے اس بار اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے باپ مجھے اپنی ماں سے کچھ زیادہ گلہ و شکوہ نہیں ہے آپ سے مجھے بے شمار شکوے ان گنت شکایتیں ہیں، آپ تو مسلمان تھے، ہیں، اس لئے کہ مسجد میں باقاعدگی سے

نماز پڑھنے جاتے ہیں آپ کے اندر کا انسان کیسا اور کس طرح کا ہے، یہ تو میں نہیں جانتا بظاہر سفاقس کے سب لوگ بھی جانتے ہیں کہ آپ مسلمان ہیں، پر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک مسلمان ہوتے ہوئے آپ کا ضمیر کیسے گوارا کرتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف کام کریں نارمنوں کی بہتری اور بھلائی کے کارنامے سرانجام دیں اگر ہماری ماں یہ کام کرتی ہے تو اس سے کوئی زیادہ شکوہ نہیں اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ صرف ظاہری طور پر مسلمانوں کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں باطنی طور پر یہ نصرانی ہے، میرے باپ میری اور میری بہن کی بدقسمتی کہ آپ نے ایک عیسائی عورت سے شادی کر لی کیا پوری دنیا میں آپ کو کوئی مسلمان عورت نہ ملی تھی جس سے آپ شادی کرتے اور ہم دونوں بہن بھائی بھی آپ اور اپنی ماں کے ساتھ پرسکون زندگی بسر کرتے۔

شالیب تھوڑی دیر کے لئے رکا اس دوران بڑے توصیفی انداز میں ثریہ اس کی طرف دیکھ رہی تھی، شالیب پھر بولنے لگا۔

میرے باپ آپ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر خود سوچیں کہ میں اور میری بہن ان دنوں کس کرب سے گزر رہے ہوں گے میرے باپ آگ کا کھیل کھیلنے سے قبل کیا کبھی آپ نے یہ نہ سوچا کہ جب یہ کھیل اپنے انجام کو پہنچے گا تو میرے بچوں کا کیا بنے گا، کیا آپ نے کبھی یہ نہ سوچا کہ ہمارا کا تین جو آپ کے ایک ایک لمحے کی آواز تحریری شکل میں رقم کرتے چلے جا رہے ہیں، جب وہ آپ کا اعمال نامہ قیامت کے روز پیش کریں گے تو اس وقت جواب دہی کے لئے کون سے الفاظ اور کیسے جملے استعمال کریں گے۔ میرے باپ آپ نے صرف اپنی دنیاوی زندگی کو سنوارنے کے لئے آگ اور خون کا کھیل کھیلنا شروع کیا میرا دل کہتا ہے کہ اب اس کھیل کا اختتام صرف قریب آ گیا ہے بلکہ ہمارے سروں پر منڈلانے لگا ہے۔

یہ جو خبریں آپ نے ہمیں بتائی ہیں کہ سلطان نے خونی یلغار کرتے ہوئے نارمنوں سے ایک شہر سے دوسرا شہر چھینتے ہوئے تیونس شہر بھی فتح کر لیا ہے، میرے باپ یہ خبر ہم اپنی بہن ظلورہ کے ہاں سے سن کے آئے ہیں میدان جنگ کی طرف سے یہ خبر آئے ہیں، یہ اطلاع انہوں نے محمد بن فرج القلوی اور ابوالوبن نصر کو دی ہے، اس وقت بھی وہ سب لوگ وہیں بیٹھے اس موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں۔

شالیب تھوڑی دیر کے لئے رکا بڑی محبت بڑی چاہت میں بھرے لہجے کے لئے اپنی بہن کی

طرف دیکھا، پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ پھر اس کے بعد اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

آپ نے صرف بیٹے ہی نہیں اپنی پیاری، اپنی حسین اور خوبصورت بیٹی کے سر سے بھی شفقت کا ہاتھ اٹھالیا ہے۔ جو کام آپ کر رہے ہیں اس کام کی ابتدا کرنے سے پہلے نہ آپ نے اپنی بیٹی کے مستقبل پر نگاہ کی نہ اپنے بیٹے کی پرورش کو ذہن میں رکھا۔ پدر من میرے باپ میرا ہاتھ اس وقت اپنی بہن کے سر پر ہے، اگر آپ نے اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ نہ رکھا تو یاد رکھنا میں اس کا باپ بھی ہوں گا، اس کا بھائی بھی اور میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں۔ قسم خداوند قدوس کی اپنی بہن کی عزت اس کی آبرو، اس کی جان کی حفاظت کی خاطر اگر مجھ شالیب کو اپنے جسم کے خون کا آخری قطرہ بھی بہانا پڑا تو بہا دوں گا۔

شالیب اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا، اس لئے کہ تڑپ کر شرینہ نے اسکے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور رونے لگنے کے انداز میں کہنے لگی۔

بھائی ایسی باتیں نہیں کرتے۔

شالیب لمحہ بھر کے لئے رکا، اس کے بعد دوبارہ کہہ رہا تھا، اب جبکہ حالات بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں، میری بات غور سے سنئے گا، ہم دونوں بہن بھائی بھاگ کر مصمودہ کی طرف جائیں گے نہ زندگی بھر اس سفاک شیر کو آپ کے کہنے پر چھوڑیں گے۔ دوسری بات یہ بھی اپنے ذہن میں رکھئے گا کہ کسی بھی صورت میری بہن کی شادی مصمودہ کے صنہاجی سردار قاسم بن اسحاق سے نہیں ہوگی۔ یہ صرف میری ہی نہیں میری بہن کی بھی رضامندی ہے۔ یہی اس کا فیصلہ ہے اور اگر کسی نے بھی زبردستی اس فیصلے کو بدلنے کی کوشش کی تو میرے باپ میں اپنی بہن کے سامنے اس کے دفاع کے لئے نہ صرف دیوار بن جاؤں گا بلکہ اس کی حفاظت کے لئے ننگی تلوار بن کر کھڑا ہو جاؤں گا۔

میرے باپ کاش حقانیت [illegible] میدان کی طرف روانہ ہوتے وقت آپ اپنے دل کے اوراق کھول کر ان کے اندر اپنے آباؤ اجداد کے رقم کئے ہوئے دو حروف پڑھتے ہوتے کاش حقانیت سے روانہ ہوتے وقت اپنے جسم کے قاضی یعنی ضمیر کے سامنے پیشی دی ہوتی اور اس سے پوچھا ہوتا کہ جو فیصلہ میں کر رہا ہوں یہ درست ہے اگر آپ ایسا کرتے تو آپ کا ضمیر ضرور آپ کو اس کام کی ابتدا کرنے پر ملامت کرتا۔

کاش یہاں آنے کے بعد آپ اپنے آپ کو محفوظ خیال کرتے اور جو معاملہ آپ کے ساتھ راجر اور ولیم نے طے کیا تھا بڑی رازداری کے ساتھ وہ معاملہ امیر عمر بن حسین کے سامنے گوش گزار کرتے اور وہ آپ کی یہاں حفاظت کا انتظام کرتے۔ لیکن آپ نے ہر قدم پر ٹھوکر کھائی، میرے باپ دن میں پانچ مرتبہ آپ مسجد میں جاتے ہیں ہر رکعت میں اپنے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ جی مجھے سیدھا راستہ دکھائیے، جب آپ خود ہی سیدھا راستہ اختیار کرنا نہیں چاہتے، جب آپ خود ہی اس کائنات کے اندر پھیلائے ہوئے قانون فطرت کے خلاف چلنا چاہتے ہیں، جب آپ خود ہی خداوند قدوس کی رضامندی سے منہ موڑنا چاہتے ہیں تو یاد رکھئے گا، ایسے لوگوں کی رہنمائی اور رہبری خداوند قدوس بھی ترک کر دیتا ہے، ان کی باگ ڈھیلی کر دیتا ہے مہار کی رسی لمبی کر دیتا ہے۔ پھر جب ان کا بدترین انجام ان کے سامنے آتا ہے تو پھر انہیں اپنی عقل اپنے دل کو ملامت کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔

شالیب کا پیار بھری نگاہ اپنے پہلو میں بیٹھی اپنی بہن شرینہ پر ڈالی، اس کے بعد دوبارہ وہ اپنے ماں باپ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

آپ دونوں اپنے ذہن میں یہ بات بھی لکھ رکھیں کہ میری بہن شرینہ اپنی دل کی گہرائیوں سے امیر عمر بن حسین کو پسند کرتی ہے اور ان سے محبت کرتی ہے یہ بات اس نے مجھے امیر کی فلورہ کے ساتھ منگنی سے پہلے ہی بتادی تھی، میرے ماں باپ آپ نے اپنی بیٹی کے لئے کیا کیا، میری ماں خصوصیت کے ساتھ آپ تو امیر کے گھر جانا، ٹھہرنا اور اپنی توہین سمجھتی ہیں، میرا باپ بھی وہاں بھی کبھی چکر لگاتا ہے، آپ دونوں بہن کو یہ مشورہ تو دیتے رہے ہیں کہ امیر عمر بن حسین کے ساتھ بھلائی محبت اور بناوٹی چاہت کی راہ و رسم ہموار کرے۔ لیکن کبھی یہ نہ سوچا کہ جوان بیٹی ایسا اس طرح کرے گی اور اگر وہ حقیقی معنوں میں اس کے ساتھ محبت میں مبتلا ہو گئی تو پھر اس کے جذبات کا کیا بنے گا آپ نے صرف راجر اور ولیم کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کو اپنا ضمیر اور اپنے دل کی پکار بنائے رکھا۔

میں جانتا ہوں اس موقع پر میری بہن بہت کچھ کہنا چاہتی ہے، لیکن میں اسے بولنے اس لئے نہیں دے رہا کہ میں خود اس کی ترجمانی اس بنا پر کر رہا ہوں، تاکہ آپ دونوں کو یہ احساس ہو جائے کہ اگر آپ دونوں ہم خیال ہیں تو ہم دونوں بہن بھائی بھی آپ دونوں کی

طرح ہم خیال ہیں، لہٰذا آئندہ کے بعد آپ دونوں کوئی بھی ہمارے متعلق فیصلہ مت کیجیے گا۔ آپ یہاں سے نکل کر منصورہ کی طرف جانا چاہتے ہیں بخوشی جائیں میں اور بہن دونوں آپ کو مسکراتے ہوئے الوداع کریں گے، لیکن یہ امید کبھی نہ رکھئے گا کہ میں اور بہن دونوں آپ کے ساتھ منصورہ جانے کے لئے رضامند ہو جائیں گے۔

لیبانہ نے گھورنے کے انداز میں شالیب کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

تمہاری باتوں سے مجھے سرکشی اور نافرمانبرداری کی بو آ رہی ہے، کیا تم بیٹے ہو کر ماں باپ کے ساتھ ایسی گفتگو کرتے ہوئے مطمئن ہو۔

شالیب نے بھی ماں ہی کے انداز میں جواب دینا کہنے لگا۔

کیا تم دونوں میاں بیوی مسلمانوں کے اندر رہتے ہوئے ان کے خلاف کام کرتے ہوئے مطمئن ہو کیا تمہارا ضمیر اور دل یہ کہتا ہے کہ ہمیں یہاں لا کر تم نے ہم دونوں بہن بھائی کی صحیح رہنمائی اور پرورش کا کام سرانجام دیا ہے، ہرگز نہیں۔

لیبانہ نے پھر کھردرے سے انداز میں شالیب کو مخاطب کیا۔

اگر تم دونوں نے یہاں سے نہ جانا چاہا اور ہم دونوں میاں بیوی نے تم دونوں کو زبردستی اپنے ساتھ لے جانا چاہا پھر؟

شالیب بولنے لگا تھا کہ شرینہ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا اور اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر اپنی ماں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ خود بول پڑی۔

میری ماں میں شالیب کے ساتھ آپ کی ساری باتوں کو بڑے صبر اور تحمل کے ساتھ سنتی رہی ہوں ... اب آپ نے صبر و تحمل کے ساری ہی حدود کو پھلانگ دیا ہے، ایک بات یاد رکھئے گا ... اگر آپ نے ہمیں منصورہ کی طرف زبردستی لے جانے کی کوشش کی تو اس میں آپ کو ناکامی ہوگی، ہم سارا معاملہ محمد بن فرج الکلوی اور لولو بن نصر کے سامنے پیش کر دیں گے کہ ہمارے ماں باپ ہمیں یہاں سے زبردستی کسی اور کے کہنے پر منصورہ لے جانا چاہتے ہیں، ہم دونوں بہن بھائی نہیں جانا چاہتے، لہٰذا ہم یہیں رہیں گے اور اگر آپ نے مزید حد سے بڑھنے کی کوشش کی تو پھر معاملہ اس سے بھی آگے جا سکتا ہے اور حادثہ لمحہ بھر کے لئے آپ کے لئے گزر سکتے ہیں۔

شرینہ لڑکی کچھ سوچا، پھر اس نے دوبارہ اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سن میری ماں جہاں تک معاملہ بڑھ چکا ہے اسے یہیں رہنے دیں، جہاں تک ہم آ چکے ہیں یہاں تک میں آپ کی بیٹی شالیب آپ کا بیٹا ہے، اگر آپ نے اس سے مزید آگے بڑھنے کی کوشش کی تو نہ میں آپ کی بیٹی نہ شالیب آپ کا بیٹا رہے گا، پھر جس منزل کے آپ دونوں مسافر ہیں ہم دونوں بہن بھائی اس منزل کے مسافر نہ رہیں گے، ہماری راہیں جدا آپ دونوں کی جدا ہوں گی، ہماری منزل اور آپ دونوں کی منزل وہی ہوگی، جس پر خون کے چھینٹے اڑاتے ہوئے آپ بھاگے جا رہے ہیں میرے خیال میں میرا اتنا ہی کہنا کافی ہے، مزید میں کچھ نہیں کہوں گی۔

عبدلیس بن کسیلہ کی گردن ابھی تک شرمندگی کے احساس میں جھکی ہوئی تھی۔ شاید وہ اپنے ضمیر کے ساتھ ایک کشمکش کی جنگ میں مبتلا تھا تاہم لیبانہ کی حالت اس سے مختلف تھی، لیبانہ نے پھر شرینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

تو اس کا مطلب ہے تم دونوں بہن بھائی ہم دونوں میاں بیوی کے خلاف بغاوت اور سرکشی اختیار کرنے چلے ہو۔

اس بار شالیب نے بولتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ماں اگر سچائی پر چلنا اور حقیقت کو حقیقت کہنا بغاوت اور سرکشی ہے تو پھر یہی سمجھیں کہ ہم بغاوت پر اتر آئے ہیں میں آپ دونوں کو یہ مشورہ دوں گا کہ جہاں تک آپ دونوں بڑھ آئے ہیں اتنا ہی کافی ہے، نارمنوں کے ساتھ تعلقات بالکل منقطع کر دیں آج یا کل محمد بن فرج الکلوی اور لولو بن نصر کی خدمت میں حاضر ہوں، اپنا ماضی کھول کر ان کے سامنے رکھ دیں اور صنہاجی قبیلے کے جو جو لوگ آپ کے ساتھ رابطہ قائم کرتے ہیں اور جن کے تعلقات نارمنوں سے ہیں، ان کی فہرست بنا کر ان دونوں کو پیش کر دیں، میرے خیال میں اس طرح آپ دونوں کی معافی ہو جائے گی۔

اور اگر آپ یہ معاملہ محمد بن فرج الکلوی اور لولو بن نصر کے سامنے پیش نہیں کرنا چاہتے تو پھر بالکل خاموش رہیں، صنہاجی قبیلے کے جو لوگ نارمنوں کے لئے کام کرتے ہیں اور آپ سے رابطہ رکھتے ہیں، ان سے ملنا جلنا بالکل ترک کر دیں اگر وہ آپ کو کسی قسم کی دھمکی دیتے ہیں تو اس سلسلے میں خود بے دھڑک الفاظ میں بہانہ بنا کر محمد بن فرج الکلوی اور لولو بن نصر سے بات کروں گا، وہ آپ دونوں کی حفاظت کا انتظام کر دیں گے اس کے بعد

جب امیر عمر بن حسین جنگ سے لوٹیں گے تو آپ اپنا معاملہ ان کے سامنے پیش کر دیں، میرا دل کہتا ہے وہ آپ دونوں کو معاف کر دیں گے اور صنہاجی قبیلے کے ان لوگوں کو جو نارمنوں کے گماشتوں کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ ان کا جو انجام ہوگا وہ تو میرا اللہ ہی جانتا ہے، اس لئے کہ جب ان کے ناموں کی فہرست ان کے قبیلے کے سردار محمد بن رشید کو پہنچے گی تو وہ ان کھیے کا، محمد بن رشید ان لوگوں کے لئے ایسا آتش فشاں بنے گا جو آگ اگلنے کے علاوہ کچھ نہیں جانتا۔

اس کے بعد شرینہ اور شالیب دونوں بہن بھائی اٹھ کر کمرے سے نکل گئے تھے، لیکن تھوڑا سا آگے جا کر ہاتھ کے اشارے سے شالیب نے شرینہ کو روک دیا۔ دونوں پھر دیوان خانے کے دروازے کے باہر کھڑے ہو گئے تھے شاید وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ ان کی غیر موجودگی میں ان کے ماں باپ کیا گفتگو کرتے ہیں۔

کمرے میں کچھ دیر تک خاموشی رہی، عدیس بن کسینہ کی آنکھوں پہلے کی طرح جھکی ہوئی تھی، لگتا تھا وہ بڑا پریشان اور گہرے تفکرات میں ڈوبا ہوا تھا لیبانہ کی حالت اس سے مختلف تھی، اس کی آنکھوں میں تفکرات ضرور تھے، لیکن چہرے پر عیاری بھی رقص کر رہی تھی، کچھ دیر کی خاموشی کے بعد لیبانہ نے آخر ہاتھ آگے بڑھایا عدیس بن کسینہ کا شانہ پکڑ کر جھنجھوڑا اور کہنے لگی۔

کہاں کھو گئے ہو؟

عدیس بن کسینہ چونکا، گردن سیدھی کی، مایوسانہ سے انداز میں لیبانہ کی طرف دیکھا اور کچھ کہنا چاہتا تھا کہ لیبانہ پہلے ہی بول پڑی۔

آپ نے بچوں کی گفتگو سنی، ان کی گفتگو سے آپ نے کیا اندازہ لگایا ہے میں یہ تو نہیں جانتی لیکن مجھے اب یہ یقین ہو چکا ہے کہ دونوں بچے ہمارے خلاف باغیانہ رویہ اختیار کرنے پر تلے ہوئے ہیں، اگر انہوں نے محمد بن فرنی انکوی یا ابو بن نصیر پر یہ انکشاف کر دیا کہ یہاں رہتے ہوئے ہم نارمنوں کے لئے کام کر رہے ہیں، مسلمانوں سے غداری کا ثبوت دے رہے ہیں تو پھر ہمارا کیا انجام ہوگا ہمیں یہاں سے مصمورہ اور وہاں سے سقلیہ کی طرف بھاگ جانا چاہئے۔

عدیس بن کسینہ نے شکوں بھرے انداز میں لیبانہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

مصمورہ کی طرف بھاگ جانا آسان نہیں، بچوں کو چھوڑ کر میں تو کہیں نہیں جاؤں گا، دوسرے یہ کہ اگر مصمورہ سے سقلیہ کی طرف بھاگنا ہے تو جو بات میں تمہیں کہہ چکا ہوں، تمہارے ذہن میں نہیں رہی، علی بن عبدالعزیز صاف کہہ چکا ہے کہ ولیم نے احکامات جاری کر دیئے ہیں کہ جونہی ہمہ سقلیہ کا رخ کریں نیوفوش ہمیں افریقہ کے ساحل ہی پر سوت کے گھاٹ اتار دے، اس لئے کہ اگر ہم مسلمانوں کے خلاف غداری کر سکتے ہیں تو ایسا نصرانیوں کے خلاف بھی کر سکتے ہیں آج علی بن عبدالعزیز کی باتوں سے مجھے احساس ہوا کہ غدار کا کہیں مقام نہیں ہے۔

عدیس بن کسینہ تھوڑی دیر کے لئے رکا، پھر کہنے لگا۔

تمہارے خدشات بجا نہیں ہیں، میرا دل کہتا ہے کہ میری بیٹی شرینہ اور بیٹا شالیب کسی کے سامنے ہمارا راز نہیں اگلیں گے۔ بہر حال ہم نے جو کچھ کیا اس سے انکار نہیں ہے، جو کچھ میں کر رہا ہوں، زیادہ تر تم ہی اس کے لئے مجھے بھڑکاتی رہی ہو، آج تو میرے بچوں تک نے یہ کہہ دیا کہ پوری دنیا میں مجھے کوئی مسلمان عورت نہ ملی تھی جس سے میں شادی کرتا، بہر حال بچوں کو ہم سے گلے ہیں اور وہ بجا ہیں، میں علی بن عبدالعزیز کو بھی کہہ آیا ہوں کہ آج کے بعد میں نارمنوں کے لئے کام نہیں کروں گا، اس لئے کہ ان کے لئے کام کرنے کا اب فائدہ ہی کیا شہر پر شیران سے چھنتے چلے جا رہے ہیں، اگر ہم یہاں رہتے ہوئے ان کے حق میں یا مسلمانوں کے خلاف کام کرتے ہیں تو اس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

لیبانہ نے چونکنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔ کیا تم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ تم ہمیشہ کے لئے یہیں رہو گے۔

عدیس بن کسینہ نے لیبانہ کی طرف دیکھے بغیر دھیمے سے لہجے میں کہہ دیا۔

تمہارا کہنا درست ہے، میں اب کہیں نہیں جاؤں گا، نہ مصمورہ جاؤں گا نہ سقلیہ کا رخ کروں گا، یہیں رہوں گا، نارمنوں کے لئے اب کام بھی نہیں کروں گا مسجد میں جا کے اپنے خداوند قدوس کے حضور توبہ استغفار کروں گا جو گناہ مجھ سے سرزد ہوئے ان کی معافی مانگوں گا اور آئندہ کے لئے خداوند قدوس سے عہد کروں گا کہ میں ایک صحیح مسلمان کی حیثیت سے پاکیزہ اور صاف زندگی بسر کروں گا۔

لیبانہ اگر میری بات مانو تو تم بھی جو غول تم نے اپنے اوپر چڑھا رکھا ہے اسے اتار پھینکو۔

سچے دل سے اسلام قبول کر کے میرے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کرنے کی ابتدا کرو، یاد رکھنا ہمارے لئے مقصورہ اور مقلیہ دونوں میں کہیں بھی جائے امن نہیں ہے، اگر جیسی امن سکون مل سکتا ہے تو یہیں سنا قس شہر میں اپنے دونوں بچوں کے ساتھ۔

آج شالیب اور شرینہ کی گفتگو نے مجھے چونکا کر رکھ دیا ہے، یوں جانو میں سویا ہوا تھا، غفلت اور غداری کی گہری نیند، اب میں اس نیند سے جاگ اٹھا ہوں، نہ غداری کروں گا، نہ اپنی ملت کی طرف پیٹھ کر کے اوگھوں گا، نہ بچوں کی حق تلفی کروں گا، ان کے حقوق پورے کروں گا۔

سن لیبانہ شالیب کہہ رہا تھا کہ میری بیٹی شرینہ دل کی گہرائیوں سے امیر عمر بن حسین کو پسند کرتی ہے، وہ یہ بھی بڑے وثوق سے کہہ رہا تھا کہ عنقریب دونوں آپس میں شادی کر لیں گے، شرینہ امیر عمر بن حسین کی بیوی بن جائے گی اگر ایسا ہو جاتا ہے تو میں سمجھوں گا کہ میں دنیا کا خوش قسمت ترین شخص ہوں، بہر حال میں تمہارے سامنے صاف دلی سے کہتا ہوں کہ میں تائب ہوتا ہوں، آج کے بعد میں تارمنوں کے لئے کام نہیں کروں گا۔

دروازے پر کھڑے شرینہ اور شالیب دونوں اپنے باپ کی اس گفتگو سے خوش ہو گئے تھے پھر لیبانہ اپنا منہ عدلیس بن کسینہ کے قریب لے گئی اور کہنے لگی۔

اگر علی بن عبدالعزیز میری بیٹی اور بیٹے کو زبردستی اٹھانے کے لئے آ گئے تب؟

عدلیس بن کسینہ کی چھاتی تن گئی، کہنے لگا۔

نہیں ایسا نہیں ہو سکتا، اب میں ان سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا، انہیں کہہ دوں گا کہ میری بیٹی نہیں جائے گی۔ یہاں ہمارے پاس ہی رہے گی، میں خود اسے اب قاسم بن اسحاق سے بیاہنے کے لئے تیار نہیں ہوں میرے خیال میں میری بیٹی کو عمر بن حسین سے بڑھ کر کوئی بھی اچھا شوہر نہیں مل سکتا۔

یہ گفتگو لیبانہ اور عدلیس بن کسینہ نے کچھ اس طرح سرگوشی میں کی تھی کہ اسے دروازے کے باہر کھڑے شرینہ اور شالیب سن نہ سکے تھے، پھر پہلے جیسی آواز میں لیبانہ بول پڑی۔

اگر تمہارے خیال میں مقصورہ اور مقلیہ دونوں جگہ ہمارے لئے امن کا کوئی مقام نہیں اور یہیں ہم سکون سے رہ سکتے ہیں تو میں آج تمہارے ساتھ وعدہ کرتی ہوں کہ میں سچے دل

سے اسلام پر مکمل پیرا ہونے کا تمہارے ساتھ وعدہ کرتی ہوں میں یہ بھی وعدہ کرتی ہوں کہ آج کے بعد کوئی بھی کام اپنے بچوں کی مرضی کے خلاف نہیں کروں گی، اس لئے کہ دونوں بچے ہی ہمارا سرمایہ ہیں۔ اگر یہ نہیں ہیں تو ہم دونوں کے پاس کیا بچتا ہے۔

پھر لیبانہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور زور زور سے آوازیں دینے لگی۔

شرینہ! شرینہ! میری بیٹی یہاں آؤ۔

دروازے کے پاس کھڑے شرینہ اور شالیب چونکے تھے، پھر شالیب بھاگ کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا شرینہ کچھ دیر وہاں کھڑی رہی پھر کمرے میں داخل ہوئی اور اپنی ماں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

ماں آپ نے مجھے بلایا؟

لیبانہ کمرے سے نکلی، دروازے پر آئی۔ شرینہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا، اس کا منہ اس کی پیشانی اور اس کے گال چومے، پھر کہنے لگی۔

بیٹی جو کچھ ہوا اس پر مٹی ڈال دو، ہم سے جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ، اسے فراموش کر دو، یوں جانو تم دونوں بہن بھائی ہم دونوں میاں بیوی کو معاف کر دو میں نے تمہارے باپ سے وعدہ کیا ہے کہ آج کے بعد میں سچے دل سے اسلام قبول کرتی ہوں اور اس پر عمل پیرا ہوں گی میں اور تمہارے باپ نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ آج کے بعد ہم تارمنوں کے لئے کام نہیں کریں گے۔

اس گفتگو پر شرینہ اپنی ماں سے لپٹ گئی تھی، اس کی پیشانی چومی تھی، لیبانہ پھر کہنے لگی۔

میری یہ باتیں بھائی سے بھی کہہ دینا تاکہ اسے تسلی ہو جائے، اب آؤ میری بیٹی دونوں مطبخ کی طرف چلیں، کھانا تیار کریں۔ تمہارے بھائی اور باپ کو بھوک لگی ہوگی شرینہ کچھ نہ بولی، چپ چاپ اپنی ماں کے ساتھ مطبخ کی طرف چلی گئی تھی۔

✿✿✿

تیونس شہر کی مسجدوں سے لوگ عشاء کی نماز کے بعد نکلنے لگے تھے۔ سلطان عبدالمومن تیونس کی جامع مسجد سے نکلا، اس وقت اس کے ساتھ عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید، یحییٰ بن عبدالعزیز اور امیر البحر ابو عمران تھے۔

مسجد سے نکل کر سلطان نے سیدھا فصیل کا رخ کیا۔ شاید وہ فصیل کے اوپر پہرہ دینے والے اپنے لشکریوں کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ فصیل کے اوپر چڑھ کر سلطان ایک برج کے قریب گیا تو رک گیا، اس لئے کہ اگلے برج کے اندر سے کسی کے گانے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ آواز اسی اسماعیل نام کے مغنی کی تھی جو زویلہ سے مراکش کی طرف ہجرت کر کے گیا تھا اور جس نے مراکش کے نواح میں رزمیہ گیت گاتے ہوئے سلطان کو آبدیدہ کر دیا تھا۔ سلطان اپنے ہمراہیوں کے ساتھ رک گیا اور مغنی اسماعیل کے رزمیہ نغمے کو سننے کی کوشش کرنے لگا، اسماعیل جو کچھ گا رہا تھا اس کا مطلب کچھ یوں تھا۔

گھنے سناٹوں میں
ظلمتوں کے بھنور اور
شام کے بے امان اندھیروں میں
کالی راتوں کے دروازوں پر
دستک دیتے غلامی کے تیز جھکڑ
ریگستانوں میں منڈلانے والے غلامی کے منحوس گدھ

آکاس بیل کی طرح پھیلنے کے بجائے
زخمی پرندوں کی طرح بھاگنے کی فکر میں ہیں
اب وطن کی بہنوں کے شرمائیوں کے نقاب کے اندر
ان کے ہونٹوں کی سرخ کپکپاہٹیں آزادی کے گیت گائیں گی
فاصلوں میں بچھی خاموشیوں
اجنبی راتوں کے خمار کا بوجھ اتار پھینکیں گی۔
آزادی کا نعرہ مارو کہ آزادی ہی
ایک مشعل فروزاں
سرحدی خوابوں کی جنت
اور شاداب اور دلکش امن کی نیند ہے
رسولِ عربی کے پیروکارو
دلیرو دلاور غازیو!
افریقہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک
بحر و بر میں اپنے رب کی کبریائی رقم کرو
نیلی ندی نالوں میں
پہاڑوں نشیبوں اور گھاٹیوں میں
آزادی کی صد ہزار پھیلتی بکھرتی لہروں کی طرح بکھرا جاؤ
قبل اس کے کہ مسجدوں کے مینار سورج کی اولین کرنوں کو چومیں۔
قبل اس کے سنگلاخ صحراؤں کی سوندھی مٹی کے نازک ہیکلے پھول جاگ اٹھیں
قبل اس کے رات کے آخری پہر میں رت جگوں کا دکھ پھیل جائے۔
قبل اس کے سحر کے کرب میں معصوم بچے کلکاریاں لیتے اٹھ کھڑے ہوں۔
قبل اس کے پانیوں سے ابلتی پیاس
اپنے نصب العین کے لئے منصوب ہو جائے، آؤ شہر شہر پکارتی غلامی چار سو بجرکتی
آگ کی طرح بکھرتی اسیری کے ناپاک جسم کو فنا کر دیں۔
آزادی کا نعرہ مارو کہ آزادی

ایک مقدس امانت
دلوں کے کنول کا پھول
سعادت کا سرچشمہ
زندگی کے اسرار کا سردار ہے
آؤ نسل در نسل
عہد در عہد
قرن بعد قرن
اپنی آزادی کی حفاظت کے لئے
اپنے خداوند قدوس کی کبریائی کے نعرے ایسی صداؤں سے بلند کریں
کہ یہ صدائیں زمین کی جڑوں سے
عرش کی عظیم وسعتوں تک پھیل جائیں
میرے ہمنوا میرے مجاہدا!
آؤ کف دوستی
جان روح کی بقاء کے لئے
اپنی ملت کو اسیر کرنے والوں
کی زبان پر جھوٹ کے ذائقوں کے رنگ دھو دیں
اپنے ہونٹوں پر موسموں کے رنگ سجالیں
آؤ ستاروں کی رہبری میں
صبح نو کے قاتلوں کی طرح
اپنی ملت کے پاسبان
اپنے دین کے دست شفا
اپنی مسلم قوم کے سادہ چوپان بن جائیں
آزادی کا نعرہ مارو کہ آزادی
غلامی کے خونخوار کتوں کے سامنے
دکھ کا مسیحا ہے، جبر و ستم کی چٹان کے اندر

صداقت اور سچائی کا محفوظ راستہ ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد مغنی کی آواز خاموش ہو گئی تھی، دف بجنا بھی بند ہو گئی تھی، سلطان اور اس کے ساتھی مغنی اسماعیل کے اس رزمیہ نغمے میں کھو سے گئے تھے، جب اس نے گانا بند کیا تب سلطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔

سلطان جب اپنے ساتھیوں کے ساتھ اگلے برج پر پہنچا تو وہاں بیٹھے سارے محافظ اور پہریدار احتراماً اٹھ کھڑے ہوئے، ان کے اندر بیٹھا مغنی اسماعیل بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا سلطان سیدھا اسماعیل کے پاس گیا، اس کی پیٹھ تھپتھپائی پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگا۔

اسماعیل پچھلے برج پر کھڑے ہو کر میں نے تیرا درد بھرا نغمہ سنا ہے یقیناً تیری آواز میں سوز ہے، تیرے الفاظ میں ملت کے لئے درد اور اپنی مسلم قوم کے لئے ایک بھرپور دی ہے۔

سلطان عبدالمومن جب خاموش ہوا تب مغنی اسماعیل نے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم اس میں شک نہیں میں ایک مغنی ہوں، نہ سپاہی ہوں، نہ کوئی اچھا تیغ زن عمر بھی ڈھل گئی ہے میں اگر جنگوں میں حصہ لیتے ہوئے اپنی ملت، اپنی قوم کی خدمت نہیں کر سکتا تو اپنے نغموں، اپنے زمزموں سے کام لیتے ہوئے میں اس قبیلے کے اوپر پہرہ دینے والوں کا دل تو بہلا سکتا ہوں تاکہ یہ میرے نغموں کو سنتے ہوئے اس کے سرور میں جاگتے ہوئے قبیلے کی حفاظت کا کام احسن طریقے سے انجام دے سکیں۔

عبدالمومن نے توصیفی انداز میں مغنی اسماعیل کی طرف دیکھا، اس کی پیٹھ تھپتھپائی پھر سلطان آگے بڑھ گیا تھا۔

سلطان نے سارے برجوں کا چکر لگایا، پھر اطمینان کرنے کے بعد وہ نیچے اتر گیا تھا۔

یوں سلطان عبدالمومن نے اپنے لشکر کے ساتھ چند دن تک تیونس شہر میں قیام کیا۔ اس قیام کے دوران شہر کے اندر جو نوجوان تھے انہیں سلطان نے بہترین عسکری تربیت دی، انہیں ہتھیار اور تیر بھی مہیا کئے پچھلے سارے شہروں کی نسبت تیونس میں شہر کے نوجوانوں کا سب سے بڑا لشکر تیار ہوا تھا پھر جب سلطان کو اطمینان ہو گیا کہ اس کی غیر موجودگی میں وہ نوجوان جنہیں شہر کے اندر تربیت دی گئی ہے، بہتر انداز میں شہر کی حفاظت

کر سکتے ہیں، تب سلطان مزید پیش قدمی کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ تیونس سے نکلا تھا۔

تیونس سے کوچ کرنے سے پہلے سلطان عبدالمومن کے ناظروں نے دو اہم اطلاعات فراہم کی تھیں، پہلی یہ کہ سلطان جس وقت تیونس سے نکل کر پیش قدمی کرے گا تو راستے میں جگہ جگہ نارمن شب خون مار کر سلطان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔

دوسری اہم خبر یہ تھی کہ اگر سلطان یلغار کرتا ہوا نارمنوں کے مرکزی شہر مہدیہ تک پہنچ گیا تب نارمنوں نے سمندر میں ان گنت جہاز اور کشتیاں تیار کر رکھی ہیں، ایسی صورت میں مہدیہ میں جو بہت بڑا خزانہ اور قیمتی اشیاء ہیں، وہ ان کشتیوں سے دور بحیرہ روم کی طرف منتقل کر دی جائیں گی۔

ان دو اطلاعات کی روشنی میں سلطان نے بھی احتیاطی تدابیر اختیار کیں، اس کا بحری بیڑہ تیونس میں کھڑا تھا، اپنے امیر البحر ابو عمران کو سلطان نے حکم دیا کہ اپنے بحری لشکر کے ساتھ وہ سلطان کے ساتھ ساتھ سمندر میں مہدیہ کی طرف سفر کرے اور کھلے سمندر میں جا کے مہدیہ کی پوری طرح ناکہ بندی کر دے تاکہ مہدیہ سے کوئی جہاز، کوئی کشتی مخالف طرف روانہ نہ ہونے پائے۔

☆

تیونس سے پیش قدمی کرتا ہوا سلطان تبول شہر پہنچا، یہ شہر زمین کے اس حصے میں جو سمندر میں کافی آگے بڑھ گیا ہے اور جس کی وجہ سے تیونس شہر کے سامنے ایک خلیج اور کھاڑی بن جاتی ہے۔ تبول شہر میں نارمنوں کا ایک چھوٹا سا لشکر تھا، اسے جب خبر ہوئی کہ سلطان تیزی سے یلغار کرتے ہوئے تبول کی طرف بڑھ رہے ہیں تو وہ لشکر شہر سے نکلا اور اپنے قریبی شہر حمامات کی طرف چلا گیا تھا۔

سلطان نے تبول پر قبضہ کر لیا، پھر تبول اور حمامات کے درمیان اس نے اپنے لشکر کا پڑاؤ کیا، اس لئے کہ رات ہو گئی تھی۔

یہاں آدھی رات کے وقت نارمنوں نے دائیں جانب سے نمودار ہو کر سلطان کے لشکر پر شب خون مارنا چاہا، لیکن ان کی بدقسمتی کہ انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ سلطان کے لشکر کی چوکسی تھے، جونہی نارمن شب خون مارنے کے لئے قریب آئے سلطان کے لشکر کے ایک حصے نے جس کی کمان ابی محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کر رہے تھے

کی طرف خود پیش قدمی کی اور اپنے پڑاؤ کے قریب ہی نارمنوں کو دو طرف سے گھیر کر ان پر ایسا حملہ کیا کہ ان میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ بہت کم کو جانیں بچا کر فرار کا راستہ اختیار کرنے کا موقع ملا۔

نارمنوں کا یہ پہلا شب خون تھا جو ناکام بنا دیا گیا تھا، رات کا اگلا حصہ بالکل سکون اور بغیر کسی مزاحمت کے گزر گیا۔ اگلے روز سلطان نے پھر پیش قدمی کرنا شروع کی۔

کافی دن چڑھے سلطان اگلے شہر حمامات پہنچا، یہاں بھی نارمنوں کا ایک بہت بڑا لشکر تھا۔ یہاں کے لشکر کو جب خبر ہوئی کہ رات کی تاریکی میں نارمنوں کے جس لشکر نے سلطان پر شب خون مارنے کی کوشش کی تھی اس کے بڑے حصے کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے، تب حمامات میں جو لوگ تھے ان پر خوف طاری ہو گیا۔ شہر انہوں نے خالی کر دیا اور تیسرے بڑے شہر سوس کی طرف بھاگ گئے۔ سلطان نے آگے بڑھ کر بغیر کسی مزاحمت کے حمامات پر قبضہ کر لیا تھا۔

حمامات میں سلطان نے چند دن قیام کیا، اپنے پیچھے آتے ہوئے دو تبول شہر میں چھوڑ آیا تھا جو مقامی لوگوں کو فوجی تربیت دینے لگے تھے، تاکہ سلطان کی غیر موجودگی میں شہر کی حفاظت کا سامان کر سکیں۔ یہی کام سلطان نے حمامات میں بھی شروع کر دیا تھا۔

سلطان کو جب یقین ہو گیا کہ تبول اور حمامات میں جن جوانوں کی عسکری تربیت کا کام شروع کیا گیا ہے وہ اس قابل ہو گئے ہیں کہ اچانک شہر پر حملے کی صورت میں اپنے شہر کا دفاع کر سکتے ہیں، تب اس نے پیش قدمی شروع کی، اب سلطان کا رخ سوس شہر کی طرف تھا جو کافی بڑا اور انتہائی اہم شہر تھا۔

نارمنوں کا سارا لشکر مہدیہ کے قریب جمع تھا، انہیں جب خبر ہوئی کہ سلطان تیونس سے پیش قدمی کرتا ہوا سوس کے قریب پہنچ گیا ہے، تب وہ مہدیہ سے نکلے اور سوس شہر کے شمال مغرب میں انہوں نے ڈیرے ڈال دیئے تاکہ سلطان کی راہ روک سکیں۔

نارمن جانتے تھے کہ اگر سوس شہر پر سلطان نے قبضہ کر لیا تو باقی بڑے شہروں میں صرف مہدیہ ہی رہ جاتا تھا جو نارمنوں کے پاس بچتا تھا اور اگر گزشتہ صورت حال کو سامنے رکھا جاتا تو پھر مہدیہ کا بھی نارمن زیادہ دیر تک دفاع نہیں کر سکتے تھے، لہٰذا سوس شہر میں ایک بار پھر سلطان سے ٹکرانے ہوئے نارمنوں نے قسمت آزمائی کا فیصلہ کیا تھا۔

سوس میں سلطان کا بحری بیڑہ لے کر ابو عمران بھی وہاں پہنچ گیا تھا سلطان نے ابو عمران کو اپنے بیڑے کے ساتھ وہاں رُکنے نہیں دیا بلکہ اسے حکم دیا کہ وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھے اور مہدیہ کی مکمل طور پر ناکہ بندی کر دے۔ یہ حکم ملتے ہی آندھی اور طوفان کی طرح اپنے بحری بیڑے کے ساتھ ابو عمران آگے بڑھ گیا تھا۔

حمامات سے روانگی سے قبل سلطان کو اس کے ناظر یہ اطلاع دے چکے تھے کہ جونہی سلطان شہر کے نواح میں پہنچے گا نارمن اسے دیکھتے ہی اس پر حملہ آور ہو جائیں گے، اس لئے کہ وہ بڑی بے چینی سے سلطان کا انتظار کر رہے ہیں۔

سلطان نے احتیاط کو مدنظر رکھتے ہوئے حمامات سے روانگی کے وقت ہی اپنے لشکر کی جنگی ترتیب کو درست کر لیا تھا جو ترتیب وہ جنگ کے دوران رکھتا تھا اسی ترتیب میں لشکر کو رکھتے ہوئے اس نے پیش قدمی شروع کی تھی، جونہی سلطان سوس شہر کے نواح میں پہنچا ایک انقلاب اُٹھ کھڑا ہوا۔

نارمن جو بڑی بے چینی سے سلطان کی آمد کے منتظر تھے اچانک حرکت میں آئے اور کہر کے بپھرے پرواں میں بھٹکتے سمندر، تاریک راہوں پر ٹھوکریں کھاتے بدبختیوں کے سائے باطل کے حق میں فیصلے کرنے والے احمقوں اور نادانوں کی طرح وہ سلطان کے لشکر پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

سلطان کے لشکر کی ترتیب پہلے ہی درست تھی وہ حملوں کو روکنے اور جارحیت اختیار کرنے کے لئے مکمل طور پر تیار تھا سلطان نے پہلے نارمنوں کے حملے کو روک دیا پھر سلطان کے کہنے پر اس کے لشکر نے نارمنوں پر قضا کو دہشت انگیز کر دینے والے آندھیوں کے عذاب ناک جھکڑوں، خوفناک سیاہ رات تک کو پر ہول کرتی ہولناک اور طاقتور مرگ اور تمدن کے سفینے تک غرق کر دینے والے غول بیابانی کی نسوں خیزی کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے ذلت و خواری کے عالم میں زمین خون کے آنسو رونے لگی تھی، ہوائیں اور فضائیں دلوں کی راحت چھیننے نوحوں سے بھر گئی تھیں۔

شہر سے باہر نارمنوں نے اپنی پوری طاقت اور قوت کو جھونک دیا تھا، وہ چاہتے تھے کہ بس ایک بار سلطان اور اس کے لشکریوں کو پسپا کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو انہیں بھی

سلطان اور اس کے لشکریوں کے قدم نہ جمنے دیں گے۔

لیکن قدرت شاید کوئی اور ہی فیصلے کر چکی تھی شاید قدرت نے نارمنوں کے مقدر میں لکھ دیا تھا کہ افریقہ سے ان کی بساط اُلٹ دی گئی ہے۔

سوس کے مقام پر بھی سلطان نے نارمنوں کو بدترین شکست دی، ناچار نارمن بھاگ کر مہدیہ کی طرف چلے گئے جو اب ان کی آخری پناہ گاہ تھی۔

ایک طرح سے سلطان عبدالمومن اور عمر بن حسین نے نارمنوں کی طاقت اور قوت کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی سوس شہر کے نواح میں نارمنوں کو شکست دینے کے بعد بغیر کسی مزاحمت کے سلطان سوس شہر میں داخل ہوا سوس میں جو نارمنوں کا لشکر تھا وہ پہلے ہی شکست اُٹھانے والے اپنے لشکر کے ساتھ مہدیہ کی طرف بھاگ گیا تھا سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ شہر سے باہر پڑاؤ کیا اور اپنے دستوں کے ساتھ شہر کے جوانوں کی عسکری تربیت کے کام کو فراموش نہ کیا۔

یہاں بھی چند دن تک سلطان نے قیام کیا، اس کے بعد نارمنوں پر آخری ضرب لگانے کے لئے سلطان نے مہدیہ کا رُخ کیا تھا۔

سوس اور مہدیہ کے درمیان ایک اور شہر آتا تھا جس کا نام مونا ستر تھا۔ سوس کی شکست کے بعد نارمن ایسے وہم داشتہ اور سلطان کی طرف سے خوفزدہ ہوئے تھے کہ جو مونا ستر میں ان کا لشکر تھا اسے بھی انہوں نے نکال دیا تھا سوس سے پیش قدمی کرتا ہوا سلطان مونا ستر پہنچا، یہاں بھی اس نے شہر پر قبضہ کر لیا شہر کا نظم و نسق درست کیا، پھر وہ آندھی اور طوفان کی طرح مہدیہ کا رُخ کر رہا تھا۔

شہر میں یہ خبریں گشت کرنے لگی تھیں کہ سلطان بہت جلد مہدیہ پہنچے گا اور شہر کا محاصرہ کرے گا، اس لئے کہ نارمنوں کے سپہ سالار نیانوش گون سالوو دونوں نے مہدیہ شہر میں محصور ہونے کا ارادہ کر لیا تھا، شاید اب وہ کھلے میدانوں میں سلطان کا مقابلہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔

انہیں یہ اُمید تھی کہ اگر انہیں سلطان کے ہاتھوں شکست ہوئی تو وہ سمندر کے راستے صقلیہ کی طرف بھاگ جائیں گے مہدیہ میں جو خزانہ اور قیمتی اشیاء ہیں وہ بھی اپنے ساتھ لے جائیں گے۔

لیکن جس وقت وہ سوس سے بھاگ کر المہدیہ پہنچے تو ان کے پاؤں تلے سے گویا زمین نکل گئی، اس لئے کہ انہیں پتا چلا کہ سلطان کے امیر البحر ابو عمران نے سمندر کی طرف سے المہدیہ کی مکمل طور پر ناکہ بندی کر دی ہے۔ ساحلیہ سے مدد کے لئے کوئی جہاز آ سکتا ہے نہ کوئی کشتی، کوئی جہاز المہدیہ سے ساحلیہ کا رخ کر سکتی ہے۔

المہدیہ پہنچ کر اپنے لشکر کے ساتھ سلطان نے شہر کے مغربی حصے میں پڑاؤ کیا تھا، شہر سے سلطان نے اپنے پڑاؤ کا فاصلہ اس قدر رکھا کہ شہر کی فصیل سے اگر تیر چلایا جاتا تو اس کے پڑاؤ میں نہ پہنچ سکے، کچھ دستوں کو سلطان نے چاق و چوبند رہنے کا حکم دیا، باقی لشکر کو اس نے ستانے کا حکم دے دیا تھا۔

شہر کے اندر جو تارکین لشکری تھے ان میں ایک طرح سے خوف اور دہشت پھیل گئی تھی، اس لئے کہ شہر میں یہ خبر پوری طرح پھیل گئی تھی کہ سمندر کی طرف سے سلطان کے امیر البحر ابو عمران نے ناکہ بندی کر رکھی ہے اور سلطان بھی اپنے لشکر کے ساتھ شہر کے باہر پڑاؤ کر گیا ہے۔

اب شہر کے اندر محصور تارکین لشکری اور دیگر لوگ یہ سوچنے پر مجبور تھے کہ ان کے سامنے دو ہی راستے ہیں یا تو شہر سے باہر نکل کر سلطان سے ٹکرا جائیں یا اپنی جانیں بچانے کے لئے لڑے بغیر کسی محفوظ راستے سے ساحلیہ کی طرف بھاگنے کی کوشش کریں۔

المہدیہ ان کی آخری پناہ گاہ تھا، اس لئے کہ دیگر سارے شہر ان پر یکے بعد دیگرے سلطان اور عمر بن حسین قابض ہو چکے تھے اور وہاں سلطان نے مسلمانوں کی لشکری قوت کو بھی خاصا استوار کر دیا تھا، اب تارکین کے لئے کوئی امید کی جھنک تک نہ تھی کہ المہدیہ سے نکل کر دوسری اور شہر پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ تاہم ان کے سامنے امید کی صرف ایک ہی جھنک تھی کہ سوس شہر میں شکست کھانے کے بعد انہوں نے تیز رفتار قاصد ساحلیہ میں دیم کی طرف روانہ کئے تھے اور ان سے درخواست کی تھی کہ جلد از جلد کمک کی صورت میں کوئی بہت بڑا لشکر روانہ کرے، اگر ان نے ایسا کیا تو چند روز تک المہدیہ بھی مسلمانوں کے ہاتھوں میں چلا جائے گا اور تارکین کی بساط افریقہ میں ہمیشہ کے لئے لپیٹ دی جائے گی، اس امید پر نیانوش اور کون سالار نے وقت گزارنے کے لئے شہر میں محصور ہو کر سلطان کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

اپنے پڑاؤ کا جائزہ لینے کے بعد عمر بن حسین اور سلطان عبدالمومن کا سپہ سالار اعلیٰ یحییٰ بن عبدالعزیز دونوں اس جگہ آئے جہاں سلطان عبدالمومن اپنے سارے سالاروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، دونوں سلطان کے قریب بیٹھ گئے، پھر گفتگو کا آغاز عمر بن حسین نے کیا۔

سلطانِ محترم میں اور یحییٰ بن عبدالعزیز آپ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

سلطان نے گھورنے کے انداز میں باری باری دونوں کی طرف دیکھا، پھر چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہنے لگا۔

لگتا ہے دونوں کچھ خلاف مشورہ کر کے آئے ہو، عمر بن حسین جب سے تم میرے ساتھ کام کر رہے ہو میں نے دیکھا ہے تمہاری اور یحییٰ بن عبدالعزیز کی طبیعت آپس میں خوب ملتی ہے..... بہرحال کہو کیا کہنا چاہتے ہو، میرا دل کہتا ہے کہ تم دونوں نے پہلے سے کوئی صلاح مشورہ کر رکھا ہے۔

سلطان کی اس گفتگو سے عمر بن حسین اور یحییٰ بن عبدالعزیز دونوں مسکرانے لگے تھے۔

محمد بن رشید، یحییٰ بن مطراح اور وہاں بیٹھے ہوئے دیگر سالار بھی عمر بن حسین اور یحییٰ بن عبدالعزیز کی طرف دیکھنے لگے تھے، گفتگو کا آغاز پھر عمر بن حسین نے کیا۔

سلطانِ محترم آپ جانتے ہیں کہ مہدیہ شہر کے اندر اس وقت بھی روسیوں کا اتنا بڑا لشکر ہے کہ ہمارے لشکر کی نسبت اس کی تعداد زیادہ ہے، لہٰذا کسی بھی وقت کوئی تبدیلی رونما ہو سکتی ہے..... دشمن شہر کے کسی بھی دروازے سے نکل کر ہم پر حملہ آور ہو سکتا ہے، رات کو شب خون کا کھیل کھیل سکتا ہے۔

میں اور یحییٰ بن عبدالعزیز نے ایک لائحہ عمل طے کیا ہے، اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ سے یہ کہوں گا کہ اس رات آپ محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطراح کے ساتھ چوکس رہتے ہوئے صرف دشمن کے شب خون کا دفاع کریں، میں اور یحییٰ بن عبدالعزیز اپنے اپنے حصے کے لشکروں کے ساتھ مہدیہ شہر کی فتح کو آسان بنانے کے لئے کچھ کرنا چاہتے ہیں، کیا کرنا چاہتے ہیں اس کا اظہار ابھی ہم نہیں کریں گے۔

رات ہی رات ہم دونوں بھائی اپنے لشکر کے ساتھ المہدیہ کے نواح میں ایسی تبدیلی لائیں گے، صبح سویرے فجر کی نماز کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور آپ کو بتائیں گے کہ ہم نے دشمن سے جنگ کرنے اور اپنی فتح کو یقینی بنانے کا کیا منصوبہ بنایا ہے،

امید ہے اس سلسلے میں آپ کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔

سلطان عبدالمومن نے کچھ سوچا، باری باری ایک بار پھر اس نے عمر بن حسین اور یحییٰ بن عبدالعزیز کی طرف دیکھا، پھر مسکراتی ہوئی اس کی آواز سنائی دی۔

میرے عزیزو! تم دونوں ہی میرے لئے قابل اعتبار ہو، جو کچھ تم کرنا چاہتے ہو کرو میری طرف سے اجازت ہے، میں محمد بن رشید اور یحییٰ بن سطروح کے ساتھ خداوند نے چاہا تو دشمن کو شہر سے باہر نہیں نکلنے دوں گا، اگر دشمن نے کسی بھی دروازے سے نکل کر ہم پر شب خون مارنے کی کوشش کی تو اس کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا جائے گا۔

سلطان کا یہ جواب سن کر عمر بن حسین اور یحییٰ بن عبدالعزیز دونوں مطمئن ہو گئے، پھر ایک دوسرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ اٹھ کر چلے گئے تھے۔

اس رات عشاء کی نماز کے بعد سلطان عبدالمومن نے اپنے لشکریوں کو حکم دے دیا تھا کہ لشکر کے اندر ہی نہیں باہر بھی دور دور تک مشعلیں روشن کر دی جائیں، شہر کے دروازوں کے قریب سلطان نے اپنے دستے مقرر کر دیئے تھے تاکہ شہر کے کسی بھی دروازے سے نکل کر اگر دشمن حملہ آور ہونے کی کوشش کرے تو اس کے حملے کی اطلاع بروقت سلطان کو پہنچ سکے اور دشمن کے سامنے دفاع کیا جا سکے۔

دوسری جانب تاتاریوں کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ مسلمان شہر سے باہر بیدار اور چوکس ہیں دور دور تک انہوں نے نہ صرف روشنیوں کا اہتمام کیا ہے بلکہ اپنے مسلح دستے بھی پھیلا دیئے ہیں، لہٰذا تاتاریوں کو جرات نہ ہوئی کہ شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں پر شب خون مارتے۔

اگلے روز فجر کی نماز کے بعد عمر بن حسین اور یحییٰ بن عبدالعزیز سلطان کے سامنے حاضر ہوتے ہوئے عمر بن حسین نے سلطان کو مخاطب کیا۔

سلطانِ محترم رات کی تاریکی اور گہری خاموشی کے اندر میں اور یحییٰ بن عبدالعزیز جو کرنا چاہتے تھے کر چکے ہیں اب آپ سے ہم دونوں کی گزارش ہے کہ شہر کے اردگرد ایک چکر لگائیں، پھر دیکھیں دشمن سے نمٹنے کے لئے ہم نے جو کچھ کیا ہے وہ قابل عمل ہے۔

سلطان نے بڑی جستجو کے انداز میں باری باری عمر بن حسین اور یحییٰ بن عبدالعزیز کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

اچھا دیکھتا ہوں تم دونوں نے کیا کیا ہے، پھر سلطان نے محمد بن رشید اور یحییٰ بن سطروح

کو اپنے ساتھ آنے کے لئے کہا۔

عمر بن حسین اور یحییٰ بن عبدالعزیز سلطان کو پہلے شہر کے جنوبی حصے کی طرف لے گئے دائیں بائیں اور آگے پیچھے سلطان کے ساتھ محافظ دستے بھی تھے، شہر کے جنوبی حصے کی طرف جا کے سلطان نے دیکھا فصیل سے ذرا فاصلے پر خاصے لمبے دمدمے بنا دیئے گئے تھے، ان دمدموں کے پیچھے گہری ہونے والی زمین کو ہموار کر دیا گیا تھا، اسی طرح شہر کے شرقی جانب بھی اسی طرح کے دمدمے تھے جب شمال کی طرف گئے جدھر سمندر تھا تو سلطان نے دیکھا شہر پناہ کے دروازے کے دائیں بائیں کافی فاصلے تک شہر پناہ سے لے کر سمندر تک کشتیاں کھڑی کر دی گئی تھیں یہ کشتیاں کچھ اس طرح اوپر نیچے کھڑی کی گئی تھیں کہ اچھی خاصی اونچی ایک دیوار سی بن گئی تھی، وہاں تک دکھانے کے بعد عمر بن حسین نے پھر سلطان کو مخاطب کیا۔

سلطانِ محترم اب آپ وہیں چلیں جہاں سے اٹھ کر ہم ادھر آئے ہیں، پھر ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ ہم نے کیا کیا ہے اور کیا کرنا چاہتے ہیں۔

سلطان واپس ہو لیا، اپنے پڑاؤ میں آئے، ایک جگہ بیٹھ گئے، پھر عمر بن حسین نے سلطان کو مخاطب کرنا شروع کیا۔

سلطانِ محترم تھوڑی دیر تک ہم یہاں سے پڑاؤ اٹھا کے شہر کے جنوب کی طرف چلے جائیں گے آپ نے دیکھا وہاں سامنے اور ذرا دائیں بائیں خاصے اونچے دمدمے ہیں، جن کے پیچھے زمین کو ہموار کر دیا گیا ہے، ان دمدموں کے پیچھے تیر انداز بٹھا دیئے جائیں گے، ایسے ہی دمدمے آپ شہر پناہ کے شرقی دروازے کی طرف دیکھ چکے ہیں۔

اب ہم اپنے کام کی ابتدا شہر کے جنوب کی طرف سے کریں گے، شہر پناہ کو توڑ کر شہر میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے، جس طرح ہم زلیلے اور بجایہ میں برج گرا کر رسوں کی سیڑھیوں سے شہر میں داخل ہونے کی کوشش کرتے رہے ہیں ایسا یہاں نہیں کیا جائے گا۔

اس لئے کہ ان شہروں میں تاتاریوں کے لشکر کی تعداد کم تھی، یہاں مصدیہ کے اندر بھی تاتاریوں کا لشکر ہے اس کی تعداد ہمارے اپنے لشکر سے زیادہ ہے، لہٰذا یہاں شہر پناہ کو توڑا جائے گا۔

شہر پناہ کو توڑنے کے بعد دشمن کے ردعمل ہمارے سامنے آئیں گے، اول یہ کہ شہر

پناہ ٹوٹتے ہی شہر کے اندر جو لشکر ہے وہ باہر نکل کر ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا۔

جونہی ایسا ہوتا ہے شہر پناہ کے دائیں بائیں اور جو سامنے دھاوے بنے ہوئے ہیں ان کی اوٹ میں جو ہمارے تیر انداز بیٹھے ہوں گے وہ ان پر ایسی تیز اور جان لیوا تیر اندازی کریں گے کہ ان کے لشکر کے ایک بڑے حصے کو موت کی نیند سلاتے چلے جائیں گے۔

جب دشمن کافی آگے بڑھ آئے گا تب ان تیر اندازوں کے پیچھے جو ہمارے لشکر کے حصے کھڑے ہوں گے وہ دشمن پر ٹوٹ پڑیں گے، اس طرح مجھے امید ہے کہ ہم دشمن کو بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

شہر پناہ کے مشرقی جانب جو اسی قسم کا اہتمام کیا گیا ہے وہاں بھی تیر انداز بٹھائیں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جب ہم یہاں سے شہر پناہ کو توڑیں تو جو لشکر یہاں سے باہر نکلے اس کے علاوہ شہر کے شرقی دروازے سے بھی کوئی لشکر باہر نکل کر ہماری پشت پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو وہاں جو تین اطراف میں تیر انداز بیٹھے ہوں گے وہ ان پر ایسی تیر اندازی کریں گے کہ میرے خیال میں وہ باہر نکلنے کے بجائے واپس جانے ہی میں اپنی عافیت جانیں گے۔

باقی رہیں شہر کی دو اطراف شمال اور مغرب۔

شمال میں ہم نے شہر پناہ کے دونوں اطراف سمندر تک کشتیاں کھڑی کر دی ہیں ایک طرح سے دور استہ ہم نے ان کے لئے مسدود کر دیا ہے، ویسے بھی وہاں سے نکل کر کوئی سمندر کی طرف نہیں جائے گا، اس لئے کہ انہیں پتا ہے سمندر کی طرف سے ہمارا امیر البحر ابو عمران ان کی مکمل طور پر ناکہ بندی کر چکا ہے شمالی جانب سے نکل کر اگر دشمن دائیں بائیں ہوتے ہوئے ہم پر حملہ آور نہیں ہو سکیں گے اس لئے کہ وہاں سے کشتیاں بنانے میں خاصی دیر لگے گی، یہ کام ساری رات ہم نے کیا ہے اور اس پر کافی وقت لگے گا، لہٰذا شمال کی سمت ہمارے لئے محفوظ ہے۔

رہی مغرب کی جانب تو اس کے لئے لشکر کا ایک حصہ شہر کے جنوبی اور غربی حصے کے درمیان مقرر کر دیا جائے گا، مجھے امید ہے مغرب کی جانب سے کوئی مہم جو کاٹ کر ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش نہیں کرے گا اگر کرے گا بھی تو لشکر کا وہ حصہ جو جنوبی اور مغربی دروازوں کے درمیان ہم مقرر کریں گے، وہ آنے والوں کو بڑی آسانی سے روک لے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد عمر بن حسین رکا، اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، ایک گہری نگاہ یحییٰ بن عبدالعزیز پر ڈالی اس موقع پر یحییٰ بن عبدالعزیز مسکرا رہا تھا عمر بن حسین نے پھر سلطان عبدالمومن کو مخاطب کیا۔

سلطان محترم یہ میری وہ انتظامات ہیں جو میں اور یحییٰ بن عبدالعزیز کرنا چاہتے ہیں اور یہ ہر نے کر دیئے ہیں، اب آپ اپنے خیالات کا اظہار کریں، اگر یہ منصوبہ آپ کو پسند ہے تو اس پر عمل کیا جائے اگر یہ آپ کو پسند نہیں تو جس طرح آپ کہیں گے ویسا ہی کیا جائے گا۔

سلطان عبدالمومن تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا، پھر کچھ دیر اس نے بڑے تحمل انداز میں عمر بن حسین اور یحییٰ بن عبدالعزیز کی طرف دیکھا، پھر سلطان کہنے لگا۔

میرے دونوں مہربان بیٹو تم نے جو کچھ کیا ہے یہ انتہائی قابل تعریف ہے، جو انتظامات تم نے کئے ہیں میں انہیں پسند کرتا ہوں، انہی پر عمل کیا جائے گا اور مجھے امید ہے ایسا کرنے سے ہم نا صرف یہ کہ دشمن کی جارحیت سے محفوظ رہیں گے بلکہ شہر کو بھی آسانی سے فتح کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

پر ایک بات میں مزید تم سے کہنا چاہتا ہوں۔

دشمن یقیناً شہر پناہ کے گرنے والے حصے سے سیلاب کی طرح نکلے گا اور ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا، ان پر جو تیر اندازی کی جائے گی یقیناً ان کے لئے بے حد نقصان کا باعث ہو گی، اس کے بعد ہم ان پر ایسا حملہ کریں گے کہ ان کو روند کر رکھ دیں گے، پر ایسی صورت میں یہ بھی ممکن ہے کہ دشمن پلٹے اور شہر کے مغربی دروازے سے بھاگ کر نکلے۔

عمر بن حسین کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔ سلطان محترم بھاگ کر کہاں جائیں گے؟

سمندر کی طرف دور چلے جانے والی پٹی کی طرف چلے جائیں گے اور وہاں پر قدم جمانے کی کوشش کریں گے، ان کے ایسا کرنے کی ایک بڑی وجہ ہے۔ وہ بھی میں آپ سے بیان کرتا ہوں، مجھے وہ بات پہلے کہنی چاہئے تھی لیکن میرے ذہن سے نکل گئی۔

سلطان محترم رات کے وقت جب ہم یہ سارے انتظامات کر رہے تھے تو ہمارے ناظروں نے دشمن کے ایک مخبر کو پکڑا تھا اس سے ہم نے پوچھ گچھ کی پہلے تو وہ کچھ بتانے پر رضامند نہیں تھا، لیکن جب ہم نے اس پر سختی کی تب اس نے بڑا اچھا راز اگلا، اس کا کہنا تھا

کہ لگ بھگ ڈیڑھ سو بڑے بڑے جہاز اور کشتیوں پر مشتمل ایک لشکر صقلیہ سے روانہ ہو چکا ہے اور ایک یا دو دن تک وہ افریقہ کے ساحل پر پہنچے گا۔

جہازوں کا وہ بیڑا المہدیہ کا رخ نہیں کرے گا اس لئے کہ صقلیہ تک یہ بات پہنچ چکی ہے کہ امیر البحر ابو عمران نے سمندر کی طرف مہدیہ کی ناکہ بندی کر رکھی ہے تیونس کے نزدیک خشکی کی وہ پٹی جو دور تک سمندر کے اندر جاتی ہے اور جس کی وجہ سے تیونس کے سامنے خلیج بنتی ہے، اس پٹی کے آخر میں چھوٹا سا منزل نام کا ایک شہر ہے یہ بندرگاہ بھی ہے، وہ بحری بیڑہ اسی بندرگاہ پر آئے گا، خشکی پر اترے گا، پھر دمائر نبول اور حمامات سے ہوتا ہوا ادھر آئے گا۔

اگر ہم المہدیہ میں نارمنوں کو شکست دے دیتے ہیں تو شکست خوردہ لشکر یقیناً مہدیہ سے نکل کر سوس سے ہوتا ہوا منزل کی طرف جائے گا، اس لئے کہ نارمنوں کے سپہ سالار نیالوش کو یہ پیغام پہنچ چکا ہے کہ ڈیڑھ سو جہازوں کا ایک بحری بیڑہ صقلیہ سے روانہ ہو چکا ہے اور وہ بہت جلد منزل کی بندرگاہ پر پہنچے گا۔

سلطانِ محترم نیالوش اگر شکست اٹھانے کے بعد اس طرف بھاگتا ہے تو بھاگنے دیں، ہمارا کیا بگاڑیں گے، مہدیہ کو فتح کرنے کے بعد سب سے پہلے مہدیہ کا انتظام درست کریں گے گری ہوئی فصیل کو درست کریں گے، شہر کے اندر حسب سابق چند دستے رکھیں گے جو شہر کے جوانوں کی عسکری تربیت کا کام سرانجام دیں گے، اس کے بعد ہم مہدیہ سے نکل کر منزل کا رخ کریں گے اور حقلیہ سے آنے والے لشکر اور جو لشکری یہاں سے بھاگیں گے ان سے آخری معرکہ لڑیں گے، مجھے امید ہے کہ اس معرکے کے بعد کوئی بھی نارمن افریقہ کی سرزمین پر دکھائی نہیں دے گا۔

سلطان عبدالمومن نے عمر بن حسین اور یحییٰ بن عبدالعزیز کی اس تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کیا تھا، دیگر سارے سالاروں نے بھی پرزور تائید کی تھی، پھر طے یہ پایا کہ لشکر کے کھانے کا اہتمام کرنے کے بعد شہر پر حملہ آور ہونے کی ابتدا کر دی جائے اس کے ساتھ ہی لشکر کھانے سے فارغ ہوا، پھر پڑاؤ کو شہر کے جنوب کی طرف منتقل کیا گیا، دیکھتے ہی دیکھتے دمدموں کے پیچھے تیر انداز بٹھا دیئے گئے تھے دروازوں کے سامنے دائیں بائیں لشکری مستعد کھڑے ہو گئے تھے پھر سلطان کے حکم پر اس چھکڑے کو سامنے لایا گیا جس

کے اندر ایک موٹے وزنی اور مضبوط تنے کے سامنے کھمبے کا پیتل کا سر لگا تھا۔

فصیل کے اوپر پہرہ دینے والے نارمن مسلمانوں کی نقل و حرکت پر گہری نظر رکھے ہوئے تھے، پھر دیکھتے ہی دیکھتے جنوب کی طرف سے کاری ابتدا کی گئی تھی، کھمبے کے سر کو جب چھکڑے میں آگے بڑھایا گیا تو اوپر سے نارمنوں کی طرف سے تیر اندازی کی گئی، لیکن چھکڑے کی ساخت کچھ اس طرح کی گئی تھی کہ چھکڑے کو دھکیلنے والوں کے سامنے لکڑی کے تختے تھے، لہٰذا ان پر تیر اثر نہ کر سکتے تھے۔

پہلی بار جب پوری قوت سے کھمبے کے سر کو فصیل کے اوپر کے حصے سے ٹکرایا گیا تو فصیل اپنی جگہ قائم دائم رہی، دو تین ضربیں لگیں اور لگائی گئیں تب فصیل لرز کانپ گئی تھی۔ اس حصے میں جو برج بنے ہوئے تھے ان کے اوپر جو نارمن پہرہ دار تھے وہ خوف زدہ ہو کر دوسری طرف چلے گئے تھے۔

دو مزید ضربیں پڑنے سے شہر پناہ کا اوپر کا حصہ گر گیا تھا، یہ حصہ گرتے ہی مسلمانوں کے لشکریوں نے زوردار اندازیں تکبیریں بلند کی تھیں، پھر تین چار اور ضربیں پڑنے سے شہر پناہ کا ایک خاصا بڑا حصہ نیچے تک گر گیا تھا۔

شہر پناہ کے گرتے ہی سیلاب کی صورت میں نارمنوں کا لشکر حملہ آور ہونے کے لئے باہر نکلا تھا چھکڑے کو دھکیلنے والے بھاگ کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔

نارمن شہر پناہ کے ٹوٹنے والے حصے سے زندگی کا لہو نچوڑتے منافق اندھیروں کی طرح نمودار ہوا، پھر وہ زیست کی شمعیں بجھاتی بے آہٹ سلگتی شوریدہ ہواؤں اور ریت کی طرح ریزہ ریزہ کر دینے والی اندھی قاتل لہروں کی طرح آگے بڑھا تھا۔

پھر تھوڑا ہی آگے گئے تھے کہ الفاظ کے آئینوں سے صدیوں کے ان دیکھے انقلاب اور سناٹے کے صحراؤں سے گھمبیر خیالات اور شکستوں کے خبر کے اندر چھپی بے بسی اور بے قراری اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس لئے کہ دمدموں کے پیچھے بیٹھے مسلمان تیر اندازوں نے شہر پناہ سے نکلنے والے نارمنوں پر ایسی زوردار اور تیز تیر اندازی کی تھی کہ تیروں کی وجہ سے ان گنت نارمن چھد کر رہ گئے، اپنے گھوڑوں سے گر گئے تیر گھوڑوں کو بھی لگ رہے تھے، لہٰذا گھوڑے ادھر ادھر بھاگتے ہوئے شہر پناہ سے نکلنے والے نارمنوں کو بھی متاثر کر رہے تھے، کچھ دیر تک

ایسی ہی تیر اندازی رہی اور شہر پناہ کے باہر نارمنوں کی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے تھے، عین اسی لمحہ سلطان کا اشارہ ملتے ہی اس کے سارے سالار دائیں بائیں جانب سے آسمان سے برستے آتشی اولوں اور فضا کے گھاٹ اتارتے سوت اور مرگ کے سایوں اور چیروں کے عکس تک کو شکست کر دینے والی عداوتوں اور چلچلاتی دھوپ کی طرح نارمنوں پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

نارمنوں کے لشکر کا بڑا حصہ فصیل سے باہر نکل آیا تھا، شہر سے باہر خون اوس کی طرح گرنے لگا تھا..... ایسا لگتا تھا جیسے کارگہِ زیست کی ہنگامہ آرائی میں حرمنوں میں بجلیاں اور جنگل میں آگ لگ گئی ہو کائنات کا سہاگ لٹنے لگا تھا، زندگی کا ضمیر خون کی طرح منجمد ہونے لگا تھا۔

نارمنوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ مسلمانوں کو پیچھے دھکیلیں، انہیں شکست سے دوچار کریں، لیکن انہیں مایوسی ہوئی۔ الناان کی حالت بہت جلد بے چراغاں مزاروں، پیاسے اشجار شکستہ در و بام خانقاہوں کی ویرانی اور محرابوں کے سناٹوں میں ہونا شروع ہو گئی تھی۔

نارمنوں نے جب دیکھا کہ مسلمان بڑی تیزی سے ان پر حاوی ہوتے چلے جا رہے ہیں تو وہ پلٹے اور انہوں نے شہر کے اندر داخل ہونا شروع کر دیا، لیکن اب ایسا کر کے اپنی جان بچانا بھی مشکل تھا۔ سلطان کے حکم پر پورا لشکر ان کے پیچھے پیچھے المہدیہ شہر میں داخل ہو گیا تھا، ایک بار پھر شہر کے اندر گلی گلی کوچے کوچے میں گھمسان کا رن پڑ گیا تھا۔

شہر میں نارمنوں نے اپنی پوری قوت اور طاقت کا مظاہرہ کیا، وہ جانتے تھے کہ اگر المہدیہ سے ان کے قدم اکھڑ گئے تو افریقہ میں کہیں بھی وہ اپنے پاؤں جما نہ سکیں گے۔ لیکن لگتا تھا مسلمانوں نے ان کے نیچے سے زمین کو بساط کی طرح کھینچنا شروع کر دیا تھا، جس کوچے، جس گلی کا بھی وہ رُخ کرتے مسلمان مار دھاڑ کرتے ہوئے ان کے تعاقب میں لگ جاتے تھے، پھر مسلمانوں کو یہ بھی تقویت ملی کہ شہر کے اندر جو مسلمان تھے وہ بھی مسلح ہو کر باہر نکل آئے اور انہوں نے بھی چن چن کر نارمنوں کو قتل کرنا شروع کر دیا تھا۔

شہر کے اندر ایک ہنگامہ ایک نا ختم ہونے والا شور اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

نارمنوں کے سپہ سالار اہلی نیانوش اور گون سالو دیکھ چکے تھے کہ شہر سے باہر تو وہ شکست اُٹھا چکے ہیں، شہر کے اندر بھی وہ مسلمانوں سے لڑتے ہوئے اپنا دفاع نہیں کر سکتے۔

لہٰذا اپنے چند محافظ دستوں کے ساتھ وہ چوری چھپے شہر پناہ کے مغربی دروازے سے نکلے اور سمندر کے کنارے کنارے شمال مغرب کی طرف بھاگ گئے تھے۔

مسلمانوں نے بھاگتے نارمنوں کا تعاقب نہیں کیا بلکہ المہدیہ شہر کو نارمنوں سے بالکل پاک صاف کرنے کے بعد سلطان نے سب سے پہلا جو حکم دیا وہ یہ کہ شہر کو لاشوں سے صاف کر دیا جائے تاکہ شہر کے اندر طاعون پھیلنے کا خطرہ نہ اُٹھے۔

سلطان کے حکم پر آندھی اور طوفان کی طرح لشکری حرکت میں آئے، شہر کو لاشوں سے پاک کر دیا۔ پھر سلطان کے حکم پر لشکر کے صناع بڑی تیزی سے فصیل کے اس حصے کی طرف آئے جو گرائی گئی تھی اور شام سے پہلے ہی پہلے فصیل کے گرے ہوئے حصے کو دوبارہ تعمیر کر دیا گیا تھا۔ المہدیہ کی فتح کے بعد سلطان نے شہر کا نظم و نسق درست کرنا شروع کر دیا تھا۔

✿✿✿

رات کافی گہری ہو چکی تھی کھیتوں اور تاستانوں میں اُونگھ طاری ہو چکی تھی۔ رات کے اندھیرے پیڑوں کے مرغزاروں کی طرح چاروں طرف رقص کرنے لگے تھے۔ آسمان پر ستاروں کی دھول اڑنے لگی تھی کہکشاں کی مالا اپنے اپنے بانے میں پھیل کر بکھر گئی تھیں۔ چاروں طرف کچھ ایسی خاموشی تھی جیسے خلق خدا سائیں اور گدائی کو تنگ و تاریک زندان میں ڈال دیا گیا ہو۔

صنہاجی قبیلے کا سردار علی بن عبدالعزیز اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ عبدالیس بن کنسینہ کی حویلی کے سامنے نمودار ہوا۔ گہری تاریکی میں وہ حویلی کی دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑے ہو گئے تھے۔ پھر اپنے ایک ساتھی کو اس نے بڑی رازداری سے مخاطب کیا۔

تم دیوار کود کر اندر جاؤ اور صدر دروازے کی زنجیر کھولو تاکہ ہم اندر داخل ہوں۔

اس کے بعد اس نے دوسرے دو ساتھیوں کو اپنے قریب بلایا اور سرگوشی کرنے کے انداز میں کہنے لگا۔

تم دونوں کا کام یہ ہے کہ اندر داخل ہوتے ہی اس کمرے میں جاؤ جس میں عبدالیس بن کنسینہ اور اس کی بیوی لیلیانہ سوئے ہوئے ہوں۔ دو دن پہلے مجھے مسجد میں عبدالیس بن کنسینہ ملا اس نے مجھ پر انکشاف کیا کہ وہ اس کام سے تائب ہو چکا ہے اور آئندہ وہ اور اس کی بیوی نارمنوں کے لئے کام نہیں کریں گے۔

یاد رکھنا اگر وہ تائب ہو چکا ہے تو ہمارے لئے وہ چلتا پھرتا خطرہ ہے۔ کسی بھی وقت وہ اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے نارمن حسین سے کہہ سکتا ہے کہ صنہاجی قبیلے کے فلاں فلاں لوگ

نارمنوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں جس دن ایسا ہوا اس دن یاد رکھنا ہم سب کا قتل عام ہو جائے گا۔

لہٰذا تم دونوں اندر داخل ہوتے ہی اس کمرے میں جانا جس میں عبدالیس بن کنسینہ اور اس کی بیوی ہو اور اندر گھستے ہی دونوں کو قتل کر دینا۔

اس کے بعد اس نے دو اور ساتھیوں کو قریب کیا اور ان سے سرگوشی کی، تم سیدھ سامنے والے کمرے کی طرف جانا اس میں شریہ اور اس کا بھائی شالیب ہوتے ہیں۔ تم دونوں کا کام یہ ہے کہ ان دونوں کو زندہ پکڑ لینا۔ ان کے ہاتھ پشت پر باندھ کر منہ پر کپڑے باندھ دینا، کوشش یہ کرنا کہ کوئی کٹا تک نہ ہو، میں اور میرے دیگر ساتھی تم لوگوں کی حفاظت کے لئے حویلی کے صحن میں موجود ہوں گے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد علی بن عبدالعزیز رکا، پھر ان دونوں کو اس نے دوبارہ مخاطب کیا جنہیں اس نے عبدالیس بن کنسینہ اور اس کی بیوی کو قتل کرنے پر مامور کیا تھا، انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم دونوں نے اندر داخل ہوتے ہی یہ کوشش کرنی ہے کہ عبدالیس بن کنسینہ اور اس کی بیوی لیلیانہ کا گلہ گھونٹ کر ان کا خاتمہ کر دو تاکہ کوئی شور کوئی آواز نہ اُٹھے۔

یہاں تک کہتے کہتے علی بن عبدالعزیز رک گیا، اس لئے اس کا جو ساتھی دیوار پھلانگ کر اندر گیا تھا اس نے حویلی کا صدر دروازہ کھول دیا تھا علی بن عبدالعزیز اپنے سارے ساتھیوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔

جس وقت عبدالیس بن کنسینہ اور اس کی بیوی کو قتل کرنے والے ان کے کمرے میں داخل ہوئے تو ان کی بدقسمتی کہ عبدالیس بن کنسینہ جاگ اُٹھا، بلند آواز میں اس نے پکارا۔

کون ہے؟

اس پکار پر اس کی بیوی بھی جاگ اٹھی تھی، دوسرے کمرے سے شریہ اور شالیب بھی اُٹھ کھڑے ہوئے تھے عبدالعزیز کے دونوں ساتھی آگے بڑھے، اتنی دیر تک عبدالیس بن کنسینہ تلوار سنبھال چکا تھا، اندر جانے والے ان دونوں کا گلہ گھونٹنا چاہتے تھے لیکن اب ایسا ممکن نہیں تھا، اس لئے کہ وہ شور کرنے لگے تھے دونوں آگے بڑھے اور تلوار نے ان کا خاتمہ کر دیا تھا۔

اتنی دیر تک اپنے کمرے میں شرینہ اور شالیب شور کرنے لگے تھے جو دو ساتھی عمر بن عبدالعزیز نے ان کے لئے مقرر کئے تھے وہ ان کے پیچھے بھاگے وہ پشتی دروازے سے نکلے، ان میں سے ایک نے خنجر نکالا اور تاک کر شالیب کو مارا جو اس کی پسلیوں میں پیوست ہو گیا تھا۔

شرینہ بھاگی دوسرا اپنی تلوار سونتے اس کے پیچھے پیچھے بھاگا، پشت کی طرف جاتے ہوئے شرینہ ٹھوکر کھا کر گری، اس کا تعاقب کرنے والے کی بدقسمتی اور شرینہ کی خوش قسمتی کہ تعاقب کرنے والا اس کے جسم پر تلوار برساتے ہوئے اسے کاٹ دینا چاہتا تھا، لیکن شرینہ ایک دم پلٹا کھا گئی اس کی تلوار کا اگلا حصہ ایک پتھر پر لگا اور پچھلا حصہ شرینہ کی ٹانگ کو خاصا کاٹ گیا تھا، شرینہ شور کرنے لگی تھی۔

تلوار برسانے والا اپنی تلوار بلند کر کے دوبارہ شرینہ پر وار کر کے اس کا خاتمہ کر دینا چاہتا تھا کہ پیچھے سے کسی نے بلند آواز میں پکارا۔

خبردار تم نے تلوار گرانے کی کوشش کی تو تمہیں کاٹ دیا جائے گا۔

اس نے جب پلٹ کر دیکھا تو کچھ مسلح جوان اس کے قریب آ گئے تھے۔ اس کے ساتھیوں کو انہوں نے پکڑ لیا تھا، ایک شالیب کو سنبھالنے لگا تھا، آگے بڑھ کر ایک نے اس کے ہاتھ سے تلوار لے لی اور اسے اپنی گرفت میں لے لیا صحن میں ایک شور اٹھ کھڑا ہوا تھا، اس لئے کہ افریقہ کے سابق حکمران علی بن حسن کے جو محافظ تھے وہ سب نیچے اتر آئے تھے اور انہوں نے علی بن عبدالعزیز سمیت اس کے سارے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا تھا۔

حویلی میں چونکہ شور اٹھ کھڑا ہوا تھا، لہٰذا تھوڑی ہی دیر بعد حویلی میں محمد بن فرج الکومی لولو بن نصر، فلورہ، صفورہ، مریطہ، نابیل، جواس بن جوزر، قیتان بن اسمٰعیل اور کچھ دوسرے ہمسائے بھاگتے ہوئے حویلی میں داخل ہو گئے تھے۔

افریقہ کا سابق حکمران علی بن حسن بھی نیچے اتر آیا تھا اندر آتے ہی بڑی پریشانی اور فکرمندی میں محمد بن فرج الکومی نے علی بن حسن کے محافظوں کو مخاطب کر کے پوچھا۔

کیا ہوا اس پر ایک محافظ نے علی بن عبدالعزیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اس شخص کا تعلق صنہاجی قبیلے سے ہے، یہ اپنے چند مسلح جوانوں کے ساتھ حویلی میں داخل ہوا، اس کے ساتھیوں نے عدیس بن کسیلہ اور اس کی بیوی کو قتل کر دیا ہے شرینہ

اور شالیب بری طرح زخمی ہوئے ہیں، وہ پشتی حصے کی طرف ہیں۔

فلورہ، مریطہ، نابیل، لولو بن نصر اور محمد بن فرج الکومی پشتی حصے کی طرف بھاگے تھے۔

شرینہ بے چاری ابھی تک زمین پر پڑی ہوئی تھی، اس کی ٹانگ سے خون بہہ نکلا تھا۔ گھاؤ خاصا گہرا تھا، وہ اٹھ نہیں پا رہی تھی لولو بن نصر اور محمد بن فرج الکومی پریشان ہو گئے تھے، لولو بن نصر نے فلورہ کی طرف دیکھا۔

فلورہ میری بہن میں شرینہ کی ٹانگ پر کس کر کپڑا باندھتا ہوں تاکہ خون رک جائے، تم اس کے جسم کے دوسرے حصے کا جائزہ لو کیا زخم کہیں اور تو نہیں، ساتھ ہی لولو بن نصر بھی نیچے بیٹھ گیا اپنا انگوچھا پھاڑ کر اس نے شرینہ کی ٹانگ کس کر باندھ دی تھی، اتنی دیر تک فلورہ اور مریطہ دونوں شرینہ کا جائزہ لے چکی تھیں، پھر فلورہ نے روتی اور بین کرتی ہوئی آواز میں لولو بن نصر کو مخاطب کیا۔

ابن نصر میرے بھائی اس کے جسم پر اور کوئی زخم نہیں۔

اتنی دیر تک محمد بن فرج الکومی شالیب کی طرف متوجہ ہوا جو نوجوان اسے سنبھالے ہوئے تھا اس نے اس کی پسلی میں پیوست ہونے والا خنجر نکال دیا تھا اور وہاں اس نے پٹی باندھ دی تھی۔ محمد بن فرج الکومی نے شالیب کو اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھا لیا، پھر فلورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

فلورہ میری بہن تم اور مریطہ اور نابیل تینوں شرینہ کو اٹھاؤ اور امیر کی حویلی میں لے چلو، پھر میں ان لوگوں سے نمٹتا ہوں۔

شالیب اور شرینہ کو لے کر وہ حویلی کے سامنے والے حصے میں آئے، وہاں محمد بن فرج الکومی رکا، پھر علی بن حسن کے محافظوں میں سے ایک کو اشارے سے اپنے قریب بلایا اور اس سے کہنے لگا۔

اپنے تین اور سالاروں کو لو اور شہر کے چاروں دروازوں کی طرف بھاگ جاؤ، میری طرف سے شہر پناہ کے محافظوں کو حکم دو کہ کوئی شخص نہ شہر میں داخل ہو نہ شہر سے باہر نکلنے پائے۔

یہ حکم سنتے ہی چار جوان یہ پیغام پہنچانے کے لئے شہر پناہ کے چاروں دروازوں کی طرف بھاگ گئے تھے۔

اس کے بعد محمد بن فرج الکومی نے لولو بن نصر کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

ابن نصر تم یہیں رہو، میں شالیب کو حویلی میں چھوڑ کر آتا ہوں۔ ساتھ ہی ایک آدمی بھجواؤ اور طبیب کو بلاؤ، ان دونوں بہن بھائی کے زخم گہرے ہیں لولو بن نصر نے ایک محافظ کو بھیجا اور وہ طبیب کو بلانے کے لئے بھاگ گیا تھا۔

محمد بن فرج الکومی شالیب کو اپنی گود میں لئے حویلی سے نکلا، اس کے پیچھے پیچھے فلورہ، مریطہ اور نائیل شرینہ کو اٹھائے ہوئے تھیں فلورہ کے سر ان کے پیچھے ہولی تھی قیقان بھی ان کے ساتھ جا رہا تھا، اس کی بھی گردن جھکی ہوئی تھی، جو اس بن جوذر کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ اس موقع پر وہ کیا کہے، بہر حال وہ چپ چاپ ان کے ساتھ ہو لیا تھا سب عمر بن حسین کی حویلی میں داخل ہوئے۔

فلورہ شرینہ کو اپنی خواب گاہ کی طرف لے گئی اور اسے اپنے بستر پر لٹا لیا، وہ بے چاری بری طرح رو رہی تھی، اس کے کہنے پر محمد بن فرج الکومی نے اس کمرے میں شالیب کو دوسری مسہری پر لٹا دیا تھا شرینہ کی حالت دیکھتے ہوئے فلورہ بے چاری پہلے ہی ہچکیوں اور سسکیوں میں رو رہی تھی، جب اس نے شالیب کو خون میں لت پت دیکھا تو وہ حواس باختہ ہو کر رونے لگی تھی شالیب کے پاس آئی اس کا سر اپنے ساتھ لپٹا لیا، اس کا منہ اس کا سر چوما، پھر بے چاری زور زور سے رونے لگی تھی مریطہ، نائیل کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی۔

شالیب کو وہاں لٹانے کے بعد محمد بن فرج الکومی تقریباً بھاگتا ہوا واپس لولو بن نصر کے پاس آیا، ابھی تک وہاں سارے گم سم کھڑے ہوئے تھے، کیونکہ یہ حادثہ ان کی توقع کے بالکل خلاف تھا لولو بن نصر نے گرفتار ہونے والوں کو ایک جگہ جمع کر دیا تھا اور پھر شاید وہ محمد بن فرج الکومی کے لوٹنے کا انتظار کر رہا تھا۔

محمد بن فرج الکومی جب اس حویلی میں داخل ہوا تو سب ایک جگہ جمع تھے اور ان کے سامنے تین چار مشعلیں روشن کر دی گئی تھیں محمد بن فرج الکومی گرفتار ہونے والوں کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ افریقہ کا سابق حکمران علی بن حسن گرفتار ہونے والوں کے سامنے آیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرا جی چاہتا ہے تم سب لوگوں کے جسموں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں، تم لوگ اس

قابل ہی نہیں ہو کہ تمہیں اس زمین پر چلنے دیا جائے خدا کی قسم تمہیں حق ہی نہیں ہے کہ تم زندہ رہو، کاش میرے بس میں ہوتا اور میں تمہیں دو نیزہ باندھ کر تمہاری نسلوں کے لئے عبرت خیز ثابت ہوتی، تم لوگوں نے صلیبی قبیلے کو خانہ جنگی اور پستی میں ڈال کر رکھ دیا ہے۔

جب تک علی بن حسن بولتا رہا لولو بن نصر کی گردن جھکی رہی، تاہم اس کے چہرے پر غصے اور غضبناکی کے ایسے آثار تھے جیسے وہ ہر چیز کو جلا کے بھسم کر دے گا۔

لولو بن نصر کی طرف دیکھتے ہوئے محمد بن فرج الکومی کہنے لگا۔

لولو بن نصر یہ تمہارے قبیلے کے لوگ ہیں، ذرا بتاؤ ان کا سربراہ کون ہے۔

لولو بن نصر نے انتہائی غضبناکی میں اپنا سر اوپر اٹھایا منہ سے کچھ بولے بغیر اس نے علی بن عبدالعزیز کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔

محمد بن فرج الکومی اس کے قریب آیا، پھر اس کا ہاتھ فرست میں آیا اور زوردار طمانچہ اس نے علی بن عبدالعزیز کے منہ پر مارا۔ علی بن عبدالعزیز پلٹنیں کھاتا ہوا زمین پر گر گیا تھا پھر محمد بن فرج الکومی جھکا، ریان سے کپڑ کر اس نے اسے اٹھایا، پھر کہنے لگا۔

بتاؤ سفاکس میں اور کون سے لوگ ہیں جو تمہارے ساتھ اس مکروہ کام میں لگے ہوئے ہیں۔

علی بن عبدالعزیز خاموش رہا محمد بن فرج الکومی نے لولو بن نصر کی طرف دیکھا۔

ابن نصر اس شخص سے ان سارے لوگوں کی فہرست بناؤ جو اس کے ساتھ اس مکروہ کام میں مصروف ہیں اگر یہ نہیں بتاتا تو پھر حویلی کے صحن ہی میں آگ کا الاؤ روشن کرو اور اس الاؤ کے اندر اس کی دونوں ٹانگیں رکھ دو پھر آہستہ آہستہ اس کے سارے جسم کو جلا کر راکھ کر دو، میں دیکھتا ہوں یہ اپنے ساتھیوں کی فہرست مرتب کرنے دیتا ہے کہ نہیں۔

اسی وقت حسن بن علی کا محافظ طبیب کو بلانے کے لئے گیا تھا، واپس آیا، اس کے ساتھ طبیب بھی تھا محمد بن فرج الکومی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میں طبیب کو لے آیا ہوں، اس پر محمد بن فرج الکومی نے لولو بن نصر کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

لولو بن نصر میرے بھائی تم ان سے اس کے سارے ساتھیوں کی فہرست بناؤ، ساتھ ہی عبدلیس بن کسیلہ اور اس کی بیوی کی لاشوں کی کو سنبھالو، میں طبیب کو شرینہ اور شالیب کی

طرف لے جاتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی محمد بن فرج الکوی طبیب کو عمر بن حسین کی حویلی کی طرف لے گیا تھا۔

لولو بن نصر کی حالت سے لگتا تھا کہ ابھی تک وہ سکتے کی حالت میں ہو، بالکل گم سم سا کھڑا تھا اچانک اسے نجانے کیا ہوا، اس کے چہرے پر سختی پھیل گئی، آنکھیں قہر مانیت برسا گئیں اس کی مٹھیاں بھنچ گئیں، پھر اچانک وہ جست لگانے کے انداز میں اپنے سامنے کھڑے علی بن عبدالعزیز کی طرف بڑھا، جو تاریکی گھونسے اس نے اس کے منہ پر دے مارے، پھر اسے اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا دونوں گھٹنے اس کی چھاتی پر رکھ دیئے، منہ پر کئی طمانچے مارے پھر قہر مانیت میں بول پڑا۔

کمینے فتزیر کے بچے تو نے ہم عباسیوں کو پستی اور ذلت میں ڈال کر رکھ دیا ہے، تو نے کیا سوچ کر اپنی قوم اپنی ملت سے غداری کی، بتا تیرے اور کون کون سے ساتھی ہیں یاد رکھنا محمد بن فرج الکوی نے تو یہ کہا ہے کہ الاؤ گرم کر کے تیری ناخنیں اس میں ڈالوں پر نہیں میں تجھے بند کمرے میں لے جاؤں گا اور اگر تو نے مجھے اپنے سارے ساتھیوں کے نام نہ بتائے تو یاد رکھنا میں تیرے ناخنوں سے ابتدا کروں گا، چھوٹے چھوٹے اعضا، تیرے کانوں گا اور کتوں کے آگے ڈالتا چلا جاؤں گا یاد رکھنا تو کیا سمجھتا تھا کہ غداری کر کے بچ رہے گا تجھے میں ایسے عبرتناک انجام تک پہنچاؤں گا کہ ہڈیاں تک چیخ چلا اٹھیں گی۔

پھر لولو بن نصر اٹھ کھڑا ہوا، ایک محافظ وہاں نے لکھنے کا سامان لانے کے لئے کہا علی بن عبدالعزیز کو گریبان سے پکڑ کر وہ اس حویلی کے دیوان خانے میں لے گیا، اتنی دیر تک وہ محافظ لکھائی کا سامان لے آیا کاغذ اس کے سامنے رکھا گیا، لولو بن نصر نے اسے مخاطب کیا۔

یہاں اپنے سارے ساتھیوں کے نام لکھو جو اس کام میں ملوث ہیں، سب سے اوپر اپنا نام لکھو اور جس کے کہنے پر تم کام کرتے ہو اس کا نام بھی بتاؤ یاد رکھو اگر تم نے مجھے ٹالنے کی کوشش کی دھوکے فریب سے کام لیا تو تم میری طبیعت سے واقف ہو، خدا کی قسم میں لولو بن نصر تمہارے لئے آگ کا عذاب بن جاؤں گا دیکھ مجھے زیادہ بھڑکانے اور غصہ دلانے کی کوشش مت کرنا، لکھ اپنے ساتھیوں کے نام جلدی لکھ جتنی دیر کرے گا اتنا ہی اپنی حالت

کو عبرت خیز کر دے گا۔

علی بن عبدالعزیز لرز کانپ گیا تھا، اس نے سامنے رکھے کاغذ پر لکھنا شروع کیا، سب سے اوپر اس نے مصورہ نام کی بستی کے سردار قاسم بن اسحاق کا نام لکھا، اس کے بعد اس بستی کے ان سرکردہ لوگوں کے نام لکھے جو قاسم بن اسحاق کے تحت اس کام میں ملوث تھے، پھر اپنا اور اپنے ساتھیوں کا نام لکھا، اپنے ان ساتھیوں کے نام بھی لکھے جو عبدیس بن کسینہ کے ساتھ کام کر رہے تھے۔

سب کے نام لکھے جا چکے، تب وہ کاغذ لولو بن نصر نے محفوظ کر لیا علی بن عبدالعزیز کو لے کر وہ باہر آیا، اتنی دیر تک حسن بن علی کا ایک محافظ لولو بن نصر کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ہم نے عبدیس کسینہ اور اس کی بیوی کو قابو میں کر لیا ہے، ان کو مسہریوں پر ڈال دیا ہے۔

وہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ لولو بن نصر نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

تم نے بہت اچھا کیا، پھر لولو بن نصر اس کے قریب گیا، اس کے کان میں کچھ کھسر پھسر کرتا رہا جسے سن کر وہ جوان باہر بھاگ گیا تھا۔

سب لولو بن نصر کے ساتھ صحن میں کھڑے رہے، تھوڑی دیر بعد وہ جوان لوٹا، اس کے ساتھ کچھ مسلح دستے اور چند سالار تھے جو حویلی کے باہر آن کھڑے ہوئے تھے لولو بن نصر باہر نکلا، سارے سالاروں کو اس نے اندر بلایا، پھر ان میں سے ایک کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یہ جو سامنے علی بن عبدالعزیز اور اس کے ساتھ کھڑے ہیں، یہ ملت کے غدار اور دھوکے باز ہیں تم ایسا کرو ایک مسلح دستے کے ساتھ پہلے انہیں زندان کی طرف لے جاؤ، انہیں زندان میں بند کرو، زندان کے داروغہ سے کہنا ان میں سے ایک شخص بھی ادھر ادھر ہوا تو اس کی گردن کاٹ دی جائے گی اس کے بعد اس علی بن عبدالعزیز کو اپنے ساتھ رکھو، اس کے کچھ غدار ساتھی سفاقس میں بھی موجود ہیں ان کو بھی پکڑ کر زندان میں بند کرنا ہے، پھر لولو بن نصر نے اپنے لباس کے اندر سے کاغذ نکالا اور اس سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یہ ان سارے غداروں کی فہرست ہے، پھر ہاتھ کے اشارے سے سالار کو متوجہ

ہونے لگے کہ اس کام سے جو پیچھے لوگ ہیں وہ ہمارے اس وقت سفر میں موجود ہیں۔ علی بن عبدالعزیز تمہیں ان کے گھروں تک لے جائے گا۔ اپنے محافظ دستوں نے یہ تمام سب کے گھروں پر پہنچا دو اور ان سب کو اکٹھا کر کے زندان میں بند کر کے مجھے اپنے کام کی تکمیل کی اطلاع کرو۔

اس کے ساتھ ہی وہ سالار تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ علی بن عبدالعزیز اور اس نے باقی سپاہیوں کو تقریباً جانوروں کی طرح ہانکتے ہوئے اپنے مسلح دستے کے ساتھ وہاں سے چلا گیا تھا۔

نوفل بن نصر پھر باہر نکلا۔ گلی میں کھڑے دوسرے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ تم اپنے ان مسلح دستوں کو لے کر اس حویلی میں پھیل جاؤ۔ میں تھوڑی دیر تک تمہیں واپسی یا دیر تک ہمیں کو زندان کی طرف بھیج کر ان کے زندان میں جانے کی بھی اطلاع آ جائے گی۔ اس کے بعد جو کام میں کرنا چاہتا ہوں اس کی ابتدا کروں گا۔ اس کے ساتھ ہی نوفل بن نصر حویلی سے نکلا۔

وہ سارے سالار اپنے مسلح دستوں کو حویلی کے اندر لے گئے تھے۔ تقریباً بھاگتے ہوئے نوفل بن نصر عمر بن حسین کی حویلی میں داخل ہوا۔

اس کمرے میں داخل ہوا جس میں ثریہ اور شالیب تھے۔ محمد بن فرج الغنوی کے علاوہ فضور، قحطان بن اسماعیل، فضور، مریطہ، زنبیل اور جواس بن جوفر وہاں سے بھاگے افسر وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ فضور، مریطہ اور زنبیل ابھی تک رو رہی تھیں۔ طبیب نے ثریہ اور شالیب دونوں کے زخموں کی مرہم پٹی کر دی تھی۔ نوفل بن نصر جب اس کمرے میں داخل ہوا تو اس نے سوالیہ سے انداز میں محمد بن فرج الغنوی کی طرف دیکھا۔

محمد بن فرج الغنوی اپنی جگہ سے اٹھا۔ نوفل بن نصر کا ہاتھ پکڑ کر وہ اسے کمرے میں لے گیا، پھر کہنے لگا۔

میرے عزیز بھائی جہاں تک ثریہ کا تعلق ہے اس کی ناک کا ہڈا کافی کچلا ہے طبیب کہہ رہا ہے کہ ناک کی ہڈی بچ گئی ہے۔ بہرحال خطرہ مندمل ہونے میں چند دن لے گا۔

شالیب کے متعلق وہ کہہ رہا ہے اگر یہ صبح تک زندہ رہا تو بچ جائے گا۔ اس کا خنجر کہ جو خنجر اسے مارا گیا ہے وہ پسلی کی ہڈی کو مس کرتا ہوا اندر گیا ہے۔ ہڈی تو بچ گئی ہے

لیکن اندرونی اعضاء کو خنجر نے متاثر نہیں کیا تو پھر شالیب کی زندگی خطرے میں نہیں ہے۔ بہرحال دونوں بہن بھائی ہوش میں ہیں۔

اس کے بعد محمد بن فرج الغنوی اور نوفل بن نصر پھر اس کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

نوفل بن نصر پہلے ثریہ کے پاس گیا۔ اس کے سر پر ہاتھ رکھا، پھر بڑی شفیق آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میری پیاری بہن فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ سب معاملہ آسان کر لیا گیا ہے۔ تم فکرمند مت ہونا تمہاری ناک پر جو زخم آیا ہے وہ خطرناک نہیں۔ ناک کی ہڈی بچ گئی ہے۔ زخم بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا۔

نوفل بن نصر کے ان الفاظ پر ثریہ کے چہرے پر تشکر کی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی، پھر فضور اور مریطہ دونوں ثریہ کو اٹھائے ہوئے تھیں۔ نوفل بن نصر آہستہ آہستہ شالیب کے پاس آیا۔ شالیب نے جونہی نوفل بن نصر اور محمد بن فرج الغنوی کو دیکھا تو انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز بھائیو! یہاں میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ میں شاید زندہ نہ رہ سکوں، مرنے سے پہلے میں ایک بہت بڑے راز سے پردہ اٹھانا چاہتا ہوں اور اس میں بہت سے لوگوں کی بہتری ہے۔ اس میں خود میری اور میری بہن کی بھی بھلائی ہے۔

محمد بن فرج الغنوی اور نوفل بن نصر وہاں بیٹھ گئے۔ ثریہ بھی اپنے بھائی کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ بھائی کی حالت دیکھتے ہوئے سب چپ ہی رہی تھی۔ شالیب اپنی گفتگو کا آغاز کرنا ہی چاہتا تھا کہ تین اور مسلح حسین بن علی کمرے میں داخل ہوا۔ انہیں دیکھتے ہوئے سب اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہاتھ کے اشارے سے حسین بن علی نے سب کو بیٹھے رہنے کے لئے کہا۔ حسین بن علی کو دیکھ کر ہوا افسر وہ بھی اسی انداز میں ثریہ کے پاس آیا۔ پیار سے اس کا گال تھپتھپایا، پھر کہنے لگا۔

میری بچی فکرمند مت ہونا۔ ان لوگوں نے تمہارے بھائی کو کچھ دیا ہے۔ میرے خاندان نے چاہا تو وہ زندہ نہیں بچیں گے۔ مجھے سب سے زیادہ دکھ اس بات کا ہے کہ تم دونوں بہن بھائیوں کو تمہارے ماں باپ نے بھی تربیت میں بہت کمزور رکھا۔ بہرحال فکرمند مت ہونا اب تم محفوظ ہاتھوں میں ہو۔

شرینہ سے ہٹ کر حسن بن علی شالیب کے پاس گیا، اسے بھی پیار کیا، اسے بھی تسلی دی، پھر فلورہ نے ایک نشست آگے کی جس پر حسن بن علی بیٹھ گیا۔ شالیب نے ایک بار سب کا جائزہ لیا، پھر وہ کہنے لگا۔

اصل حالات بتا کر میں آپ سب لوگوں کے سامنے اپنا اور اپنی بہن شرینہ کے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہوں۔

دراصل صنہاجی قبیلے کے جن لوگوں نے مسلمانوں کے ساتھ غداری اور نارمنوں کے ساتھ وفاداری کا اظہار کیا ہے ان لوگوں میں میرا باپ، میری ماں بھی شامل تھے۔ راجر اور ولیم نے ایک خاص منصوبے کے تحت میرے باپ کو امیر عمر بن حسین کے باپ کی خدمت پر صقلیہ کے زندان میں مقرر کیا تھا۔ یہ سب ایک سوچی سمجھی سازش تھی جس کے تحت کام کیا جا رہا تھا اور اسی سازش کے تحت میرے ماں باپ کو نارمنوں کے لئے کام کرنے کے لئے ان سرزمینوں میں بھیجا گیا۔

میں اور میری بہن شرینہ نے ہمیشہ اپنے ماں باپ کے کارناموں کی مخالفت کی لیکن چپ اس لئے رہے کہ ہمیں نہ صرف اپنے ماں باپ بلکہ صنہاجی قبیلے کے لوگ جو ان کے ساتھ کام کر رہے تھے، ان کی طرف سے اپنی جانوں کا خطرہ تھا۔

شالیب رکا، پھر باری باری لولو بن نصر اور محمد بن فرج الکومی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے عزیز بھائیو! سب سے پہلی بات جس کا انکشاف میں تم لوگوں پر کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ میری بہن شرینہ اپنے دل کی گہرائیوں سے امیر عمر بن حسین کو پسند کرتی ہے، ان سے محبت کرتی ہے۔ شاید میں یہ بات نہ کہتا لیکن میری زندگی کا کوئی اعتبار نہیں، مرنے سے پہلے میں اپنی بہن کے دل کی کیفیت سب پر واضح کر دینا چاہتا ہوں۔

اس موقع پر شالیب کی بہن شرینہ کے قریب ہی بستر پر لیٹی شرینہ نے بڑی اذیت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے بھائی کی طرف دیکھا اور اپنا ہاتھ آگے کیا۔ شالیب نے بھی اپنا ہاتھ بڑھایا۔ دونوں بہن بھائیوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ تھامے، انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں، عجیب سے انداز میں جس میں پیار تھا مگر اس تھی، ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد شالیب نے پھر کہنا شروع کیا۔

ہم نے اپنے ماں باپ کو بہت سے مواقع پر غداری کے اس کام سے منع کیا بلکہ ایک دو موقع پر میں نے الجھنے کی بھی کوشش کی لیکن میری بہن نے مجھے منع کر دیا۔ میری بہن کو خطرہ تھا کہ اگر ہم اپنے ماں باپ سے الجھ گئے تو ہمارے ماں باپ صنہاجیوں سے مل کر ہم دونوں بہن بھائی کا خاتمہ کرا دیں گے۔ بس اس خوف کے مارے ہم چپ رہے۔

لیکن ہم دونوں بہن بھائی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھے، اپنی قوم، اپنی ملت، اپنے دین سے ہمیں پیار تھا۔ لہٰذا ہم ان ساری برائیوں اور تدبیروں کا توڑ کرتے رہے جو میرا باپ صنہاجیوں سے مل کر کرتا رہا۔

امیر لولو بن نصر آپ کو یاد ہوگا کہ ایک بار آپ کے گھوڑے کی زین سے ایک کاغذ آٹے سے چپکایا گیا تھا، جس میں غداروں کے متعلق آپ کو آگاہ کیا گیا تھا۔ وہ کام میری بہن شرینہ نے کیا تھا۔

ایک اور موقع پر میں نے اپنے باپ اور اس کے ساتھیوں کے خلاف ایک پیغام اپنی بہن شرینہ کے کہنے پر امیر عمر بن حسین کے گھوڑے کی گردن کے بالوں میں باندھا تھا، دو اور مواقع پر میرے بھائی لولو بن نصر جس حویلی میں آپ اس وقت رہ رہے ہیں اس کے بیرونی دروازے کی زنجیر میں ڈالا تھا۔ وہ پیغام یقیناً آپ نے زنجیر سے نکال کر پڑھے ہوں گے اور اس کے خلاف اپنے ردعمل کا اظہار کیا ہوگا۔ ہم دونوں بہن بھائیوں کے لئے سب سے بڑا خوشی کا پیغام یہ ہے کہ جس موقع پر بھی ہمارے باپ نے غداروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہم نے بروقت اس کی اطلاع آپ کو یا امیر عمر بن حسین کو کی اور اس کامیاب کر دیا گیا اور مسلمان نقصان سے بچ گئے۔

یہاں تک کہنے کے بعد شالیب تھوڑی دیر کے لئے رکا، دونوں بہن بھائی نے ابھی تک ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا ہوا تھا، اس کے بعد شالیب نے پھر کہنا شروع کر دیا۔

میں اور میری بہن جانتے ہیں ہمارے ماں باپ کو صنہاجیوں نے قتل کر دیا ہے، اس لئے کہ جس وقت ہم اپنے کمرے سے اٹھ کر جا چکے تھے اس وقت صنہاجی ہمارے ماں باپ پر حملہ آور ہوئے تھے اور ہمارے ماں باپ کی چیخیں ان کے کمرے سے سنائی دی تھیں۔ لولو بن نصر، محمد بن فرج الکومی میرے دونوں بھائیو! میں جانتا ہوں طبیب نے آپ کو میرے متعلق بتایا ہے کہ اگر میں صبح تک زندہ رہا تو بچ جاؤں گا، اگر میں زندہ نہ رہا تو میرا آپ لوگوں سے

التماس ہے کہ میرے بعد میری بہن کا خیال رکھا جائے۔

شایب کے ان الفاظ پر شرینہ بے چاری بلک بلک کر رو دے تھی تھی، اس کی اس حالت پر فلورہ، مریط، نائیل تینوں تڑپ گئی تھیں فلورہ آگے بڑھی اور اس کی مسہری پر بیٹھ گئی، شرینہ کا سر اس نے اپنی گود میں لے لیا، جبکہ مریط آگے بڑھ کر ایک صاف ستھرے رومال سے شرینہ کے آنسو پونچھنے لگی تھی نائیل نے آگے بڑھتے ہوئے شرینہ کا دوسرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے پیار سے سہلانے لگی تھی۔

اس موقع پر وہ سالار اندر آیا جسے لولو بن نصر نے علی بن عبدالعزیز اور اس کے ساتھیوں کو زندان میں بند کرنے کے لئے کہا تھا اس نے آکر لولو بن نصر کو اطلاع دی کہ علی بن عبدالعزیز کے دو ساتھی جو شہر میں تھے انہیں بھی پکڑ کر زندان میں بند کر دیا ہے۔

اس سالار کی اس کارگزاری پر لولو بن نصر خوش ہوا، اسے جانے کی اجازت دے دی، پھر لولو بن نصر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا شایب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

شایب میرے بھائی فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے تمہارا زخم خطرناک نہیں، خداوند قدوس کو منظور ہوا تو صبح تک تم اپنے زخم میں کافی بہتری محسوس کرو گے، جہاں تک شرینہ کا تعلق ہے اس کی پنڈلی میں زخم واقعی گہرا ہے، لیکن ہڈی بچ گئی ہے اور وہ بھی بالکل خطرے سے باہر ہے تم دونوں بہن بھائیوں کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

پھر لولو بن نصر نے محمد بن فرج الکوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن فرج میرے بھائی میں دو کام کرنے لگا ہوں، ایک تو میں ایک تیز رفتار قاصد السہدیہ کی طرف روانہ کرنے لگا ہوں اور سارے معاملے کی اطلاع محمد بن رشید کو کرنے لگا ہوں اور اسے کہنے لگا ہوں کہ فی الفور یہاں پہنچے۔

دوسرا قدم میں جو اٹھانے لگا ہوں وہ یہ کہ میں ابھی اور اسی وقت چند مسلح دستے لے کر نواحی بستی منصورہ کی طرف جا رہا ہوں یہ ساری بستی عیسائیوں کی ہے، اسی بستی میں قاسم بن اسحاق اور اس کے ساتھی رہتے ہیں قاسم بن اسحاق بشرح بن سالم کے بعد سب سے بڑا غدار ہے جونہی سورج طلوع ہوگا، میں قاسم بن اسحاق اور اس کے سارے ساتھیوں کو گرفتار کرکے یہاں لاؤں گا، یہ بتا چکا ہوں محمد بن فرج الکوی نے لولو بن نصر کی اس تجویز سے اتفاق کیا، پھر لولو بن نصر وہاں سے نکل گیا تھا۔

☆

سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی پہلے لولو بن نصر نے اپنے مسلح دستوں کے ساتھ منصورہ کا گھیراؤ کر لیا تھا بستی والے حیران اور پریشان تھے۔ ان کے چاروں طرف مسلح جوان کھڑے ہوئے تھے یہ سارا معاملہ ان کی توقعات کے خلاف تھا، جبکہ چھوٹے سے ایک بلند ٹیلے کے اوپر لولو بن نصر بستی کے باہر ہی بیٹھ گیا تھا، پھر اس نے کچھ مسلح جوانوں کو منصورہ کے ان لوگوں کی فہرست دی جو غداری میں ملوث تھے۔ جن میں قاسم بن اسحاق سرفہرست تھا اور انہیں حکم دیا کہ ان سارے لوگوں کو پکڑ کے اس کے پاس لائیں۔

وہ مسلح جوان بستی میں داخل ہو گئے تھے لولو بن نصر وہیں بیٹھ کر ان کا انتظار کرتا رہا، تھوڑی دیر بعد وہ لوگ فہرست میں جن لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے ان سب کو پکڑ کر لے آئے تھے اور انہیں لولو بن نصر کے سامنے لا کھڑا کیا گیا تھا اس کے بعد کچھ اور جوانوں کو لولو بن نصر نے بستی کے لوگوں کی طرف بھیجا اور ان کو یہ پیغام دیا کہ صلیبی قبیلے کا نائب سردار لولو بن نصر آیا ہوا ہے اور اس نے حکم دیا ہے کہ بستی کے سارے لوگ بستی کے باہر اس کے قریب آکر جمع ہو جائیں۔

غداری میں ملوث لوگوں کو جب سامنے لا کر کھڑا کیا گیا تو ان سب کے آگے قاسم بن اسحاق تھا قاسم بن اسحاق لولو بن نصر کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

لولو بن نصر یہ کیا تماشا ہے، ہم لوگوں کو ہمارے گھروں سے کیوں مجرموں کی طرح نکال کر تمہارے پاس لایا گیا ہے، کیا ہم نے کوئی جرم کیا ہے۔

لولو بن نصر نے طنزیہ سے انداز میں قاسم بن اسحاق کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

نہیں قاسم بن اسحاق تم تو بالکل معصوم ہو، آئینے کی طرح صاف اور شفاف ہو، میں نے تمہاری بستی کے سارے لوگوں کو باہر بلایا ہے، وہ آئیں پھر میں تمہارے ساتھ اس موضوع پر گفتگو کروں گا، جو موضوع لے کے میں تمہاری طرف آیا ہوں۔

قاسم بن اسحاق چپ ہو گیا تھا تھوڑی دیر بعد اس ٹیلے کے دائیں جانب بستی کے سارے لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ جب لولو بن نصر نے اندازہ لگایا کہ بستی کے کافی لوگ جمع ہو گئے ہیں، تب لولو بن نصر نے قاسم بن اسحاق کو مخاطب کیا۔

ابن اسحاق یہ فرج بن سالم تمہارا کیا لگتا ہے۔

مفرج بن سالم کا بیٹا مرثد بن قاسم بن اسحاق کے پہلو سے پرخچے نکلنے لگے پیلا ہٹ آئی تھی، پھر جلد ہی وہ سنبھل گیا، کہنے لگا۔

"وہ میرے بڑے چچا کا بیٹا ہے" لولو بن نصر نے پھر اسے مخاطب کیا اور یہ تھی بن عبدالعزیز تمہارا کیا لگتا ہے" قاسم بن اسحاق پھر بول پڑا۔

"وہ میرے چھوٹے چچا کا لڑکا ہے۔"

لولو بن نصر نے ہنکارا سا بھرا اور کہنے لگا، اب تو تم سب ایک ہی ڈگر پر چل رہے ہو۔

قاسم بن اسحاق نے تیز نگاہوں سے لولو بن نصر کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

لولو بن نصر کھل کر کہو یا کہنا چاہتے ہو، لولو بن نصر اس بار ذرا تلخ لہجے میں بول پڑا۔

"ابن اسحاق جب کوئی انسان بصارت اور بصیرت کھو دیتا ہے تو اس جگہ آتش فشاں ابلنے لگتے ہیں جہاں بدنیتی اور بدبختی تہہ در تہہ ہو جاتی ہیں۔"

تو بھی ایسے ہی دوراہے پر آن کھڑا ہے، جہاں پر ذلت اور پستی تہہ در تہہ ہو جاتی ہے، اپنی ہٹ سے غداری کرکے تو نے اپنی شخصیت ہی نہیں صلاحیتوں کو بھی داغدار کر دیا ہے، تو کالی رات کا مردہ لمحہ اور سمندر کے سیاہ گہرے پانیوں کا اندھا گھڑا بن چکا ہے، تو نیلگوں آسمان کو طوفانوں میں تبدیل کرتے اور ریت پر لکھی تحریروں کو مٹانے میں لگا رہا ہے، تو رنگ قوسِ قزح کے نیلے رنگ کو سمیٹنے کی کوشش کی، آسمان اور زمین کے ملن کے پیچھے بھاگتا رہا، ظالم تو ساحل پر بیٹھ کر لہروں کی چھت پر بیٹھ کر ستاروں کو گننے کی ناکام کوشش کرتا رہا۔

یہاں تک کہنے کے بعد لولو بن نصر تھوڑی دیر تک کے لئے رکا پھر پہلے سے بھی زیادہ تلخ اور غصیلے لہجے میں بول پڑا۔

"غاصب انسان تو نے اپنے دل اور ایمان کو بیچ دیا، تو نے اپنے آپ کو تماشا بنا دیا ہے، تو نے جو شخص ملت کے دامن کو چاک کرنے والے سفلہ قوم کے دل کو فگار کرنے والے کی پیروی ہونی چاہئے، تو نے کبھی آئینہ دیکھا ہے، تیرے چہرے پر ایمان کی چمک نہیں رہی۔

یہ ساری گفتگو کرتے ہوئے لولو بن نصر کے چہرے پر موت کے گرداب اور تلخیوں میں فنا اور نیستی کے طوفان رقص کر رہے تھے، اس کی اس حالت کو قاسم بن اسحاق بھی بھانپ چکا تھا، پھر بھی لولو بن نصر جب خاموش ہوا تو اس نے پوچھ لیا۔

لولو بن نصر یہ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو" پہیلیاں مت بجھواؤ صاف صاف بتاؤ تم

کہنا چاہتے ہو۔

لولو بن نصر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، پھر اس کا ہاتھ اٹھا اور ایسے زوردار خمانچہ اس نے قاسم بن اسحاق کے منہ پر مارا۔ قاسم بن اسحاق لڑکھڑاتا ہوا زمین پر گرا، پھر لولو بن نصر زور سے دھاڑا۔

"پہیلیاں میں بجھوا رہا ہوں۔ تم لولو بن نصر آگے بڑھا، گریبان سے پکڑ کر اس نے قاسم بن اسحاق کو اٹھایا، قاسم بن اسحاق کے جو دوسرے غدار ساتھی تھے، وہ بڑے پریشان اور فکرمند دکھائی دے رہے تھے لولو بن نصر کے مسلح جوانوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا قاسم بن اسحاق کو اٹھانے کے بعد لولو بن نصر نے پھر اسے مخاطب کیا۔

دیکھ میں اب یہاں ہوں تو تیرے سامنے اپنے مطلب کی طرف آ رہا ہوں، جہاں تک تمہارے بڑے چچا کا بیٹا مرثد بن حمامہ کا تعلق ہے تو وہ رکھنا وہ صقلیہ میں رہتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف اور رومنوں کے حق میں کام کر رہا تھا میں خود صقلیہ گیا اور اسے قتل کرکے آیا ہوں۔

تمہارا دوسرا چچازاد بھائی علی بن عبدالعزیز بار بار سفاقس میں اس نیت سے داخل ہوتا رہا کہ عبدالرئیس بن کسیلہ کی حسین و جمیل بیٹی شرینہ کا رشتہ تمہارے ساتھ طے کرے اور شرینہ تمہارے ساتھ شادی کرنے پر رضامند نہ ہو تو اسے زبردستی اٹھا لیا جائے تمہارے گہرے عبدالرئیس بن کسیلہ اور اس کی بیوی کے ساتھ مل کے مسلمانوں کی مخبری کرتے رہے رومنوں کے حق میں تم لوگوں نے خصوصی اور وفاداری کا اظہار کیا، اس کے باوجود مجھے مخاطب کرتے ہوئے تم کہتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ پہیلیاں بجھوا رہا ہوں۔

اس کے بعد بستی کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے لولو بن نصر نے مفرج بن سالم، قاسم بن اسحاق اور علی بن عبدالعزیز کی مسلمانوں کے ساتھ غداری کی ساری داستان کہہ سنائی تھی۔

ساری تفصیل سن کر بستی کے لوگ بھڑک اٹھے تھے، اتنے میں کسی زندہ دل کی آواز بلند ہوئی، وہ لولو بن نصر کو مخاطب کرکے کہہ رہا تھا۔

ہمارے نائب سردار یہ لوگ اس قابل ہیں کہ انہیں بستی کے بیچ بلند جگہ کھڑا کرکے بری طرح سنگسار کیا جائے۔

وہ جوان جب خاموش ہوا تو کسی اور منچلے نے لولو بن نصر کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

ان لوگوں کو اور ان کے اہل خانہ کو آگ میں جلا کے خاکستر کر دیا جائے تاکہ آئندہ اس خاکستر سے غداری کی کوئی چنگ اور پنگاری نہ پھوٹے۔

لولو بن نصر ان لوگوں کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ کچھ عورتیں اور مرد واویلہ کرتے ہوئے لولو بن نصر کی طرف بھاگے، سب سے آگے آگے ایک ادھیڑ عمر عورت تھی، اس کے پیچھے ایک انتہائی خوبصورت لڑکی تھی، وہ عورت لولو بن نصر کے قریب آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

امیر لولو بن نصر میں اس قاسم بن اسحاق کی بیوی اور میرے ساتھ میری بیٹی ہے، خدا کی قسم ہمیں خبر نہ تھی کہ قاسم بن اسحاق اور اس کے دونوں چچا زاد بھائی مغرث بن سالم اور علی بن عبدالعزیز دونوں غداری میں ملوث ہیں، اس کے بعد قاسم بن اسحاق کی بیوی نے قاسم بن اسحاق کی طرف دیکھا اور اس کے منہ پر بری طرح تھوک دیا، ساتھ ہی وہ لولو بن نصر کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

لولو بن نصر میرے عزیز ہم ان کی غداری سے بری الذمہ ہیں میں آپ سے التماس اور گزارش کرتی ہوں کہ ان سب غداروں کو ایسی کڑی سزا دی جائے کہ یہ اس دھرتی پر چلتے پھرتے دکھائی نہ دیں لوگ صحیح کہہ رہے ہیں کہ انہیں سنگسار کرنا چاہئے، انہیں آگ کے اندر جلا دینا چاہئے اس کے بعد جو قاسم بن اسحاق کے ساتھ اس کے غدار ساتھی تھے، ان کے رشتے دار بھی لولو بن نصر کے پاس آ کر اپنی اپنی لاتعلقی کا اظہار کرنے لگے تھے۔

لولو بن نصر نے ان لوگوں کو چلے جانے کا مشورہ دیا اور انہیں تسلی دی کہ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی، ان کے جانے کے بعد قاسم بن اسحاق اور اس کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم نے دیکھا غداری کا نتیجہ اور صلہ تمہارے اپنے عزیز و اقارب تک تمہیں چھوڑ رہے ہیں اور تمہارے لئے کڑی سزا تجویز کر رہے ہیں قاسم بن اسحاق یہ مقام تمہارے لئے بڑی عبرت کا ہے کہ تمہاری بیوی نے تمہارے منہ پر اس لئے تھوک دیا ہے کہ تم اپنی ملت اور قوم کے بدترین غدار ہو۔

اس کے بعد بستی کے سارے لوگ ان لوگوں کو سزا دینے کے لئے شور کرنے لگے تھے، لولو بن نصر شاید پہلے ہی چاہتا تھا، لہٰذا اس نے بستی کے لوگوں کو اپنے اپنے گھروں کی طرف چلے جانے کا مشورہ دیا، ساتھ ہی اس نے اپنے ایک گھوڑے سوار کو بلایا، وہ سوار جب اس کے قریب آیا تو لولو بن نصر نے اسے مخاطب کیا۔

ان سب کی مشکیں باندھ دو تاکہ انہیں سفاقس کی طرف لے چلیں، انہیں زندان میں اس وقت تک بند کر دیا جائے گا جب تک محمد بن رشید نہیں لوٹتا، میں نے اسے بلایا ہے، یہاں آ کر وہی ان کا فیصلہ کرے گا، اس لئے کہ وہ قبیلے کا سردار ہے۔

لولو بن نصر کا یہ حکم ملتے ہی اس سپاہی نے کچھ جوانوں کو بلایا جنہوں نے سب کی مشکیں باندھ دیں، پھر لولو بن نصر اپنے محافظ دستوں کے ہمراہ ان سب کو جانوروں کی طرح ہانکتا ہوا سفاقس کی طرف لے جا رہا تھا۔

✿ ✿ ✿

ایک روز سلطان عبدالمومن اپنے سارے سالاروں کے ساتھ مہدیہ شہر میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک اسے کوئی خیال گزرا، وہ اپنے سامنے بیٹھے عمر بن حسین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

عمر بن حسین میرے بیٹے اب جبکہ المہدیہ شہر ہم فتح کر چکے ہیں، یہ سب سے بڑا معرکہ تھا جو ہم نے سر کر لیا ہے، اب نارمن زیادہ سے زیادہ مٹرل اور دمائم شہر کے درمیان ہمارے ساتھ آخری معرکہ کر سکتے ہیں، جہاں ان کا بحری بیڑہ آ کر لنگر انداز ہوا ہے اور میرا دل کہتا ہے کہ میرے خداوند نے چاہا تو ہم انہیں وہاں بھی وہ مار ماریں گے جو ان کے لئے پورے یورپ تک میں عبرت بن کر رہے گی۔

بیٹے اب تم یہ کہو کہ ان علاقوں پر حاکمیت کس کی ہوگی۔

عمر بن حسین کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور کہنے لگا۔ سلطان محترم حاکمیت تو میرے اللہ ہی کی ہوگی۔

عبدالمومن کے چہرے پر بھی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

وہ تو ٹھیک ہے میرے بیٹے زمین پر خداوند قدوس کی طرف سے کوئی حاکم، کوئی اس کا خلیفہ اور نائب بھی تو ہوگا۔

عمر بن حسین نے بغیر کسی توقف کے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم نارمنوں کے اس سرزمینوں پر قابض ہونے سے پہلے ان علاقوں پر حسن بن علی حکومت کرتا تھا۔ نارمنوں نے جب اس علاقے کو فتح کر لیا تو وہ اپنی جان بچانے کے لئے ادھر ادھر روپوشی کی زندگی بسر کرتا رہا، میں نے اسے اپنے ہاں پناہ دی اس لئے کہ اگر خداوند قدوس نے مجھے موقع دیا اور میں نارمنوں کو ان علاقوں سے نکال باہر کرنے میں کامیاب ہو گیا تو ان علاقوں پر حسن بن علی کی حاکمیت ہی بحال کروں گا۔

اب جبکہ ایسا ہو گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں ان علاقوں پر پہلے کی طرح حسن بن علی ہی حکومت کرے۔

سلطان عبدالمومن نے بڑے توقعی انداز میں عمر بن حسین کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

بیٹے میں تمہاری قربانی تمہارے خلوص کو سلام کرتا ہوں۔

سلطان کو کہتے کہتے ذرا سا توقف ہوا، اس لئے کہ اسی لمحہ ایک گھوڑ سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا، قریب آ کر گھوڑے سے اتر اور بلند آواز میں سب کو سلام کیا پھر سفاقس میں جو حالات پیش آئے تھے وہ تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔

عمر بن حسین اور تین دوسرے لوگوں کے چہروں پر اداسی کی لہریں بکھر گئی تھیں محمد بن رشید کی آنکھوں میں شرمندگی اور ندامت میں جھک سی گئی تھی، کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر عمر بن حسین نے محمد بن رشید کو مخاطب کیا۔

ابن رشید اس وقت جو تمہاری حالت ہے میں اسے دیکھ رہا ہوں اور محسوس بھی کر رہا ہوں، فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ابوالوہ بن نصر نے اگر تمہیں بلایا ہے تو یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں، تم آج ہی یہاں سے سفاقس کی طرف چلے جاؤ یاد رکھنا اگر تم نہ گئے تو حالات سنگین صورت حال اختیار کر سکتے ہیں میں خود جاتا لیکن چونکہ معاملہ تمہارے قبیلے کا ہے، لہٰذا تمہارا جانا انتہائی اہم اور ضروری ہے اور پھر تم جانتے ہو شمال کی طرف نارمنوں کی مہم درپیش ہے یہ شاید ہماری آخری مہم ہو۔

یہاں تک کہنے کے بعد عمر بن حسین تھوڑی دیر کے لئے رکا، پھر آنے والے شخص کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہوا ہے کہ اس غداری میں شریفہ اور شالیب کا باپ عدنیس بن کسیلہ اور ان کی ماں لیلیانہ بھی شامل تھے بہرحال شریفہ اور شالیب دونوں بہن بھائی نے دین سے محبت ملت سے خلوص اور اپنی زمین سے جان نثاری کا حق ادا کر دیا ہے یہ کہو

کہ وہ دونوں بہن بھائی کیسے ہیں۔

آنے والا قاصد کہنے لگا۔

امیر محترم شریہ کی ناگ پر ایک کبرا کھاؤ آیا ہے اور شالیب کی پسلی میں علی بن عبدالعزیز کے ایک ساتھی نے خنجر مارا تھا اس کی حالت خطرے میں تھی لیکن مجھے امید ہے اب وہ خطرے سے باہر ہوگا۔ جہاں تک شریہ کا تعلق ہے تو طبیب کہہ رہا تھا کہ اس کا زخم جلد ٹھیک ہو جائے گا قاصد جب خاموش ہوا تو سلطان عبدالمومن نے محمد بن رشید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن رشید! تم قبیلے کے سردار ہو، پیچھے آنے والے قاصد نے یہ بھی کہا ہے کہ قاسم بن اسحاق اور علی بن عبدالعزیز تمہارے قبیلے کے سرکردہ لوگ ہیں ان سے تم ہی نمٹ سکتے ہو۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان عبدالمومن رکا، کچھ سوچا پھر دوبارہ محمد بن رشید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

محمد بن رشید جاتے ہوئے اپنے ساتھ چند مسلح دستے لے کر جانا یہ دستے تمہاری حفاظت کے لئے نہیں ہوں گے، اس لئے اب نارمنوں کی طرف سے افریقہ کے اندرونی حصوں میں کوئی خطرہ نہیں ہے، ہاں تمہارے قبیلے کے ان لوگوں سے خطرہ ہے جو غداری میں ملوث ہیں، جو مسلح دستے تمہارے ساتھ جائیں گے سفاقس پہنچنے کے بعد ان مسلح دستوں کے ساتھ حسن بن علی کو مہدیہ کی طرف روانہ کر دینا تاکہ جس طرح وہ پہلے یہاں حکومت کر رہا ہے اسی طرح اب بھی ان علاقوں کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے۔

سلطان عبدالمومن جب رکا تب عمر بن حسین ابن رشید کی طرف دیکھتے ہوئے بول پڑا۔

ابن رشید میرے بھائی جب مسلح دستوں کے ساتھ حسن بن علی کو روانہ کرو تو ان کے ساتھ محمد بن فرج الکومی کو بھی روانہ کرنا۔

یہاں رہتے ہوئے حسن بن علی، محمد بن فرج الکومی کی ضرورت محسوس کرے گا، مہم کی حفاظت کے لئے جو نئے دستے بھرتی کئے جائیں گے، محمد بن فرج الکومی ان کی تربیت کا بہترین کام سرانجام دے سکتا ہے اور پھر وہ یہاں حسن بن علی کے مشیر کی حیثیت سے بھی کام کرے گا۔

پھر عمر بن حسین نے سلطان عبدالمومن کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم! آپ کی اجازت ہو تو میں محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح کو اپنے ساتھ لے جاؤں تاکہ میں محمد بن رشید کی روانگی کا بندوبست کر دوں، سلطان عبدالمومن نے جب مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی، تب عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید وہاں سے اٹھ گئے تھے۔

اپنے خیموں کی طرف جاتے ہوئے ایک جگہ محمد بن رشید رک گیا اور عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر آپ اور یحییٰ بن مطروح پہلے میرے ساتھ بازار کی طرف چلیں، عمر بن حسین کہنے لگا۔

میں تمہیں بازار ہی کی طرف لے جا رہا تھا، اس لئے کہ میں اور یحییٰ بن مطروح بھی کچھ سامان خریدنا چاہتے ہیں، میں اپنی بیوی اور بچوں کے علاوہ شریہ اور شالیب کے لئے بھی کچھ سامان بھیجوں گا یحییٰ بن مطروح بھی مریطہ کے لئے کچھ سامان خریدنا چاہتا ہے تم نے بھی جو سامان نابیل کے لئے خریدنا ہے خرید لینا۔

تینوں مہدیہ کے بڑے بازار کی طرف ہو لئے تھے، کچھ دیر تک وہ مختلف چیزیں خریدتے رہے، پھر ایک جگہ محمد بن رشید رک گیا، وہ موتیوں کی دکان تھی محمد بن رشید ڈورے اٹھا کر دیکھنے لگا، ایک ڈورا اسے پسند آیا، اس کا چمڑے کا بستہ تھا، آگے دو فٹ کے لگ بھگ چمڑے کی پانچ موٹی موٹی رسیوں کو اس طرح بنا ہوا تھا کہ اس کی مضبوطی میں خوب اضافہ ہو گیا تھا۔

ڈورا شاید محمد بن رشید کو پسند آیا تھا، چمڑے کا ڈورا نے جس قدر رقم مانگی اس نے دے دی، ساتھ ہی دکاندار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ڈورا اس ڈورے کو تیل بھی لگا دینا۔

دکاندار مسکرایا، تیل میں بھیگا ہوا ایک کپڑا اٹھایا اور ڈورے کو لگا دیا تھا، جب تک محمد بن رشید یہ کارروائی کرتا رہا عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے رہے، جب پیچھے ہٹنے لگا تب عمر بن حسین نے اسے مخاطب کیا۔

اس کا کیا کرو گے؟

محمد بن رشید کے چہرے پر شیطانی کے آثار نمودار ہوئے، پھر کہنے لگا۔

امیر محترم اس ذرے سے جا کے سفاقس میں وہ کام لوں گا کہ صنہاجی قبیلے کے بڑے بڑے غداروں کو سیدھا کر تا چلا جاؤں گا۔

پھر تینوں لشکر کاوس واپس آئے وہاں سے چند دستے علیحدہ کیے۔ ان کے ساتھ محمد بن رشید سفاقس کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

☆

ایک روز صبح ہی صبح سفاقس شہر کے شمالی دروازے کے اندرونی حصے میں محمد بن رشید کی آمد کا شور بپا کیا تھا۔

محمد بن رشید کی آمد کا سن کر محمد بن فرج الکومی اور لولو بن نصر نے اس کا بہترین استقبال کیا۔ محمد بن رشید کے ساتھ جو محافظ دستے آئے تھے، لولو بن نصر نے انہیں مستقل کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ پھر دونوں محمد بن رشید کو اس کی حویلی میں لائے۔ حویلی کے دروازے پر نائیل استقبال کے لئے کھڑی تھی۔ جونہی محمد بن رشید حویلی کے دروازے پر آیا نائیل نے مسکراتے ہوئے محمد بن رشید کو مخاطب کیا۔

آپ کیسے ہیں؟

محمد بن رشید بڑا سنجیدہ تھا، لیکن نائیل کی طرف دیکھتے ہوئے زبردستی مسکرا دیا اور کہنے لگا میں تھکا ہوں۔ پھر نائیل نے دروازہ کھول دیا۔ محمد بن رشید، محمد بن فرج الکومی اور لولو بن نصر حویلی میں داخل ہوئے۔

نائیل نے محمد بن رشید کے گھوڑے کی باگ پکڑی اور اسے اصطبل میں باندھ دیا۔ محمد بن فرج الکومی اور لولو بن نصر کے ساتھ محمد بن رشید بھی اصطبل میں گیا اور گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھی ہوئی پانچ چھ چمڑے کی بڑی بڑی تھیلیاں کھول کر زمین پر رکھیں۔ گھوڑے کی زین اتاری، دھانہ بھی علیحدہ کر دیا۔ پھر نائیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

نائیل آؤ، امیر کی حویلی کی طرف چلتے ہیں۔ میرے پاس سب کا کچھ سامان ہے۔ ساتھ ہی ان تھیلیوں کو دیکھتے ہوئے اس نے ایک تھیلی علیحدہ کی اور وہ نائیل کی طرف بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

اس میں تمہارے کپڑے اور غذا وغیرہ کا دیگر سامان ہے۔ پہلے یہ سنبھال لو پھر میرے ساتھ آؤ۔ اس کے بعد امیر کی حویلی کی طرف چلتے ہیں۔

نائیل نے وہ تھیلی سنبھال لی، اسے کھول کر دیکھا، اندر اس کے لئے کپڑے، زیورات اور غذا وغیرہ کا دیگر سامان تھا۔ جنہیں دیکھ کر وہ خوش ہو گئی تھی۔ پھر گتی ہوئی حویلی کے اندرونی حصے کی طرف آئی۔ سامان رکھا، اتنی دیر تک جو اس پر جو زیور بھی باہر آگیا تھا محمد بن رشید آگے بڑھ کر اس سے گلے ملا۔ پھر سب وہاں سے نکل کر عمر بن حسین کی حویلی کی طرف ہو لئے۔

لولو بن نصر نے آگے بڑھ کر عمر بن حسین کی حویلی پر دستک دی تھی۔

دروازہ فلورہ نے کھولا تھا۔ محمد بن رشید کو دیکھتے ہوئے فلورہ خوش ہوئی اور چہکتی ہوئی آواز میں پوچھنے لگی۔

ابن رشید میرے بھائی آپ کیسے ہیں؟

ابن رشید مسکرا دیا، اور اسی طرح مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر عمر بن حسین بالکل ٹھیک اور خیریت سے ہیں، تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔

فلورہ شرما گئی تھی، اتنی دیر تک مریطہ بھی فلورہ کے پاس آن کھڑی ہوئی مریطہ کی طرف دیکھتے ہوئے ابن رشید پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

مریطہ میری بہن تمہیں بھی فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، یحییٰ بن مطرف بالکل ٹھیک اور خیریت سے ہے۔ مریطہ بھی شرماتے ہوئے ایک طرف ہٹ گئی تھی، پھر سب حویلی میں داخل ہوئے۔ فلورہ اور قہمان سے ملے۔ پھر فلورہ کی طرف دیکھتے ہوئے ابن رشید کہنے لگا۔

فلورہ میری بہن مجھے ذرا ثریہ اور شالیب کی طرف لے چلو۔

سب دوسرے کمرے میں داخل ہوئے، دونوں بہن بھائی کے سامنے کھڑے ہو کر محمد بن رشید تھوڑی دیر تک کھڑی ہو چوں میں کھویا تھا، اس کے چہرے پر اضطرابی کیفیت اور تاسف کے اثرات تھے۔ پھر ثریہ کے پاس آیا، اس کے سر کو چوما، پیار کیا اور کہنے لگا۔

میری بہن فکر مند مت ہو تا، تو اکیلی نہیں ہے، میں جانتا ہوں صلاحیوں نے تم دونوں بہن بھائیوں کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ تم دیکھنا میں ان کا انجام کیا کرتا ہوں۔

محمد بن رشید کے ان الفاظ پر ثریہ اور شالیب دونوں بہن بھائی مسکرا دیے۔

رونے لگے تھے۔ شرینہ نے پاس سے اٹھ کر محمد بن رشید شالیب کے پاس آیا، اس کا گال چوما، پیشانی پر طویل بوسہ دیا۔ پھر اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

تو تو میرا بڑا بہادر اور دلیر بھائی ہے، تو کیوں روتا ہے، کیا تو اکیلا ہے؟ ہم تیرے ساتھ ہیں، دوسری طرف فلورہ، شرینہ کو سنبھالے تسلی دے رہی تھی، اس کے آنسو پونچھے اور کہنے لگی، بس چپ ہو جاؤ۔ رونا نہیں ہے، شرینہ نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔

محمد بن رشید پھر ان دونوں بہن بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

اگر تم دونوں کے ماں باپ بچھڑ گئے تھے تو تم دونوں کا کوئی قصور نہیں ہے اپنے بچھڑے ہوئے ماں باپ کی موجودگی میں جو کام تم دونوں بہن بھائی نے سر انجام دیئے ہیں، وہ کوئی عام لڑکی یا شالیب تم جیسا کوئی اور لڑکا نہیں سر انجام دے سکتا تھا۔ بہر حال خداوند قدوس نے تمہیں بچا لیا ہے، اب تم دونوں بہن بھائی خوش رہنا، فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

پھر لولو بن نصر اور محمد بن رشید نے جو چمڑے کے تھیلے اٹھا رکھے تھے، ان میں سے ایک تھیلا محمد بن رشید نے لیا اور شرینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

شرینہ یہ امیر عمر بن حسین نے تمہارے لئے اور تمہارے بھائی کے لئے کچھ سامان بھیجا ہے۔ چمڑے کا تھیلا شرینہ کی چارپائی کے قریب اس نے رکھ دیا تھا، پھر ایک ہی ایک چمڑے کا تھیلا اس نے مریضہ اور فلورہ کو تھمایا اور کہنے لگا۔ یہ تم دونوں بہنوں کا سامان ہے۔

ایک چمڑے کا تھیلا محمد بن رشید نے حسنورہ کے پاؤں کے پاس رکھ دیا اور کہنے لگا۔

اماں اس میں آپ اور آپ کے والد محترم کا سامان ہے، پھر سب اس کمرے میں بیٹھ گئے تھے۔ کچھ دیر تک ابن رشید، شرینہ اور شالیب کو تسلی دیتا رہا۔ پھر لولو بن نصر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

لولو بن نصر جس قدر تم نے صلیبی تھیلے کے غدار زندان میں بند کر رکھے ہیں انہیں اس حویلی میں لاؤ جس میں شرینہ اور شالیب اپنے ماں باپ کے ساتھ رہتے تھے اور وہیں ان کے ماں باپ کی تدفین کا کیا گیا۔

لولو بن نصر کہنے لگا، ان کے ماں باپ کو بڑے احترام کے ساتھ اس قبرستان میں دفن کیا گیا ہے جس میں امیر عمر بن حسین کے والد کو دفن کیا گیا تھا۔ دراصل شالیب نے مجھے

بتایا تھا کہ آخری دنوں میں ان کے ماں باپ اپنے کام سے بالکل تائب ہو چکے تھے، دونوں نے عہد کیا تھا کہ اب اپنی آئندہ زندگی مسلمانوں کے لئے خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ خدمت میں گزار دیں گے۔

اس کے ساتھ ہی لولو بن نصر جب اپنی جگہ سے اٹھنے لگا تو محمد بن رشید نے ایک بار پھر اسے بیٹھنے کے لئے کہا اور کہنے لگا۔

ایک اور بات بھی سنو، میرے ساتھ جو صلیبی قیدی آئے ہیں وہ واپس جائیں گے ایسا کرو پہلے حسن بن علی ــــ پاس چلتے ہیں جو محافظ دستے میرے ساتھ آئے ہیں ان کے ساتھ حسن بن علی مہدیہ کی طرف روانہ ہوگا۔ الکلوی بھی ان کے ساتھ جائے گا، یہ امیر عمر بن حسین کا حکم ہے۔ مہدیہ فتح ہو چکا ہے، حسن بن علی وہیں ان غلاموں کے لشکر کی حیثیت سے قیام کرے گا اور محمد بن فرج الکلوی المہدیہ میں رہتے ہوئے نئے شکاریوں کی تربیت اور ترتیب کے علاوہ حسن بن علی کے مشیر کی حیثیت سے کام کرے گا، یہ دونوں محافظ دستوں کے ساتھ کل یہاں سے کوچ کر جائیں گے، میں یہیں رہوں گا۔ محمد بن فرج الکلوی کی جگہ میں کام کروں گا، میرے خیال میں امیر اور یحییٰ بن مطروح بھی بہت جلد صرف ایک آخری معرکے سے نمٹنے کے بعد یہاں آئیں گے۔

اس کے ساتھ ہی محمد بن رشید اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور لولو بن نصر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

تم زندان سے سارے آدمیوں کو اس حویلی میں لاؤ جس میں حسن بن علی کا قیام ہے، میں اور الکلوی حسن بن علی سے جا کے ملتے ہیں۔

اس موقع پر فلورہ، محمد بن رشید کے قریب آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

ابن رشید میرے بھائی کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم لوگ بھی اس حویلی میں چلیں دراصل میں ان لوگوں کو دیکھنا چاہتی ہوں جن لوگوں نے اپنی ملت سے بے غیرتی اور غداری کا ثبوت دیا ہے اور پھر میں یہ بھی دیکھنا چاہتی ہوں کہ آپ ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔

فلورہ کے ان الفاظ پر محمد بن رشید سوچوں میں کھو گیا تھا، دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا، پھر لولو بن نصر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

لولو میرے بھائی پہلے تم حسن بن علی کی طرف پیغام بھجواؤ کہ وہ یہیں آ جائیں، پھر

خود محافظ دستوں کو لے کر زندان کی طرف جاؤ اور جس قدر قیدار تم نے وہاں بند کر رکھے ہیں ان سب کو امیر ہی کی حویلی میں لے آؤ میں یہیں ان سے نمٹ لوں گا۔

داؤد بن نصر فوراً باہر نکل گیا تھا فلورہ، نائیل، مریطہ، شریں اور شالیب محمد بن رشید کے فیصلے پر خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد دیوان خانے میں حسن بن علی داخل ہوا، اپنی جگہ سے اٹھ کر محمد بن رشید اس سے گلے ملا، بڑے احترام، بڑی عزت کے ساتھ ایک نشست پر بٹھایا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے محترم میرے ساتھ کچھ حفاظتی دستے آئے ہیں، آپ اور محمد بن فرج الکوفی کل ان محافظ دستوں کے ساتھ انہدیہ کی طرف روانہ ہو جائیں انہدیہ فتح ہو چکا ہے۔ جس طرح پہلے ان علاقوں پر آپ حکمرانی کرتے تھے اب بھی سلطان عبدالمومن اور امیر عمر بن حسین کے فیصلے کے مطابق آپ ہی ان علاقوں کے حاکم اعلیٰ ہوں گے۔ محمد بن فرج الکوفی آپ کے مشیر کے طور پر آپ کے ساتھ انہدیہ میں کام کرے گا۔

لمحہ بھر کے لئے علی بن حسن کے چہرے پر خوشگوار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی، پھر ایک دم وہ سنجیدہ ہو گیا اور محمد بن رشید کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

اگر میں اور الکوفی سے ہی انہدیہ میں قیام کرنا ہے تو عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید تم تینوں کے علاوہ لولوہ بن نصر کہاں رہے گا تمہارا کیا کام ہوگا۔

محمد بن رشید نے حسن بن علی کی طرف دیکھا اور بڑی عاجزی سے کہنے لگا۔

میرے محترم میں کیا کہہ سکتا ہوں یہ فیصلہ امیر کا ہے، امیر کا فیصلہ سر آنکھوں پر۔

حسن بن علی کچھ بول پڑا۔

چلو میں وہیں جا کے عمر بن حسین سے بات کروں گا، اگر عمر بن حسین مہدیہ میں رہنا قبول نہیں کرتا تو پھر میں ان علاقوں کا حاکم بننے سے انکار کرتا ہوں میں جانتا ہوں کہ اس کی غیر موجودگی میں میں ان علاقوں کی حفاظت نہیں کر سکتا، ظاہری بات ہے سلطان عبدالمومن ہماری مدد کرنے کے بعد واپس مراکش کی طرف چلے جائیں گے لشکریوں کو ترتیب دینے میں ہمیں وقت لگے گا، عمر بن حسین اگر وہاں قیام نہیں کرتا تو ان علاقوں میں مسلمانوں کی حکومت کمزور ہی رہے گی۔

حسن بن علی جب خاموش ہوا تو محمد بن رشید بول پڑا۔

بہرحال یہ فیصلہ تو آپس میں مل بیٹھ کے کرنے کا ہے۔ آپ جب انہدیہ جائیں امیر بھی وہیں ہوں گے یحییٰ بن مطروح بھی ہوگا سلطان کی موجودگی میں جو کچھ آپ نے آخری فیصلہ کرنا ہے وہ امیر کے ساتھ کر لیجئے گا۔

محمد بن رشید کی اس گفتگو سے علی بن حسین کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا پھر علی بن حسن کے کہنے پر محمد بن رشید سب کو مزے لے لے کر شیطانی جنگوں کے حالات سنانے لگا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد لولوہ بن نصر دیوان خانے میں داخل ہوا اور محمد بن رشید سے کہنے لگا۔

میں نے سب کو باہر امیر کی حویلی میں اکٹھا کر دیا ہے ان کے دائیں بائیں محافظ دستے بھی میں نے استوار کر دیئے ہیں۔

ان الفاظ پر محمد بن رشید کا چہرہ خطرے میں مبتلا ہو گیا تھا، ایک دم وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، اشارے سے نائیل کو قریب بلایا اس کے کان میں کچھ کہا پھر اس سے سنتے ہی نائیل تقریباً بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔

محمد بن رشید اس کے پیچھے دیوان خانے میں آیا، سب لوگ اس کے پیچھے پیچھے تھے، دیوان خانے سے نکل کر وہ جس وقت عمر بن حسین کی حویلی کے صحن میں آیا تو بیرونی دروازے سے تقریباً بھاگتی ہوئی نائیل داخل ہوئی، اس کے ہاتھ میں برچھی تھی جو محمد بن رشید نے مہدیہ کے بازار سے خریدا تھا، جو چیز کی موٹی چوبی برچھی رسیوں سے بنا ہوا تھا اور خاصا مضبوط تھا تین فٹ لمبا تھا۔

نائیل سے وہ برچھی محمد بن رشید نے لیا، سب لوگ حیران اور پریشان تھے، پھر محمد بن رشید کو کچھ سوجھا اور فلورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

فلورہ میری بہن شریں اور شالیب دونوں بہن بھائی کی مسہریاں جس کمرے میں ہیں اس کمرے کے دروازے کے قریب لائی جائیں دروازہ کھول دیا جائے تاکہ حویلی سے باہر رونما ہونے والے واقعات کو وہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے۔

اس پر فلورہ اور مریطہ بھاگتی ہوئی اندر گئیں جس کمرے میں شریں اور شالیب تھے اس کا جو دروازہ حویلی کے صحن کی طرف کھلتا تھا وہ اندر سے کھولا، دونوں کی مسہریاں دروازے کے قریب اس طرح انہوں نے ڈالیں کہ دونوں بہن بھائی باہر سے ہونے والی تمام

سکتے تھے۔

اپنے ہاتھ میں دُرہ ہلاتے ہوئے محمد بن رشید، قاسم بن اسحاق اور علی بن عبدالعزیز کے ساتھیوں کے قریب گیا، کچھ دیر کچھ سوچتا رہا، پھر ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

میرے قبیلے کے بے غیرت غدارو! سب سے پہلے تو تم نے آزادی کے خلاف شب خون مارا ہے یاد رکھنا آزادی بے فکری کی فضاؤں میں لطیف سبک نغمہ لیکھ کے سمندر میں غلامی کی گہرے پردوں میں چشم بصیرت کی مانند ہے آزادی جوانی اور مسرت کے لمحوں، بادام اور سیب کے پھولوں، چشموں کی نغمہ کی، مسکانوں سے بھی کہیں زیادہ طرب انگیز ہے۔

محمد بن رشید رُکا، پھر دوبارہ اس نے بولنا شروع کیا۔

تم لوگوں نے مذہب اور دین کے خلاف شب خون مارا اور دین انسانوں کو روحانیت سے سراب کرتا ہے الوہیت سے بھرپور زندگی کے حسن کو فرحت بخشتا ہے، دین اگر صحیح معنی میں اپنایا جائے تو غم کو خوشی، بیوسی کو شرف، تنہائی کو جنت بنا دیتا ہے ظالمو! دین تو سرحد کی سربلندیوں اور نرمی اور نظافت میں فطرت کے نوا سے بھرے دامن کی مانند ہے۔

تم لوگوں نے وطن کے خلاف بھی بغاوت کی، تم لوگوں نے خواہشوں کے سانپ بن کر وطن کو ڈسنے کی کوشش کی یاد رکھنا وطن انسان کی عظمت و آبرو ہوتا ہے۔ وطن ہی کے اندر نظر نظر میں جہاں نفس نفس میں شہر آرزو آباد ہوتے ہیں، وطن ہی کے ناطے سے شامیں مطلع، قمر اور ماہ و سال زمانہ گر بن جاتے ہیں وطن کے اندر ہی انسان کی سماعتی کے خیام ہوتے ہیں دکھ کے ریگزاروں میں سایہ دار نخل کی مانند ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن رشید رُکا، پھر انتہائی غصے اور حیرانی میں وہ تینوں مخاطب کرتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

تم لوگوں نے عمر بن حسین کے خلاف بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش کی، ظالمو! جب ہزیمت کی سیاہی کے سامنے ان ہاتھوں کا کوئی لحاظ نہ تھا عمر بن حسین ہی یہاں کا پاسبان بنا بچوں کی چیخوں، عورتوں کی آہوں، بیواؤں کے آنسو اور عصمتوں کی ردا فوں کے سامنے جب کوئی بھی محافظ اور چوبان بن کر کھڑا نہ ہوا تو دشمنوں کے سامنے صرف عمر بن حسین ہی سینہ سپر ہوا اس کی ڈھال سے ہی بچوں سے ہنستے بچے لوریاں دیتے ہاتھ محفوظ

ہوئے یاد رکھو ان علاقوں میں ہم سارے مسلمان قطرے کی مانند ہیں یاد رکھنا اگر قطرے کو قطرے سے جدا کر دیا جائے تو نہ موتی رہتی ہے، نہ لہر، نہ صدف رہتی ہے، نہ سیپ نہ گوہر رہتا ہے، نہ کوئی جوہر۔

محمد بن رشید دم لینے کے لئے رُکا، کچھ سوچا، اس کے بعد ایک بار ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

تم لوگوں نے آزادی اپنے دین، اپنی سرزمین سے غداری کا ثبوت دیا ہے تم لوگوں نے امیر عمر بن حسین کے خلاف عداوت اور دشمنی کا مظاہرہ کیا ہے اور جو شخص عمر بن حسین سے عداوت اور دشمنی رکھتا ہے، یاد رکھنا وہ محمد بن رشید کا بدترین دشمن ہے۔

محمد بن رشید تھوڑی دیر کے لئے مزید رُکا، اس کے بعد اس نے علی بن عبدالعزیز کی طرف کھا جانے والے انداز میں دیکھا، اس کے اس طرح دیکھنے سے، اس کو علی بن عبدالعزیز برداشت نہ کر سکا پھر محمد بن رشید نے اسے مخاطب کیا۔

اپنے ان دو آدمیوں کو تھوڑا سا آگے کرو، جن میں سے ایک نے تلوار برسا کر میری بہن شریہ کی ٹانگ زخمی کی، دوسرا وہ جس نے اپنے آگے بھاگتے ہوئے شریہ کے بھائی شعیب کی پسلیوں میں خنجر مارا۔

محمد بن رشید کے ان الفاظ پر علی بن عبدالعزیز کا رنگ پیلا ہو گیا تھا، اس کی گردن جھک گئی تھی، اسے یوں بے حس و حرکت کھڑے دیکھ کر محمد بن رشید غصے میں آگ کا انگارہ ہو گیا تھا، پھر اس کا ہاتھ حرکت میں آیا اور تڑاتڑ کئی کوڑے اس نے علی بن عبدالعزیز کے چہرے اور جسم پر برسائے مارتے تھے علی بن عبدالعزیز چیخ چلا اٹھا تھا۔

محمد بن رشید گرجا اور دھاڑا تھا۔

میں نے تم سے کہا تھا کہ ان دو کتوں کو علیحدہ کرو جن میں سے ایک نے شریہ کو زخمی کیا، دوسرا وہ جس نے شعیب کی پسلیوں میں خنجر مارا۔

علی بن عبدالعزیز تڑپ اٹھا تھا اس نے ان دو کی طرف اشارہ کر دیا جو اس کام میں ملوث تھے محمد بن رشید نے تنہائی میں ان کی طرف دیکھا اور انہیں چند قدم آگے بڑھنے کے لئے کہا، وہ دونوں چند قدم آگے بڑھ آئے۔

محمد بن رشید کچھ دیر انہیں دیکھتا رہا، اس کی آنکھوں میں آگ برس رہی تھی چہرہ

سرخ ہو چکا تھا۔ بار بار اپنے دڑے پر وہ اپنی گرفت کو استوار اور درست کرتا تھا۔ پھر اس کی تھکی تھکی سی آواز سنائی دی۔

جس طرح بچے کتب میں کان پکڑتے ہیں، اس طرح دونوں کان پکڑ لو۔

صنہاجی قبیلے کے سردار کی حیثیت سے محمد بن رشید کی دہشت ایسی تھی کہ وہ دونوں بلا چون وچرا جھکے اور بچوں کی طرح انہوں نے کان پکڑ لئے۔ محمد بن رشید ان کی پشت کی طرف گیا اور پھر ایسے زوردار انداز میں ان کی پیٹھ پر دڑے برسانے لگا کہ چمڑے کے اس دڑے نے ان دونوں کے کپڑے پھاڑتے ہوئے ان کی پیٹھ کی چمڑی تک کو ادھیڑنا شروع کر دیا تھا۔

وہ دونوں چیخنے چلانے لگے تھے۔ معافی کے طالب ہونے لگے تھے۔ لیکن محمد بن رشید پر تو وہی جنون سوار ہو گیا تھا۔ برابر ان پر کوڑے برساتا جا رہا تھا اور کہتا بھی جا رہا تھا۔

تمہیں بڑی تکلیف ہو رہی ہے، جس وقت تم نے میری بہن شرینہ اور میرے بھائی شانیب کو تلوار اور خنجر مارے تھے اس وقت انہیں تکلیف نہ ہوئی تھی۔ محمد بن رشید نے ان پر اس قدر دڑے مارے کہ وہ دونوں بے سدھ سے ہو کر زمین پر لیٹ گئے تھے۔

ان سے ہٹ کر محمد بن رشید، قاسم بن اسحاق اور علی بن عبدالعزیز کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ اردگرد کے کھڑے سارے لوگ عجیب سے انداز میں محمد بن رشید کی طرف دیکھے جا رہے تھے۔

محمد بن رشید نے پہلے قاسم بن اسحاق کا گریبان پکڑا، ایک جھٹکے کے ساتھ اسے اپنی طرف کھینچا، پھر کھولتے ہوئے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

تمہاری ماں تو بے غیرت نہ تھی۔ تمہارا باپ بھی ایک نیک انسان تھا، تمہاری بہن اور بیوی دونوں انتہائی پاکیزہ اور شستہ زندگی بسر کرنے والی ہیں، پھر تو کیسے کتوں کا راتب کھانے پر رضامند ہو گیا۔

قاسم بن اسحاق کا گریبان محمد بن رشید ہی کے ہاتھ میں تھا۔ قاسم بن اسحاق کی گردن جھک گئی تھی۔ محمد بن رشید نے اس کے چہرے پر پہلے دائیں بائیں ہاتھ کے زوردار طمانچے مارے، اسے چھوڑ کر علی بن عبدالعزیز کے پاس آیا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تو تم عبدلیس بن کسیلہ کے پاس اس کی بہن شرینہ کا رشتہ قاسم بن اسحاق کے لئے مانگنے

آیا کرتے تھے اور دھمکی دیا کرتے تھے کہ تم شرینہ کو زبردستی اٹھا کے لے جاؤ گے، کیا تیرے جیسے کتے کو آج تک کسی نے طوق نہیں ڈالا، کیا تیرے منہ سے لگام نکل گئی تھی جو تو اس قسم کی باتیں اور اس قسم کے افعال کرنے لگا تھا۔ کیا تو نہیں جانتا تھا کہ میں صنہاجی قبیلے کا سردار محمد بن رشید تیرے جیسوں کو لوہے کی لگام بھی ڈال سکتا ہوں۔

کیا تم لوگ یہ بھول گئے تھے کہ تم سے کوئی باز پرس بھی کرنے والا ہے۔ تم نے کس کے ایما پر کس مجرم اور کس کی پشت پناہی پر مسلمانوں کے خلاف کام کرتے ہوئے کافروں سے اپنی وفاداری کا فیصلہ کیا۔ کیا تم نہ جانتے تھے کہ اس میں تمہارے دین ہی کی بے عزتی نہیں، اس میں صنہاجی قبیلے کی بھی بدنامی کا سوال اٹھتا ہے۔

محمد بن رشید رکا، کچھ دیر غور سے ان کی طرف دیکھتا رہا، پھر اس نے کھولتے لہجے میں کہا، تم دونوں بھی مکتب والے بچوں کی طرح کان پکڑ لو۔

ان دونوں نے احتجاجی سے انداز میں محمد بن رشید کی طرف دیکھا، جس پر محمد بن رشید کھول اٹھا۔ لگاتار دونوں کے منہ پر کئی طمانچے مارے۔ کہنے لگا تم نے میری آواز نہیں سنی، میں نے جو کچھ کہا ہے وہ کرو۔

دونوں فوراً جھکے، کان پکڑ لئے، اس کے بعد پہلے والی طرح محمد بن رشید نے ان پر بھی طوفانی انداز میں اس قدر دڑے برسائے کہ وہ بھی بے سدھ ہو کر زمین پر لیٹ گئے تھے۔

اس کے بعد محمد بن رشید پر گویا جنون اور دیوانگی طاری ہو گئی تھی۔ جتنے باقی لوگ اس کام میں ملوث تھے، سب پر وہ اندھا دھند دڑے برسانے لگا تھا، جب اس کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا تب وہ لولو بن نصر کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن نصر میرے عزیز میرے پیارے بھائی، اپنے ان محافظ دستوں میں سے ایک دستے کو کہو کہ ان سب کی مشکیں باندھ دیں۔ یہ دستے میرے ساتھ جائیں گے۔ تم بھی میرے ساتھ ہو گے، ان سب کو ان کی بستی مصمودہ کی طرف لے کے جائیں گے۔ ان کا فیصلہ ان کی بستی والے ہی کریں گے، تاکہ انہیں احساس ہو کہ یہاں اور جس بستی میں غدار رہتے ہیں وہاں وطن اور دین سے محبت کرنے والے بھی بستے ہیں تاکہ انہیں احساس ہو جو کام انہوں نے کیا ہے اس کی سزا ان کے اپنے انہیں دینے کے لئے تیار ہیں۔

لولو بن نصر کے کہنے پر ان کی آن میں ایک دستہ متحرک ہوا اور ان سب کی مشکیں

باندھ دی گئی تھیں۔ اس موقع پر محمد بن رشید نائیل کے قریب آیا اور اسے رازداری میں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

نائیل تم محسوس نہ کرنا، گھر چلو میں ان سے نمٹنے کے بعد سیدھا تمہارے پاس آتا ہوں۔ پھر دیگر لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے محمد بن رشید کہہ رہا تھا۔

آپ لوگ جا کے گھر میں آرام کریں، میں ذرا لولو بن نصر کے ساتھ انہیں منصورہ کی طرف لے جاتا ہوں اور ان کا فیصلہ کرنے کے بعد لوٹتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی لولو بن نصر اور محمد بن رشید ان سب کو لے کے وہاں سے نکل گئے تھے۔

☆

محمد بن رشید، لولو بن نصر محافظ دستوں کے ساتھ ان سب کو لے کر منصورہ کے باہر بلند ٹیلوں کے درمیان آئے، پھر چند مسلح جوانوں کو بستی کی طرف بھیجا اور انہیں یہ پیغام دیا کہ بستی والوں سے کہو کہ تمہارا سردار محمد بن رشید تم لوگوں کو بستی کے شمال میں ٹیلوں کی طرف بلاتا ہے۔

یہ پیغام بستی میں پہنچا تھا کہ بستی کے مرد کیا، عورت کیا، بچے کیا، بوڑھے سب بھاگتے ہوئے ان ٹیلوں کی طرف بڑھے جس کے اندر ان غداروں کے ساتھ محمد بن رشید اور لولو بن نصر ان کا انتظار کر رہے تھے۔

جب سارے بستی کے لوگ آ گئے تو ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے محمد بن رشید نے ان سارے غداروں کی کارستانی سے انہیں آگاہ کیا جو کام مفرج بن سالم، صقلیہ میں کرتا رہا تھا۔ اس کی تفصیل کے علاوہ وہاں اس کے انجام کی بھی انہیں اطلاع کر دی، پھر محمد بن رشید نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا ان میں تمہارے عزیز و اقارب ہیں۔ تم ہی فیصلہ دو کہ ان کا انجام کیا کیا جائے۔

بستی کے سارے لوگ ہاتھ کھڑے کرتے ہوئے انہیں موت کے گھاٹ اتارنے اور ان کا خاتمہ کرنے کے لئے واویلا کرنے لگے تھے۔

بستی کے لوگوں کے اس ردِ عمل کو دیکھتے ہوئے محمد بن رشید کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر قاسم بن اسحاق اور علی بن عبدالعزیز کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

مفرج بن سالم کے بعد غداروں میں سب سے بڑے سرغنہ تم نے دیکھا اس بستی کے لوگ جن میں تمہارے قریبی رشتے دار بھی شامل ہیں، وہ تمہارے متعلق کیا فیصلہ کر رہے ہیں۔ قاسم بن اسحاق اور علی بن عبدالعزیز کی گردنیں جھکی رہیں۔ انہوں نے کچھ نہ کہا۔

محمد بن رشید بستی کے لوگوں کی طرف آیا اور انہیں کہنے لگا۔

تم میں جو لوگ مسلح ہیں وہ اپنی تلواریں بے نیام کریں اور اپنے ہاتھوں سے ان غداروں کا خاتمہ کریں تاکہ انہیں یہ احساس ہو کہ منصورہ میں صرف غدار صنہاجی نہیں بستے، اس میں صنہاجی قبیلے کے وہ لوگ بھی بستے ہیں جو اپنے دین، اپنی ملت، اپنی قوم، اپنی آزادی، اپنی زمین اور اپنے امیر عمر بن حسین کے لئے اپنی جان تک بھی قربان کر سکتے ہیں۔

محمد بن رشید کا یہ حکم ملنا تھا کہ کچھ مسلح جوانوں نے اپنی تلواریں بے نیام کیں، پھر وہ ان غداروں پر ٹوٹ پڑے تھے۔ آن کی آن میں ان سب کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔

ایسا ہونے کے بعد محمد بن رشید نے بستی والوں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیزو! تم نے اپنے ردِ عمل کا اظہار کرتے ہوئے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ اب جاؤ اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے وہ کام سر انجام دیا ہے کہ آئندہ اگر میرے خداوند قدوس کو منظور ہوا تو منصورہ میں کوئی غداری کی ابتدا کرنے کی جرات نہیں کر سکے گا۔ ان مرنے والوں کو دفن نہ کیا جائے اور اس قابل ہی نہیں ہیں، ان کی لاشوں کو کوؤں، گدھوں اور کتوں کی خوراک بننے کے لئے چھوڑ دو۔

بستی والے بستی کی طرف لوٹ گئے تھے۔ محمد بن رشید اور لولو بن نصر اپنے محافظ دستوں کے ساتھ سقاقس کی طرف چلے گئے تھے۔ اگلے روز حسن بن علی اور محمد بن فرج الکومی محافظ دستوں کے ساتھ سقاقس سے مہدیہ کی طرف کوچ کر گئے تھے، جبکہ محمد بن فرج الکومی کی جگہ محمد بن رشید نے لولو بن نصر کے ساتھ سقاقس میں قیام کر لیا تھا۔

✿✿✿

حسن بن علی اور محمد بن فرج الکوی دونوں جب البیدہ شہر میں داخل ہوئے اور لوگوں کو پتا چلا کہ افریقہ کا سابق حکمران علی بن حسن شہر میں داخل ہوا ہے تو شہر میں اس کی آمد کا ایسا شور مچ گیا تھا پھر محافظ حسن بن علی اور محمد بن فرج الکوی کو شہر پناہ کے جنوبی دروازے کے قریب ہی اس طرف لے گئے جہاں شہر کے نوجوانوں کی عسکری تربیت کا اہتمام کیا جاتا تھا۔

وہاں پہنچے سے سلطان عبدالمومن عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح، یحییٰ بن عبدالعزیز کھڑے نئے تربیت یافتہ عسکریوں کا جائزہ لے رہے تھے کہ عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح نے حسن بن علی اور محمد بن فرج الکوی کو دور سے آتے دیکھ لیا۔

دونوں جب قریب آکر اپنے گھوڑوں سے اترے تو ان کا تعارف عمر بن حسین نے سلطان عبدالمومن اور یحییٰ بن عبدالعزیز سے کروایا۔

سلطان عبدالمومن سب کے ساتھ آگے بڑھا، قریب جاکر عمر بن حسین نے سلطان عبدالمومن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کا تعارف حسن بن علی اور محمد بن فرج الکوی سے کروایا۔

حسن بن علی بڑی تیزی آگے بڑھا۔ سے گلے لگانے کے لئے سلطان نے بازو پھیلا دیئے تھے، لیکن حسن بن علی آگے بڑھ کر ایک دم نیچے جھکا، سلطان کے گھٹنے اور پاؤں پکڑنا چاہتا تھا کہ فوراً سلطان نے اسے اس کے بازوؤں سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور اپنی چھاتی سے لگا لیا تھا۔

اس کے بعد حسن بن علی دوسرے لوگوں سے ملا، بعد میں محمد بن فرج الکوی سب سے مل رہا تھا پھر حسن بن علی نے سلطان عبدالمومن کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سلطانِ محترم اس میں شک نہیں نارمنوں سے پہلے میں ہی ان علاقوں کا حکمران تھا۔ ہماری کوتاہیوں اور ہماری ہی بداعمالیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نارمن ان سرزمینوں پر غالب آگئے۔ ان کی حکمرانی کی وجہ سے یہاں اتفاق تاتفاق تیرؔ کی دھجیاں بکھر گئی تھیں، معصوم بیٹیوں کا اجلا تبسم جاتا رہا تھا، گردشِ چشم و کنات کے گھاؤ، گردشِ دہر میں موت کا لمس اتر آیا تھا۔

حسن بن علی تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر کچھ سوچتے ہوئے دوبارہ کہہ رہا تھا۔

سلطانِ محترم نارمنوں کی وجہ سے ان سرزمینوں میں جگاڑ اور تخریب کا عمل سنوارنے اور تعمیر کے عمل پر غالب آگیا تھا۔ چاروں طرف گہری مایوسیت اور نا امیدی پھیل گئی تھی۔ نارمن اپنے آپ کو اپنے ارادوں میں کچھ اس قدر مطلق سمجھنے لگے تھے کہ چاروں طرف انہوں نے فریب اور تزویر کے جال پھیلا کر رکھ دیئے تھے۔ یہ صرف انہی کا کمال نہیں تھا بلکہ کچھ انہوں نے ہمارے دراز افکار اور کوتاہ اعمال سے بھی انہوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔

خداوند قدوس کا لاکھ شکر کہ آپ اور عمر بن حسین موت کی مانند طاقتور، طریق آشنا اور منزل شناس کی طرح ان کے خلاف نبرد آزما میں آئے۔ تف ہے ان پر پکارتی سعی اور جدوجہد جو شش زن وحشتوں اور چنگھاڑتی جراثیم کے طوفانوں کی طرح آپ نے ان کی طاقت کو کچل مسل کر رکھ دیا۔

سلطانِ محترم آپ کے لشکریوں کے لہو کے جو قطرے ان سرزمینوں میں گرے ہیں، میرے خداوند کو منظور ہوا تو آنے والی نسلوں کے لئے لہو کے یہی قطرے آزادی کے جواہر اور موتی ثابت ہوں گے۔ آپ نے جو وحشی ظالم نارمنوں کے شیطانی چہروں کو شکستہ کیا ہے، اس کے لئے میں حسن بن علی آپ اور عمر بن حسین دونوں کو سلام پیش کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں سلطانِ محترم جب تک میں زندہ ہوں آپ کا ممنون، آپ کا شکر گزار ہی رہوں گا۔

سلطان عبدالمومن نے پیر کے بڑھ کر حسن بن علی کو گلے لگا لیا اور کہنے لگا۔

حسن بن علی تم تکلف سے کام لے رہے ہو، اپنی قوم اپنی ملت کے افراد کی پکار پر میرا حرکت میں آنا ایک فطری عمل تھا، اب آؤ بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں۔

کچھ مسلح جوان آگے بڑھے وہ حسن بن علی اور محمد بن فرج الکلومی کے گھوڑوں کو ایک طرف لے گئے تھے..... سلطان جس جگہ سے اُٹھا تھا وہیں سب کے ساتھ بیٹھ گیا تھا، پھر سلطان نے حسن بن علی اور محمد بن فرج الکلومی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

تم دونوں حضرات بڑے وقت پر یہاں پہنچے ہو، مجھے اور عمر بن حسین کو بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار تھا، دراصل ہمارے مخبر اور طلایہ گرد یہ خبریں دے چکے ہیں کہ نارمنوں کا ایک بحری بیڑہ صقلیہ سے افریقہ کے ساحل پر پہنچ چکا ہے، اس بحری بیڑے میں ایک سو پچاس بڑے بڑے جہاز ہیں، جن کے اندر ان گنت لشکری ہیں..... شاید وہ ہم سے اپنی شکستوں کا بدلہ لینے کے لئے آئے ہیں..... المہدیہ سے جو لشکر بھاگا ہے وہ بھی ان سے جاملا ہے، اب میرا اندازہ ہے کہ ان کا اور ہمارا ٹکراؤ ساحلی شہر منزل یادائم کے آس پاس ہوگا۔ (مورخین نے بھی صقلیہ سے آنے والے اس بحری بیڑے کے جہازوں کی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب ہی لکھی ہے)۔

سلطان عبدالمومن تھوڑی دیر خاموش رہا، پھر دوبارہ وہ حسن بن علی اور محمد بن فرج الکلومی کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

میں اور عمر بن حسین اور میرا سپہ سالار یحییٰ بن عبدالعزیز کل یہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ دشمن کی طرف کوچ کریں گے، جس شہر کو بھی ہم نے فتح کیا ہے اس شہر کے نوجوانوں کو ہم نے عسکری تربیت سے خوب آراستہ کیا ہے اور مسلح اب اس قابل ہیں کہ فی الفور اور ناگہانی حالات میں اپنے اپنے شہر کا دفاع کر سکیں۔

منزل یادائم کے آس پاس نارمنوں کے ساتھ ہمارا یہ آخری ٹکراؤ ہوگا اور ہمیں یہ بھی اُمید ہے کہ نارمنوں کو ہم اس آخری شکست میں تہس نہس کر کے رکھ دیں گے۔

نارمنوں کا صفایا کرنے کے بعد میں واپس المہدیہ واپس نہیں آؤں گا، اپنے لشکر کے ساتھ وہیں سے مراکش کی طرف کوچ کر جاؤں گا..... جنگ سے فارغ ہونے کے بعد شاید عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح سفاقس کی طرف جائیں گے..... یہاں آپ اور محمد بن فرج الکلومی رہیں گے..... الکلومی کے ذمے نئے لشکریوں کو بھرتی کرنا اور ان کی تربیت کا کام ہوگا،

اس کے علاوہ یہ آپ کے مشیر کی حیثیت سے بھی کام کرے گا..... اب ان علاقوں کے محافظ آپ اور محمد بن فرج الکلومی ہی ہوں گے، اپنی قوت میں خوب اضافہ کر کے رکھنا، ایسا نہ ہو کہ آپ لوگوں میں پھر وہی کمزوری دیکھتے ہوئے دشمن کی نظریں پھر آپ کی کوتاہیوں پر جمیں اور ایک بار پھر آپ لوگوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔

اس دور میں تو میں عبدالمومن تھا جو تمہاری مدد کے لئے پہنچ گیا تھا..... پھر کوئی ایسا وقت آیا تو شاید کوئی عبدالمومن یہاں نہ ہو..... بہر حال تمہیں اپنی طاقت اور قوت کو خوب استوار کرنا ہوگا تاکہ دشمن تمہاری طرف میلی آنکھ سے نہ دیکھ سکے۔

ان کی تربیت کے علاوہ میں تم لوگوں کو یہ بھی مشورہ دوں گا کہ اپنی بحری طاقت میں بھی خوب اضافہ کرنا، ایک بحری بیڑہ المہدیہ میں ہو، دوسرا اس طاقت اور اس جیسا ایک بحری بیڑہ تیونس میں رکھنا، ان بحری بیڑوں کی طاقت اور قوت کو خوب استوار کرنا اگر تم ایسا کرو گے تو یاد رکھنا سمندر کی طرف سے آنے والی کوئی بھی قوت تم سے ٹکرانے کی جرات نہیں کر سکے گی۔

جب تک سلطان عبدالمومن بولتا رہا، حسن بن علی خاموشی سے سنتا رہا..... ہاں کبھی کبھی شکوک بھرے انداز میں وہ عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح کی طرف دیکھ لیتا تھا.....

سلطان عبدالمومن جب خاموش ہوا تو حسن بن علی نے کہنا شروع کیا۔

سلطانِ محترم جو کچھ آپ نے کہا میں نے بڑے صبر سے سنا، اب جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں وہ بھی سنئے، میں افریقہ کے ان علاقوں کی حکومت سے دست بردار ہوتا ہوں، آپ اس وقت ہمارے بڑے ہیں، ہمارے حاکم اعلیٰ ہیں..... آپ میرے علاوہ جس کو چاہیں ان علاقوں کا حاکم بنا دیں..... میں اس قابل نہیں کہ حکمرانی کر سکوں۔

مسکراتی ہوئی ایک نگاہ سلطان نے حسن بن علی پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

ابن علی تم نے یہ الفاظ ادا کئے ہیں، ان کی ادائیگی کی وجہ میں خوب جانتا ہوں، لیکن اس کا مناسب جواب میں نہیں عمر بن حسین ہی دے سکتا ہے..... بہر حال میں یہ ضرور کہوں گا کہ تم حکمرانی سے کیوں دستبردار ہوتے ہو۔

حسن بن علی دُکھ بھری آواز میں کہنے لگا۔

سلطانِ محترم اگر میں نے اور الکلومی نے یہاں رہنا ہے تو اپنی طاقت اور قوت کو

استوار کرنا ہے اور عمر بن حسین یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید نے سفاقس میں جا کے قیام کرنا ہے تو پھر میں یہاں کی حکمرانی قبول نہیں کرتا۔۔۔ میں صرف ایک شرط پر یہاں حکمران رہنے کے لئے تیار ہوں کہ عمر بن حسین اپنے اہل خانہ کے ساتھ المہدیہ میں قیام کرے۔۔۔۔ میرے لشکریوں کا سپہ سالارِ اعلیٰ یہی ہوگا۔۔۔۔۔ بحری اور بری طاقتوں کو یہی استوار کرے گا، محمد بن فرج القلوی بے شک میرے مشیر کی حیثیت سے کام کرے لیکن محمد بن رشید اور یحییٰ بن مطروح دونوں بہترین سالاروں کی حیثیت سے عمر بن حسین کے ساتھ رہیں، جہاں تک سفاقس کا تعلق ہے وہاں لولو بن نصر کو والی مقرر کیا جا سکتا ہے۔

علی بن حسن تھوڑی دیر کے لئے رُکا، کچھ سوچا پھر بعد میں وہ سلطان عبدالمومن کی طرف دیکھتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔

سلطانِ محترم میں سمجھتا ہوں کہ میں اور محمد بن فرج القلوی مہدیہ میں عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کے بغیر ادھورے اور ناقص ہیں۔۔۔ ہاں اگر یہ تینوں بھی یہاں قیام کریں تو میں یہاں کی حکمرانی قبول کرتا ہوں۔۔۔۔ میں جانتا ہوں یہ اپنی بحری اور بری قوت کو استوار کرنے کی ہمت رکھتے ہیں اور ان کی موجودگی میں مجھے یہ بھی یقین ہے کہ سمندر پار کا کوئی بھی دُشمن پر حملہ آور ہونے کی جرات اور جسارت نہیں کرے گا۔

سلطانِ محترم جو میری خواہش ہے میں اس کے مطابق عمر بن حسین کو ایسا کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا، اس کے مجھ پر اس قدر احسان ہیں کہ اگر ساری زندگی بھی میں انہیں ایک ایک کر کے اتارتا رہوں تو ان کا بوجھ میں اپنے کندھوں سے اُتار نہیں سکتا، جب نارمن مجھے قتل کرنے کے لئے آوارہ کتوں کی طرح میرے پیچھے لگے ہوئے تھے، جب وہ مجھے اس طرح ڈھونڈتے پھرتے تھے جس طرح بے بس خرگوش کو شکاری کتے تلاش کرتے ہیں یا لومڑیوں کے پیچھے بھیڑیئے بھاگتے ہیں۔۔۔ اس وقت عمر بن حسین نے کوہستانِ متماتہ کے اندر مجھے پناہ دی، میری حفاظت کا سامان کیا اور پھر اسی کوہستانی سلسلے کے اندر اپنی طاقت اور قوت کو مستحکم کرنے کے بعد پہلے سفاقس پر قبضہ کیا، پھر آپ کے ساتھ مل کر اس نے نارمنوں کو یہاں سے نکالنے کے لئے اپنی پوری توانائیوں کو جھونک ڈالا۔

میں عمر بن حسین سے صرف استدعا ہی کر سکتا ہوں کہ یہ سفاقس میں نہ رہے، میری اس سے گزارش ہے کہ اہل خانہ کے علاوہ محمد بن رشید، یحییٰ بن مطروح اور ان کے اہل خانہ کو

بھی لا کر یہاں المہدیہ میں قیام کرے۔۔۔۔ میرے لشکریوں کا یہ سپاہ سالارِ اعلیٰ ہوگا اور یہی بحری اور بری لشکروں کو استوار کرے گا۔

حسن بن علی رُکا، پھر دوبارہ عبدالمومن کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

سلطان محترم میں جو کچھ گزارش آپ کے سامنے پیش کرنی تھی وہ آپ کے سامنے پیش کر دی ہے۔۔۔۔ آگے فیصلہ آپ اور عمر بن حسین کے ہاتھ میں ہے، اس لئے کہ جو فیصلہ عمر بن حسین کرے گا، وہ یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید کے لئے بھی آخری ہوگا۔

سلطان عبدالمومن استفہامیہ اور جواب طلب سے انداز میں عمر بن حسین کی طرف دیکھنے لگا تھا۔۔۔۔ عمر بن حسین نے ایک نگاہ اپنے پہلو میں بیٹھے یحییٰ بن مطروح پر ڈالی، دونوں نے نگاہوں ہی میں کوئی فیصلہ کیا۔۔۔۔ پھر رازدارانہ سی گفتگو عمر بن حسین نے سلطان عبدالمومن کے ساتھ کی، پھر اس کے بعد حسن بن علی کی طرف دیکھتے ہوئے عمر بن حسین کہہ رہا تھا۔

جو کچھ آپ چاہ رہے ہیں، ایسا ہی ہوگا۔۔۔۔ آپ چونکہ محمد بن فرج القلوی کے ساتھ یہاں تشریف لا چکے ہیں، لہٰذا میں اور سلطانِ محترم لشکر کو لے کر یہاں سے شمال مغرب کی طرف کوچ کریں گے۔۔۔۔ دُشمن سے نمٹیں گے، اس کے بعد جیسا کہ سلطان کہہ چکے ہیں یہ دُشمن کا خاتمہ کرنے کے بعد وہیں سے مراکش کی طرف روانہ ہو جائیں گے، میں یہاں واپس نہیں آؤں گا، سیدھا سفاقس کا رُخ کروں گا جو لشکر میرے ساتھ کام کر رہا ہے وہ بھی میرے ساتھ ہی چلا جائے گا۔۔۔۔ چند دن میں وہاں رُکوں گا، اس کے بعد میں یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید اپنے اہل خانہ کو لے کر یہاں المہدیہ پہنچ جائیں گے۔۔۔ لولو بن نصر کو سفاقس کا والی مقرر کر دیا جائے گا۔۔۔۔ میں آپ کو یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ میں میدان جنگ سے سفاقس کی طرف جانے کے بعد زیادہ سے زیادہ تین چار دن تک سفاقس میں قیام کروں گا، سفاقس میں ایک لشکر رکھوں گا، لشکر کا باقی حصہ لے کر میں آپ کے پاس المہدیہ پہنچ جاؤں گا۔۔۔۔ اب بتائیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

عمر بن حسین کے اس فیصلے پر یحییٰ بن مطروح، محمد بن فرج القلوی مسکرا رہے تھے۔۔۔۔ حسن بن علی ایسا خوش ہوا کہ آگے بڑھ کر اس نے عمر بن حسین کو اپنے ساتھ لپٹا لیا، اس کی پیشانی چومی، پھر علیحدہ ہوتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن حسین خدا کی قسم تو نے میرا دل تو پہلے ہی جیتا ہوا تھا، اب تو میری رُوح بھی تیرے حق میں فیصلے کرنے لگ گئی ہے میری ملت کے فرزند تو نے سلطان کے ساتھ مل کر جوان علاقوں کے لوگوں کے گلوں سے غلامی کا طوق اُتار پھینکا ہے تو تمہاری یہ جانفشانی تمہاری یہ کارروائی، تمہاری یہ قربانی ان علاقوں میں قیامت تک زندہ و جاوید رہے گی۔

حسن بن علی جب خاموش ہوا تو محمد بن فرج الکلوی، عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر عمر بن حسین، محمد بن رشید سفاقس جا چکا ہے، کیا ایسا ممکن نہیں کہ اس کی جگہ آپ کے لشکر میں میں شامل ہو جاؤں، اس بار عمر بن حسین کے بجائے سلطان عبدالمومن بول پڑا۔

الکلوی میرے بیٹے اس کی ضرورت نہیں ہے تمہارا یہاں رہنا بڑا ضروری ہے، شہر کے اندر جس قدر جوان ہیں ان سب کو تم نے عسکری تربیت دے کر ایک لشکر کی صورت دے دی ہے، اب تم انہیں استوار کرو گے، تم ہی یہاں ان کے ناظم اور سپہ سالار اعلیٰ ہو گے، جب تک عمر بن حسین خود یہاں نہیں پہنچ جاتا ہمارا لشکر دشمن سے نمٹنے کے لئے کل یہاں سے کوچ کرے گا، اس لئے کہ ہمیں تم دونوں کی آمد کا انتظار تھا۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان عبدالمومن رکا، کچھ سوچا، پھر اپنے سپہ سالار اعلیٰ، یحییٰ بن عبدالعزیز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن عبدالعزیز میرے بیٹے کچھ تیز رفتار قاصد مہدیہ کی بندرگاہ کی طرف روانہ کرو، ابو عمران کو میری طرف سے یہ پیغام بھجواؤ کہ کل ہم یہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کریں گے وہ بھی اپنے بحری بیڑے کو حرکت میں لائے، جس وقت منزل یا دائم کے مقام پر دشمن ہم سے ٹکرانے کی کوشش کرتا ہے تو ظاہری بات ہے دشمن کا بحری بیڑہ سمندر کے کنارے ہی کھڑا ہو گا ابو عمران یہ کام کرے کہ دشمن جب ہم سے ٹکرا رہا ہو تو وہ اس کی بحری ناکہ بندی کر دے سمندر کے کنارے جو دشمن کے جہاز اور کشتیاں کھڑے ہوں انہیں دھکیل کر پیچھے لے جائے تاکہ دشمن ان سے فائدہ نہ اٹھا سکے اور ہم انہیں تہس نہس کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

سلطان عبدالمومن جب خاموش ہوا تب ایک چھوٹا سا امیر سلطان کو مخاطب کرتے

ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم کیا یہ اچھا نہیں ہو گا کہ جس وقت دشمن ہمارے ساتھ ٹکرا رہا ہو اس وقت اپنے بحری بیڑے کو لے کر ابو عمران وہاں پہنچے اور خشکی پر چڑھ کر پشت کی جانب سے دشمن پر حملہ آور ہو جائے۔

سلطان عبدالمومن کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے عمر بن حسین بول پڑا۔

میرے عزیز تمہاری یہ تجویز قابل عمل تو ہے پر اس میں ہمیں نقصان اٹھانا پڑے گا، دشمن کو جب خبر ہو گی کہ پشت کی جانب سے ہم پر حملہ کر دیا گیا ہے تو یار رکھنا وہ مار دھاڑ کرتے ہوئے پشت کی طرف بڑھیں گے انہیں یقین ہو جائے گا کہ موت ان کے سروں پر منڈلا رہی ہے، لہٰذا جو ہمارا لشکر پشت کی جانب سے حملہ آور ہو گا اسے وہ ہر صورت میں نقصان پہنچاتے ہوئے سمندر میں کھڑے اپنے جہازوں اور کشتیوں کی طرف بڑھنے کی کوشش کریں گے، اس طرح ہمارا نقصان زیادہ ہو گا۔

سلطان محترم نے جو یہ کہا ہے کہ ابو عمران بحری ناکہ بندی کرے اور دشمن کے جہازوں اور کشتیوں کو پیچھے ہٹا لے تاکہ وہ ان سے استفادہ نہ کر سکے تو یہ بات بالکل معقول ہے اور جنگی نقطہ نظر سے سو فیصد ہمارے حق میں جاتی ہے۔

وہ سالار خاموش ہو گیا سلطان توصیفی انداز میں عمر بن حسین کی طرف کچھ دیر دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

عمر بن حسین جو کچھ تم نے کہا ہے میرے بیٹے درست ہے، دشمن کے ساتھ اسی طرح نمٹا جائے گا جس طرح تم نے کہا ہے اب اٹھو سب کے کھانے کا اہتمام کرو، اس کے ساتھ ہی سب اٹھ کھڑے ہوئے اور کھانا کھانے کے لئے خیمہ گاہ کی طرف جا رہے تھے دوسرے روز سلطان عبدالمومن اور عمر بن حسین اپنے لشکر کو لے کر مہدیہ سے نکلے، پھر وہ سوسنا، سوس، حمامات، نبول سے ہوتے ہوئے دائم اور منزل کا رخ کر رہے تھے۔

✿✿✿

اپنے بحری بیڑے کو نارمنوں نے منزل اور دائم شہر کے بیچ میں کھڑا کیا تھا اور دونوں شہروں کے درمیان انہوں نے اپنے لشکر کو استوار کر لیا تھا مہدیہ سے شکست کھانے کے

بعد نیانوش اور گون سالود بھی اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر ان میں جا شامل ہوئے تھے، اب لشکر کی کمانڈری نیانوش ہی کر رہا تھا لیکن مقلیہ کے امیر البحر قنیطش اور گون سالود بھی سرگرم عمل تھے..... لشکر کا بڑا حصہ قنیطش، نیانوش اور گون سالود نے اپنے پاس رکھا۔

تاہم ایک حصہ ایک بحری سالار کی سرکردگی میں بھی دیا گیا اور اس سے کہا گیا کہ وہ اپنے بحری بیڑے کے ساتھ متحرک رہے..... اسے تائید کردی گئی تھی کہ مسلمانوں پر دو طرفہ ضرب لگانے کے لئے جب نارمنوں کی جنگ مسلمانوں کے ساتھ اپنے عروج پر آئے تو وہ جہازوں اور کشتیوں کو حرکت میں لاتے ہوئے بالکل مسلمانوں کے لشکر کی سیدھ میں آئیں، پھر اپنی کشتیوں اور جہازوں میں رہتے ہی مسلمانوں پر ایسی تیر اندازی کریں کہ ان کی صفیں کی صفیں چھید کر رکھ دیں..... جب اس نقصان سے مسلمانوں کے اندر افراتفری پھیلے گی تو سامنے کی طرف سے نیانوش اور گون سالود اپنی پوری طاقت اور قوت سے حملہ آور ہوں گے اور ہر صورت میں مسلمانوں کو پسپا کرنے کی کوشش کریں گے..... یہ سارا منصوبہ بنانے کے بعد اب نیانوش اور قنیطش کے علاوہ گون سالود مسلمانوں کی آمد کا انتظار کرنے لگے تھے۔

سلطان عبدالمومن اور عمر بن حسین منزل بہ منزل مارتے ہوئے عین دشمن کے سامنے جا کے خیمہ زن ہو گئے تھے..... ایک رات دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے خاموش پڑے رہے..... سلطان عبدالمومن شاید وقت نہ ضائع کرنا چاہتا تھا..... بہت جلد دشمن سے نمٹ کر وہ مراکش کا رُخ کر لینا چاہتا تھا، لہٰذا اگلے روز جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے اس نے اپنے لشکر میں دمامے، نقارے اور طبل بجوانے کا حکم دے دیا تھا..... ساتھ ہی لشکر کی صفیں بھی درست ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

سلطان اور امیر عمر بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے نیانوش اور گون سالود نے بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کرنی شروع کر دی تھیں۔

اس بار سمندر کے کنارے ہونے والی لڑائی میں سلطان نے اپنے لشکر کی ترتیب تبدیل کی، وسط میں حسب سابق سلطان خود ہی رہا لیکن اس بار اس نے یحییٰ بن مطروح کو اپنے ساتھ ہی رکھا..... دائیں جانب عمر بن حسین تھا، بائیں جانب یحییٰ بن عبدالعزیز اپنے اپنے حصے کے لشکر کی کمانڈری کر رہے تھے..... سلطانوں کی طرف دیکھتے ہوئے نیانوش نے بھی لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا..... درمیان میں خود رہا..... بائیں جانب قنیطش اور دائیں جانب

گون سالود کو رکھا گیا تھا۔

لشکر درست کرنے کے بعد تھوڑی دیر تک سلطان کے کہنے پر ان کے لشکر میں بڑے پرجوش انداز میں تکبیریں بلند ہوتی رہیں..... پھر سلطان نے اپنے لشکر کو گردش رطل گراں اور عظمت کی داستانیں رقم کرنے والے پرسطوت اور باجبروت قانون فطرت کے عناصر کی طرح آگے بڑھایا تھا، اس کے ساتھ ہی مسلمانوں نے کار شعبدہ گر کی طرح اپنے کام کی ابتداء کی، پھر وہ نارمنوں پر صحرا صحرا گلشن گلشن پھیلتے آتش لاوے بلندی اور پستی کو یکساں کر دینے والے شرر کے ہنگاموں، صرصر کے طاسی جوش کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دوسری جانب نارمنوں میں بھی ایسا ہی ولولہ تھا، وہ بھی سرکشوں کی سرکش اور زمانے کے تسلسل سے الگ کرنے والے طاغوت کے لشکروں اور بخت آزما ظالم کی ستم کوشی کی طرح مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے خاک و خون کا رقص شروع ہو گیا تھا، لگتا تھا سنگ و شرر آگ اچھالا ایک دوسرے سے ٹکرا گئے ہوں، روح کی تیرگی، نفس کی پیاس کی مانند بڑھنے لگی تھی..... چاروں طرف ہوا کے بگولوں کا طوفان اور شکستہ لبوں کی صدائیں اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں، تنہائی زدہ سمندر کے کنارے اداس لہو کی بارش ہونے لگی تھی، جسم لہولہو گمان پارہ پارہ، خواہشیں لخت لخت ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

نارمنوں کو اُمید تھی کہ جنگ جب اپنے عروج پر آئے گی تو انہوں نے وہ چھوٹا سا لشکر جو تیر اندازوں پر مشتمل تھا اور جنہیں کشتیوں اور جہازوں میں رکھا گیا تھا، حرکت میں آئیں گے اور اپنی کشتیاں اور جہاز مسلمانوں کے برابر لا کر ان پر تیز تیر اندازی کریں گے اور ان کے فتح مندی کے دروازے کھول دیں گے۔

لیکن نارمنوں کی بدبختی کہ ان سے پہلے ہی سلطان کا امیر بحر ابو عمران حرکت میں آ چکا تھا، پہلے اس نے اپنے بحری بیڑے کے ساتھ سمندر کی ناکہ بندی کی، پھر اپنے لشکر کے ساتھ وہ دشمن کے جہازوں اور کشتیوں میں کود گیا، وہاں دشمن نے جو تیر انداز رکھے ہوئے تھے ان کا ابو عمران نے خاتمہ کر دیا، پھر اس نے دشمن کے جہازوں اور ان کشتیوں کو کنارے سے اس قدر دُور کر دیا تھا کہ دشمن تیر کر بھی ان تک نہ پہنچ سکتے تھے۔

نارمنوں کو جب خبر ہوئی کہ جنگ کا جو منصوبہ انہوں نے بنایا تھا اسے مسلمان ناکام

کر چکے ہیں آن کی آن سالاروں ہی میں نہیں لشکریوں کے اندر بھی یہ خبر پھیل گئی کہ مسلمانوں کے امیر البحر نے سمندر کی طرف سے ان کی ناکہ بندی کر دی ہے اور ان کے جہازوں اور کشتیوں کو سمندر میں اس قدر زور لے آیا ہے جہاں وہ تیر کر بھی نہیں پہنچ سکتے اور یہ کہ ان کے جہازوں اور کشتیوں کے اندر جو ان کے تیر انداز تھے ان کا بھی امیر بحر ابو عمران نے خاتمہ کر دیا ہے یہ خبریں پھیلنے کے باعث نیانوش اور گون سالوذ کے لشکریوں کی حالت غموں کے ہجوم میں آندھیوں کی بارش اور لہو کے سالار کی طرح ہونا شروع ہو گئی تھی، مسلمانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے وہ اب تحمل بد دل ہونے لگے تھے بڑی بے رغبتی سے آگے بڑھتے تھے، اگلی صفوں کے جوان جی چراتے ہوئے پیچھے سرکنے لگے تھے، پھر آہستہ آہستہ سلطان اور عمر بن حسین کی طرف سے جوش ولولہ، بازو اور حوصلوں کا بوجھ بڑھتا گیا، یہاں تک کہ اگلی کئی صفیں سلطان اور امیر عمر بن حسین نے روند کر رکھ دی تھیں، ان کا خاتمہ کر دیا تھا۔

نیانوش، قنیطش اور گون سالوذ نے جب دیکھا کہ مسلمان پوری طرح ان پر حاوی ہوتے چلے جا رہے ہیں اور یہ کہ پشت پر ان کا بحری بیڑہ بھی نہیں ہے، اگر جنگ مزید جاری رہی تو دو صورتوں میں سے ایک صورت سامنے آئے گی۔

اول یہ کہ مسلمان مکمل شکست پر ان کا قتل عام کرتے ہوئے ان کا خاتمہ کر دیں گے۔ دوم یہ کہ لشکری پیچھے بھاگیں گے اور سمندر میں کودتے ہوئے اپنی جانیں ضائع کر دیں گے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے تینوں نے آپس میں مشورہ کیا، کچھ جنگ بند کر دی اور مشیر خاص بنے ہوئے ایک طرح سے انہوں نے سلطان سے صلح کی درخواست کی تھی۔

سلطان نے اپنے لشکریوں کو ہاتھ روک دینے کا حکم دیا، ساتھ ہی تیز رفتار قاصد اس نے نیانوش، قنیطش اور گون سالوذ کی طرف بھجوائے اور انہیں حکم دیا کہ اگر وہ صلح چاہتے ہیں تو سب سے پہلے اپنے لشکریوں کو حکم دیں گے کہ جس قدر ان کے پاس ہتھیار ہیں، اپنے دائیں جانب ڈھیر کر دیں اور خود پیچھے ہٹ جائیں۔

سلطان کا یہ حکم ملتا تھا کہ دشمن کے لشکری فوراً حرکت میں آئے، اپنے سارے ہتھیار انہوں نے دائیں جانب ایک جگہ ڈھیر کر دیئے تھے، پھر نیانوش، قنیطش اور گون سالوذ کی سرکردگی میں وہ اپنے ہتھیاروں سے کافی پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

جب ایسا ہو چکا تب سلطان نے پھر اپنے قاصدوں کے ذریعے گون سالوذ، نیانوش اور قنیطش کو طلب کیا۔

تینوں سر جھکائے مجرموں کی طرح سلطان اور اس کے سالاروں کے سامنے آن کھڑے ہوئے تھے سلطان کچھ دیر تک بڑے غور سے ان کی طرف دیکھتا رہا، پھر اس نے تھوڑی دیر تک عمر بن حسین سے بڑی رازدارانہ گفتگو کی، پھر ان تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

تم میں سے نیانوش کون ہے، نیانوش نے اپنی گردن سیدھی کی اور اپنی طرف اشارہ کیا، اس کے بعد سلطان نے قنیطش اور گون سالوذ کا پوچھا انہوں نے بھی اپنا تعارف کرا دیا۔

سلطان مزید کچھ دیر خاموش رہا پھر ان تینوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم میں سے قنیطش جو مسقلیہ کا امیر بحر ہے مسلمانوں کے خلاف اس کے جرائم کی فہرست کچھ لمبی چوڑی ہے، رہا سوال نیانوش اور گون سالوذ کا تو ان دونوں کی فہرست کافی طویل ہے نیانوش اور گون سالوذ میں نے اپنے دل میں تہیہ کر رکھا تھا کہ قدرت نے کبھی مجھے تم پر قابو پانے کا موقع فراہم کیا تو میں تم دونوں کی گردنیں اڑا دوں گا، اس لئے کہ تم دونوں نے مسلمانوں پر بہت ظلم ڈھائے ہیں۔

سلطان تھوڑی دیر کے لئے پھر ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

نیانوش اور گون سالوذ بتاؤ کس بنا پر تم دونوں نے مسلمانوں کے خلاف اس قدر عداوت اور دشمنی کا اظہار کیا کس بنا پر مسلمانوں پر ظلم ڈھانے کو اپنا فرض اور حق سمجھ لیا۔

یہاں تک کہتے کہتے سلطان کو رک جانا پڑا، اس لئے کہ نیانوش بول پڑا، مسلمانوں کے عظیم سلطان اس میں ہماری کوئی غلطی ہمارا کوئی قصور نہیں ہے، ہمارے حکمران ہمیں سالار بنا کر ان سرزمینوں کی طرف بھیجتے رہے اور ان کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے ہم لڑائیوں میں حصہ لیتے رہے، اس میں نہ ہماری خواہش، نہ ہماری مرضی کا کوئی عمل دخل تھا، ہم حکم کے پابند تھے اور اسی پابندی کے تحت اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

اس کے ساتھ ہی نیانوش نے باری باری قنیطش اور گون سالوذ کی طرف دیکھا، پھر اچانک تینوں حرکت میں آئے، آگے بڑھے، گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھے، پھر وہ سلطان کے پاؤں پر گر گئے تھے اس کے بعد نیانوش نے گڑگڑاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم ہم تینوں خدائے واحد اور آپ کے محترم رسول کا واسطہ دیتے ہوئے آپ سے معافی کی بھیک مانگتے ہیں اور آپ سے التجا کرتے ہیں کہ ہم سے جو مسلمانوں کے خلاف ہوا اس پر چشم پوشی کرتے ہوئے آپ ہمیں معاف کر دیں ہم تینوں آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ کبھی بھی مسلمانوں کے خلاف حرکت میں نہیں آئیں گے، میں آپ سے یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ یہاں سے جانے کے فوراً بعد اپنے عہدے سے دستبردار ہو جاؤں گا اور اپنے گھر میں باقی ماندہ زندگی کو گوشہ گیری میں گزار دوں گا۔

سلطان عبدالمومن نے تینوں کی اس حرکت کو ناپسند کیا تھا تھوڑا سا پیچھے ہٹ گیا تھا، پھر تحکمانہ انداز میں تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

تم ایک اللہ کے عاجز بندے کے سامنے سجدے کے انداز میں جھک گئے ہو تمہارے ہاں ایسا گناہ ہے، بہت بڑا شرک ہے، دیکھو تھوڑی دیر کو میں اپنے بیٹے سے صلاح مشورہ کر لوں، اس کے بعد تمہارے مقدمے کا فیصلہ صادر کرتا ہوں۔

سلطان تھوڑی دیر تک پھر عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح، یحییٰ بن عبدالعزیز کے ساتھ مشورہ کرتا رہا، اس کے بعد ان تینوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

تم تینوں اپنی جگہ پر کھڑے ہو جاؤ۔

وہ تینوں فوراً کھڑے ہو گئے پھر سلطان نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میں نے اپنے سالاروں سے مشورہ کیا ہے، جو کچھ میرے دل میں تھا وہ اس سے متفق ہیں میں تم تینوں کو معاف کرتا ہوں، پر ایک بات یاد رکھنا آنے والے دور میں اگر تم میں سے کسی نے بھی اپنے قدم صقلیہ سے شمالی افریقہ کی طرف بڑھانے کی کوشش کی تو یاد رکھنا تمہارا انجام اتنا برا اور بھیانک ہوگا کہ آنے والی نسلیں اس کا خیال تک کرتے ہوئے لرز کانپ جائیں گی، واپس جا کر ولیم کو میرا یہ پیغام بھی دینا کہ میں نے اس کی طرف اور اس کے باپ راجر کی طرف قاصد بھجوایا تھا، انہیں تنبیہ کی تھی کہ عمر بن حسین کے خلاف جنگ کی طرح نہ ڈالنا لیکن انہوں نے میرا کہا نہ مانا بلکہ میرے قاصد کو طنزاً یہ کہا کہ میں ایک کوزہ گر کا بیٹا ہوں، بادشاہ بن گیا تو کیا ہوا۔

ولیم بدنفس سے جا کے کہنا افریقہ کے ساحلوں پر تم نے پھر ایک کوزہ گر کے ہاتھوں کی

شاکی کا انداز دلگا لیا ہے، اب دوبارہ اگر تم نے یہ انداز لگانے کی کوشش کی تو خدا اندلس کی قسم میں صقلیہ تک ولیم بدنفس کا تعاقب کروں گا۔

سلطان تھوڑی دیر کے لئے رکا، پھر اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

ولیم بدنفس سے یہ بھی جا کے کہنا کہ ہم ان سرزمینوں میں زندہ اور بیدار ہیں اور اپنی سرزمینوں کی حفاظت کرنا بھی جانتے ہیں اگر اس نے پھر کبھی ان علاقوں کے حصول کے لئے انتقامی قدم اٹھانے کی کوشش کی تو پھر اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لئے اسے کہیں کوئی جائے پناہ نہ ملے گی، اب تم لوگ جاؤ اب اپنے لشکریوں کو یہاں سے بنا لو جو ہتھیار ڈالے گئے ہیں وہ یہیں رہیں گے میں تمہیں جانے کی اجازت دیتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی اپنے سپہ سالار یحییٰ بن عبدالعزیز کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان کہنے لگا۔

یحییٰ میرے بیٹے امیر البحر ابو عمران کی طرف پیغام بھجواؤ کہ ان لوگوں کی کشتیاں اور جہاز کناروں کے ساتھ کھڑا کر دے تاکہ یہ واپسی کا سفر کر سکیں اور خود اپنے بحری بیڑے کو لے کر ایک طرف ہٹ جائے۔

سلطان کے اس حکم کے بعد یہ پیغام فوراً ابو عمران تک پہنچا دیا گیا۔ ابو عمران نے صقلیہ کے امیر البحر کے بحری بیڑے کی کشتیاں اور جہاز کنارے کے قریب لا کھڑے کئے اور خود اپنا بحری بیڑا اس نے وہاں سے ہٹا لیا تھا۔

سلطان عبدالمومن کے اس طرح معاف کر دینے پر نیانوش، گون سالو اور قنطش نے بے پناہ اطمینان اور مسرت کا اظہار کیا اور جواب میں کئی بار جھک جھک کر انہوں نے سلطان کا شکریہ ادا کیا پھر اپنے لشکر کو لے کر وہ ساحل کی طرف گئے، اتنی دیر تک ان کے بحری بیڑے کے جہاز اور کشتیاں ساحل کے ساتھ لگائی جا چکی تھیں اور ابو عمران نے اپنا بحری بیڑہ پیچھے ہٹا لیا تھا۔

نیانوش نے اپنے لشکر کو بحری بیڑے میں سوار ہونے کا حکم دیا اور پھر وہ وہاں سے صقلیہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ سلطان نے تو فراخدلی سے کام لیتے ہوئے صقلیہ کے لشکریوں اور ان کے سالاروں کو معاف کر دیا تھا، لیکن شاید قدرت ان کے گناہ، ان کے جرم کو معاف

کرنے کے لئے تیار نہ تھی، اس لئے کہ جب یہ بحری بیڑہ سقلیہ اور شمالی افریقہ کے درمیان کھلے سمندر میں پہنچا تو ایک عذاب ٹوٹ پڑا۔

سورخین لکھتے ہیں کہ سمندر کے اندر ایک بھیانک اور قہر مانیت برپا کر دینے والا طوفان اٹھا، اس طوفان نے ایک سو پچاس جہاز غرق کر دیئے، ساتھ ہی بحری بیڑے میں سقلیہ کا جو لشکر سوار تھا وہ بھی سمندر میں ڈوب کر تباہ و برباد ہو گیا۔

☆

سلطان اور عمر بن حسین نے اپنے لشکریوں کے ساتھ دو دن تک اس جگہ قیام کیے رکھا جہاں تارمنوں کے ساتھ ان کی آخری جنگ ہوئی تھی۔ زخمیوں کی دیکھ بھال کی گئی، مال غنیمت کی تقسیم اس طریقے سے کی گئی کہ جس قدر مال غنیمت اب تک دشمن کے پڑاؤ سے ملتا رہا تھا، اور سارا کا سارا سلطان نے عمر بن حسین کی تحویل میں دینے کا ارادہ کیا تاکہ وہ حسن بن علی کے ساتھ مل کر ان علاقوں میں نئی قائم ہونے والی مملکت کی جڑوں کو مضبوط کر سکے۔

تیسرے روز صبح ہی صبح سلطان نے اپنے لشکر کے کوچ کرنے کا ارادہ کر لیا، جس وقت لشکر کوچ کے لئے تیار تھا سلطان کا گھوڑا سلطان کے پاس لایا گیا۔ عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح دونوں اپنے گھوڑوں کے پاس اُداس اور افسردہ کھڑے تھے۔ پھر گردن جھکائے، اُداس اور افسردہ سا عمر بن حسین اور اس کے پیچھے یحییٰ بن مطروح دونوں سلطان عبدالمومن کے پاس آئے۔ تھوڑی دیر تک دونوں سلطان کے سامنے کھڑے رہے۔ سلطان کے پاس ان کا سپہ سالار اعلیٰ یحییٰ بن عبدالعزیز تاشفین اور دوسرے سالار کھڑے ہوئے تھے، اس موقع پر عمر بن حسین نے سلطان عبدالمومن کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم! جلتے صحراؤں کے تپتے اور اُداس ٹیلوں میں غلامی کے اندھیروں کی تاریکی اور بے بسی کی اندھی گپھاؤں میں آپ یقیناً چاند بن کر چمکے ہیں۔ آپ نے ان سرزمینوں میں شب کی آنکھوں سے گرتے آنسوؤں کو گوہر کا روپ دیا، انسانیت کے سلگتے دکھوں میں ان علاقوں کے اندر آپ نے دوستی، آشتی، روشنی، زندگی اور محبت کی لگن اور تڑپ پیدا کی، اپنے شعلہ حسن احساس سے آپ نے یہاں کے لوگوں کے اندر بھی آزادی کا ذوق جلال اور جمال پیدا کیا، اپنی خود شناسی اور خود آگاہی سے آپ نے ہم لوگوں کو شناسائی مسلکی بیماریوں کی آزادی سے ہمکنار کیا۔ ہمارے گمراہ احساس کے زاویوں میں آپ نے نئی

منزلوں کے اُفق کا احساس پیدا کیا۔

یہاں تک کہنے کے بعد عمر بن حسین تھوڑی دیر کے لئے رکا، پھر ایک اُداس نگاہ اس نے سلطان پر ڈالی، سلطان نے دیکھا اس موقع پر عمر بن حسین کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی اتر آئی تھی۔ پھر اس نے پہلے سے بھی زیادہ دھیمی اور پستی ہوئی آواز میں کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم! ان ساحلوں پر شام کو چیختی پاگل ہواؤں اور بھیگے بھیگے دھندلکوں اور سہمے سہمے سکوت میں ہر روز میں کھڑا ہو کر آپ سے ملاقات کی تمنا کرتا رہوں گا۔ ان سرزمینوں کے بے کراں کھنڈر سنسان سائبانوں اور خاموشی کی جھیل میں گرتے پتھروں کی کارروائیاں مجھے آپ کی یاد دلاتی رہیں گی۔ آپ نے اپنے خلوص سے جس طرح ان علاقوں کو عروس وطن، آفتاب نمودی، گوہر شب تابی کی سی آزادی سے روشناس کرایا سلطان محترم! اس کے لئے میں ہمیشہ آپ کے حوصلوں کی اڑانوں کو سلام کرتا رہوں گا۔

سلطان نے دیکھا اس سے آگے عمر بن حسین کچھ نہ کہہ سکا تھا، اس لئے کہ اس کی آنکھوں میں موتے موتے آنسو اتر آئے تھے۔

سلطان بھی آبدیدہ ہو گیا تھا، آگے بڑھا اور عمر بن حسین کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ پھر دکھ اور اُداس بھری آواز میں وہ عمر بن حسین کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

عمر بن حسین میرے بیٹے ہم سب مشیت کی محتاج اس کائنات میں سرشت و جبلت کے زندان کے پابند کچھ اصولوں کے محتاج اور قانون فطرت کے خادم ہیں۔ میں جانتا ہوں ان سرزمینوں کے لئے تم پیکر مہر و صدق و صفا ہو، میں تمہاری نگاہوں میں صدیوں کی ان کہی داستانیں بھی پڑھ سکتا ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جب کبھی وقت آیا ان علاقوں میں تم وقت کی آنکھوں میں آزادی کا کاجل بن کر نمودار ہو گے، مجھے یقین ہے کہ تشنگی کے مارے یہاں کے مسافروں کے لئے تم زندگی کی گداز جان مشعل ثابت ہو گے، اگر کبھی کوئی برا وقت آیا تو مجھے یقین ہے کہ اُداس مٹھریوں، جھونپڑیوں کی زجوپ، مصنوعی خوشبو کی بارش میں تم کسی غلط نگار کی طرح یہاں کے مسلمانوں کے لئے ریشمی سی ملائمت، پھولوں کی خوشبو اور رنگوں کے عکس جیسی آزادی کا تصور بن کر نمودار ہو گے۔

میں یہ بھی جانتا ہوں کہ باہر سے آنے والی شوریدہ ہواؤں کے سامنے تم یہاں کے لوگوں کو سرابوں میں پیاس کا شکار نہ ہونے دو گے اور ان کے لئے سکون کی آبشاروں کا ترنم

ثابت ہو گے، تمہیں الوداع کہتے ہوئے میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں کہ خداوند قدوس تمہیں ہمیشہ ان علاقوں کی زندگی کے خدا خال روشن رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میرے عزیزو! ایک بات یاد رکھنا جب بھی ان علاقوں پر کوئی برا وقت آئے مجھے آواز دیتے ہوئے ہچکچانا مت، ان علاقوں میں ہم نے جو کامیابیاں حاصل کی ہیں ان کے لئے میں اکیلا کچھ نہ کر سکتا تھا ان علاقوں میں تم ہمارے لئے خضر راہ ثابت ہوئے، مجھے امید ہے کہ آئندہ بھی تم یہاں کے لوگوں کی رہنمائی کرتے رہو گے، ہاں پھر اگر کسی بد بخت نے ان علاقوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو مجھے آواز دینا مجھے پکارنا، میں پھر تمہارے کندھے سے کندھا ملا کر ان علاقوں کی حفاظت کا سامان کروں گا۔

سلطان عبدالمومن کے ان الفاظ سے عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح دونوں خوش ہو گئے تھے۔ باری باری دونوں سلطان سے ملے، پھر دوسرے لوگوں سے گلے ملنے کے بعد سلطان اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ مراکش کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ سلطان کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح بھی اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کرتے ہوئے سفاقس کا رخ کر رہے تھے۔

✪✪✪

شریہ اور شالیب کے زخم اب ٹھیک ہو گئے تھے، اب وہ چلنے پھرنے لگے تھے شریہ پنڈلی کے زخم کی وجہ سے ابھی تھوڑا سا لنگڑا کر چلتی تھی ایک روز صفورہ، فلورہ اور مریطہ دیوان خانے میں بیٹھی کسی موضوع پر بڑی رازدارانہ گفتگو کر رہی تھیں خیران مطبخ میں مصروف تھی تینوں نے کسی موضوع پر فیصلہ کن گفتگو کی، پھر مسکراتے ہوئے فلورہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اس موقع پر صفورہ نے آواز دے کر شالیب کو بلایا، شالیب دوسرے کمرے سے دیوان خانے میں آیا ہاتھ کے اشارے سے صفورہ نے اسے اپنے پاس بیٹھنے کو کہا، پھر اس کے ساتھ وہ گفتگو کرنے لگی تھی، جبکہ فلورہ اس کمرے میں داخل ہوئی جس میں اب شریہ اکیلی تھی۔

آہستہ آہستہ چلتی ہوئی فلورہ، شریہ کے پاس آئی، اس سے وہ مسہری پر بیٹھی ہوئی تھی فلورہ کو اپنی طرف آتے دیکھ کر شریہ نے اپنی جگہ سے اٹھنا چاہا، پھر فلورہ تیزی سے آگے بڑھی، اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے بیٹھا رہنے دیا خود اس کے پاس بیٹھ گئی،

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی، پھر بڑے غور سے فلورہ نے شریہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا شروع کیا۔

شریہ میں ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔

شریہ نے ایک بار بڑے غور سے فلورہ کی نگاہوں میں جھانکا، پھر اس کی گردن جھک گئی، وہ دھیمی سی آواز میں کہنے لگی۔

فلورہ میری بہن تمہاری آنکھوں کی چمک کے اندر میں نے بہت کچھ پڑھ لیا ہے میری تم سے التماس اور گزارش ہے کہ اس موضوع پر گفتگو مت کرنا جس میں امیر عمر بن حسین اور میرا ذکر ایک ساتھ آئے میرے بھائی شالیب نے زخمی ہوتے وقت یہ برا انکشاف کیا کہ میں امیر عمر بن حسین کو پسند کرتی ہوں وہ یہ شاید سمجھا تھا کہ وہ زندہ نہ رہے گا اور مرنے سے پہلے یہ انکشاف کر دے، پھر اس میرے بھولے بھائی کو خبر نہ تھی کہ ایسے انکشافات اکثر و بیشتر دوسروں کے لئے بھیانک روگ بن جاتے ہیں۔

میں تمہارے ساتھ کسی روگ و سوگ کی گفتگو کرنے نہیں آئی، جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں غور سے سننا، میری بات کا جواب سچائی سے دینا، ٹالنے کی کوشش مت کرنا، اس طرح زندگی خراب کر بیٹھو گی میں تمہاری بہن ہوں، تمہارا بھلا چاہوں گی، میں نہیں چاہتی کہ تم اندھیروں میں بھٹکتی رہو یہ تو میں جانتی ہوں کہ تم امیر عمر بن حسین کو پسند کرتی ہو اس سلسلے میں تمہاری ہاں یا نہ کے متعلق کوئی سوال نہیں کروں گی۔

جو انکشاف میں تم پر کرنا چاہتی ہوں وہ کچھ یوں ہے کہ صرف تم ہی امیر عمر بن حسین کو پسند نہیں کرتیں خود امیر بھی تم سے محبت کرتے ہیں۔

میں جھوٹ نہیں بول رہی شاید تمہارے ذہن میں وہ لمحہ محفوظ ہو کہ جب امیر عمر بن حسین نے ہماری شادی کے موقع پر تمہیں چھ انگوٹھیاں دی تھیں اور آخر میں انہوں نے ایک سب سے قیمتی جواہرات جڑی انگوٹھی نکالی تھی اور وہ انگوٹھی دکھاتے ہوئے انہوں نے کچھ دیر تک سرگوشی میں میرے ساتھ گفتگو کی تھی، اس گفتگو کو تم نہیں سن سکی تھیں۔ وہ گفتگو صرف میرے اور امیر کے مابین ہوئی تھی، امیر نے مجھ پر انکشاف کیا تھا کہ جب وہ تمہارے ساتھ شادی کریں گے، تو اس شادی کے موقع پر وہ قیمتی انگوٹھی تمہیں پہنائیں گے شریہ میری بہن ایک بہن کی حیثیت سے میں تم پر یہ بھی انکشاف کرتی ہوں کہ

فلورہ کو رک جانے پر اداس دیکھ کر شرینہ تیز آواز میں بول پڑی۔

فلورہ میری بہن کس قسم کی گفتگو کرتی ہو، تمہارے مجھ پر اس قدر احسانات ہیں کہ میں فراموش نہیں کر سکتی اگر تم نے میری دیکھ بھال نہ کی ہوتی تو اب تک میں اور میرا بھائی اپنے ماں باپ کی طرح اس دنیا سے کوچ کر چکے ہوتے میں نمک حرامی کا ثبوت نہیں دینا چاہتی، میں عمر بن حسین کا قرب حاصل کرنے کی خاطر تمہاری خوشیوں کی حصہ دار اور شریک نہیں بنوں گی - فلورہ میری بہن میری دعا ہے کہ تم ہمیشہ امیر کے ساتھ خوش و خرم اور پر سکون زندگی بسر کرو، یاد رکھو امیر کی شخصیت ایسی ہے کہ

شرینہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ فلورہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اپنے آپ کو دھوکے اور فریب میں ڈالنے کی کوشش مت کرو شرینہ میں تمہاری اندرونی کیفیت کو جانتی ہوں، تمہارے اندر اس وقت جذبات اور احساسات کے کیا طوفان جنم لے رہے ہیں انہیں بھی میں محسوس کر سکتی ہوں، اپنے جذبوں کے اوپر بے اعتنائی کی رداڈالنے کی کوشش مت کرو، جو کچھ میں کہتی ہوں اسے غور سے سنو اور سوچ سمجھ کر جواب دو۔

جو کچھ میں کہہ رہی ہوں یہ مجھ اکیلی کے خیالات یا ارادے نہیں ہیں، تمہاری طرف آنے سے پہلے دیوان خانے میں اماں اور مریطہ سے سر جھکا کر کافی دیر سے گفتگو کرتی رہی ہوں..... اماں کو بھی پتہ ہے کہ تم امیر کو چاہتی ہو، امیر تمہیں پسند کرتے ہیں اور تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کی خواہش رکھتے ہیں مریطہ کو بھی خبر ہے بلکہ مریطہ کے سامنے اور میری ماں خیران کے سامنے کئی بار امیر تم سے محبت کا اظہار کر چکے ہیں میری ماں اور مریطہ بھی خوش ہیں کہ میری طرح تم بھی امیر کی زندگی کی ساتھی بنو۔

فلورہ جب خاموش ہوئی تو تھکی تھکی اور پھولی ہوئی سانس میں شرینہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

فلورہ میری بہن مت اس قسم کی گفتگو کرو۔

میں پر سکون زندگی بسر کرنا چاہتی ہوں کسی کی زندگی کی پر سکون جھیل میں پتھر بن کر نہیں گرنا چاہتی، میں کسی کے لئے ہلچل کسی کے لئے انقلاب ثابت نہیں ہونا چاہتی۔

فلورہ جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ دروازے پر زوردار دستک ہوئی، فلورہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی، پھر کہنے لگی، اچھا میں تمہارے ساتھ اس موضوع پر دوبارہ گفتگو کروں گی۔ ... میں دیکھتی ہوں کون آیا ہے۔

فلورہ جب دیوان خانے میں داخل ہوئی تو اس نے دیکھا لولو بن نصر اور محمد بن رشید اور نابیل داخل ہوئے تھے تینوں دیوان خانے میں آ کے بیٹھ گئے لولو بن نصر کی طرف دیکھتے ہوئے صفورہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر وہ لولو بن نصر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

ابن نصر میرے بیٹے تم بڑے اچھے وقت پر آئے ہو، اگر تم تھوڑی دیر تک نہ آتے تو میں شالیب کو بھیج کر تمہیں بلوانے والی تھی۔

لولو بن نصر چونکا، پھر صفورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

آپ مجھے حکم دیں کہ کیا معاملہ ہے۔

صفورہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر لولو بن نصر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

ایک موقع پر تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تم اسی شہر کی کسی لڑکی کو پسند کرتے ہو اور وقت آنے پر بتاؤ گے کہ وہ لڑکی کون ہے۔

صفورہ کے خاموش ہونے پر لولو بن نصر نے مسکراتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

مادر محترم میں نے ٹھیک کہا تھا، میں واقعی ایک لڑکی کو پسند کرتا ہوں اور وہ لڑکی اسی شہر میں رہتی ہے، پر میں سب لوگوں سے اس لڑکی کا تعارف اس وقت کرواؤں گا جب امیر عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح جنگ سے لوٹ آئیں گے۔

لولو بن نصر کی اس گفتگو کا جواب صفورہ دینا ہی چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ حویلی کے دروازے پر پھر زور دستک ہوئی۔ اس بار شالیب اٹھا، حویلی کا دروازہ اس نے کھولا تو دروازے پر حسن بن مالک اور حرب بن حسن دونوں کھڑے ہوئے انہیں دیکھتے ہوئے لولو بن نصر چونکا تھا۔

اس موقع پر حسن بن مالک نے لولو بن نصر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ہم دونوں اپنے گھوڑوں کو مستقر میں باندھ کے آئے ہیں، کیا آپ ہمیں اندر آنے

کے لئے نہ کہیں گے، ہم ایک اچھی خبر دینا چاہتے ہیں۔

لولو بن نصر ایک طرف ہٹ گیا پھر دونوں کو لے کر دیوان خانے میں آیا صفورہ نے ان دونوں کا ہاتھ حال احوال پوچھا، پھر حسن بن مالک سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں اور میرا ساتھی حرب بن حماس دونوں آپ لوگوں کو دو اچھی خبریں دینے کے لئے آئے ہیں پہلی خبر یہ کہ سمندر کے کنارے سلطان اور امیر عمر بن حسین نے نارمنوں کو آخری بدترین شکست دی نارمن اپنے بحری بیڑے کے ساتھ صقلیہ کی طرف روانہ ہوئے، لیکن آخری خبر یں جو آئیں ان کے مطابق سمندر میں ان کا بحری بیڑہ اور لشکر دونوں ہی غرق ہو گئے۔

دشمن کو شکست دینے کے بعد دور دور تک سلطان عبدالمومن اور عمر بن حسین نے وہیں قیام کیا جہاں نارمنوں کے ساتھ آخری جنگ ہوئی تھی، پھر سلطان تو مراکش کی طرف چلے گئے امیر اور یحییٰ بن مطروح سقاقس کی طرف آرہے ہیں ہم ان کے آگے آگے شہر میں داخل ہوئے ہیں تھوڑی دیر تک وہ بھی شہر میں داخل ہوں گے اور اپنی حویلی میں آئیں گے۔

حسن بن مالک کے اس انکشاف پر فلورہ، خیران اور مریطہ کی خوشیوں کی کوئی حد اور سرتوں کا کوئی شمار نہ تھا اس موقع پر فلورہ اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ صفورہ نے لولو بن نصر کو مخاطب کیا۔

لولو بن نصر لو تمہاری خواہش بھی پوری ہوئی، تم کہہ رہے تھے کہ امیر عمر بن حسین آئیں گے تو تم اس لڑکی کو لاؤ گے، اب اٹھو اس لڑکی کو لے کر آؤ، پھر صفورہ نے حسن بن مالک کی طرف دیکھا۔

ابن مالک میرے بیٹے عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح کب تک شہر میں داخل ہو جائیں گے۔

حسن بن مالک مسکراتے ہوئے کہنے لگا، بس تھوڑی ہی دیر تک وہ شہر میں داخل ہوں گے میرے خیال میں ہم ان سے تھوڑا سا آگے تھے، اس پر لولو بن نصر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور صفورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

اچھا مادر محترم میں جاتا ہوں اور اس لڑکی کو لے کر آتا ہوں، اس کے ساتھ ہی لولو بن

نصر وہاں سے چلا گیا تھا باقی لوگ وہیں بیٹھے رہے تھے، پھر محمد بن رشید بول پڑا۔

میری بہن شرینہ کہاں ہے، فلورہ نے بیٹھے ہی بیٹھے شرینہ کو آواز دی۔

اس پر شرینہ لنگڑا کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کمرے میں داخل ہوئی، سب سے پہلے اس نے سلام کیا محمد بن رشید نے ایک خالی نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے بیٹھنے کے لئے کہا۔

شرینہ آگے بڑھ کر وہاں بیٹھ گئی، پھر سب کے کہنے پر حسن بن مالک انہیں نارمنوں کے ساتھ آخری جنگ کے حالات تفصیل کے ساتھ سنا رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد دیوان خانے میں لولو بن نصر داخل ہوا، اس کے ساتھ سعدون بن مطروف اور ایک بیساکھی کے سہارے چلتی ہوئی انتہائی خوبصورت دراز قد اور پرکشش لڑکی تھی۔

ان تینوں کی آمد پر سب نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا، پھر سب کو مخاطب کرتے ہوئے لولو بن نصر بول پڑا۔

محترم سعدون بن مطراف کو تو آپ سب لوگ جانتے ہیں ان کے ساتھ جو لڑکی ہے، یہ ان کی بیٹی ہے اس کی ایک ٹانگ خراب ہے، اپاہج ہے اس لئے بیساکھی کے سہارے چلتی ہے، اس کا نام حبابہ ہے، جس وقت میں محترم سعدون بن مطروف کی طرف صقلیہ میں گیا تھا اور ان کی مدد سے پہلی بار مسلمانوں کو وہاں سے نکالا تھا تو ان کی بیٹی بھی پہلے قافلے کے ساتھ افریقہ کی طرف آئی تھی یہ معذور تھی، راستے میں میں نے اس کا بڑا خیال رکھا سعدون بن مطروف فکر مند تھے کہ اپنی اپاہج بیٹی کی شادی وہ کہاں کرے گا، میں نے انہیں تسلی دی کہ بے فکر رہیں، اگر آپ چاہیں تو حبابہ سے میں شادی کروں گا، ان کی مہربانی کہ انہوں نے میری تجویز کو قبول کر لیا۔

تب سے میں حبابہ کو اور حبابہ مجھے پسند کرنے لگی، پھر میں نے اس کا ذکر کسی سے نہیں کیا، سعدون بن مطروف سے میں نے یہ کہہ کر کہ جب مناسب موقع آئے گا تو میں حبابہ سے شادی کر کے اپنے ساتھ لے جاؤں گا، اب چونکہ ایسا موقع آگیا ہے، آپ نے اصرار بھی کیا ہے کہ میں اس لڑکی کو لاؤں جسے میں پسند کرتا ہوں سو حبابہ آپ کے سامنے ہے۔

لولو بن نصر کی اس گفتگو سے صفورہ اور خیران دونوں ایک ساتھ اپنی اپنی جگہ سے

اُنھیں، باری باری حباسہ سے گلے ملیں پھر فلورہ، نیل، مریطہ اور شرینہ اُٹھ کر اس سے ملیں، تمہیں پھر حباسہ کو ایک نشست پر بٹھا دیا گیا سعدان بن مطروف صفورہ کے باپ قیطان بن اسماعیل کے پاس بیٹھ گیا تھا ابھی کسی موضوع پر گفتگو کا آغاز ہونے ہی والا تھا کہ باہر گلی میں عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح کے آنے کا شور مچ گیا۔

یہ شور سنائی دینا تھا کہ دیوان خانے سے سب اُٹھ کر تقریباً بھاگتے ہوئے حویلی کے صدر دروازے کی طرف گئے تھے حباسہ اور شرینہ دونوں اپنی جگہ پر بیٹھی رہی تھیں۔

سب سے پہلے فلورہ نے دروازہ کھولا، چند قدم کے فاصلے پر عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح حویلی کی طرف آ رہے تھے گلی میں نکل کر سب نے ان کا استقبال کیا اور نارمنوں کے خلاف سب نے باری باری فتح کی مبارکباد دی۔

لولو بن نصر نے آگے بڑھ کر عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح کے گھوڑوں کی باگ پکڑنا چاہی، پھر اس موقع پر حسن بن مالک اور حرب بن حماس آگے بڑھے، پھر حسن بن مالک نے لولو بن نصر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن نصر یہ کام آپ کا نہیں ہے، آپ ہمیں ہماری سعادت سے محروم نہ کریں یہ کام میں اور حرب بن حماس ہی کریں گے، پھر وہ دونوں گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے گئے تھے سب حویلی میں داخل ہوئے، دیوان خانے میں آ کر سب سے پہلے عمر بن حسین نے بڑی ہمدردی سے شرینہ کی طرف دیکھا، پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

شرینہ تم کیسی ہو؟

شرینہ اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑی ہوئی، عمر بن حسین کی نگاہ شاید ابھی تک شالیب پر پڑی تھی، لہٰذا اس نے پوچھ لیا۔

شالیب کہاں ہے، سب کے بیچ میں سے نکل کر شالیب جب سامنے آیا تو عمر بن حسین نے اسے گلے لگا لیا اور پیار کیا، پھر آگے بڑھا، اس وقت تک شرینہ اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑی ہوئی تھی شرینہ کے سر پر عمر بن حسین نے ہاتھ رکھا اور کہنے لگا۔

مجھے تمہارے ماں باپ کے مارے جانے کا بڑا دکھ اور افسوس ہے ... کاش انہوں نے دوراستہ نہ اختیار کیا ہوتا جو آگ اور لہو کے سمندر کی طرف جاتا ہے، تم دونوں بہن بھائیوں کی ذات پر میں جتنا بھی فخر کروں وہ کم ہے۔

عمر بن حسین تھوڑی دیر کے لئے رکا، پھر وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

یہاں کے حالات محمد بن فرج الکومی کے ذریعے مجھ تک پہنچ چکے ہیں بہر حال محمد بن رشید نے غداروں کا خاتمہ کر دیا ہے، اب تم دونوں محفوظ ہو، فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس دوران فلورہ آگے بڑھی، تھوڑی دیر تک وہ عمر بن حسین کے ساتھ گفتگو کرتی رہی اور عمر بن حسین مسکراتا رہا پھر عمر بن حسین چلتا، حباسہ کے قریب آیا، اس کے سر پر ہاتھ رکھا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میری بہن لولو بن نصر تمہیں مبارک ہو، میں اپنی حویلی میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔

پھر عمر بن حسین اور یحییٰ بن مطروح نشستوں پر بیٹھ گئے، سب سے پہلے صفورہ نے انہیں مخاطب کیا۔

بیٹے اب جبکہ افریقہ کو نارمنوں سے صاف کر دیا گیا ہے تو کیا سلطان مراکش کی طرف جا چکے ہیں ساتھ ہی اب تمہارا کیا ارادہ ہے۔

اس پر عمر بن حسین کہنے لگا۔

میں حسن بن علی اور محمد بن فرج الکومی کو المہدیہ میں چھوڑ کر آیا ہوں، جہاں تک سلطان عبدالمومن کا تعلق ہے وہ اپنے لشکر کے ساتھ مراکش کی طرف کوچ کر گئے ہیں میں صرف تین دن یہاں قیام کروں گا، اس کے بعد میں یحییٰ بن مطروح، محمد بن رشید، تینوں اپنے اہل خانہ کے علاوہ محمد بن فرج الکومی کے گھر والوں کو لے کر سفاقس سے المہدیہ کی طرف چلے جائیں گے ہمارا مستقل قیام اب وہیں ہوگا، اس لئے کہ حسن بن علی نے شرط رکھی ہے کہ جب تک میں وہاں رہتے ہوئے لشکریوں کی سپہ سالاری قبول نہ کروں، اس وقت تک وہ افریقہ کے حاکم بننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

عمر بن حسین مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بیچ میں صفورہ بول پڑی۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ تین دن بعد ہمیں یہاں سے کوچ کرنا ہوگا۔

عمر بن حسین نے پھر کہنا شروع کیا۔

یقیناً تین دن بعد ہم یہاں سے کوچ کریں گے، حرب بن حماس اور حسن بن مالک بھی

اپنے اہل خانہ کے ساتھ ہمارے ساتھ ہوں گے۔ سفاقس کا والی لولو بن نصر ہوگا اور رائے کا قیام مستقل یہیں ہوگا۔

صفورہ پھر بول پڑی، عمر میرے بیٹے اگر ہم نے اس قدر جلدی یہاں سے کوچ کرنا ہے تو پھر دو انتہائی اہم کام ہمارے ذمے ہیں پہلا لولو بن نصر اور حبابہ کی شادی، جسے میں آج شام تک کر دینا چاہتی ہوں دوسرا اہم کام میری بیٹی فلورہ تمہیں بتائے گی۔

ساتھ ہی ہاتھ کے اشارے سے صفورہ نے فلورہ کو اپنے قریب بلایا، تھوڑی دیر تک رازدارانہ سے انداز میں اس کے ساتھ گفتگو کرتی رہی، پھر فلورہ پیچھے ہٹی، شرینہ کے پاس آئی، اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا، اسے دوسرے کمرے کی طرف لے گئی، پھر واپس آئی۔

عمر بن حسین کے سامنے کھڑی ہوئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی، ذرا آپ بھی میرے ساتھ آئیں۔

عمر بن حسین اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا فلورہ اسے اس کمرے میں لے گئی جس میں وہ شرینہ کو چھوڑ کے آئی تھی شرینہ ابھی تک کمرے کے وسط میں کھڑی تھی۔ فلورہ نے تھوڑی دیر تک اپنا منہ عمر بن حسین کے کان کے قریب لے جاتے ہوئے کوئی رازدارانہ سی گفتگو اس کے ساتھ کی، پھر وہ واپس دیوان خانے میں آکر بیٹھ گئی تھی۔

آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے عمر بن حسین شرینہ کے قریب گیا، اس قدر قریب کہ شرینہ اس کے کپڑوں کی سرسراہٹ سن سکتی تھی شرینہ کا جسم کپکپا رہا تھا، پھر اس کے کانوں میں عمر بن حسین کی آواز پڑی۔

شرینہ میں نے سنا ہے تم اپنے ماں باپ کے کارناموں کی وجہ سے احساس کمتری کا شکار ہو فلورہ نے مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ تم میری زندگی کا ساتھی بننے سے بھی انکار کر رہی ہو، حالانکہ شالیب نے انکشاف کیا تھا کہ تم مجھے پسند کرتی ہو فلورہ نے تم پر بھی اس بات کا انکشاف کیا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہوں، پھر بھی فلورہ نے مجھے بتایا ہے کہ تمہیں اس سے انکار ہے، کچھ دیر تک گہری خاموشی رہی، پھر کھڑے ہی کھڑے کپکپاتی آواز میں شرینہ نے کہنا شروع کیا۔

امیر محترم میں کسی کی خوشیوں دیکھنا تک پسند نہیں کرتا۔

عمر بن حسین نے شرینہ کے ان الفاظ کو خاصا محسوس کیا تھا، جب وہ خاموش ہوئی تو

اس نے کہنا شروع کیا۔

تم اپنا حق حاصل کر رہی ہو فلورہ کی خوشیوں کی حصہ دار نہیں بن رہی، یاد رکھنا جس قدر میں نے اسے چاہا ہے ایسی ہی محبت میں نے تم سے بھی کی ہے فلورہ اگر میرے لئے سعادت کا مزمرہ ہے تو تم حسن کا نغمہ، وہ اگر بارش کا شگفتیت ہے، تو تم موجوں کا گیت، وہ اگر امرت کی پھوار ہے تو تم نورس آواز، وہ پگھلی چھلکتی صبح ہے تو تم ہنسی کا سنہری حسن، شرینہ، فلورہ اگر میرے لئے نقرئی آواز ہے تو تم مترنم خواب، وہ اگر میرے لئے نغموں کا الاپ ہے تو تم میرے لئے بجتی سرداں کا چرھاؤ ہو۔

عمر بن حسین رکا، دم لیا، پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

اگر میرے ان الفاظ کے باوجود تمہیں میری باتوں کا یقین نہ ہو تو پھر میں سمجھوں گا کہ تم مجھ سے نفرت کرتی ہو۔

عمر بن حسین کے ان الفاظ پر شرینہ تڑپ کر پلٹی اور اپنا ہاتھ عمر بن حسین کے منہ پر رکھ دیا اور بے چین کپکپاتی آواز میں کہنے لگی۔

خدا کے لئے ایسے الفاظ نہ کہیں شرینہ مر سکتی ہے، پر آپ سے نفرت نہیں کر سکتی۔

پھر شرینہ نے عمر بن حسین کے منہ سے ہاتھ ہٹا لیا اور پہلے کی طرح منہ دوسری طرف کر کے کھڑی ہو گئی تھی عمر بن حسین کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر پیار بھری آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

منہ میری طرف کرو۔

شرینہ فوراً پلٹی اور منہ عمر بن حسین کی طرف کر کے کھڑی ہو گئی تاہم اس کی گردن جھکی ہوئی تھی، عمر بن حسین نے پھر اسے مخاطب کیا۔

تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا کیا تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے، شرینہ نے اثبات میں سر ہلایا اور وہ دھیمی سی آواز میں کہنے لگی۔

ہے۔

شرینہ کے اس جواب پر عمر بن حسین کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی، پھر وہ کہنے لگا۔

شرینہ تم فلورہ کی طرح میری زندگی کی ساتھی بنو گی اور میں تمہیں اور شالیب کو المہدیہ لے جاؤں گا اور وہاں تم دونوں میرے ساتھ خوش و خرم زندگی بسر کرو گی میں تم

جیسی بیوی، تم جیسی ساتھی پر ہمیشہ فخر کروں گا۔

شرینہ نے اپنی گردن آہستہ آہستہ سیدھی کی، اپنی آنکھیں عمر بن حسین کی آنکھوں میں ڈالیں عمر بن حسین نے دیکھا اس سے شرینہ کی نرگسی آنکھوں میں دور دور تک محبت کے سراب رقص کر رہے تھے، اس کے گلابی چہرے پر ان دیکھی خوشیوں کے دھنک لال ہونٹوں پر اجنبی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس کا پیاسا نفس سیراب ہو گیا ہو اور اس کی روح محبت کے جمال سے بھر گئی ہو۔

عمر بن حسین نے پھر اسے مخاطب کیا۔

کیا تم میرے ساتھ شادی کرو گی، میرے ساتھ مسبدیہ چلو گی؟

عمر بن حسین کی طرف دیکھتے اور مسکراتے ہوئے جب شرینہ نے اثبات میں گردن ہلا دی، تب عمر بن حسین نے اپنے بازو پھیلا دیئے شرینہ آگے بڑھی اور بڑے پیار سے اس نے اپنا سر عمر بن حسین کے شانے پر رکھ دیا تھا، اس موقع پر کسی قدر بلند آواز میں عمر بن حسین نے پکارا۔

فلورہ بھاگ کے آؤ ان الفاظ کے ساتھ ہی شرینہ علیحدہ ہو گئی اور فلورہ بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور عمر بن حسین اسے کہنے لگا۔

تمہاری طرح شرینہ بھی میری زندگی کی ساتھی بننے کے لئے تیار ہے۔

عمر بن حسین کے ان الفاظ پر فلورہ ایسی خوش ہوئی۔ آگے بڑھ کر اس نے شرینہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا، لپٹائے ہی لپٹائے وہ شرینہ کو دوسرے کمرے میں لے گئی، عمر بن حسین ان کے پیچھے پیچھے تھا پھر فلورہ نے سب کو خوشخبری سنائی کہ شرینہ عمر بن حسین کے ساتھ شادی کرنے پر تیار ہے۔

اسی شام شرینہ اور عمر بن حسین، لولو بن نصر اور حبابہ کی شادی کا اہتمام کر دیا گیا تھا اور عمر بن حسین، یحییٰ بن مطروح اور محمد بن رشید اپنے اس خانہ کے علاوہ محمد بن فرج الکلوی کے گھر والوں اور دیگر لوگوں کو لے کر لشکر کے ساتھ سفاقس سے مسبدیہ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

✿ ✿ ✿

اسلم راہی ایم اے